بسم اللہ الرحمن الرحیم

نورالمصابیح

حصہ سوم (3)

ترجمہ زجاجۃ المصابیح (جلداول)

بَابُ سُجُوْدِ الْقُرْآن تا بَابٌ فِی الرِّیَاحِ

حدیث نمبر:1593 تا 2299

مؤلفہ

حقائق آگاہ، معارف دستگاہ، فخر العلماء والمحدثین، واقف رموز شریعت و دین

ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۹۲ھ ۔۔۔۔۔ ۱۳۸۴ھ

مترجم

قدوۃ المحدثین حضرت علامہ مولانا حاجی محمد منیر الدین رحمۃ اللہ علیہ

سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ وخطیب مکہ مسجد

زیر اہتمام

ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر

تاڑبن، x، روڈ، حیدرآباد، انڈیا، 500064

040-24469996.

Zia.islamic@yahoo.co.in

www.ziaislamic.com

ناشر

دکن ٹریڈرس بکسیلر

اینڈ پبلیشرز، مغلپورہ حیدرآباد

Phone :040-24521777

66710230,66490230

نام کتاب : نورالمصابیح، جلد: سوم (3)
ترجمہ ’’ زجاجۃ المصابیح‘‘ (جلد:1)

موضوع : حدیث وفقہ

مؤلف : حقائق آ گاہ، معارف دستگاہ، فخر العلماء والمحدثین، واقف رموز شریعت ودین محدث دکن ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ

مترجم : قدوۃ المحدثین حضرت علامہ مولانا حاجی محمد منیر الدین رحمۃ اللہ علیہ
سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ وخطیب مکہ مسجد

زیر اہتمام : ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر، تاڑبن، x، روڈ، حیدرآباد

ناشر : دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلیشرز۔ مغلپورہ، حیدرآباد

پروف ریڈنگ : مولانا محمد محی الدین انور نقشبندی قادری، ایم۔اے عثمانیہ

تعداد : ایک ہزار (1000)

سن اشاعت : 1438ھ، م 2017ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ أَطَاعَ اللّٰهَ.

ترجمہ: جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تو یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی۔
(4۔سورۃ النساء:80)

وَمَآ اٰتٰـكُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ وَمَا نَهَاكُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَهُوۡا وَاتَّقُوا اللّٰهَ.

ترجمہ: اور جو کچھ تمہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم عطا فرمائیں اسے لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے رُک جاؤ، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔
(59۔سورۃ الحشر:7)

أَمَّا بَعۡدُ! فَإِنَّ خَيۡرَ الۡحَدِيۡثِ كِتَابُ اللّٰهِ،
وَخَيۡرَ الۡهَدۡىِ هَدۡىُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا: واضح رہے کہ سب سے بہترین کلامِ اللہ کی کتاب (قرآن کریم) ہے، اور سب سے بہترین سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے۔
(صحیح مسلم، حدیث نمبر:2042۔زجاجۃ المصابیح، حدیث نمبر:145)

بہ مصطفٰے برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست — اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبیست
سنت و سیرت صحابہ کو — ڈھونڈو اور بدعتوں سے ہو بیزار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o

فہرست مضامین نور المصابیح، حصہ سوم (3)

786

زجاجۃ المصابیح کے اردو ترجمہ کی ''جلد سوم'' طباعت کی خوش خبری سن کر

حل ہوئیں مشکلیں طباعت کی رنگ لائیں دعائیں حضرت کی
شکر ہے یا کریم یا غفار تیسری جلد ہو گئی تیار
ختم ہوتا ہے اس پہ باب نماز عبد و معبود کا وہ راز و نیاز
ہر ورق اس کا اک نگینہ ہے فقہ احناف کا خزینہ ہے
جو کوئی بھی ہے جاں نثارِ حدیث آئے اور دیکھ لے بہارِ حدیث
باغ حضرت نے جو لگایا ہے خوب وہ برگ و بار لایا ہے
فیض کا سلسلہ خدا رکھے اس چمن کو ہرا بھرا رکھے

چلے ہر وقت دور پیمانہ
رہے قائم سدا یہ میخانہ

خادم الخدام
مرزا شکور بیگ نقشبندی القادری (رحمۃ اللہ علیہ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تعارف زجاجۃ المصابیح

کتاب کی اصلی قدر و قیمت تو مطالعہ سے ہی ظاہر ہوسکے گی، تاہم بطور تعارف چند سطور ہدیۂ ناظرین ہیں:۔

واقعہ یہ ہے کہ مؤلف مدّ ظلہٗ العالی نے مشکوٰۃ شریف کے بنظرِ غائر مطالعہ کے بعد اس امر کی شدید ضرورت محسوس فرمائی کہ جس طرح مشکوٰۃ شریف مسائل کے لحاظ سے شافعی حضرات کے لئے احادیثِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بہترین مجموعہ ہے، بالکل اسی طرح ان احادیث کو بھی یکجا کیا جائے جن پر فقہ حنفی کی بنیاد ہے، اللہ تعالیٰ ان اہل علم حضرات کی سعی مشکور فرمائے جنہوں نے سابق میں اس موضوع پر قلم اٹھایا اور بہترین انداز سے حنفی مسلک کی تائید کرنے والی احادیث جمع فرمائیں لیکن ان کی کتابوں کو مشکوٰۃ جیسی جامعیت میسر نہ ہوئی۔

ایسی عظیم الشان کتاب کی تالیف اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب نقشبندی (رحمۃ اللہ علیہ) کے حصہ میں رکھی تھی، چنانچہ مولانا ممدوح نے بتائیدِ غیبی جس کا اظہار اپنی کتاب زجاجۃ المصابیح کے دیباچہ میں فرمایا ہے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ پیش کردہ تالیف کی وجہ سے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرنے والے اس امر سے بخوبی واقف ہوجائیں گے کہ امام صاحبؒ کا قول علاوہ حدیث کے کسی نہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ یا تابعی رضی اللہ عنہ کے قول سے ماخوذ ہے، اس لئے امام ممدوح پر اعتراض صحابی رضی اللہ عنہ یا تابعی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کے مماثل ہے اور اس طرح یقیناً دنیا کے بڑے حصہ کے امام کی کوئی بات بلاسند نہیں۔

زجاجۃ المصابیح میں مولف ممدوح نے حسب ذیل امور کا التزام رکھا ہے:

(1) صحیح بخاری کے طرز پر ہر بڑے عنوان کے بعد متعلقہ آیات قرآنی کو جمع کیا۔

(2) چونکہ اس تالیف سے مقصود اصلی مشکوٰۃ کے طرز پر احناف کے لئے حدیثوں کا ایک جامع ذخیرہ مہیا کرنا تھا اس لئے کتاب و باب وعنوان مشکوٰۃ ہی سے لئے گئے البتہ فاضل مولف مشکوٰۃ علیہ الرحمۃ نے عنوان میں جن مقامات پر فقہ شافعی کی رعایت رکھی ہے۔ اس کتاب میں حضرت نے ان مقامات پر فقہ حنفی کی رعایت پیش نظر رکھی۔

(3) مشکوٰۃ میں ایک مسئلہ کے متعلق احادیث تین فصلوں میں منتشر تھیں جس سے پڑھنے والے میں ایک تو کیفیت تسلسل کا برقرار رہنا اور دوسرے مسائل کا بہ یک نظر تلاش کرنا دشوار تھا۔ اس لئے زجاجہ میں ہر مسئلہ سے متعلق احادیث بلالحاظ فصل یکجا کئے گئے۔

(4) ظاہر ہے کہ فقہ حنفی ایک ناپیدا کنار سمندر ہے، علاّمہ موصوف نے اس بحر ذخار سے انمول موتی چن لئے ہیں، ہر مسئلہ میں کئی کئی قول ہیں اس وجہ سے اولاً قول مفتٰی بہ حاصل کیا گیا۔ ثانیاً اس کے موافق حدیث تلاش کی گئی۔ ثالثاً اس حدیث کی چھان بین کر کے رفع اعتراض کا موقع بہم پہنچایا گیا اسی وجہ سے اکثر احادیث کے آخر میں تنقید رواۃ مذکور ہے۔

(5) فقہ حنفی پر اعتراضات کے مدلل جواب احادیث کی صحیح تعبیر کے بعد حنفی مقاصد کی وضاحت اور حسب ضرورت احادیث سے اور حنفی کتابوں کے حوالہ سے حاشیہ پر مسائل کا اندراج کامل احتیاط سے کیا گیا۔

یہ کتاب پانچ جلدوں پر مشتمل ہے، اس کتاب کے اور بھی کئی اہم خصوصیات ہیں جو بوقت مطالعہ ہی ظاہر ہوں گے۔ مختصر یہ کہ جس طرح مشکوٰۃ شافعی مذہب والوں کے لئے ایک نعمت ہے، بالکل اسی طرح یہ کتاب حنفی حضرات کے لئے ایک بہترین اور نادر تحفہ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

ضروری التماس
یعنی
دیباچۂ کتاب

مسلمانو! سنوغور سے سنو، اللہ تعالیٰ کے پاس کا قاعدۂ خاص مسلمانوں کے لئے یہ ہے کہ ان کی دنیا دین کے ساتھ ہے، جب مسلمان دین چھوڑ دیتے ہیں تو دنیا بھی ان سے چھوٹ جاتی ہے، جب یہ دین برباد کردیتے ہیں تو ان کی دنیا بھی برباد ہوجاتی ہے، اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ ہم تو دین دار ہیں پھر ہماری دنیا کیوں برباد ہورہی ہے۔

صاحبو! ہماری حالت اس شخص کے جیسی ہے جو ایک پیسہ کما کر اپنے کو مالداروں کی فہرست میں گننے لگتا ہے، سچ فرمایئے ایک پیسہ رکھنے والے کو آپ مالدار کہیں گے یا یہ کہیں گے کہ اس کو جنون ہوگیا ہے، کیونکہ ایک پیسہ رکھنے والے کو کوئی مالدار نہیں کہتا ہے بلکہ جس کے پاس مال معتد بہ مقدار میں ہوتو وہ مالدار ہے اسی طرح ایک دو عمل کرکے اپنے کو دین دار کہنے والا بھی مجنون کہلائے جانے کے لائق ہے، دین میں جو اعمال مقرر ہیں وہ سب اعمال کرنے کے بعد آپ دیندار کہے جانے کے مستحق ہیں۔

یا یوں سمجھئے کہ حسین اس کو کہتے ہیں جس کی آنکھ، ناک، سب درست ہوں، جیسے کسی کی ناک کاٹ لی گئی ہو، وہ ناک پر ہاتھ رکھ کر کہے کہ میں بھی حسین ہوں، ذرا ناک پر سے ہاتھ ہٹایا جائے تو معلوم ہوگا کہ کیسے حسین ہیں، ایسا ہی ہم اپنے کو دین دار سمجھ رہے ہیں، اگر دین کی حقیقت کھلے کہ دین کس کو کہتے ہیں تو آپ کو بھی ناک کٹے ہوئے حسین کی طرح شرمانا پڑے گا۔

یا یوں سمجھئے کہ آپ کسی دوست سے کہیں کہ ہم کو ایک آدمی کی ضرورت ہے وہ دوست ایک مدّت کے بعد آپ کے پاس ایک آدمی کو چارپائی پر لٹا کر لائے، جتنے بیماریاں ہیں قریب قریب سب اس میں ہیں آنکھ بھی نہیں، کان بھی نہیں، ہاتھ پیر بھی بےکار ہیں، جنون ہوگیا ہے، البتہ جاندار ہے، اگر اس کو کوئی قتل کرے تو قانوناً اس کو قصاص ہوگا، مگر کیا اس آدمی سے آپ کی غرض پوری ہوسکتی ہے، ہرگز نہیں، آپ تعجب سے پوچھیں گے کہ بھائی اس کو کیوں لائے ہو؟ اگر وہ دوست یہ کہے کہ آپ کے واسطے لایا ہوں آپ نے فرمائش کی تھی کہ ایک آدمی لادو، تو آپ ہنسیں گے اور کہیں گے کہ اگرچہ یہ لغۃً قانوناً آدمی ہے، لیکن جب اس سے میری غرض حاصل نہیں ہوتی ہے تو میرے لئے یہ آدمی نہیں ہے۔

صاحبو! ایسا ہی دین سے کیا غرض ہے، نجات کامل ہونا ہے، یا ایک قومی شعار ہے، مسلمانی سے

بالکل بے توجہی ہوگئی ہے، نہ عقائد کی پروا، نہ اعمال کی فکر، نہ حسن معاشرت کا خیال، نہ بداخلاقی پر رنج، کوئی جزء ہمارے دین کا ٹھیک نہیں، ہمارا دین بعینہ ویسا ہی ہے جیسے مذکورالصدر آدمی کہ جس کو دوست لایا تھا، ہمارا دین صرف قومی شعار ہے اس سے دین دار کہے جانے کے قابل نہیں ہیں، جب ہم دین دار نہیں تو پھر ہماری دنیا کیسے درست ہوگی؟۔

صاحبو! اگر آپ دین کی حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہو تو ''زجاجۃ المصابیح'' کا مطالعہ کرو، پھر اس پر عمل کرکے دین دار کہے جانے کے لائق بنو، تمام ''زجاجۃ المصابیح'' کو پڑھنے کے بعد آپ کا علم الیقین، عین الیقین کو پہنچ جائے گا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک خاتم النبیّین ہیں کہ آپ کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں، انسان کی دنیا اور آخرت درست کرنے کے لئے جس چیز کی ضرورت تھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کامل طور پر بیان فرمادیئے ہیں اور وہ سب ''زجاجۃ المصابیح'' میں آگیا ہے، لیکن انقلاب زمانہ سے عربی عام فہم نہ رہی، ضرورت تھی کہ اس کا ترجمہ اردو میں کیا جائے، اس ضرورت کو پیش نظر رکھ کر مولوی محمد منیرالدین صاحب شیخ الادب جامعہ نظامیہ نے ''زجاجۃ المصابیح'' کا عام فہم اور سلیس ترجمہ کرنا شروع کیا، تمام مسلمانوں کی طرف سے مولوی صاحب موصوف کا شکریہ اداء کیا جاتا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو زجاجۃ المصابیح سے فائدہ حاصل کرنے کا موقع دیا۔

اس ترجمہ کے طبع ہونے سے پہلے مولوی محمد عبدالستار خاں صاحب ایم۔اے لکچرار عربی جامعہ عثمانیہ نے بڑی کوشش اور محنت سے اپنا عزیز وقت دے کر ترجمہ میں قوسین کی عبارت بڑھا کر اور ''ف'' کے تحت فائدوں کا اضافہ کرکے ترجمہ کے حسن کو دوبالا کردیا، اس سے ''زجاجۃ المصابیح'' کے سمجھنے میں جو دقتیں پیش آرہی تھیں وہ اب باقی نہ رہیں، اس کے لئے تمام مسلمانوں کی طرف سے موصوف کا شکریہ اداء کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں صاحبوں کو اس علمی خدمت کا صلہ صدقہ جاریہ بنا کر ہمیشہ ثواب پہنچاتے رہیں اور اس کے بدلہ میں ان سے راضی ہوجائیں اور ثواب عظیم دے کر ان کو اپنے سے راضی کرلیویں۔

ترجمہ کے وقت اور ترجمہ میں قوس اور فوائد کے اضافہ کے وقت میں بھی ان دونوں صاحبوں کے ساتھ شریک رہا۔ میں نے اس ترجمہ کا نام ''نورالمصابیح'' رکھا ہے، اللہ تعالی اس کو قبول کرے۔ آمین

نورالمصابیح کا حصہ سوّم آپ کے سامنے آرہا ہے جب آپ اس کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہیں، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمارہے ہیں اور آپ سن رہے ہیں، یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کام کررہے ہیں آپ اس کو دیکھ رہے ہیں، خوش نصیب ہیں وہ حضرات جو اس نعمت کو حاصل کرتے ہیں۔

اب میرا ضروری التماس تمام مسلمانوں سے اور خاص اپنے احباب سے یہ ہے کہ اس

نورالمصابیح کو ایک بار پڑھ کر طاق نسیاں میں نہ رکھدیں بلکہ اس کو مثل وظیفہ کی کتابوں کے بار بار پڑھیں، اوراس پرعمل کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔

اے اللہ! آپ ہمارے ہیں ہم کو بھی آپ اپنا بنالیں اور توفیق دیں کہ ہم آپ کے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل پرعمل کرتے رہیں۔آمین

(حضرت)ابوالحسنات سید عبداللہ بن مولانا سید مظفر حسین الحیدر آبادی الحنفی

کان اللہ لہما وعاملھما بلطفہ الخفی وتجاوز عنہما بکرمہ الوفیؔ

غرہ ربیع الاول 1384ھ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَصَلَّى اللّٰه عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلَّمَ

(21/40)بَابُ سُجُوْدِ الْقُرْآنِ

(یہ باب سجدۂ تلاوت کے بیان میں ہے)

قرآن شریف میں کتنے سجدے ہیں اور کہاں کہاں ہیں؟ ان کی تفصیل

ف۔واضح ہو کہ قرآن شریف میں ایسی آیتیں چودہ ہیں کہ جن کو پڑھنے اور سننے والے ہر دو پر سجدہ کرنا واجب ہوجاتا ہے۔ سننے والا آیت سجدہ کو خواہ قصداً سنے یا بلا قصد، اور یہی مذہب حنفی ہے، وہ سورتیں جن میں یہ سجدے واقع ہیں ان کے نام یہ ہیں:(1) سورۂ اعراف۔(2) سورۂ رعد۔(3) سورۂ نحل۔(4) سورۂ بنی اسرائیل۔ (5) سورۂ مریم۔ (6) سورۂ حج کا پہلا سجدہ ۔ (7) سورۂ فرقان۔ (8) سورۂ نمل۔(9) سورۂ الم تنزیل ۔ (10) سورۂ ص۔ (11) سورۂ فصلت۔ (12) سورۂ نجم۔ (13) سورۂ انشقاق۔(14) سورۂ علق۔

سجدہ تلاوت اداء کرنے کا مستحب طریقہ

سجدۂ تلاوت اداء کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی آیت سجدۂ پڑھنے یا سننے کے بعد سجدہ کرنے والا کھڑا ہوکر اللّٰــہ اکبر کہتے ہوئے سجدے میں جائے۔سجدہ میں کم از کم تین مرتبہ ”سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی“ کہہ کر اللّٰہ اکبر کہتے ہوئے پھر کھڑا ہوجائے۔

سجدۂ تلاوت کے شرائط اور آداب

جو چیزیں نماز کے لئے شرط ہیں وہی سجدۂ تلاوت کے لئے بھی شرط ہیں، جیسے وضو کا ہونا اور جگہ و بدن کا پاک ہونا وغیرہ البتہ سجدۂ تلاوت اداء کرنے والا نہ تو تکبیر تحریمہ کہے نہ ہاتھ اٹھائے نہ تشہد

پڑھے اور نہ سلام پھیرے (ردالمحتار)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَ جَلّ "وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ" اوراللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۃ الانشقاق، پ:30،آیت نمبر:21،میں) (جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہےتو وہ (اللہ کے آگے) سجدہ نہیں کرتے۔

سجدۂ تلاوت کے واجب ہونے کی دلیل

ف۔ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقات میں لکھا ہے کہ اوپر ذکر کی گئی آیت شریف "وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الخ" سے سجدۂ تلاوت کا وجوب اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے اس آیت میں سجدہ ترک کرنے والوں کی مذمت فرمائی ہے، چناچہ ارشاد ہے کہ "جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہےتو وہ (اللہ کے آگے) سجدہ نہیں کرتے" اور یہ قاعدہ ہے کہ مذمت ایسے موقع پر ہی کی جاتی ہے کہ کوئی ایسا امر ترک ہوا ہو جو واجب تھا، چونکہ یہاں بھی سجدۂ تلاوت ترک ہوا ہے جس کا اداء کرنا واجب تھا، اس لئے سجدہ نہ کرنے والوں کی مذمت کی گئی۔اس طرح ثابت ہوا کہ سجدۂ تلاوت واجب ہےاور یہی مذہب حنفی ہے (یہ مضمون بعض حواشی سے ماخوذ ہے)۔

سجدۂ تلاوت کی فضیلت

1/1593۔ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جب آدمی سجدہ کی آیت پڑھکر سجدہ کرتا ہےتو شیطان روتا ہوا الگ ہوجاتا ہےاور کہتا ہے کہ ہائے میری کمبختی! آدمی کو سجدہ کا حکم دیا گیا اس نے تو سجدہ کرلیا اور اس کے لئے جنت واجب ہوگئی اور مجھے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو میں نے انکار کیا اور میرے لئے جہنم واجب ہوگئی۔مسلم،ابن ماجہ۔

سجدۂ تلاوت واجب ہونے کے دلائل

ف۔اس حدیث شریف میں ارشاد ہے "اُمِرَ ابْنُ آدَمَ بِالسُّجُوْدِ فَسَجَدَ" الخ (انسان کوسجدہ کا امر-حکم-کیا گیا) یہ ایک قاعدۂ کلیہ ہے کہ حکیم جب غیر حکیم کی بات سنائے پھر اس غیر حکیم کی

اس بات کا انکار نہ کرے تو حکیم کا غیر حکیم کی بات کو سنا کر رد نہ کرنا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حکیم نے غیر حکیم کی جو بات سنائی ہے وہ صحیح ہے۔

واضح ہو کہ یہاں حکیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور غیر حکیم شیطان ہے، اور غیر حکیم کی بات جو سنائی گئی ہے وہ یہ ہے "اُمِرَ ابْنُ آدَمَ بِالسُّجُوْدِ فَسَجَدَ"، غور کیجئے کہ حکیم یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیر حکیم یعنی شیطان کی یہ بات سنائی کہ (انسان کو سجدہ کا امر کیا گیا) اور شیطان کی اس بات کو سنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیطان کے اس قول کا رد نہیں فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شیطان کے اس قول کو رد نہ فرمانا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حقیقت میں انسان کو سجدہ کرنے کا امر ہوا تھا، اور یہ بھی واضح ہے کہ امر مطلق سے وجوب کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اور چونکہ یہاں مطلقاً سجدہ کرنے کا حکم ہوا ہے اس لئے سجدہ کرنے کے اس مطلق امر سے ثابت ہوا کہ سجدۂ تلاوت کا اداء کرنا واجب ہے۔

یہاں ایک یہ شبہ کیا جاسکتا ہے کہ امر وجوب کے علاوہ استحباب کے لئے بھی ہوتا ہے تو یہاں سجدہ کرنے کے امر کو کیوں مستحب نہ قرار دیا جائے؟

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ قرینہ سے یہاں سجدہ کرنے کا وجوب ثابت ہوتا ہے، استحباب ہمیشہ نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ سجدہ نہ کرنے پر دوزخ کی وعید ہے اور سجدہ کرنے پر جنت کا وعدہ ہے اور اس قسم کا وعدہ اور وعید کسی امر مستحب کے لئے نہیں آتا بلکہ امر واجب کے لئے ہی ہوتا ہے اس طرح اس سے بھی ثابت ہوا کہ یہاں سجدہ کا امر، امر واجب ہے نہ کہ امر مستحب۔

ہر دو دلیلوں سے ثابت ہوا کہ سجدۂ تلاوت کا اداء کرنا واجب ہے۔

سجدۂ تلاوت کے وجوب پر تیسری دلیل یہ ہے کہ آیات سجدہ سے بھی سجدۂ تلاوت کے واجب ہونے کا پتہ چلتا ہے اس لئے کہ سجدہ کی آیتیں تین طرح کی ہیں، ایک تو وہ ہیں جن میں صراحت کے ساتھ سجدہ کا امر ہوا ہے۔ دوسرے وہ آیتیں ہیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سجدہ کرنے کے واقعات کے بیان پر مشتمل ہیں اور تیسرے وہ آیتیں ہیں جو کفار اور مشرکین کی ایسی حکایتوں پر مشتمل ہیں جن میں ان کو سجدہ کرنے کا امر کیا گیا تو انہوں نے انکار کیا۔ آیات سجدہ کی یہ تینوں قسمیں یعنی امر خداوندی کی تعمیل، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء اور اتباع اور کفار و مشرکین کی مخالفت، یہ تینوں

چیزیں واجب ہیں، بشرطیکہ ان میں سے کسی چیز کے واجب نہ ہونے پر کوئی دلیل قائم نہ ہوجائے، چونکہ آیات سجدہ کی مذکورہ تینوں قسموں کا واجب نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے، اس لئے تلاوت کے تمام سجدے واجب ہیں۔

سجدۂ تلاوت کے وجوب پر چوتھی دلیل وہ ہے جس کو جامع الآثار میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلاوت کے سجدوں پر مواظبت اور پابندی فرمائی ہے اس سے بھی سجدۂ تلاوت کے واجب ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

آیتِ سجدہ سننے والے پر بھی سجدہ واجب ہوتا ہے

پہلی دلیل:

2/1594۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر سجدہ کی آیت تلاوت فرمائی تو سب لوگوں نے سجدہ کیا، ان میں سے بعض لوگ سوار تھے اور جو لوگ پیدل تھے وہ زمین پر سجدہ کر رہے تھے، اب رہے سوار تو چونکہ ان پر سواری کی حالت ہی میں سجدۂ تلاوت واجب ہوا تھا تو انہوں نے اپنے ہاتھوں پر سجدہ کیا۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے)۔

ف: اس حدیث شریف سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سواری کی حالت میں آیت سجدہ سننے یا پڑھنے سے اگر سجدۂ تلاوت واجب ہوا ہے تو اتر کر زمین پر بھی سجدۂ تلاوت اداء کیا جاسکتا ہے اور اگر اترے بغیر سواری ہی پر اشارے سے سجدۂ تلاوت اداء کیا جائے تو بھی سجدۂ تلاوت جو واجب ہے اداء ہوجائے گا۔البتہ سجدۂ تلاوت اگر زمین پر چلنے کی حالت میں واجب ہوا ہے تو اس کو سواری پر اداء نہیں کیا جاسکتا، زمین ہی پر سجدہ کو اداء کرنا ضروری ہے۔(ردالمحتار)

حدیث شریف میں جو مذکور ہے کہ جو حضرات سوار تھے انہوں نے ہاتھ پر سجدہ کیا، اس بارے میں ترجمہ اعلاء السنن میں لکھا ہے: ہاتھ پر سجدہ کرنا اشارہ سے سجدہ کرنا ہی تھا اگرچہ اشارہ کے لئے اس قدر سر جھکانا ضروری نہ تھا مگر ان حضرات نے غایت تعظیم کے لئے اس قدر سر جھکایا۔

دوسری دلیل

3/1595۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: جب آیت سجدہ پڑھی جائے تو جیسے پڑھنے والے پر سجدۂ تلاوت واجب ہے (اسی طرح) سننے والے پر بھی سجدۂ تلاوت واجب ہے۔ (اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔)

4/1596۔ اور بخاری نے بھی اسی طرح تعلیقاً روایت کی ہے۔

تیسری دلیل

5/1597۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کبھی آیت سجدۂ تلاوت فرماتے اور ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس موجود ہوتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی سجدہ فرماتے تھے اور آپ کے ساتھ ہم بھی سجدہ کرتے تھے اور اس وقت اتنا اژدہام ہوجاتا تھا کہ ہم میں سے بعض کو سجدہ کرنے کے لئے پیشانی رکھنے کی جگہ بھی نہیں ملتی تھی۔ (اس لئے ان حضرات کو پہلے والوں کے بعد سجدہ اداء کرنا پڑتا تھا)۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: اس حدیث شریف سے سجدۂ تلاوت کا شدت اہتمام معلوم ہوتا ہے جو سجدۂ تلاوت کے واجب ہونے کی علامت ہے اور اس حدیث شریف سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سجدۂ تلاوت جس طرح پڑھنے والے پر واجب ہے، اسی طرح سننے والے پر بھی سجدۂ تلاوت واجب ہے (مرقات، اطفاء الفتن ترجمہ اعلاء السنن)

تکبیر تحریمہ کہے اور کانوں تک ہاتھ اٹھائے بغیر اللّٰہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جانے کا ثبوت

6/1598۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں قرآن پاک سنایا کرتے تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کی آیت پڑھتے تو اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدے میں جاتے اور آپ ﷺ کے ساتھ ہم بھی سجدہ کیا کرتے تھے۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

"الٓم تنزیل" میں سجدۂ تلاوت ہونے کا ثبوت

7/1599۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر اداء فرمائی اور سجدۂ تلاوت کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیام فرمایا اور قیام میں کچھ قرأت کئے بغیر رکوع میں چلے گئے۔ صحابہ کا خیال ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سورۂ **الٓم تنزیل السجدہ** پڑھ کر سجدہ تلاوت اداء فرمائے۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

سورۂ "والنّجم" میں سجدۂ تلاوت کا ثبوت

8/1600۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۂ **وَالنَّجم** تلاوت فرما کر سجدہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تمام مسلمانوں اور مشرکوں اور جن وانس نے بھی سجدہ کیا۔ (اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث شریف سے اور اس کے بعد والی دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ مفصلات میں بھی سجدۂ تلاوت ہے اور ان کا اداء کرنا بھی واجب ہے اور یہی مذہب حنفی ہے (مرقات)

دوسری دلیل

9/1601۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سورۂ **وَالنَّجم** تلاوت فرمائی تو آپ نے بھی اس میں سجدہ کیا اور جو آپ کے ساتھ تھے، انہوں نے بھی سجدہ کیا بجز ایک بوڑھے کے کہ اس نے سجدہ نہیں کیا بلکہ کنکریوں یا مٹی کی ایک مٹھی لے کر پیشانی سے لگالی اور کہا کہ مجھے تو یہی کافی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (کچھ زمانہ کے بعد) میں اسی شخص کو دیکھا کہ وہ کفر ہی کی حالت میں مارا گیا۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے) اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری ایک روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ وہ شخص امیہ بن خلف تھا۔

سورۂ انشقاق اور سورۂ علق میں سجدۂ تلاوت کا ثبوت

10/1602۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سورۂ ''اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّت اور اِقْرَأ بِاسْمِ رَبِّکَ'' میں سجدۂ تلاوت اداء کیا۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

سورۂ حج میں صرف پہلا سجدہ سجدۂ تلاوت ہونے کا ثبوت

پہلی دلیل:

11/1603۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے سورۂ حج میں تلاوت کے سجدوں کے متعلق فرمایا کہ اس سورت کا پہلا سجدہ (سجدۂ تلاوت ہے اور وہ) واجب ہے اور دوسرا سجدہ سجدۂ تعلیمی ہے (یعنی اس آیت کے ذریعہ سے نماز میں رکوع اور سجدہ کرنا سکھایا گیا ہے، اس لئے یہ تلاوت کا سجدہ نہیں ہے اس پر قرینہ یہ ہے کہ آیت میں سجدہ کے ساتھ رکوع کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے اس لئے یہ تلاوت کا سجدہ نہیں ہے) اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے، اور امام طحاوی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ہم ابن اسحاق رضی اللہ عنہ کے اسی قول کو اختیار کرتے ہیں کہ سورۂ حج کا پہلا سجدہ واجب ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ بعض ائمہ کا قول یہ ہے کہ سورۂ حج میں ایک ہی سجدۂ تلاوت ہے اور امام سفیان ثوری رحمۂ اللہ، امام مالک اور فقہاء کوفہ رحمہم اللہ کا قول بھی یہی ہے۔اور امام محمد رحمۂ اللہ نے کہا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سورۂ حج میں صرف ایک ہی سجدے کے قائل تھے اور وہ سجدۂ اوّل ہے اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔

دوسری دلیل

12/1604۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ سورۂ حج میں صرف ایک ہی سجدۂ تلاوت ہے (اور وہ پہلا ہے) اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔

13/1605۔ابن ابی شیبہ کی ایک دوسری روایت میں حضرت ابن المسیب ،حسن بصری، ابراہیم نخعی اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

سورۂ صٓ میں سجدۂ تلاوت کا ثبوت

پہلی دلیل:

14/1606۔ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا کہ سورۂ صٓ لکھ رہا ہوں جب میں (خواب ہی میں) آیت سجدہ تک پہونچا اور اس کو لکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دوات اور قلم اور جو چیزیں میرے سامنے تھیں سب سجدہ میں گر گئیں، ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اپنا یہ خواب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے بیان کیا۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سمجھا کہ اس میں حق تعالی کی طرف سے ہم کو سجدۂ تلاوت کرنے کی تعلیم ہورہی ہے اس لئے اس کے بعد سے سورۂ صٓ کے آیت سجدہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سجدۂ تلاوت کیا کرتے تھے۔

(اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

ف: جامع الآثار میں لکھا ہے: اس حدیث شریف کے الفاظ ''**فَلَمْ یَزَلْ یَسْجُدُ بِهَا**'' (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سورۂ صٓ کے سجدۂ تلاوت کو ہمیشہ اداء فرماتے تھے) واضح رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سورۂ صٓ کے اس سجدۂ تلاوت کو ہمیشہ اداء کرنا، اور اس کو کسی وقت بھی ترک نہ کرنا اس سے ثابت ہے کہ سورہ صٓ کا سجدۂ تلاوت بھی واجب ہے (یہ فتح القدیر میں مذکور ہے)۔

ایضاً دوسری دلیل

15/1607۔ مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ کیا میں سورۂ ص کے سجدۂ تلاوت کو اداء کیا کروں تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (سورۂ انعام پ7ع9) کی آیت (نمبر:85تا90)'' وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ '' سے شروع کر کے ''**فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ**'' یعنی اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم بھی انہی پیغمبروں کی

اقتداء کیا کرو۔تک تلاوت فرمائی۔ پھرابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: داؤدعلیہ السلام(یہ ترجمہ بخاری کے دوسرے نسخہ کے لحاظ سے کیا گیا ہے) بھی منجملہ ان انبیاء کے ہیں جن کی اقتداء کاحکم تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے(چونکہ سورۂ صٓ میں حضرت داؤدعلیہ السلام کے سجدہ کرنے کا ذکر ہے جس کی اقتداء میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سورہ صٓ کے اس مقام پر ہمیشہ سجدہ کیا کرتے تھے جیسا کے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ابھی گذر چکا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دوامی فعل سے سورۂ صٓ کا سجدہ ہم پر بھی واجب (یہ مضمون عمدۃ الرعایہ سے ماخوذ ہے)۔

(اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

تیسری دلیل

16/1608۔سائب بن یزید رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہٗ نے منبر پر سورہ صٓ تلاوت فرماتے ہوئے(جب آیت سجدہ پڑھی تو فوراً منبر سے اتر کر سجدہ اداء کیا۔اس اہتمام سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ صٓ کا یہ سجدہ بھی واجب ہے۔

(اس کی روایت بیہقی نے کی ہے۔)

سجدۂ تلاوت کی دعا کا بیان

17/1609۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ ایک صحابی (یعنے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ جیسا کہ دارقطنی نے اپنی علل میں اس نام کی صراحت کی ہے) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آج کی رات سو رہا تھا خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں،نماز میں میں نے (سورہ صٓ کی آیت سجدہ کو پڑھکر) سجدہ کیا (اور اس آیت سجدہ کو سن کر) درخت نے بھی میرے

ساتھ سجدہ کیا اور میں نے درخت کو سجدہ کی حالت میں یہ دعاء کرتے ہوئے سنا:۔

اَللّٰھُمَّ اکْتُبْ لِیْ بِھَا عِنْدَکَ اَجْراً . وَحُطَّ بِھَا عَنِّیْ وِزْراً . وَاجْعَلْھَا لِیْ عِنْدَکَ ذُخْراً وَ تَقَبَّلْھَا مِنِّی کَمَا تَقَبَّلْتَھَا مِنْ عَبْدِکَ دَاوُدَ .

اے اللہ اس سجدہ کی وجہ سے اپنے پاس میرے لئے اجر وثواب لکھ دیجئے اور اس سجدہ کی وجہ سے میرے (کبیرہ) گناہ معاف کر دیجئے اور اس سجدہ کی وجہ سے (اس اجر وثواب کو) میرے لئے اپنے پاس ذخیرہ بنا دیجئے اور مجھ سے اس سجدۂ تلاوت کو ایسا ہی قبول فرمایئے جیسے آپ نے داؤد علیہ السلام کے سجدہ کو قبول فرمایا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ خواب سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد سورۂ صٓ کی آیت سجدہ کو تلاوت فرما کر آپ نے بھی سجدہ اداء فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ فرمانے سے یہ سجدہ ہم پر بھی واجب ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہی دعاء پڑھتے ہوئے سنا جو درخت نے پڑھی تھی اور جس کو اس دن صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تھا۔(اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے) البتہ ابن ماجہ نے "وَاجْعَلْھَا لِیْ عِنْدَکَ ذُخْرًا" تک روایت کی ہے۔

سجدۂ تلاوت کی ایک اور دعا کا بیان

18/1610۔ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز تہجد اداء فرماتے اور اس میں آیت سجدہ پڑھتے تو سجدہ میں یہ دعاء فرماتے تھے۔

"سَجَدَ وَجْھِیْ لِلَّذِیْ خَلَقَهٗ وَ شَقَّ سَمْعَهٗ وَ بَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ"

میرے چہرے نے اس کو سجدہ کیا جس نے اسے پیدا فرمایا اور اس کو اپنی قدرت وقوت سے سماعت اور بصارت عطا فرمائی۔

(اس کی روایت ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے کی ہے، اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

سجدۂ تلاوت میں ماثورہ دعاؤں کے پڑھنے کا طریقہ

ف: واضح ہو کہ نماز کے سجدہ میں جس تسبیح یعنی سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کا پڑھنا مسنون ہے، سجدۂ تلاوت میں بھی اسی تسبیح کا پڑھنا کافی ہے اس لئے کہ نماز کا سجدہ سجدۂ تلاوت کے سجدہ سے افضل ہے۔ اور جب نماز کے سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کا پڑھنا کافی ہے تو سجدۂ تلاوت میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کا پڑھنا بدرجۂ اولیٰ کافی ہوگا۔ خواہ فرض نماز میں سجدۂ تلاوت اداء کیا جا رہا ہو یا نفل نماز میں یا خارج نماز، الغرض سجدۂ تلاوت اداء کرنے والا سجدۂ تلاوت میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھے۔

اب رہا اوپر کی دونوں حدیثوں میں تلاوت کے سجدوں میں ماثورہ دعاؤں کا پڑھنا جو مذکور ہے تو ان کو ایسی نمازوں کے سجدۂ تلاوت میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کے بعد پڑھنا مستحب ہے جو عموماً تنہا پڑھی جاتی ہیں جیسے تہجد، وتر، سنت اور نفل، اسی طرح کوئی شخص کسی فرض نماز کو تنہا پڑھ رہا ہے اور اس میں آیت سجدہ پڑھی گئی تو وہ سجدۂ تلاوت میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کے ساتھ ان ماثورہ دعاؤں کو بھی پڑھ سکتا ہے اور خارج نماز سجدۂ تلاوت اداء کرنے والے کے لئے بھی سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کے ساتھ ان ماثورہ دعاؤں کا پڑھنا افضل ہے۔

(اشعۃ اللمعات، مرقات، درمختار، ردالمحتار، کوکب دری، اعلاء السنن)

(22/41)بَابُ اَوْقَاتِ النَّهْيِ

(یہ باب ان اوقات کے بیان میں ہے جن میں نمازوں کا اداء کرنا ممنوع یا مکروہ ہے)

ان اوقات کا بیان جن میں نماز اور سجدۂ تلاوت دونوں حرام ہیں

ف: واضح ہو کہ دن رات میں تین ساعتیں ایسی ہیں جن میں نمازوں کا اداء کرنا ممنوع اور حرام ہے وہ تین ساعتیں یہ ہیں: (1) طلوع آفتاب یعنی جس وقت آفتاب چمکتا ہوا نکلے یہاں تک کہ وہ بلند ہو جائے۔ (2) غروب آفتاب یعنی جس وقت کہ آفتاب غروب ہونے لگے یہاں تک کہ غروب ہو جائے۔ (3) استواء یعنی سورج کے عین سر پر ہونے کے وقت، یہاں تک کہ وہ ڈھل جائے۔ یہ بھی واضح رہے کہ ان تینوں اوقات میں نہ تو فرض نماز اداء کرنا جائز ہے اور نہ نفل نماز، اور نہ اداء نماز اور نہ قضاء، نہ نماز جنازہ اور نہ سجدۂ تلاوت۔

ان اوقات کا بیان جن میں صرف نفل نماز مکروہ تحریمی ہے اور سجدۂ تلاوت، قضاء نمازیں اور نماز جنازہ جائز ہے

اور ایسی دو ساعتیں جن میں نفل نمازوں کا اداء کرنا مکروہ تحریمی ہے یہ ہیں: (1) نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک۔ (2) نماز عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک، البتہ ان مذکورہ دونوں اوقات میں قضاء نمازیں، نماز جنازہ اور سجدۂ تلاوت اداء کیا جا سکتا ہے۔

(ردالمختار، اشعۃ اللمعات، شرح وقایہ)

عین طلوع اور عین غروب کے وقت نماز پڑھنا حرام ہے

1/1611۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص سورج کے نکلنے اور ڈوبنے کے وقت نماز پڑھنے کا قصد نہ کرے۔

2/1612۔اور دوسری روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشادفرمایا کہ جب آفتاب کا کنارہ طلوع ہورہا ہوتو اس وقت نماز پڑھنا چھوڑ دو، یہاں تک کہ آفتاب خوب نمایاں طور پرنکل نہ جائے اوراسی طرح جب آفتاب کا کنارہ ڈوب رہا ہوتو اس وقت سے لے کرآفتاب کے غروب ہونے تک نماز چھوڑ دو، اورتم آفتاب کے عین طلوع اورعین غروب کے وقت نماز نہ پڑھا کرو۔ کیونکہ آفتاب شیطان کے سر کے دونوں جانبوں کے درمیان سے طلوع کرتا ہے۔(اس لئے آفتاب کے طلوع اورغروب کے وقت شیطان آفتاب کے سامنے کھڑا ہوجاتا ہےاوران اوقات میں سورج کی عبادت کرنے والے جب عبادت کرتے ہیں تو ان کی عبادت بجائے سورج کے شیطان کو ہوجاتی ہے اور چونکہ یہ مشرکین اور کفار کی عبادت کے اوقات ہیں اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کوان اوقات میں عبادت کرنے سے منع فرمایا تاکہ مشرکین اورکفار کی مشابہت سے دور رہیں)۔(اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

عین طلوع،عین غروب اوراستواء کے وقت نماز پڑھنا حرام ہے

پہلی حدیث:

3/1613۔عبداللہ صنابحی رضی اللہ عنہ سے روایت ہےانہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آفتاب جب طلوع ہوتا ہےتو شیطان کے سر پر سے طلوع ہوتا ہے، پھر جب آفتاب بلند ہوجاتا ہےتو شیطان اس سے جدا ہوجاتا ہے اور پھر جب ٹھیک دوپہر کے وقت بلند ہوتا ہےتو شیطان آفتاب سےقریب ہوجاتا ہے، جب آفتاب ڈھل جاتا ہےتو شیطان اس سے جدا ہوجاتا ہے۔(چونکہ یہ تینوں اوقات شیطانی اوقات ہیں اوران میں جوسورج کی پرستش ہوتی ہے وہ حقیقت میں شیطان کی پرستش ہے)اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایاہے،(تاکہ

مشرکین سے مشابہت نہ ہو)۔(اس حدیث کی روایت امام مالک، امام احمد اور نسائی نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

4/1614۔عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ تین وقت ایسے ہیں کہ جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو نماز پڑھنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ان تینوں اوقات میں مردوں کے دفن کرنے سے بھی منع فرمایا کرتے تھے۔(تاکہ نماز جنازہ ان اوقات ممنوعہ میں نہ پڑھنا پڑے، اس لئے کہ نماز جنازہ پڑھتے ہی میت کو دفن کرتے ہیں۔اگر ان تینوں ممنوعہ اوقات سے پہلے نماز جنازہ پڑھ لی گئی ہے تو ان تینوں اوقات میں مردوں کو دفن کرنا جائز ہے، منع نہیں ہے۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر ائمہ کا یہی قول ہے، ترمذی نے بھی اس حدیث کے یہی معنی لئے ہیں، چنانچہ انہوں نے باب قائم کیا ہے ”بَابٌ فِیْ کَرَاھَۃِ الصَّلٰوۃِ عَلَی الْجَنَازَۃِ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ عِنْدَ غُرُوْبِھَا“ (آفتاب کے طلوع اور غروب کے وقت نماز جنازہ پڑھنے کی کراہت کے بیان میں)(اور اس باب میں اوپر کی اسی حدیث کو نقل کیا ہے، وہ تین اوقات ممنوعہ یہ ہیں): ایک جس وقت کہ آفتاب چمکتا ہوا نکل رہا ہو، یہاں تک وہ بلند ہوجائے۔ دوسرے ٹھیک دوپہر کے وقت یہاں تک کہ آفتاب ڈھل جائے۔تیسرے جبکہ آفتاب غروب ہونے لگے یہاں تک کہ وہ ڈوب جائے۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

مکّہ معظّمہ میں اوقات ممنوعہ میں نمازیں وغیرہ ایسے ہی حرام ہیں جیسے دوسرے شہروں میں حرام ہیں

ف: واضح ہو کہ اس حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تینوں اوقات ممنوعہ میں نماز پڑھنے سے جو منع فرمایا ہے یہ ممانعت مطلقاً ہے یعنی کسی زمانہ یا جگہ اور کسی خاص نماز سے متعلق نہیں، اس لئے ہر زمانہ اور ہر مقام میں تمام فرض اور نفل نمازیں خواہ اداء ہوں یا قضاء، نماز جنازہ ہو یا

سجدۂ تلاوت، ان سب کا اداء کرنا تینوں اوقات میں ناجائز ہوگا اور اسی مطلقاً ممانعت کی وجہ سے مکہ معظّمہ میں بھی ان تین وقتوں میں ان تمام مذکورہ عبادات کا اداء کرنا ایسا ہی ممنوع ہوگا جیسا کہ دوسری جگہوں میں ان عبادات کا ممنوعہ اوقات میں اداء کرنا منع ہے۔اب رہا یہ کہ بعض حدیثوں سے مکہ معظّمہ میں ممنوعہ اوقات میں نمازوں کے پڑھنے کا جائز ہونا جو ثابت ہوتا ہے تو واضح رہے کہ یہ حدیثیں شاذ ہیں اور اوپر کی وہ حدیث جس میں تین اوقات میں نمازوں کا اداء کرنا ممنوع ہے وہ مشہور حدیث ہے، اور مشہور حدیث کے مطلق حکم کو شاذ حدیث سے مقید کرکے مکہ معظّمہ کو مستثنیٰ نہیں کیا جاسکتا۔

جمعہ کے دن استواء کے وقت نمازیں وغیرہ ایسے ہی حرام ہیں جیسے دوسرے دنوں میں استواء کے وقت حرام ہیں

اوپر کی اس حدیث کے مطلق حکم کی وجہ سے جمعہ کے دن بھی نصف النہار کے وقت نوافل اور مذکورہ عبادات ویسے ہی ممنوع ہیں جیسے دوسرے دنوں میں نصف النہار کے وقت نوافل اور مذکورہ عبادات ممنوع ہیں، جس کی تائید ان دونوں حدیثوں سے ہوتی ہے جن کو صاحب بنایہ نے بیان کیا ہے وہ حدیثیں یہ ہیں:۔

5/1615۔(1) ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جمعہ کے دن نصف النہار کے وقت ہم کو نماز پڑھنے سے منع کیا جاتا تھا اور

6/1616۔(2) ابوسعید المقبری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جمعہ کے دن نصف النہار کے وقت لوگوں کو نماز پڑھنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

(جامع الآثار، مرقات، ہدایہ، ردالمحتار، تعلیق مجد، بنایہ)

ان اوقات کا بیان جن میں نماز وغیرہ ممنوع ہیں اور وضو کی فضیلت کا بیان

7/1617۔عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو میں مدینہ پہونچ کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا، میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ارشاد ہو کہ وہ اوقات کیا ہیں جن میں نماز پڑھنا جائز ہے اور یہ بھی ارشاد ہو کہ وہ

اوقات کونسے ہیں جن میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: (اچھا سنو) فجر کی نماز سنت اور فرض جب اس کے مستحب وقت میں پڑھوتو پھر نفل نماز اس وقت تک نہ پڑھنا کہ سورج نکل کر (ایک نیزہ برابر) اونچا نہ ہوجائے۔ (سورج نکلنے کے وقت ایک نفل ہی کی ممانعت نہیں ہے بلکہ اس وقت تو، کل نمازیں، سجدۂ تلاوت اور نماز جنازہ بھی ممنوع ہیں) کیونکہ سورج جب نکلتا ہے تو شیطان کے سر کے دونوں جانبوں کے درمیان سے نکلتا ہے، یہ ایسا شیطانی وقت ہے جس میں کفار سورج کو سجدہ کیا کرتے ہیں (اور سورج کی یہ پرستش حقیقت میں شیطان ہی کی پرستش ہے اور چونکہ اس وقت عبادت کرنے سے کفار کے فعل سے مشابہت ہوتی ہے، اس لئے تمام مذکورہ عبادتوں سے منع کیا گیا) پھر جب سورج نیزہ برابر اونچا ہوجائے تو (اشراق اور چاشت اور ان کے سوا جو نفل نماز چاہے پڑھو اس لئے کہ یہ مقبولیت کا وقت ہے) ان اوقات میں فرشتے حاضر ہوا کرتے ہیں اور اس وقت تم جو نمازیں اداء کروگے فرشتے اس پر گواہ رہیں گے (یہ مقبولیت کا وقت اس وقت تک رہتا ہے جبکہ سایہ نیزہ کے قدم میں غائب ہوجائے، یعنے ٹھیک دوپہر ہوجائے تو اس وقت نہ کوئی نماز پڑھنا اور نہ سجدۂ تلاوت اداء کرنا اور نہ نماز جنازہ) کیونکہ اس وقت دوزخ کی آگ دہکائی جاتی ہے، پھر جب سایہ ڈھل جائے یعنے زوال ہوجائے تو اس وقت ظہر اور نوافل جو چاہو اداء کرو (کیونکہ زوال کے بعد مقبولیت کا وقت شروع ہوتا ہے) اس لئے اس وقت بھی فرشتے حاضر ہوا کرتے ہیں، اور اس وقت تم جو نمازیں پڑھوگے فرشتے اس پر گواہ رہیں گے۔ پھر جب تم نماز عصر پڑھو تو نفل نماز سے رک جاؤ، یہاں تک کہ سورج ڈوب جائے (سورج ڈوبتے وقت ایک نفل ہی کی ممانعت نہیں ہے بلکہ اس وقت تو کُل نمازیں، سجدۂ تلاوت اور نماز جنازہ بھی ممنوع ہے) کیونکہ سورج جب ڈوبتا ہے تو شیطان کے سر کے دونوں جانبوں کے درمیان میں ڈوبتا ہے (اور یہ ایسا شیطانی وقت ہے) جس میں کفار سورج کو سجدہ کیا کرتے ہیں۔ (اور سورج کی یہ پرستش حقیقت

میں شیطان ہی کی پرستش ہے اور چونکہ اس وقت عبادت کرنے سے کفّار کے فعل سے مشابہت ہوتی ہے اس لئے تمام مذکورہ عبادتوں سے منع کیا گیا) پھر عَمر وبن عبسہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ (نماز کے ممنوعہ اوقات تو معلوم کرلیا) اب کچھ وضوء کی فضیلت بیان فرمایئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: سنو عَمر و! جب تم میں سے کوئی شخص وضوء (کی نیت سے) وضوء کا پانی لے کر بیٹھے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے پہونچوں تک ہاتھ دھو کر منھ اور ناک میں پانی ڈال کر منھ دھوتا ہے تو منھ کے گناہ (مثلاً ناجائز کھانا کھانے اور ناجائز کلام کرنے سے ہوئے ہوں) اس کے منھ کے پانی کے ساتھ جھڑ جاتے ہیں ایسا ہی ناک کے گناہ (مثلاً حرام پیسہ سے خریدی ہوئی خوشبو سونگھتا ہے) اس کے ناک کے پانی کے ساتھ جھڑ جاتے ہیں۔ پھر جب وہ چہرہ کے ظاہری حصّہ کو دھوتا ہے جس کے دھونے کو اللہ تعالی نے فرض کیا ہے تو اس کے چہرہ کے گناہ (مثلاً آنکھوں کے گناہ) اس کے داڑھی کے کناروں سے پانی کے ساتھ جھڑ جاتے ہیں، پھر جب وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولیتا ہے تو اس کے دونوں ہاتھوں کے گناہ اس کے انگلیوں کے سروں سے نکل کر پانی کے ساتھ بہہ کر کہنیوں سے ہوتے ہوئے گر جاتے ہیں پھر جب وہ سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر کے گناہ پانی کی تری کے ساتھ اس کے سر کے بالوں کے کناروں سے گر جاتے ہیں (اسی طرح کانوں کا مسح کرتے وقت کانوں کے گناہ بھی پانی کی تری کے ساتھ کانوں سے گر جاتے ہیں) (جیسا کہ مرقاۃ میں مذکور ہے۔12) پھر جب وہ اپنے دونوں پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولیتا ہے تو دونوں پاؤں کے گناہ پاؤں کی انگلیوں کے سروں سے نکل کر پانی کے ساتھ بہہ کر ایڑیوں سے ہوتے ہوئے گر جاتے ہیں (اور اس طرح کے وضوء سے ظاہری طہارت حاصل ہوجاتی ہے) پھر جب نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے اور (نماز میں) اللہ تعالی کی حمد وثنا اور اس کی عظمت بیان کرتا ہے جس کا وہ سزاوار ہے اور حتی الامکان حضور قلب کے ساتھ نماز اداء کرتا ہے (جس سے اس کو باطنی طہارت حاصل ہوجاتی ہے)

پھر جب وہ اس طرح نماز ختم کرتا ہے تو ان دونوں ظاہری و باطنی طہارتوں کی وجہ سے وہ گناہوں سے) اس طرح پاک وصاف ہوجاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے وقت گناہوں سے پاک وصاف تھا۔(اس کی روایت مسلم نے کی ۔)

عصر کے بعد کوئی نفل نماز نہیں ہے

8/1618۔ابو بصرہ غفاری رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام مُخَمَّص میں ہم کو عصر کی نماز پڑھائی ،نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ عصر کی نماز سابقہ امتّوں (یہود اور نصاریٰ) پر بھی پیش کی گئی تھی تو انہوں نے اس کو جیسا چاہئے تھا ویسا پابندی کے ساتھ ادا نہیں کیا تو جو شخص اس نماز عصر کو پابندی سے پڑھے گا اس کو دوہرا ثواب ملے گا (ایک ثواب تو نماز پڑھنے کا اور دوسرا ثواب کاروبار چھوڑ کر اس کو پابندی سے پڑھنے کا ملے گا) اور نماز عصر کے بعد کوئی نفل نماز نہیں ہوتی ۔(اس لئے کہ اس وقت نفل نماز مکروہ تحریمی ہے، البتہ قضاء نمازیں ،نماز جنازہ ،اور سجدۂ تلاوت عصر کے بعد سے غروب کے پہلے تک اداء کرسکتے ہیں) اور یہ نفل کی ممانعت اس وقت تک ہے جب تک کہ تارہ نکل کر غروب آفتاب کا پتہ نہ دے (اور جب آفتاب غروب ہوجاتا ہے تو یہ مغرب کے فرض کا وقت ہے، اس لئے مغرب کے فرض سے پہلے بھی نفل نہیں پڑھنا چاہئے) (اسکی روایت مسلم نے کی ہے۔)

فجر اور عصر کے بعد کوئی نفل نماز نہیں ہے

پہلی حدیث:

9/1619۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فجر کی نماز کے بعد آفتاب کے (ایک نیزہ بلند ہونے تک) کوئی نفل نماز نہیں ہوتی ۔(اس لئے کہ اس وقت نفل نماز مکروہ تحریمی ہے، ہاں قضا نمازیں ،نماز جنازہ اور سجدۂ

تلاوت نماز فجر کے بعد سے طلوع کے پہلے تک اداء کر سکتے ہیں)۔اور نماز عصر کے بعد بھی آفتاب کے ڈوب جانے تک کوئی نفل نماز نہیں ہوتی (اس لئے کہ اس وقت نفل نماز مکروہ تحریمی ہے البتہ قضاء نمازیں، نماز جنازہ اور سجدۂ تلاوت نماز عصر کے بعد سے غروب کے پہلے تک اداء کر سکتے ہیں)۔

(اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

دوسری حدیث

10/1620۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ یوں تو سب صحابۂ کرام ثقہ اور عادل ہیں ان میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جو شان ہے وہ مخفی نہیں ہے حضرت عمر اور دوسرے بعض صحابہ سے میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے صبح کی نماز کے بعد آفتاب ایک نیزہ بلند ہونے تک نفل نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، اور اسی طرح عصر کے بعد سے آفتاب کے غروب ہونے تک بھی نفل نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

فجر کی سنت فرض کے پہلے نہ اداء کر سکے تو پھر کب اداء کرے؟

ف۔ جامع الآ ثار میں لکھا ہے کہ مذکورہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز فجر اور عصر کے فرض کے بعد کوئی نفل نماز نہیں پڑھنا چاہئے اس لئے کوئی شخص فجر کی سنت پڑھے بغیر فجر کی جماعت میں شریک ہو گیا اور سنتوں کو اداء نہ کر سکا تو وہ ان سنتوں کو فجر کے فرض کے بعد آفتاب کے ایک نیزہ بلند ہونے تک نہ پڑھے اس لئے کہ یہ سنتیں بھی نفل ہی کی قسم سے ہیں جن کے اداء کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

فجر اور عصر کی فرض نماز پڑھ چکا ہو تو دوبارہ جماعت میں شریک نہیں ہونا چاہئے

اسی طرح اگر کوئی شخص فجر یا عصر کی فرض نماز پڑھ چکا ہے اور اس کو یہ نمازیں دوبارہ جماعت سے مل جائیں تو اب یہ ان میں شریک نہیں ہو سکتا۔اس لئے کہ یہ نمازیں نفل ہی ہوں گی اور فجر عصر کے فرض کے بعد نفل نماز کا اداء کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

پہلی حدیث

11/1621۔ امّ المومنین امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں: ایک دن کا ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم عصر کی نماز پڑھا کر میرے حجرے میں تشریف لائے کیا دیکھتی ہوں کہ آپ نے (خلاف عادت) دو رکعت نماز اداء فرمائی، میں عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم آپ نے آج عصر کی فرض کے بعد جو دو رکعت اداء فرمائے ہیں اس سے پہلے آپ کو اس طرح کی نماز پڑھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھی، حضور علیہ الصلوٰ ۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: سنو امّ سلمہ (رضی اللہ عنہا) میرے پاس مال آ گیا تھا میں اس مال کو اس کے مستحقین پر تقسیم کرنے میں ایسا مشغول ہو گیا کہ ظہر کے بعد جو دو رکعت سنت پڑھی جاتی ہے ان کو میں نہ پڑھ سکا، ایسے میں عصر کی نماز کا وقت آ گیا۔ (عصر پڑھا دیا) ظہر کے جو دو سنتیں رہ گئے تھے، اب عصر کے فرض کے بعد ان کی قضا اداء کیا، میں عرض کی کہ اگر ہم سے بھی ایسے ہی ظہر کے فرض کے بعد کی دو سنتیں کسی وجہ سے چھوٹ جائیں تو کیا ہم عصر کے فرض کے بعد اداء کر سکتے ہیں؟ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: امّ سلمہ (رضی اللہ عنہا) نہیں (تمہارے لئے عصر کے فرض کے بعد نفل نماز پڑھنے کا حکم نہیں ہے، عصر کے فرض کے بعد فوت شدہ سنتوں کو اداء کرنا میرا خاصّہ ہے)۔ اس روایت طحاوی نے کی ہے۔

دوسری حدیث

12/1622۔ اور دار قطنی کی ایک روایت میں امّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کی نماز پڑھا کر میرے پاس تشریف لائے اور (خلاف عادت) دو رکعت نماز اداء فرمائے، میں عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عصر کے بعد نفل پڑھنے کے متعلق لوگوں کے لیے کیا کوئی نیا حکم آ گیا ہے؟ حضور علیہ الصلو ۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: نہیں (کوئی نیا حکم تو نہیں آیا) صرف اتنی بات ہوگئی کہ بلال (رضی اللہ عنہٗ) نے عصر کے فرض

کے لئے جلدی اقامت کہدی جس کی وجہ سے میں آج عصر کے پہلے جو دوسنتوں کو پڑھنا چاہتا تھا نہ پڑھ سکا، اب میں انکو قضا کرلیا ہوں، میں عرض کی کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر ہم سے بھی ایسے ہی عصر کے پہلے کی دوسنتیں چھوٹ جائیں تو کیا ہم بھی عصر کے فرض کے بعد ان کو اداء کرسکتے ہیں؟ تو حضور علیہ الصلوۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا: امّ سلمہ! نہیں (تمہارے لئے عصر کے فرض کے بعد نفل پڑھنے کا حکم نہیں ہے، عصر کے فرض کے بعد فوت شدہ سنتوں کو اداء کرنا میرا خاصّہ ہے)۔

ف۔اس حدیث شریف میں عصر کے فرض کے پہلے جو دوسنتوں کے پڑھنے کا ذکر ہے اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ عصر کے فرض کے پہلے صرف دوسنت ہی غیر موکد ہیں بلکہ حدیثوں میں عصر کے فرض کے پہلے دوسنتوں کا بھی ذکر ہے اور چار سنتوں کا بھی مگر افضل یہ ہے کہ چار سنتیں پڑھی جائیں۔(ہدایہ، ملتقی)

تیسری حدیث

13/1623۔ذکوان رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ امّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے حدیث بیان فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی فرض کے بعد خود نفل نماز پڑھا کرتے تھے اور دوسروں کو اس سے منع فرماتے تھے، اسی طرح آپ خود صوم وصال رکھا کرتے تھے اور دوسروں کو اس سے منع فرمایا کرتے تھے۔اسکی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

14/1624۔اور دارقطنی کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کی فرض کے بعد دو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے اور اس سے دوسروں کو منع فرمایا کرتے تھے۔

صوم وصال کا حکم

ف۔صوم وصال یہ ہے کہ جس طرح دن میں روزہ رکھتے ہیں اسی طرح رات کو بھی بغیر افطار وسحر کے روزہ رکھے، اسی طرح کئی کئی دن مسلسل روزہ رکھتا رہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت تھی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو منع فرمایا ہے۔

چوتھی حدیث

15/1625۔معاویہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ آپ لوگ عصر کی فرض کے بعد دو رکعتیں نماز پڑھتے ہیں حالانکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اقدس میں رہے ہیں اور کبھی ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔(اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

عصر کے بعد نفل نماز پڑھنے میں جو تعارض تھا اس کا جواب

ف۔ واضح ہو کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہٗ کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عصر کے فرض کے بعد کسی وقت بھی نفل نماز اداء فرماتے ہوئے نہیں دیکھا اور اس حدیث سے پہلے والی حدیثیں جو امّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور امّ المومنین امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے عصر کی فرض کے بعد نفل نماز پڑھی ہے، بظاہر ان حدیثوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں تعارض نہیں ہے اس لئے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہٗ کا اس بات سے انکار کرنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کی فرض کے بعد نفل نماز نہیں پڑھی ہے اس لحاظ سے ہے کہ واقعتہً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں یا باہر عصر کی فرض کے بعد نفل نماز نہیں پڑھی ہے جس کی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہٗ کو دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔اب رہا حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کا ارشاد فرمانا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کے فرض کے بعد نفل نماز پڑھی ہے وہ اس لحاظ سے ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے گھروں میں یہ نماز پڑھی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس نفل کو مسجد میں یا باہر اداء نہ فرمانا اس غرض سے تھا کہ امّت اس بارے میں آپ کی اقتدا نہ کرے اور گھر میں اداء فرمانے پر بھی یہ شبہ ہوا کہ کہیں امّت اقتدا کرے گی اس لئے ذکوان رضی اللہ عنہٗ کی حدیث میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عصر کے فرض کے بعد نفل نماز پڑھنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

فجر کی جماعت ہورہی ہواورایسے وقت کوئی شخص آئے تواس کو سنتِ فجر کس طرح اداء کرنا چاہئے

16/1626۔ابومجلز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں صبح کی نماز کے لئے ابن عمراورابن عباس رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا،اس وقت فجر کی جماعت ہورہی تھی ابن عمر رضی اللہ عنہما تو فوراً (بغیر سنت پڑھے) جماعت میں شریک ہوگئے لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فجر کی سنتیں پڑھ کر جماعت میں شرکت کی ،اور جب امام نے سلام پھیر دیا تو ابن عمر اپنی جگہ آفتاب طلوع ہونے تک بیٹھے رہے،اور جب آفتاب کچھ بلند ہوگیا تو آپ اٹھےاور فجر کے دوسنت جورہ گئیں تھیں ان کواداءفرمایا۔اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔

فرض کے پہلے فجر کی سنت نہ پڑھ سکا تواس کوکب پڑھنا چاہئے؟

17/1627۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہےانھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ کسی شخص نے فجر کےفرض توپڑھ لئےلیکن وہ سنتیں اداءنہ کرسکاتو وہ فجر کی ان سنتوں کو (فرض کے بعدنہ پڑھے بلکہ) آفتاب بلند ہونے کے بعد پڑھے۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ف۔ہدایہ میں لکھا ہے کہ اگرکسی شخص نے فجر کےفرض توپڑھ لئےلیکن کسی وجہ سے فجر کی سنتیں نہ پڑھ سکا تو وہ ان سنتوں کو فجر کےفرض کے بعدطلوع آفتاب سے پہلے نہ پڑھے بلکہ جب آفتاب طلوع ہوکرایک نیزہ بلند ہوچکے تب اس کی قضاء کرے،اس لئے کہ فجر کی دوسنتیں فوت ہوگئیں ہیں اسکی حیثیت نفل کی ہوگئی ہےاور فجر کےفرض کے بعدنفل نماز کا پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

کسی نے فجر کی نماز کے بعدطواف کیا تواس کوطواف کی دورکعتیں کب پڑھنا چاہئے؟

18/1628۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے رویت کی گئی ہے کہ حضرت عمر نے نماز فجر کے بعد

طواف کیا اور طواف کے بعد جو دو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں ان کو آپ نے ادا نہیں کیا، جب مکّہ معظّمہ سے باہر نکلے اور مقام ذی طوی میں پہونچ کر اترے تو آپ نے سورج نکلنے کے بعد طواف کے بعد کی رکعتوں کو اب اداءفرمایا۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے، اور امام مالک اور امام طحاوی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

19/1629۔ اور امام بخاری نے بھی اس کی روایت تعلیقاً کی ہے۔

ف۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مکّہ معظّمہ میں بھی مثل دیگر مقامات کے فجر کے فرض کے بعد نفل نماز کا اداء کرنا مکروہ تحریمی ہے، اب رہا یہ شبہ کے طواف کی بعد کی رکعتوں کو واجب ہونے کی وجہ سے ان کو فجر کے فرض کے بعد اداء کیا جاسکتا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ طواف کے بعد کی دو رکعتیں بندہ کے طواف کرنے سے اس پر واجب ہوتی ہیں۔ اللہ تعالی کی طرف سے بندہ پر نہ تھیں جیسا کہ وتر اللہ تعالی کی طرف سے واجب ہے، اس لئے فوت شدہ وتر کو فجر کے فرض کے بعد قضاء کرسکتے ہیں لیکن طواف کی رکعتوں کو اس لئے ادا نہیں کرسکتے کہ یہ بندہ کے فعل سے واجب ہوئی ہیں۔ اس لئے ان کی حیثیت نفل جیسی ہے، اور فجر کے فرض کے بعد نفل نماز کا اداء کرنا مکروہ تحریمی ہے، اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے طواف کی رکعتوں کو فجر کے فرض کے بعد ادا نہیں فرمایا۔

کسی نے فجر یا عصر کے بعد طواف کیا تو اس کو طواف کی دو رکعتیں کب پڑھنا چاہئے؟

20/1630۔ امّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ اگر تم میں سے کوئی نماز فجر یا نماز عصر کے بعد بیت اللہ کا طواف کرنا چاہے، طواف تو کرلے لیکن طواف کے بعد جو دو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں ان کو اس وقت اداء نہ کرے بلکہ طلوع اور غروب کے بعد ان رکعتوں کو پڑھ لے، بیت اللہ کے سات چکر کرتے ہیں اور اس کے بعد دو رکعت پڑھنے کو ایک طواف کہتے ہیں۔

(اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے سند حسن کے ساتھ کی ہے۔)

(23/42) بَابُ الْجَمَاعَةِ وَ فَضْلِهَا

(یہ باب جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت اور اس کے احکام اور آداب کے بیان میں ہے)

نماز باجماعت کی فضیلتیں

ف: واضح ہو کہ پنجگانہ نمازوں کو جماعت کے ساتھ اداء کرنا شعائر اسلام سے ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ یہ اس دین حنیف کی ایک عظیم الشان خصوصیت ہے، ایسی خصوصیت کہ سابقہ ادیان میں کسی دین کے لئے مشروع نہیں کی گئی اور جو چیز شعائر اسلام میں داخل ہوتی ہے اس کا اظہار ضروری ہوتا ہے۔

ہر مرد کے لئے نماز‘ جماعت سے اداء کرنا واجب ہے

جماعت کی فضیلت اور تاکید میں صحیح حدیثیں بکثرت وارد ہوئی ہیں، ان احادیث شریفہ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازوں کے لئے جماعت کا قائم کرنا واجب ہے اور عامۂ فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ کے پاس یہی قول راجح ہے، چنانچہ صاحب بحر، بدائع، مجتبٰی، غایۃ، منیہ اور تحفہ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور علامہ شامی رحمہ اللہ نے ردالمحتار میں صاحب نہر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کو واجب کہنا قوی ترین قول ہے، صاحب نہر نے یہ بھی لکھا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے بارے میں فقہائے امّت کے جو مختلف اقوال ہیں ان سارے اقوال میں جماعت سے نماز پڑھنے کو واجب کہنا ایسا قول ہے جو افراط اور تفریط سے پاک ہے، ملّا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقات میں لکھا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کو واجب کہنا ہمارے مذہب حنفی میں قول مختار ہے۔

نماز باجماعت کے تارک پر وعیدیں

احادیث شریفہ میں تارک جماعت پر شدید وعیدیں وارد ہوئی ہیں، ایک حدیث میں ارشاد ہے ”نماز باجماعت سے تو منافق ہی پیچھے رہتا ہے“ ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے ”مومن کے

نفاق اور ناکامی کے لئے یہ بات کافی ہے کہ مؤذن کو نماز کا اعلان کرتے ہوئے سنے اور جماعت میں حاضر نہ ہو‘‘ایک اور حدیث میں ارشاد ہے’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: میرا ارادہ تھا کہ اوّل لکڑیاں جمع کروں، پھر اذان دینے کا حکم دوں، اذان کے بعد کسی کو امامت کے لئے مقرر کرکے ان لوگوں کے پاس جاؤں جو جماعت میں شریک نہیں ہوتے اور جاکر ان کے مکانات کو آگ لگادوں۔‘‘

یہ اور اس قسم کے بکثرت وعیدیں تارک جماعت پر وارد ہوئی ہیں، ان سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے، چنانچہ اعلاء السنن میں لکھا ہے کہ یہ اور اس قسم کی وعیدیں ایسے عمل کے چھوڑنے پر ہی وارد ہوئی ہیں، جن کا اداء کرنا واجب تھا اور اسے چھوڑ دیا گیا۔

مذکورہ بالا تفصیل سے صراحت کے ساتھ ثابت ہو گیا کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے۔ لیکن اس کی نوعیت ان واجبات سے جدا ہے جو افعال نماز میں داخل ہیں یعنی جماعت نماز کے لئے ایسی واجب نہیں جیسے مثلاً نماز وتر میں دعاء قنوت کا پڑھنا واجب ہے کہ اگر دعائے قنوت چھوڑ دی جائے تو نماز ناقص ہو جاتی ہے اور نماز کا اعادہ ضروری ہو جاتا ہے، اس کے برخلاف اگر نماز جماعت سے نہ پڑھی جائے تو نماز صحیح ہوگی اور اس کا اعادہ (لوٹانا) ضروری نہیں ہوگا۔ اور اس سے نماز میں ایسی خرابی پیدا نہیں ہوگی جیسے واجبات نماز کے ترک سے نماز میں خرابی ہوتی ہے بلکہ جماعت سے نماز کا پڑھنا اپنی نوعیت کا ایک مستقل واجب ہے اگر بغیر عذر کے جماعت ترک کر دی گئی تو گناہ کبیرہ ہوگا۔

نماز باجماعت کا مسجد ہی میں قائم کرنا واجب ہے

یہ بھی واضح رہے کہ جیسے نماز پنجگانہ کے لئے جماعت واجب ہے ایسا ہی جماعت کا مسجد ہی میں قائم کرنا بھی واجب ہے چنانچہ اشعۃ اللمعات میں بدائع کا یہ قول نقل کیا ہے کہ’’ہر بالغ عاقل مرد پر جو معذور نہ ہو واجب ہے کہ وہ جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں حاضر ہوا کرے‘‘اسی بارے میں اعلاء السنن میں مذکور ہے کہ اگر کوئی نماز کے لئے مسجد کے بجائے گھر میں جماعت قائم کرے تو اس نے جماعت سے نماز پڑھنے کے واجب کو تو اداء کیا لیکن جماعت کو مسجد میں قائم کرنے کے واجب کو ترک کر دیا، اس لئے اس نے بہت برا کیا اور گنہگار رہوا۔

ابھی آپ نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو مسجد میں جماعت

کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے نہ آئیں ''میرا ارادہ تھا کہ ان کے گھروں کو آگ لگا کر جلادوں'' اس ارشادمبارک سے دو الگ الگ حکم ثابت ہورہے ہیں'' (1) نماز کو جماعت سے پڑھنا جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔ (2) جماعت کو مسجد میں قائم کرنا اوراس حدیث شریف میں جو وعید مذکور ہے اس سے ان دونوں چیزوں کا وجوب ثابت ہورہا ہے، یعنی جماعت کو قائم کرنے کے لئے مسجد میں آنا ایسا ہی واجب ہے جیسے خودنماز کے لئے جماعت کا قائم کرنا واجب ہے اگرنماز کے لئے صرف جماعت کا قائم کرلینا ہی واجب ہوتا اور جماعت کے لئے مسجد میں آنا واجب نہ ہوتا تو حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کے گھروں کو آگ لگانے کا ارادہ نہ فرماتے جو جماعت کے لئے مسجد میں نہ آتے ہوں، اس لئے کہ وہاں اس بات کا احتمال ہے کہ وہ لوگ گھروں میں جماعت قائم کرکے نماز پڑھتے ہوں، اس احتمال کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسجد کی جماعت میں شریک نہ ہونے والوں کے گھروں کو آگ لگانے کا ارادہ فرمانا اس وعید سے صراحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ جماعت کا مسجد ہی میں قائم کرنا واجب ہے۔

(عمدۃ القاری، فتح القدیر، ہدایۃ، بنایۃ، ردالمختار، شرح وقایہ، عمدۃ الرعایہ، مرقات، اشعۃ اللمعات، نفع المفتی والسائل، اعلاء السنن)

عورتوں کے جماعت کے ساتھ نہ پڑھنے کی تفصیل

شریعت کا یہ عام قاعدہ ہے کہ اوامر ونواہی مردوں کو دیئے جاتے ہیں اور چونکہ عورتیں مردوں کے تابع ہیں اس لئے سارے احکام عورتوں سے بھی متعلق ہوجاتے ہیں، البتہ کسی مسئلہ میں عورتوں سے کوئی خاص حکم متعلق ہوتو مردوں کے حکم کے ساتھ ساتھ عورتوں کے حکم کی بھی علحدہ صراحت کردی جاتی ہے۔

چنانچہ آیت '' وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ '' کے تحت اوران احادیث کے پیش نظر جن سے نمازوں کو مسجد کی جماعت کے ساتھ اداء کرنے کا وجوب ثابت ہے مردوں پر جماعت میں شریک ہونے کے لئے مسجدوں کو آنا واجب کردیا گیا تو صدر کے عام قاعدہ کے لحاظ سے عورتیں بھی اس حکم میں شامل ہوجاتی تھیں اس لئے عورتوں کو ذیل کے احادیث سے مسجد کی جماعت میں شرکت سے منع کیا گیا۔

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ عورت کی نماز اس کے حجرے میں بہترین ہے اس کی اس نماز سے جو اس کے صحن میں

ہو، اور اس کی نماز جو اس کے صحن میں ہو بہتر ہے اس کی اس نماز سے جو اس کے احاطہ میں ہو اور اس کی نماز اس کے احاطہ میں بہتر ہے اس کی اس نماز سے جو اس کے محلّہ کی مسجد میں ہو۔ اس کی روایت طبرانی نے اوسط میں عمدہ سند سے کی ہے۔

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت کسی کی امام نہ بنے، اعلاء السنن میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہی جو مطلق ارشاد مذکور ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت میں امامت کی صلاحیت ہی نہیں ہے یعنی وہ نہ تو مردوں کی امامت کی اہل ہے اور نہ عورتوں کی۔ اعلاء السنن میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس مطلق ارشاد کو مقید کرنے والی کوئی دلیل نہیں ہے۔

اب رہا بعض حدیثوں میں جو ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا عورتوں کی جماعت کو امام بن کر نماز پڑھانے کا ذکر ہے، اس کے بارے میں اعلاء السنن میں لکھا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ اور ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے عورتوں کو نماز سکھلانے کے لئے عورتوں کی جماعت کی امامت فرمائی اور یہ بھی ہمیشہ کا عمل نہیں، اس لئے ان امہات المومنین کے اتفاقیہ عمل کو حجت بنا کر عورتوں کے باہم مل کر جماعت قائم کرنے کو جائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلّ " وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ " اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ بقرہ پ 1 ع 5، آیت نمبر :43 میں) اور نماز پڑھو نماز پڑھنے والوں کے ساتھ مل کر یعنی جماعت کے ساتھ نماز پڑھا کرو (یہ ترجمہ جلالین، معالم التنزیل، خازن، ابوسعود، مدارک اور تفسیر کبیر سے ماخوذ ہے۔ 12)

(اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے، تفسیرات احمدیہ)

نماز باجماعت کی فضیلت

1/1631۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ تنہا نماز پڑھنے والے سے 27 درجہ بڑھ کر ثواب جماعت سے نماز پڑھنے والے کو ملتا ہے۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

نماز باجماعت کی فضیلت اور فجر وعشاء کو جماعت سے نہ پڑھنے کی وعید

2/1632۔ اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو ایک دن فجر کی نماز پڑھائے، جب آپ سلام پھیرے تو دریافت فرمائے کہ کیا فلاں شخص حاضر ہے، صحابہ نے عرض کیا: حضور وہ موجود نہیں ہے، پھر آپ نے دوسرے شخص کا نام لے کر پوچھا کیا فلاں شخص حاضر ہے، صحابہ نے یہ عرض کیا: حضور وہ بھی موجود نہیں ہے آپ نے ارشاد فرمایا: یہ دونمازیں یعنی عشاء اور فجر منافقوں پر تمام نمازوں سے زیادہ گراں گزرتی ہیں، اگر تمہیں معلوم ہوجائے کہ ان دونمازوں کا کس قدر ثواب ہے تو تم ان دونمازوں کے لئے اگر بیمار بھی ہوں اور نہ چل سکتے ہوں تو گھٹنوں کے بل چل کر آیا کرتے اور نماز کی پہلی صف (فضیلت میں) فرشتوں کی صف کے مانند ہے، اگر تم کو صفِ اوّل کا ثواب معلوم ہوجائے تو تم پہلی صف میں شریک ہونے کے لئے جلدی کر کے ایک دوسرے پر سبقت کرتے۔ ایک آدمی کے ساتھ جماعت کر کے نماز پڑھنے والے کو تنہا نماز پڑھنے والے سے زیادہ ثواب ملتا ہے اور وہ اسی طرح دو آدمیوں کے ساتھ جماعت کر کے نماز پڑھنے والے کو ایک آدمی کے ساتھ نماز پڑھنے والے سے زیادہ ثواب ملتا ہے اسی طرح جماعت میں جس قدر نمازی زیادہ ہوتے جائیں گے نمازی کو اسی قدر زیادہ ثواب ملتا جائے گا، اس لئے جماعت میں جس قدر نمازی زیادہ ہوں اسی قدر اللہ تعالی کی پسندیدگی زیادہ ہوتی جاتی ہے۔

اس کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔

ف: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جماعت میں نہ آنے والوں کو منافق فرمایا، اس سے جماعت کا وجوب ثابت ہوا اور نماز کے لئے مسجد میں آنے کا وجوب بھی اس سے ظاہر ہورہا ہے کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی غیر حاضریٔ مسجد پر ہی یہ سخت وعید فرمائی۔ اگر گھر کی جماعت کافی ہوتی تو مسجد میں نہ آنے پر یہ وعید نہ ہوتی۔ (اعلاء السنن)

نماز فجر جماعت سے اداء کرنے کی فضیلت

3/1633۔ابوبکر بن سلیمان بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نماز صبح کی جماعت میں میرے والد سلیمان رضی اللہ عنہ کو موجود نہ پائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازار جارہے تھے راستہ میں سلیمان کا گھر واقع تھا، سلیمان کی والدہ جن کا نام شفاء تھا، ان سے ملاقات ہوئی تو دریافت فرمایا کہ شفاء! تمہارے فرزند سلیمان کہاں ہیں؟ آج صبح کی نماز میں نظر نہیں آئے، شفاء نے عرض کیا: امیر المومنین! سلیمان بہت دیر تک نماز تہجد پڑھتے رہے، آخر رات میں ان پر نیند کا غلبہ ہوگیا (اس لئے نماز صبح کی جماعت میں حاضر نہ ہوسکے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: نماز تہجد بڑی فضیلت کی نماز ہے اس کے لئے جاگنا ایسے شخص کے لئے بہترین عبادت ہے جس کی فجر کی جماعت نہ جاتی ہو، اگر کوئی تہجد میں جاگ کر فجر کی جماعت کھودیتا ہے تو میرے نزدیک تہجد کی نماز سے فجر کی جماعت میں شریک ہونا بہتر ہے۔اس کی روایت امام مالک نے کی ہے۔

نماز باجماعت کا مسجد میں قائم کرنا واجب ہے

4/1634۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: مجھے وہ وقت یاد ہے کہ (مساجد میں) جماعت کی نماز سے سوائے کھلم کھلا منافق یا مریض کے اور کوئی غیر حاضر نہ ہوتا تھا اگر کوئی بیمار ایسا ہوتا کہ دو آدمیوں کے سہارے سے پاؤں چل کر نماز میں آکر شریک ہوسکتا تھا وہ بھی آتا تھا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو ہدایت کے تمام طریقے سکھا دیئے ہیں، ہدایت کے انہی طریقوں میں سے یہ بات بھی ہے کہ جس مسجد میں اذان ہوتی ہو، اس میں نماز پڑھی جائے (گھر میں نہ پڑھی جائے)۔

5/1635۔ایک اور روایت میں یوں ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس کو یہ

بات پسند ہو کہ کل (قیامت میں) اللہ تعالی سے سچا مسلمان بن کر ملاقات کرے تو اس کو چاہئے کہ وہ ان پانچوں نمازوں کو ان مساجد میں (جماعت سے) پابندی کے ساتھ اداء کرے، جہاں ان کے لئے اذان دی جاتی ہو، کیوں کہ اللہ تعالی نے تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہدایت کے تمام طریقے مقرر فرما دیئے ہیں اور مسجدوں میں ان نمازوں کو (جماعت سے) اداء کرنا بھی ہدایت کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔ اگر تم اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیا کروگے (خواہ جماعت سے ہی کیوں نہ ہو) جیسا کہ یہ منافق اپنے گھر میں نماز پڑھا کرتا ہے تو تم سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلاف ورزی کروگے اور سنت نبوی کو ترک کروگے تو گمراہ ہوجاؤگے، پس جو شخص (سنن ومستحبات کے ساتھ) اچھی طرح وضوء کرکے مسجد کو جاتا ہے تو اللہ تعالی ہر قدم پر اس کے واسطے ایک نیکی لکھتے ہیں، اپنے قرب کے درجوں میں ایک درجہ بلند کرتے ہیں، اور اس کا ایک ایک گناہ معاف کردیتے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے وہ وقت یاد ہے جب کہ مساجد میں جماعت کی نماز سے سوائے کھلم کھلا منافق کے اور کوئی نہ رہ جاتا تھا، بعض مریضوں کو دو آدمی سہارا دے کر لاتے تھے اور لاکر جماعت کے ساتھ کھڑا کردیتے تھے۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ نمازوں کو جماعت سے اداء کرنا اور جماعت کو مسجد میں قائم کرنا واجب ہے (مرقات، اعلاء السنن)۔

نماز باجماعت کی تاکید

6/1636۔ ام درداء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ ایک روز ابو درداء رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے اس وقت آپ کچھ غصہ میں تھے، میں نے عرض کیا: غصہ کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا: خدا کی قسم میں دیکھ رہا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس شریعت پر تھے اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں (یہ ترجمہ عینی شرح بخاری سے ماخوذ ہے۔12) ہوا ہے مگر نماز کو جماعت سے

پڑھنے میں لوگ سستی کر رہے ہیں (حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا بڑا اہتمام فرمایا کرتے تھے، اسی لئے مجھے غصہ آیا ہے)۔اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

نماز باجماعت کا وجوب اور تارک جماعت کی وعید

7/1637۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک بار) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میرا ارادہ تھا کہ لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں، جب لکڑیاں جمع ہو جائیں تو نماز کی تیاری کا حکم دوں، پھر اذان کے ذریعہ سے نماز کا اعلان کرادوں (اذان کے بعد) کسی کو امامت کرنے کا حکم دوں اور میں خود اپنے اس حکم کا خلاف کرکے، خود نماز میں شریک نہ ہوکر، جماعت میں نہ آنے والوں کی طرف چلا جاؤں اور ان کے مکانات کو آگ لگادوں، قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جماعت میں شریک نہ ہونے والوں کو آخرت کے ثواب کا یقین نہیں، دنیا ہی دنیا ان کے پیش نظر ہے، اگر ایک حقیر ہڈی یا معمولی تیریں مسجد میں دیئے جانے کا ان کو علم ہوتا تو یہ دنیا کے بندے نماز عشاء کی جماعت میں ضرور آتے (اور جماعتوں میں تو شریک ہوکر ریاء کرکے مخلوق کا حسن ظن حاصل کر سکتے ہیں، اس لئے دن کی جماعتوں میں کبھی آ بھی جاتے ہیں لیکن عشاء کی نماز کو جماعت سے اداء کرنے کا آخرت میں جو ثواب ملنے والا ہے ان کو اس کا یقین نہیں، اس لئے وہ عشاء کی جماعت میں نہیں آتے ہیں)۔

(اس کی روایت بخاری نے کی ہے، اور مسلم نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

ف: اس حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ نماز باجماعت میں شریک نہ ہونے والوں کے مکانات کو آگ لگادوں۔ابن قیم نے کہا ہے کہ اس قسم کی یہ وعید ظاہر ہے کہ صغیرہ گناہ پر نہیں ہوتی، اس لئے ثابت ہوتا ہے کہ مسجد کی جماعت کا ترک کرنا کبیرہ گناہ ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع سے اپنی وفات تک جماعت پر مواظبت فرمائی اور جماعت کے ترک

کی اجازت نہ دی، اگر چہ کہ اذان سننے والا نابینا ہو، اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جماعت کا مسجد میں ادا کرنا واجب ہے۔ (مرقات، ابن ہمام اور عینی)۔

نماز عشاء جماعت سے نہ پڑھنے والے کی وعید

8/1638۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں نماز عشاء کی جماعت قائم کرنے کا ارادہ کرتا اور اپنے نوجوان صحابہ کو حکم دیتا کہ عشاء کی جماعت میں حاضر نہ ہونے والے (بےعقلوں) کے گھروں کو آگ لگا کر جلا دیں۔ اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

ف(1): اس حدیث شریف میں ارشاد ہے۔ ''اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو عشاء کی جماعت میں حاضر نہ ہونے والوں کے گھروں کو آگ لگا کر جلا دینے کا حکم دیتا'' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز کا جماعت سے ادا کرنا عورتوں اور بچوں پر واجب نہیں ہے، اگر عورتوں اور بچوں کے گھروں میں ہوتے ہوئے نماز میں نہ آنے والوں کی وجہ سے گھر جلا دیئے جاتے تو ان کے ساتھ یہ بےقصور بھی جن پر جماعت واجب نہ تھی جل جاتے، اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھروں کے جلانے کا ارادہ ترک فرمدیا۔

ف(2): اس حدیث شریف میں نماز باجماعت میں شرکت کے لئے مسجد میں حاضر نہ ہونے والوں کے بارے میں ارشاد ہے ''أَمَرْتُ فِتْيَانِي يُحَرِّقُونَ مَا فِي الْبُيُوتِ بِالنَّار'' (میں اپنے نوجوان صحابہ کو حکم دیتا کہ عشاء کی جماعت میں حاضر نہ ہونے والے بےعقلوں کے گھروں کو آگ لگا کر جلا دیں) یہاں ان لوگوں کے لئے حرف ''من'' کی بجائے ''ما'' کا استعمال فرمایا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ حرف ''ما'' کا استعمال غیر ذوی العقول کے لئے ہوتا ہے اور ''من'' کا استعمال ذوی العقول کے لئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذوی العقول کے لئے حرف ''ما'' کا استعمال فرمانا اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسجد کی نماز باجماعت میں شریک نہ ہونے والے واقعۃً بےعقل ہیں۔ (مرقات)

نماز باجماعت کی تاکید

9/1639۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک نابینا صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کئے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے ہاتھ پکڑ کر مسجد کی طرف لانے والا کوئی نہیں ملتا، اس لئے انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اپنے گھر ہی میں نماز پڑھ لینے کی اجازت دیجئے (یہ سن کر) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت دیدی، جب وہ واپس ہونے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بلاکر ارشاد فرمایا: کیا تمہیں اذاں کی آواز (اپنے گھر میں) سنائی دیتی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں! (سنائی دیتی ہے) تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر تو تم کو مسجد کی طرف کسی طرح بھی آنا ہوگا۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز کا مسجد میں جماعت کے ساتھ اداء کرنا واجب ہے، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نابینا صحابی کے اجازت طلب کرنے کے باوجود بھی ترک جماعت کی اجازت نہیں دی، اب رہی یہ بات کہ نابینائی جماعت میں حاضر ہونے کے لئے عذر ہے تو اس بارے میں تحقیق یہ ہے کہ عذر دو قسم کے ہیں: ایک وہ عذر کہ جن کی وجہ سے جماعت میں آنا تو ممکن ہے لیکن آنے میں مشقت اور سخت تکلیف اٹھانی پڑتی ہے اس لئے اس صورت میں جماعت میں حاضر ہونے کا وجوب تو باقی رہتا ہے اگر تکلیف اور مشقت کی وجہ سے جماعت میں حاضر نہ ہوں تو رخصت ہے اور اجازت ہے۔

چنانچہ عقبان بن مالک رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جماعت میں حاضر نہ ہونے کی جو اجازت دی ہے وہ اس لئے ہے کہ نابینائی عذر ہے، اگر کوئی نابینا ہونے کی وجہ سے حاضر جماعت نہ ہوتو اس کے لئے رخصت ہے لیکن وجوب باقی ہے اور مشقت اور تکلیف کے باوجود جماعت میں حاضر ہوتو اس کے لئے عزیمت ہے، یعنی بڑی ہمت کی بات ہے اور ثواب کثیر کے حصول کا باعث ہے اور نابینا کے جماعت میں حاضر ہونے کی عزیمت پر صدر کی یہ حدیث دلالت کرتی ہے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نابینا صحابی کو اجازت طلب

کرنے کے باوجود بھی ترک جماعت کی اجازت نہیں دی۔ اب رہا جماعت میں حاضر نہ ہونے کے عذر کی دوسری قسم وہ عذر ہے جس کی وجہ سے جماعت میں حاضر ہونا ممکن ہی نہیں ہے جیسے فالج وغیرہ۔ اس عذر میں عذر والے سے جماعت میں شریک ہونے کا وجوب بھی ساقط ہوجاتا ہے اور جماعت میں نہ آنے سے اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ (مرقات، ردالمحتار اور اعلاء السنن)۔

مسجد میں نماز باجماعت کے وجوب پر ایک اور دلیل

10/1640۔ عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں موذی جانور اور درندے بہت ہیں اور میں ہوں نابینا، تو کیا مجھے (جماعت میں نہ آکر) گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت مل سکتی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم ''حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃ. حَیَّ عَلَی الْفَلَاح'' کی آواز سنتے ہو تو عبداللہ نے عرض کیا: جی ہاں سنتا ہوں! تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سنو عبداللہ! حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح سے تم کو جماعت میں حاضر ہونے کی ندا دی جارہی ہے اور حاضر ہونے پر خوشخبری سنائی جارہی ہے، اس لئے تم کو اس ارشاد کی تعمیل کرنا ضروری ہے (تمہارے لئے عزیمت یہی ہے کہ تم مسجد آکر جماعت میں شریک ہوا کرو) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر ان کو اجازت نہیں دی (اس حدیث سے بھی نماز باجماعت کے لئے مسجد میں آنے کا وجوب ثابت ہوتا ہے)۔

اس حدیث کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔

نماز باجماعت کے وجوب پر ایک اور دلیل

11/1641۔ ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کسی بستی میں یا کسی جنگل میں (کثیر تعداد میں لوگ ہوں تو ان پر جماعت واجب ہی ہے) اگر تین مرد بھی ہوں (تو ان کو ہر نماز جماعت سے پڑھنا واجب ہے) اگر جماعت سے نماز نہیں پڑھیں گے تو شیطان ان پر مسلط ہوجائے گا۔ (حدیث شریف میں جو تین شخصوں کا ذکر

ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ گو دو شخصوں سے بھی جماعت قائم ہو جاتی ہے مگر ہئیت جماعت کا کمال تین سے شروع ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک امام بنے اور دو مقتدی ہو کر اس کے پیچھے کھڑے رہیں، اس لئے حدیث شریف میں تین مردوں کا ذکر ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جماعت سے نماز پڑھنے کو لازم کرلو، کیونکہ بھیڑیا اسی بکری کو پھاڑ کھاتا ہے جو گلہ سے علحدہ ہو جاتی ہے۔ (اس کی روایت امام احمد، ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے بھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔

نماز باجماعت کی تاکید اور جماعت میں حاضر نہ ہونے کے عذر کی تفصیل

12/1642۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص مؤذن کی اذاں سنے کہ وہ اس کو نماز کے لئے بلا رہا ہے اور کوئی عذر اس کو مؤذن کے بلانے کی تعمیل سے روکنے والا نہیں ہے، باوجود اس کے وہ جماعت کے لئے نہ آئے اور تنہا نماز پڑھ لے تو فرض تو اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا مگر اس کی نماز قبول نہ ہوگی اور اس کو نماز کا ثواب نہیں ملے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عذر سے کیا مراد ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جان، عزت اور مال کے جانے کا خوف ہو، یا ایسی بیماری جس کی وجہ سے جماعت میں آنا ممکن نہ ہو۔ (یا جماعت میں آتو سکتے ہیں مگر اس کے لئے بڑی تکلیف اور مشقت اٹھانی پڑتی ہو)۔ (اس کی روایت ابوداؤد اور دارقطنی نے کی ہے۔)

سخت سردی، بارش اور ہوا میں گھروں میں نماز پڑھنے کی اجازت کے باوجود مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنا بڑے درجے اور بڑے ثواب کی بات ہے

13/1643۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک بار نماز کے لئے اذاں دی اور چونکہ اس رات سردی بھی تھی اور ہوا بھی، اس لئے اذان کے بعد آپ نے فرمایا: لوگو! اپنے

اپنے مقام پر نماز پڑھ لو (گو تمہارے ذمہ سے نماز کے لئے جماعت میں آنے کا وجوب ساقط نہیں ہوا ہے مگر مشقت اور تکلیف کی وجہ سے تم کو یہ اجازت دی جارہی ہے) پھر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا (یہ میں اپنے طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی سردی یا بارش کے وقت میں مؤذن کو اذان کے بعد یہ کہنے کا حکم دیتے تھے کہ لوگو! اپنے اپنے مقام پر نماز پڑھ لو۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: تعلیق مجد میں مذکور ہے کہ سردی اور ہوا اور اسی قسم کی چیزوں کے پیش آنے پر جماعت میں نہ آنے کی رخصت واجازت ہے اور یہ رخصت شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب سے ہم کو آرام اور سہولت پہونچانے کے طور پر ہے لیکن نماز کے لئے جماعت میں آنے کا وجوب باقی ہے اس لئے کوئی شخص تکلیف اور مشقت کے باوجود جماعت میں آئے تو یہ اس کے لئے عزیمت ہے اور بڑے ثواب کا باعث ہے اس لئے کہ بہت سی حالتوں میں جماعت میں آنے کی فضیلت اور جماعت میں نہ آنے کی وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

کھانا حاضر ہو اور جماعت بھی تیار ہو تو جلدی کھانا کھا کر جماعت میں شریک ہوجائے اور اگر کھانا نہ کھا کر جماعت میں شریک ہوگیا تو یہ بڑے درجہ اور بڑے ثواب کی بات ہے

14/1644۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر شام کا کھانا (یا کسی اور وقت کا کھانا ہو) سامنے لاکر رکھ دیا گیا ہو، اور ادھر نماز کی اقامت ہورہی ہو تو (چونکہ نماز کے لئے جماعت میں آنے کا وجوب باقی ہے مگر شدید بھوک کی وجہ سے حضور قلب نہیں رہتا اس لئے) پہلے کھانا کھالو، اور کھانے سے فارغ ہونے تک نماز کے لئے جلدی نہ کرو (تاکہ حضور قلب کے ساتھ نماز اداء ہو، بشرطیکہ ایسا طویل کھانا نہ ہو جس سے جماعت ہی فوت ہوجائے) اسی پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل درآمد تھا کہ آپ کے سامنے کھانا آجاتا تھا اور نماز کی تکبیر ہوتی رہتی تھی اور آپ امام کی قرأت سنتے تو جب تک کھانے سے فارغ

نہ ہوتے نماز کو نہ آتے اور کھانے سے فارغ ہو کر جماعت میں شریک ہوجاتے ،اگر کوئی کھانا نہ کھا کر جماعت میں شریک ہوجائے تو یہ اس کے لئے عزیمت ہے۔اور بڑے ثواب کی بات ہے، چنانچہ بخاری میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "**لَا تُؤَخِّرُوْا الصَّلَاۃَ لِطَعَامٍ وَلَا لِغَیْرِہٖ**" (کھانے کی وجہ سے یا کسی اورضرورت سے نماز کی جماعت کو مؤخر نہ کرو(اسی عزیمت پرعمل کرتے ہوئے ایک روز (جیسا کہ بخاری میں عمرو بن امیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔12) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دست کا گوشت تناول فرمارہے تھے اتنے میں آپ کو نماز کے لئے بلایا گیا تو آپ نے چھری پھینک دی اور نماز کے لئے تشریف لے گئے)۔

(اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

پیشاب یا پاخانہ کے سخت تقاضہ کی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے

پہلی حدیث

15/1645۔ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ اگر کھانا سامنے رکھ دیا گیا ہو تو (چونکہ نماز کے لئے جماعت میں آنے کا وجوب باقی ہے مگر شدید بھوک کی وجہ سے حضور قلب باقی نہیں رہتا اس لئے) بغیر کھائے نماز میں شریک ہوجائے تو نماز ناقص ہوگی کامل نہیں ہوگی (اس لئے پہلے کھانا کھالے پھر نماز میں شریک ہوجائے اگر کوئی ایسا شخص ہو کہ بھوک کی وجہ سے اس کے حضور قلب میں کوئی فرق نہیں آتا ہے تو اس کے لئے عزیمت یہ ہے کہ وہ پہلے نماز پڑھ لے اور بعد میں کھانا کھالے تو ایسے شخص کے لئے نماز ناقص نہیں ہوگی بلکہ کامل ہی رہے گی) اور اگر کسی کو پیشاب یا پاخانہ (یا ریح) کا ایسا سخت تقاضہ ہو جو نا قابل برداشت ہے تو وہ اس تقاضے کے باوجود نماز پڑھ لے تو (حضور قلب کے بالکل باقی نہ رہنے کی وجہ سے) اس کی نماز ناقص ہوگی کامل نہیں ہوگی (اس لئے نماز کی

حالت میں پیشاب یا پاخانہ کا سخت تقاضہ ہو جائے تو ایسے شخص کو چاہئے کہ وہ نماز توڑ کر - جیسا کہ ردالمختار میں مذکور ہے۔12 - بعد فراغت نماز پڑھے اور اگر نماز شروع نہیں کیا ہے اور اس کو سخت تقاضہ ہو رہا ہے تو وہ نماز شروع نہ کرے بلکہ پیشاب یا پاخانہ سے فارغ ہو کر نماز پڑھے، اس لئے کہ پیشاب یا پاخانہ کے تقاضہ کے باوجود نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے)۔

(اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

16/1646۔عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ اگر نماز کی اقامت ہو رہی ہو اور تم میں سے کسی کو پیشاب یا پاخانہ کا (ایسا) سخت تقاضہ ہو رہا ہو (جو نا قابل برداشت ہے، گو جماعت فوت ہو رہی ہو پھر بھی) پہلے پیشاب یا پاخانہ سے فارغ ہو جائے (اور پھر نماز اداء کرے)۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور امام مالک، ابوداؤد اور نسائی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

تین باتوں کی ممانعت

17/1647۔ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ وہ کسی کو نہ کرنی چاہئے۔ایک تو یہ کہ جب کوئی شخص کسی جماعت کا امام بنے (قعدہ اخیرہ میں التحیات اور درود پڑھنے کے بعد جب دعاء کا موقع آئے تو) صرف اپنے لئے دعاء کرے اور مقتدیوں کے لئے دعاء نہ کرے، اگر اس نے ایسا کیا تو گویا مقتدیوں سے خیانت کی (اس لئے کہ جب وہ ان کا امام بنا ہے اور ان کی نمائندگی کر رہا ہے تو دعاء میں بھی ان کو شریک کرے اور اس طرح خدا کے حضور میں نمائندگی کا حق بجالائے، چنانچہ ردالمحتار

میں لکھا ہے کہ قعدۂ اخیرہ کی دعاء میں اپنے والدین، اساتذہ اور عامۃ المسلمین کو بھی شریک کرے) دوسرے یہ کہ کسی کے گھر کے اندر بغیر اجازت نہ جھانکے، اگر کسی نے ایسا کیا تو گویا اس نے گھر والوں سے خیانت کی (کیوں کہ اجازت صرف اسی لئے رکھی گئی ہے کہ گھر والوں کی ناقابل دید حالت یا بے پردگی میں ان پر نظر نہ پڑے) اگر ایسا کیا تو (گھر والوں کے منشاء کے خلاف کیا) اور اس طرح جھانک کر ان سے خیانت کی۔ تیسرے (پاخانہ یا) پیشاب کی حاجت کے وقت نماز نہ پڑھے جب تک کہ ان سے فارغ ہو کر ان کے دباؤ سے ہلکا نہ ہو جائے۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور ترمذی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

کھانے کے عذر کی وجہ سے جماعت کی نماز میں تاخیر نہ کرنا عزیمت ہے اور بڑے ثواب کی بات ہے لیکن عذر سے جماعت میں تاخیر کرے تو یہ رخصت ہے اور اجازت ہے

18/1648۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ کھانے کی وجہ سے یا کسی اور ضرورت سے نماز کی جماعت کو مؤخر نہ کرو!

(یہ عزیمت ہے اور بڑے ثواب کی بات ہے اور بعض حدیثوں میں پہلے کھانا کھانے اور اس کے بعد جماعت میں شریک ہونے کا جو ذکر ہے وہ رخصت اور اجازت پر محمول ہے، پس دونوں قسم کی حدیثوں میں تعارض نہ رہا)۔ (اس حدیث کی روایت امام بغوی نے شرح السنۃ میں کی ہے۔)

کسی فرض نماز کی اقامت ہو رہی ہو تو سوائے اس فرض کے جس کی اقامت ہو رہی ہو کوئی اور نماز نہ پڑھی جائے، سنت فجر جلد پڑھ کر فرض میں مل سکتے ہیں

19/1649۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب نماز کی اقامت ہو جائے تو سوائے اس فرض کے جس کے لئے اقامت کہی گئی ہو کوئی اور نماز نہ پڑھنی چاہئے، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ فجر کی سنت اس حکم سے مستثنیٰ ہے (اگر فجر کے فرض کی تکبیر کہی جائے اور نماز بھی ہو رہی ہو تو پھر بھی فجر کی سنت کچھ دور ہٹ کر پڑھ لے اور جماعت میں شریک ہو جائے۔

(اس کی روایت بیہقی نے کی ہے۔)

فجر کی جماعت ہو رہی ہو اور ایسے وقت کوئی شخص آئے تو اس کو سنت فجر کس طرح اداء کرنا چاہئے

پہلی حدیث

20/1650۔عبداللہ بن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہما اپنے والد ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ، حضرت حذیفہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کو ایسے وقت بلایا جبکہ ان حضرات نے ابھی فجر کی نماز اداء نہیں کی تھی، پھر یہ حضرات سعید بن العاص کے پاس سے ملاقات کر کے ایسے وقت نکلے کہ نماز فجر کی اقامت ہو رہی تھی تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد کے ایک ستون کی طرف بڑھے (یہ ترجمہ طبرانی کی روایت میں جو لفظ ''فتقدم'' مذکور ہے اس کے لحاظ سے کیا گیا ہے) اور اس کو آڑ بنا کر فجر کی دو سنتیں اداء کئے، پھر جماعت میں شریک ہو گئے۔(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

ف: امام طحاوی رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جس شان کے صحابی ہیں وہ تو سب کو معلوم ہے تو ایسے جلیل القدر صحابی کا نماز فجر کے فرض کی اقامت ہونے اور امام کے قرأت شروع کرنے کے باوجود فجر کی سنتوں کو جماعت سے دور ہٹ کر اداء کرنا اور پھر جماعت میں شریک ہونا، اس سے معلوم ہوا کہ سابق کی حدیث جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں فجر کی سنتوں کو جو مستثنیٰ کیا گیا ہے انہوں نے اسی پر عمل کیا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس کو مستثنیٰ کیا گیا ہے یعنی ''اِلَّا رَكْعَتِي الْفَجْر'' حدیث مرفوع ہی کا ٹکڑا ہے اس کے علاوہ حضرت حذیفہ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما ان دونوں حضرات نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس عمل کو دیکھا اور

اس پر انکار نہیں فرمایا۔اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں حضرات بھی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے موافقت رکھتے تھے ورنہ خاموش نہیں رہتے۔

دوسری حدیث

21/1651۔ابوعبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ نماز فجر کے فرض کے لئے جماعت صف بستہ کھڑی ہوئی ہوتی اور ایسے وقت جب کبھی ابودرداء رضی اللہ عنہ (خلاف عادت دیر سے) مسجد تشریف لاتے تو آپ پہلے مسجد کی ایک جانب (صفوں سے علحدہ) فجر کی سنتیں اداء فرماتے پھر جماعت میں شریک ہوجاتے۔(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

تیسری حدیث

22/1652۔ابوعثمان نہدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز فجر پڑھاتے ہوتے اور ہم جب کبھی فجر کی سنتیں پڑھے بغیر مسجد آجاتے تو ہم مسجد کے آخری حصہ میں فجر کی سنتیں پڑھ لیتے پھر جماعت میں شریک ہوجاتے (اور ہم پر کوئی روک ٹوک نہ ہوتی تھی)۔ (اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

چوتھی حدیث

23/1653۔حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی وقت تم مسجد کو فجر کی سنتیں پڑھے بغیر آجائیں گو اس وقت امام نماز پڑھا رہا ہو، پھر بھی تم فجر کی ان سنتوں کو پہلے پڑھ لو، پھر امام کے ساتھ جماعت میں شریک ہوجاؤ۔(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

عورت کا کہاں نماز پڑھنا افضل ہے

پہلی حدیث

24/1654۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت کے لئے کمرہ میں نماز پڑھنا دالان میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور اس کے لئے تہ خانہ میں نماز پڑھنا کمرہ میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت جتنا اندر گھر میں چھپ کر نماز پڑھے اتنا اس کے لئے بہتر ہے، اس لئے کہ عورت پردہ کی چیز ہے اور لفظ ''عورت'' کے معنی اور مفہوم میں چھپنا داخل ہے۔

دوسری حدیث

25/1655۔ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں کے لئے بہترین مسجدیں گھروں کے اندرونی حصے ہیں۔

(اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

مسجد کے آداب میں یہ بھی داخل ہے

26/1656۔ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم اپنی عورتوں کو مسجدوں میں زیب و زینت کے ساتھ آنے سے منع کرو (کہ اس میں خوف فتنہ کا ہے) اور مردوں کو چاہئے کہ مسجدوں میں اتراتے ہوئے نہ چلیں، اس لئے کہ بنی اسرائیل پر اسی وقت لعنت نازل ہوئی جبکہ عورتیں مسجدوں میں زیب و زینت کے ساتھ آنے لگیں اور مرد مسجدوں میں اتراتے ہوئے چلنے لگے۔

(اس کی روایت ابن عبدالبر نے اپنی سند سے تمہید میں کی ہے۔)

عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے روک دینا چاہئے

27/1657۔ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملاحظہ فرماتے کہ آپ کے بعد عورتوں نے جو نئی نئی باتیں پیدا کر لی ہیں

(مثلاً زیب وزینت کا لباس پہن کر اور خوشبو لگا کر باہر نکلنا شروع کردیا ہے) تو آپ ان کو مسجد میں آنے سے ضرور روک دیتے، جس طرح کہ بنی اسرائیل کی عورتیں (مسجدوں میں آنے سے) روک دی گئی تھیں (کیوں کہ اس طرح عورتوں اور مردوں کی ایک مکان میں پانچ وقت کی یکجائی بہت خطرناک ہوتی ہے اور اس سے نہ کھڑے ہونے والے فتنے کھڑے ہوجاتے ہیں اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاص طور پر مسجد کی حضوری سے عورتوں کو منع فرمادیتے)۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

عورت کے خوشبو لگا کر باہر جانے پر وعید

28/1658۔ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ ہر آنکھ خواہ مرد کی ہو یا عورت کی اگر وہ شہوت سے کسی نامحرم پر نظر ڈالے تو وہ اس آنکھ کا زنا ہے اور اگر کوئی عورت خوشبو لگا کر مردوں کی مجلس سے گزرے تو وہ عورت ایسی ویسی ہے یعنی زنا کا میلان رکھتی ہے اور اپنی خوشبو سے مردوں کو آنکھ کے زنا کی طرف مائل کرتی ہے اس لئے وہ سمجھی جائے گی کہ وہ زانیہ ہے۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے، اور ابوداؤد اور نسائی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

اذان سن کر مسجد سے باہر جانے کے احکام کیا ہیں

29/1659۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم دیا ہے کہ جب تم مسجد کے اندر ہوں (اور کہیں کے امام نہ ہوں اور نماز پڑھے ہوئے بھی نہ ہوں) اور ایسے میں نماز کے لئے اذان ہوجائے تو تم کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھے بغیر مسجد سے نہ نکلنا چاہئے (اور اگر ایسا شخص کہیں کا امام ہو، یا نماز پڑھ چکا ہو تو وہ اذان کے بعد مسجد سے باہر جاسکتا ہے)۔(اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

اذان سن کر بغیر نماز پڑھے مسجد سے باہر جانے پر وعید

پہلی حدیث

30/1660۔ ابوشعثاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم (ایک دن) مسجد میں ابو ہریرہ، رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں مؤذن نے اذان دی، اذان سن کر ایک شخص مسجد سے باہر جانے لگا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کے پیچھے نظر دوڑائی اور جب وہ مسجد سے بالکل باہر چلا گیا تو فرمایا کہ اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف کیا۔

(اس کی روایت مسلم (اس حدیث کا ترجمہ مسلم کی ایک دوسری روایت کے لحاظ سے کیا گیا ہے۔12) نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

31/1661۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مسجد کے اندر رہا اور اذان ہوئی، پھر وہ شخص مسجد سے نکل گیا اور کسی ضروری کام کے لئے نہیں نکلا اور وہ دوبارہ مسجد میں واپس ہونے کا ارادہ نہیں رکھتا ہے تو وہ منافق ہے۔ (اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

جماعت کے لئے کم سے کم تعداد کیا ہے؟

32/1662۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو شخص اور جوان سے زیادہ ہوں جماعت ہے (یعنی جماعت کا ادنیٰ درجہ دو شخص ہیں، پس دو شخصوں کے باہم نماز پڑھنے سے جماعت کا ثواب مل جائے گا (اس طرح کہ دو میں سے ایک امام بنے اور دوسرا مقتدی) (اس حدیث کا ترجمہ مسلم کی ایک دوسری روایت کے لحاظ سے کیا گیا ہے۔12)۔ (اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

(24/43) بَابُ تَسْوِيَةِ الصَّفِّ

(یہ باب نماز میں صفوں کے سیدھا کرنے اور برابر رکھنے کے بیان میں ہے)

ف: واضح ہو کہ نماز میں صفوں کو سیدھا کرنے اور برابر رکھنے کی تاکید پر اور نہ کرنے کی وعید میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں اس لئے نمازی جب صف بستہ کھڑے ہونے لگیں تو چاہئے کہ آپس میں اس طرح متصل کھڑے رہیں کہ ایک دوسرے کے درمیان میں جگہ نہ رہنی چاہئے اور آگے پیچھے بھی نہ کھڑے رہیں اور اگر کئی صفیں ہوں تو ایک صف دوسری صف کے متوازی اور برابر رہنی چاہئے، اور صفوں کے قائم کرنے میں ایسا نہ کیا جائے تو ظاہر کی طرح باطن میں بھی اتفاق نہ رہے گا۔ (اشعۃ اللمعات)۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ''اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ'' اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ صف پ28 ع1، آیت نمبر:4 میں) خدا تو ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں (اور اس حالت میں کہ) گویا ایک دیوار ہیں جسے سیسہ پلا دیا گیا ہے۔

ف: واضح ہو کہ صدر میں سورۂ صف کی اس آیت کو صف کی تعریف بیان کرنے کی غرض سے لایا گیا ہے گو یا آیت میں میدان جہاد کی صف کا ذکر ہے اور باب میں نماز کی صف کا بیان ہے، کونسی بھی صف ہو مگر صف کیسی ہونی چاہئے اس کو آیت میں ''كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ'' کہہ کر بیان فرمایا گیا ہے یعنی صف، سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح سیدھی اور چسپیدہ ہونی چاہئے۔ صاحب مرقات نے بھی اسی وجہ سے اس باب کے صدر میں اس آیت کو بیان فرمایا ہے۔

صفوں کو سیدھا کرنے کی تاکید

پہلی حدیث

1/1663۔نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری صفوں کو ایسا سیدھا کرتے تھے کہ گویا صفوں کے سیدھے پن سے تیروں کو سیدھا

کیا جائے گا (اس میں مبالغہ ہے، چاہئے تو یہ تھا کہ تیر سے صف کو سیدھا کرنے کا بیان ہوتا اس کی بجائے یہ مذکور ہے کہ صف ایسی سیدھی بناتے تھے کہ صف کے سیدھے پن سے تیر سیدھے کرسکیں) (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے پہلی صفوں کو ہمیشہ سیدھا فرمایا کرتے تھے) یہاں تک کہ جب آپ کو یہ معلوم ہوگیا کہ صفوں کو سیدھا کرنے کے حکم کو ہم سمجھ چکے ہیں اوراس کی تعمیل کررہے ہیں (تو پھر آپ صفوں کو سیدھا کرنے کے لئے جو تشریف لایا کرتے تھے اس کو ترک فرمادیئے) ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ تشریف لائے اور نماز پڑھانے کے لئے (مصلّیٰ) پر کھڑے ہوئے۔قریب تھا کہ تکبیر تحریمہ کہیں کہ اتفاقاً ایک شخص پر نظر پڑ گئی جس کا سینہ صف کے باہر نکلا ہوا تھا (ان شخص کو مخاطب بناتے تو ان کی دل شکنی ہوتی تھی، اس لئے عام طور پر خطاب فرماتے ہوئے) ارشاد فرمائے: صاحبو! صف میں باہم مل کر ایک دوسرے سے نزدیک نزدیک رہا کرو، آگے پیچھے ہوکر اختلاف پیدا نہ کرو، اگر ایسا کروگے تو تمہارے دلوں میں بھی ایک دوسرے سے مخالفت پیدا ہوگی، ملاپ نہ رہے گا، پھوٹ اور نااتفاقی پیدا ہوجائے گی جس کے اثر سے ایک دوسرے سے منھ موڑھے ہوئے رہوگے۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

2/1664۔نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صفوں کے درست کرنے اور سیدھا کرنے میں خاص اہتمام تھا جب ہم نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری صفوں کو (اپنے ہاتھ سے یا زبان سے کہہ کر یا اشارہ فرماکر) سیدھا کرتے تھے، جب ہماری صفیں ٹھیک ٹھیک سیدھی ہوجاتیں تو اس وقت آپ تکبیر تحریمہ فرماتے۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

تیسری حدیث

3/1665۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک بار نماز کی تکبیر ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری طرف متوجہ ہوکر ارشاد فرمایا: اپنے صفوں کو سیدھی کرو اور صفوں میں چسپیدہ ہوکر کھڑے رہو (تم سمجھتے ہوں گے کہ) میں سامنے ہی سے دیکھتا ہوں، ایسا نہیں ہے بلکہ میں اپنے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتا ہوں جیسا کہ سامنے سے (اس لئے میں دیکھ لیتا ہوں کہ تمہاری صفیں سیدھی ہوئی یا نہیں)۔(اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

4/1666۔اور بخاری اور مسلم کی متفقہ روایت میں ہے کہ تم صفوں کو پوری کرلیا کرو، یعنی پہلی صف کو پوری کرکے پھر دوسری صف شروع کیا کرو۔

چوتھی حدیث

5/1667۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (جب جماعت کھڑی ہوتی تو تکبیر تحریمہ کے پہلے یہ) ارشاد فرمایا کرتے تھے صاحبو! صفیں سیدھی کرو، باہم مل کر ایک دوسرے سے نزدیک کھڑے رہو، پھر کہتا ہوں صفیں سیدھی کرو، باہم مل کر ایک دوسرے سے نزدیک کھڑے رہو، (میرے) قبلہ رخ رہنے سے تم سمجھتے ہوں گے میں تم کو نہیں دیکھ رہا ہوں) اس مبارک ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں تم کو اپنے پیچھے سے ایسا ہی دیکھتا ہوں جیسا تم کو سامنے سے دیکھتا ہوں (اس لئے صفوں میں تمہارے آگے پیچھے کھڑے ہونے کو اور صفوں کے بیچ میں تمہارے جگہ خالی چھوڑنے کو برابر دیکھتا رہتا ہوں)۔(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

پانچویں حدیث

6/1668۔انس رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنی صفوں کو سیدھی کرو، باہم مل کر ایک دوسرے سے نزدیک کھڑے

رہو،اس لئے کہ صفوں کوسیدھا کرنا ان چیزوں میں سے ہے جن سے نماز کی اصلاح ہوتی ہے۔
(اس کی رویت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

چھٹی حدیث

7/1669۔انس رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلم (جب جماعت کھڑی ہوتی تو تکبیر تحریمہ سے پہلے) اپنی دائیں طرف متوجہ ہوکر ارشاد فرمایا کرتے تھے ''اِعْتَدِلُوْا'' صف میں امام کے دونوں جانب برابر برابر کھڑے رہو یعنی ایک طرف زیادہ اور دوسری طرف کم نہ رہو ''سَوُّوا صُفُوْفَكُمْ'' اپنی صفیں سیدھی کرلو، باہم مل کر ایک دوسرے سے نزدیک کھڑے رہو،ایسا ہی بائیں جانب متوجہ ہوکر ارشاد فرمایا کرتے تھے ''اِعْتَدِلُوْا'' صف میں امام کے دونوں جانب برابر برابر کھڑے رہو، یعنی ایک طرف زیادہ اور دوسری طرف کم نہ رہو ''سَوُّوا صُفُوْفَكُمْ'' اپنی صفیں سیدھی کرلو، باہم مل کر ایک دوسرے سے نزدیک کھڑے رہو۔
(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

صف میں کھڑے رہنے کا طریقہ

پہلی حدیث

8/1670۔انس رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآ لہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی صفوں میں خوب مل کر (اس طرح) چسپیدہ کھڑے رہا کرو (کہ ایک دوسرے کے درمیان میں جگہ خالی نہ رہنی پائے) اور ایک صف دوسری صف سے قریب رکھو، اور گردنوں کو ایک دوسرے کے برابر رکھو یعنی آگے پیچھے نہ ہوں، اس مبارک ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے دیکھتا ہوں کہ شیطان بکری کے بچہ کی طرح بن کر صف کی خالی جگہ میں داخل ہوا کرتا ہے (اس لئے تم صف میں جگہ خالی نہ چھوڑو اور چسپیدہ رہا کرو)۔(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

9/1671۔ جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک بار) رسول ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ملاحظہ فرمائے کہ ہم علحدہ علحدہ حلقے حلقے بنا کر بیٹھے ہوئے ہیں، ارشاد فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تم کو الگ الگ حلقوں میں بیٹھے ہوئے دیکھ رہا ہوں؟ (یعنی اس طرح نہ بیٹھنا چاہئے کہ یہ نا اتفاقی کی علامت ہے) اس کے بعد پھر (ایک بار) ہمارے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: تم نماز میں ایسی صف بندی کیوں نہیں کرتے جیسا کہ فرشتے اللہ تعالی کے سامنے صف بندی کیا کرتے ہیں؟ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرشتے اپنے رب کے سامنے کس طرح صف بندی کیا کرتے ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ پہلے صف اول کو پورا کرتے ہیں، پھر صف ثانی کو اور اس کے بعد دیگر صفوں کو (یعنی جب تک ایک صف پوری نہ ہو، اس کے بعد کی دوسری صف کو شروع نہیں کرتے) اور صفوں میں باہم خوب مل کر چسپیدہ کھڑے ہوا کرتے ہیں۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

تیسری حدیث

10/1672۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پہلی صف کو پورا کرو پھر اس کو جو اس کے قریب ہو، پھر جو کچھ کمی رہے تو اخیر صف میں رہے۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

صفِ اوّل کی فضیلت

پہلی حدیث

11/1673۔ امّ المومنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو لوگ (لاپرواہی کر کے یا بعد کی صفوں میں راحت وآرام

کے خیال سے) پہلی صف کو ترک کرنے کی عادت کر لیتے ہیں تو جیسے یہ صفوں کے پچھلے حصوں کو پسند کر لیتے ہیں، ایسا ہی اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ کی تہ میں جو دوزخ کا پچھلا حصہ ہے ڈال دیں گے۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

ف۔ واضح ہو کہ نمازی کے صف اوّل میں کھڑے ہونے کی بہت بڑی فضیلت ہے لیکن صف اول میں کھڑے ہونا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اور اس پر تمام ائمہ کرام کا اتفاق ہے، یہ فتاوی عالمگیریہ میں قنیہ سے منقول ہے۔

اب رہی وہ وعید جو صدر کی اس حدیث میں مذکور ہے تو وہ ایسے اشخاص سے متعلق ہے جو نیکیوں اور فضیلت کے کاموں کے حاصل کرنے میں سستی اور غفلت کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں اور ان کے دلوں میں نیکیوں کی رغبت نہیں رہتی اور خواہ مخواہ صف اوّل کو چھوڑ بیٹھتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: " فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ" (لوگو! تم نیک کاموں کی طرف دوڑو) ایک اور جگہ ارشاد ہے "سَابِقُوٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ" (لوگو! اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف دوڑو اور ایسی جنت کی طرف دوڑو جس کی وسعت آسمان اور زمین دونوں کی وسعت کے برابر ہے)۔

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں نیکیوں کے کرنے کی رغبت اور نیکیوں کا خیال رہنا چاہئے اور یہ واجب ہے اگر کسی کے دل سے نیکیوں کی رغبت اور نیکیوں کا خیال نکل جائے اور نیکیوں کے کرنے سے بے پروائی کرے تو یہ دل کا گناہ ہے اور ایسا کرنے سے واجب ترک ہوتا ہے تو ایسے شخص کا صف اوّل میں نہ شریک ہونا اور اس سے بے پروائی کرنا واجب کو ترک کرنا ہوا، اس لئے گناہ کا کام ہوا۔ اور اسی وجہ سے اس وعید کا مستحق ہوگا جو صدر کی حدیث میں مذکور ہے، بخلاف اس کے اگر کسی کے دل میں نیکیوں کی رغبت ہے اور نیکیوں کے کرنے کا خیال جما ہوا ہے اور باوجود اس کے یہ صف اوّل میں کسی وجہ سے شریک نہ ہو سکا تو وہ اس وعید کا مستحق نہ ہوگا۔

یہ بھی واضح رہے کہ صدر کی حدیث میں جو وعید مذکور ہے وہ اس شخص سے بھی متعلق ہوگی جو اولاً صف اوّل میں جگہ حاصل کرلے پھر فرض نماز اداء کرنے سے پہلے کسی دنیوی غرض سے مثلاً نماز کے بعد مسجد سے جلد نکلنے کا خیال یا گرمی کے موسم میں راحت حاصل کرنے کے لئے اندرون مسجد سے نکل

کر صحن مسجد میں آ جائے، ظاہر ہے کہ ایسے شخص کا ان اغراض کے لئے صفِ اوّل کو چھوڑ کر پچھلی صفوں میں پہونچ جانا حصول تقرب سے اعراض ہوا، اس لئے ایسا شخص اس وعید کا مستحق ہوا۔ البتہ صفِ اوّل میں احتراماً کسی اہل علم کو یا اپنے سے زیادہ عمر والے صاحب کو جگہ دینے کے لئے پچھلی صف میں منتقل ہونیوالا اس وعید کا مستحق نہ ہوگا۔ اس لئے کہ یہ شرعاً مطلوب ہے۔ (یہ پورا مضمون تعلیق اعلاء السنن سے ماخوذ ہے)۔

دوسری حدیث

12/1674۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو (صف اوّل سے) پیچھے ہٹتے دیکھا تو ارشاد فرمایا: آگے بڑھو اور صفِ اوّل میں رہا کرو، اس سے تم کو ان اعمال کے دیکھنے کا موقع ملے گا جن کو میں نماز میں کیا کرتا ہوں جیسے میں کرتا ہوں ویسے ہی تم کرسکو گے پھر تمہارے بعد والے تمہارے اعمال نماز کو دیکھ کر ویسے ہی اعمال کیا کرینگے۔ ایسا نہ کرکے جو لوگ (لاپرواہی سے) صفِ اوّل میں نہ رہ کر پچھلی صفوں میں رہا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو ہر کارِ خیر سے پیچھے رکھیں گے، یعنی خیر کی توفیق نہیں دیں گے۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

صف میں کھڑے ہونے کا طریقہ

پہلی حدیث

13/1675۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی صفوں کو سیدھی کرو اور اپنے مونڈھوں کو ایک دوسرے کے برابر رکھو (یعنی آگے پیچھے نہ ہوں) اور صف کے شگافوں کو بند کرو (یعنی صف میں جگہ خالی نہ چھوڑو اور چسپیدہ رہا کرو) اور نرم ہوجاؤ اپنے بھائیوں کے ہاتھ میں (یعنی کوئی مونڈھے پر ہاتھ رکھ کر صف میں برابر کرے تو اس کا کہنا مانو، یا صف میں گنجائش ہو، اور کوئی آنا چاہے تو اس کو آنے دو اور اپنے بازوؤں کو

نرم رکھو اور مزاحمت نہ کرو، یا کوئی اکیلا شخص صف کے آخری شخص کو دوسری صف میں لانے کے لئے مونڈھے پر ہاتھ رکھے تو یہ شخص اس کا کہا مانے اور پیچھے ہٹ کر صف ثانی میں اس کے ساتھ نماز اداء کرے مگر شرط یہ ہے کہ صفِ اوّل سے صفِ ثانی میں صرف ایک یا دو قدم میں آ جائے) اور صف میں شیطان کے لئے خالی جگہ نہ چھوڑو اور جو شخص صف کو ملا دے (یعنی صف کی خالی جگہ میں جا کر کھڑا ہو جائے) تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو اپنے فضل ورحمت سے ملا لیویں گے (یعنی اس سے خاص تعلق رکھیں گے) اور جو شخص صف کو قطع کرے (یعنی صف کی خالی جگہ میں کھڑا نہ ہو) تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے قطع تعلق کر لیں گے (یعنی اپنی رحمت سے اسکو دور کر دیں گے)۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور نسائی نے بھی اسی کے قریب قریب روایت کی ہے۔)

صفوں کی خالی جگہ کو پُر کرنے کی فضیلت

پہلی حدیث

14/1676۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ان پر درود بھیجتے ہیں جو اگلی صفوں کو درست کرتے ہیں (یعنی ہر پچھلی صف والے اپنے سے اگلی صف میں کھلی ہوئی جگہ خود پُر کرتے ہیں اور دوسروں کو اسکو پر کرنے کی رغبت دلاتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ کے پاس وہ قدم سب سے زیادہ پسندیدہ ہے جو صف کی خالی جگہ کو پُر کرنے کے لئے اٹھایا جاتا ہے۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

صف میں کھڑے ہونے کا طریقہ

پہلی حدیث

15/1677۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں بہترین اخلاق والے وہ ہیں جو نماز میں اپنے مونڈھوں کو نرم رکھتے ہیں

(یعنی کوئی مونڈھے پر ہاتھ رکھ کر صف میں برابر کرے تو اس کا کہنا مانتے ہیں، یا صف میں گنجائش ہے اور کوئی آنا چاہے تو اس کو آنے دیتے ہیں اور اپنے بازوؤں کو دبائے ہوئے رکھتے ہیں اور مزاحمت نہیں کرتے، یا اپنے مونڈھوں سے اپنے ساتھی کے مونڈھوں کو دھکا نہیں دیتے بلکہ اپنے بازؤں کو دبائے ہوئے رکھتے ہیں تاکہ اس کو تکلیف نہ ہو، اور نماز سکون اور وقار سے اداء کرتے ہیں یا کوئی اکیلا شخص صف کے آخری شخص کو دوسری صف میں لانے کے لئے مونڈھے پر ہاتھ رکھے تو اس کا کہا مان کر پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور اس کے ساتھ صف ثانی میں نماز اداء کرتے ہیں)۔(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

(25/44) بَابُ الْمَوْقِفِ

(اس باب میں امام اور مقتدی نماز میں کس طرح کھڑے رہیں اور اس کے احکام اور آداب کا ذکر ہے)

دو آدمیوں کی جماعت کا بیان

ایک حدیث

1/1678۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں: (ایک مرتبہ) میں نے اپنی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں رات گزاری، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نماز تہجد کے لئے کھڑے ہوئے تو میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بائیں جانب نماز کے لئے کھڑا ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی پیٹھ کے پیچھے سے گھما کر مجھے اپنی سیدھی جانب کھڑا کر دیا، (یہ کہہ کر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ویسے ہی کر کے بتلایا جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے کیا تھا۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: صاحب مرقات نے شرح السنہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اس حدیث شریف سے کئی مسائل معلوم ہوئے:

مسئلہ (1) نفل نماز کا جماعت کے ساتھ اداء کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس کے لئے اذان اور اقامت نہ دی جائے۔

مسئلہ (2) امام کی اقتداء اگر صرف ایک مقتدی کر رہا ہو تو وہ امام کے داہنے جانب اس طرح کھڑا رہے کہ مقتدی کے پیروں کی انگلیاں امام کی ایڑی کے پاس رہیں۔
(یہ اعلاء السنن میں طحطاوی کے حوالہ سے مذکور ہے۔12)

مسئلہ (3) اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کر گھماتے ہوئے سیدھے جانب کھڑا کردیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ عمل قلیل نماز میں ضرورتاً جائز ہے۔

مسئلہ (4) اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے گھما کر داہنے جانب کھڑا کردیا۔ حالانکہ سامنے سے گھما کر کھڑا کرنا آسان تھا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مقتدی کا امام کے آگے ہونا جائز نہیں ہے، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے سے لائے، سامنے سے نہیں لائے۔

مسئلہ (5) اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے تنہا نماز شروع فرمائی اور بعد میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کی اقتداء کی، اس سے ثابت ہوا کہ ایسے تنہا نماز پڑھنے والے کی اقتداء جائز ہے جس نے امامت کی نیت نہیں کی ہو۔

تین آدمیوں کی جماعت کا بیان

پہلی حدیث

2/1679۔ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اگر ہم تین ہوں تو نماز کے لئے ہم میں سے ایک آگے بڑھ کر امام بنے اور باقی دو امام کے پیچھے باہم مل کر کھڑے رہیں۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

دوسری حدیث

3/1680۔ جابر رضی اللہ عنہ سے (ایک طویل حدیث میں) مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نماز پڑھنے کھڑے ہوئے، میں بھی آکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بائیں جانب کھڑا ہوگیا تو حضور صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور گھمایا یہاں تک مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا کرلیا۔ پھر جبار بن صخر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بائیں

جانب کھڑے ہوگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ہم دونوں کے ہاتھوں کو پکڑ کر ہم کو (عمل قلیل کے ذریعہ) ہٹادیا، یہاں تک ہم کو اپنے پیچھے کھڑا کردیا۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ اگر مقتدی ایک ہو تو امام کے دائیں طرف کھڑا رہے اور اگر دو ہوں تو باہم مل کر امام کے پیچھے کھڑے ہوں۔(اشعۃ اللمعات)

جماعت میں عورت سب سے پیچھے رہے

پہلی حدیث

4/1681۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے (ایک دفعہ) ان کو اور ان کی ماں یا خالہ کو (ان کے گھر میں) (نفل) نماز پڑھائی انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجھ کو اپنی سیدھی جانب کھڑا کیا اور ان عورت کو (جو ہمارے ساتھ نماز میں شریک تھیں) ہمارے پیچھے کھڑا کیا۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ اگر امام کے پیچھے صرف ایک مرد اور صرف ایک عورت اقتداء کر رہے ہوں تو مرد امام کے سیدھے جانب کھڑا ہو اور عورت ان کے پیچھے کھڑی ہو جائے۔(ردالمحتار)

دوسری حدیث

5/1682۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اور یتیم نامی بچہ نے جو ہمارے گھر میں تھا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پیچھے نماز پڑھی اور (میری ماں حضرت) ام سلیم رضی اللہ عنہا ہمارے پیچھے نماز پڑھ رہی تھیں۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف(1): اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ مقتدی دو یا زیادہ ہوں تو امام کے پیچھے کھڑے ہوں اور امام آگے ہو اور عورت ایک ہو تو سب سے پیچھے تنہا کھڑی ہو۔(ردالمحتار میں بھی ایسا ہی مذکور ہے)

ف(2): اس حدیث شریف سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر مردوں کے ساتھ صرف ایک بچہ

اقتداء کررہا ہوتو وہ مردوں کے ساتھ صف میں شریک ہوجائے، اور ردالمحتار میں لکھا ہے کہ اگر بچے ایک سے زائد ہوں تو وہ مردوں کے پیچھے اور عورتوں سے پہلے صف بنا کر کھڑے ہوں اور عورتیں بچوں کی صف کے پیچھے اپنی صف بنالیں۔

تیسری حدیث

6/1683۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی دادی مُلَیکہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک خاص قسم کا کھانا تیار کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (تشریف لائے اور) اس میں سے کچھ تناول فرمائے پھر ارشاد فرمایا: کھڑے ہوجاؤ میں (برکت کے لئے) تم کو نماز پڑھاتا ہوں۔انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے (نماز پڑھنے کے لئے) ایک حصیر اٹھالائی جو دھری رہنے سے اس میں سختی آ گئی تھی اور گرد جم کر سیاہ ہوگئی تھی، میں نے اس پر کچھ پانی چھڑک دیا۔(تاکہ وہ نرم اور صاف ہوجائے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر کھڑے ہوگئے اور اسی حصیر پر میں اور یتیم نامی بچہ نے باہم مل کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے صف بنالی اور بوڑھی دادی ہمارے پیچھے (تنہا) کھڑی ہوگئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو دو رکعتیں (نفل) پڑھائیں (اور واپس تشریف لے گئے)۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انس رضی اللہ عنہ کی دادی مُلیکہ رضی اللہ عنہا کو نماز میں سب کے پیچھے علحدہ تنہا کھڑا کیا، حالانکہ جماعت میں صف کے پیچھے الگ تنہا کھڑا ہونا مکروہ ہے اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک تو مفسد نماز بھی ہے، اس کے باوجود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ملیکہ رضی اللہ عنہا کو تنہا پیچھے کھڑا کرنے کی بجز اس کے کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ عورت کا نماز میں مردوں یا لڑکوں کے ساتھ صف میں برابر کھڑا ہونا مردوں یا لڑکوں دونوں کی نماز کے لئے مفسد ہے، اگر عورت کا صف میں مردوں یا لڑکوں کے برابر کھڑا ہونا جائز ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان بڑھیا کو تنہا کھڑا ہونے سے ضرور منع فرماتے جبکہ اس واقعہ میں ملیکہ رضی

اللہ عنہا انس رضی اللہ عنہ کی دادی ہیں اور ان کے ساتھ ایک بچہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہاں کسی قسم کا خطرۂ شہوت بھی نہیں ہے، اس کے باوجود بھی ان بڑھیا کو تنہا کھڑا کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ عورت کا صف میں مردوں یا لڑکوں کے برابر کھڑا ہونا مطلقاً مردوں یا لڑکوں کی نماز کا مفسد ہے۔ (ردالمحتار اور اعلاء السنن)۔

چوتھی حدیث

7/1684۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک روز) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ہمارے گھر تشریف لائے اس وقت مکان میں) صرف انس رضی اللہ عنہ ان کی والدہ اور ان کی خالہ موجود تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو (نفل) نماز پڑھائی تو انس رضی اللہ عنہ کو اپنی سیدھی جانب کھڑا کیا اور ان کی ماں اور خالہ کو پیچھے۔ (اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ اگر امام کے ساتھ ایک مرد اور دو عورتیں اقتداء کر رہے ہوں تو مرد امام کے سیدھے جانب کھڑا ہو اور دونوں عورتیں ان کے پیچھے صف بنا کر کھڑی ہو جائیں۔

پانچویں حدیث

8/1685۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نماز میں عورتوں (کی صف) کو مردوں (کی صف) سے آخر میں رکھو، کیونکہ اللہ تعالی نے بھی عورتوں کو ہر حیثیت سے آخر میں رکھا ہے (یعنی پہلے مرد کو پیدا فرمایا، پھر عورت کو، پہلے مردوں کا ذکر فرماتا ہے پھر عورتوں کا پہلے مردوں کے احکام بیان فرماتا ہے پھر عورتوں کے، اور مرتبہ میں عورتوں کا مردوں سے پیچھے ہونا ظاہر ہی ہے۔ اس کی روایت طبرانی اور عبدالرزاق نے کی ہے۔

صف بندی کا طریقہ

پہلی حدیث

9/1686۔ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ سنو! میں تم سے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کا طریقہ بیان کرتا ہوں (یہ کہہ کر ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز شروع کرنے کا ارادہ فرمایا تو پہلے مردوں کی صفیں قائم فرمائیں، پھر بچوں کی، پھر ان کو نماز پڑھائی (اور ختم نماز پر) ارشاد فرمایا کہ یہ میری امت کی نماز ہے۔ (اسی طرح ان کو پڑھنا چاہئے کہ پہلے مردوں کی صفیں ہوں، پھر بچوں کی)۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

10/1687۔ ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے (ایک دفعہ اپنی قوم سے فرمایا) اے جماعت اشعریین تم سب جمع ہوجاؤ اور اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی جمع کرلو تاکہ میں تم کو بتلادوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کیسی تھی؟ (یہ سن کر) سب لوگ جمع ہوگئے اور عورتوں اور بچوں کو بھی جمع کیا تو ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے خود وضوء کرکے دکھایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح وضوء فرمایا کرتے تھے پھر امامت کے لئے ابو مالک آگے بڑھے اور (پہلے) مردوں کی صف اپنے قریب بنائی، ان کے پیچھے لڑکوں کی صف بندی کی اور لڑکوں کے پیچھے (سب سے آخر میں) عورتوں کی صف رکھی (پھر نماز شروع کی)۔

(اس کی روایت امام احمد نے اپنی مسند میں کی ہے۔)

11/1688۔ اور حارث ابن ابی عمامہ کی روایت میں ابو مالک رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لئے صفوں کو خود اس طرح قائم فرمایا کرتے تھے کہ مردوں کی صفوں کو لڑکوں کے آگے رکھتے تھے، اور لڑکوں کی صفیں مردوں کے پیچھے ہوتی تھیں اور عورتیں لڑکوں

کے پیچھے کھڑی ہوا کرتی تھیں۔

تیسری حدیث

12/1689۔ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (نماز کے وقت) ہمارے مونڈھوں پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ (صفوں میں) برابر کھڑے ہوجاؤ اور آگے پیچھے نہ ہو (اگر صفوں میں آگے پیچھے کھڑے ہوکر اختلاف پیدا کروگے تو) تمہارے دلوں میں بھی اختلاف پیدا ہوجائے گا (اس کی وجہ یہ ہے کہ اعضاء کو قلب کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے جیسے قلب کی خرابی کا اعضاء پر اثر پڑتا ہے اور اعضاء بھی خراب ہوجاتے ہیں، ایسا ہی اعضاء کی خرابی کا اثر قلب پر پڑتا ہے اور قلب بھی خراب ہوجاتا ہے، اسی طرح جب صف میں آگے پیچھے کھڑے ہوکر اختلاف پیدا کروگے تو اس کا اثر قلب پر پڑے گا اور تمہارے دلوں میں بھی اختلاف ہوجائے گا اور تم ایک دوسرے کے موافق نہ رہوگے تو نا اتفاقی اور پھوٹ پیدا ہوجائے گی) (اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ نماز میں) میرے قریب علماء وعقلاء کھڑے ہوا کریں، پھر وہ جو (علم میں) ان کے قریب ہیں پھر وہ جو اُن کے قریب ہیں۔ ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے (حدیث بیان کرکے) فرمایا: اسی لئے تم میں باہم سخت اختلاف ہے (کہ تم صف میں برابر نہیں کھڑے ہوتے، کیونکہ ظاہر کا باطن پر اثر پڑتا ہے)۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

چوتھی حدیث

13/1690۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (نماز میں) میرے قریب علماء وعقلاء کھڑے ہوا کریں پھر وہ جو (علم میں) ان کے قریب ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آخری جملہ کو تین بار ارشاد فرمایا، (اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا) کہ تم مسجدوں میں بازاروں کی طرح شور و

شغب اور لڑائی جھگڑا کرنے سے بچتے رہو۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

پانچویں حدیث

14/1691۔قیس بن عباد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں مسجد میں پہلی صف میں کھڑا تھا کہ مجھے پیچھے سے کسی شخص نے کھینچ کر اپنی جگہ سے ہٹا دیا اور خود میری جگہ کھڑا ہو گیا۔ خدا کی قسم (صف اوّل چھوٹ جانے سے مجھے اس قدر شدید رنج ہوا) اور ایسا غصہ آیا کہ غصہ میں سمجھ نہ سکا کہ میں نے نماز (کس طرح) پڑھی (اور کتنی رکعتیں پڑھیں؟) جب وہ صاحب نماز سے فارغ ہو کر پلٹے تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ جلیل القدر صحابی ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ) ہیں (جنہوں نے مجھے پیچھے کھینچا تھا) (اس طرح پیچھے کھینچنے سے مجھے جو صدمہ ہوا تھا اس کی تسلی کے لئے) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے نوجوان! خدا تم کو کبھی رنج وغم نہ دے، میں نے تمہیں جو پیچھے کھینچا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو وصیت فرمائے ہیں کہ ہم نماز میں امام سے قریب رہا کریں، (تو میں نے اس وقت اسی حکم کی تعمیل کی ہے۔ میرے ایسا کرنے سے تمہیں آزردہ نہ ہونا چاہئے) پھر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے قبلہ رو ہو کر فرمایا: ربّ کعبہ کی قسم امراء ہلاک ہوں (احکام کی پابندی کروانا ان کا کام تھا، ان کے خاموش رہنے سے ہم کو کروانا پڑ رہا ہے) اس طرح آپ نے تین مرتبہ فرمایا، پھر فرمایا: مجھے ان امراء پر دکھ نہیں ہو رہا ہے بلکہ ان علماء پر دکھ ہو رہا ہے جنہوں نے ان امراء کو گمراہ کیا (کہ ان امراء کو احکام نافذ کرنے کے مشورے نہیں دیئے اور خاموش رہے) راوی کا بیان ہے کہ میں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: اے ابو یعقوب! آپ نے جو اہل العُقَد فرمایا ہے اس سے کون لوگ مراد ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا اہل العقد سے

میری مراد امراء ہیں۔(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

مردوں اور عورتوں کی صفوں کا بیان

15/1692۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مردوں کی صفوں میں (فضیلت اور ثواب کے اعتبار سے) سب سے بہتر اگلی صف ہے (کیونکہ یہ امام سے قریب اور عورتوں سے دور ہوتی ہے) اور مردوں کی صفوں میں سب سے بدتر پچھلی صف ہے (اس لئے کہ یہ عورتوں سے قریب اور امام سے دور ہوتی ہے، البتہ جماعت میں عورتوں کی صفیں نہ ہوں بلکہ صرف مردوں ہی کی صفیں ہوں تو ایسی صورت میں مردوں کی آخری صف امام سے دور ہونے کی وجہ سے فضیلت اور ثواب میں سب سے کمتر ہوگی) اور عورتوں کی صفوں میں سب سے بہتر پچھلی صف ہے (کیونکہ یہ مردوں سے دور ہوتی ہے) اور عورتوں کی صفوں میں سب سے بدتر اگلی صف ہے (اس لئے کہ مردوں سے قریب ہوتی ہے)۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

صفِ اوّل کی فضیلت

16/1693۔ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی پہلی صف پر اپنی رحمت نازل فرماتے ہیں اور فرشتے ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسری صف کے لئے (بھی یہی فرما دیجئے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (دوسری بار بھی) ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی پہلی صف پر اپنی رحمت نازل فرماتے ہیں اور فرشتے ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسری صف کے لئے (بھی یہی فرما دیجئے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (تیسری بار بھی یہی) ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی پہلی صف پر اپنی رحمت نازل فرماتے ہیں اور فرشتے ان کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں، صحابۂ

کرام نے پھرعرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرے صف کے لئے (بھی یہی ارشادفرما دیجئے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (چوتھی بار) ارشادفرمایا کہ دوسری صف پر (بھی اللہ تعالی اپنی رحمت نازل فرماتے ہیں، اور فرشتے ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشادفرمایا کہ تم اپنی صفوں کو سیدھی کرو، اور مونڈھوں کو ایک دوسرے کے برابر رکھو (یعنی آگے پیچھے نہ ہو) اور نرم ہوجاؤ اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں (یعنی کوئی مونڈھے پر ہاتھ رکھ کر صف میں برابر کرے تو اس کا کہا مانو) اور صف میں شیطان کے لئے خالی جگہ نہ چھوڑو کیونکہ شیطان بکری کے بچہ کی طرح بن کر تمہارے درمیان (صف کی خالی جگہ میں) گھس جایا کرتا ہے۔

(اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

صفوں میں سیدھے جانب کھڑے ہونے کی فضیلت

17/1694۔ام المومنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ اللہ تعالی ان لوگوں پر اپنی رحمت نازل فرماتے ہیں جو صفوں میں دائیں جانب ہوتے ہیں، اور فرشتے ان لوگوں کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ (بشرطیکہ صفوں کا بایاں جانب خالی نہ رہے)۔(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ فقہاء رحمہم اللہ نے صف بندی کا قاعدہ یہ بتلایا ہے کہ اوّل ایک شخص امام کے پیچھے کھڑا ہو، پھر ایک اس کے دائیں طرف ایک بائیں طرف، پھر ایک دائیں طرف ایک بائیں طرف اسی طرح کرتے رہیں، تاکہ امام سب کے بیچ میں ہو، پس دائیں جانب میں کھڑا ہونا اس وقت افضل ہے جبکہ دائیں جانب اور بائیں جانب برابر ہو، یا دائیں طرف آدمی کم ہوں ورنہ بائیں طرف کھڑا ہونا افضل ہے۔(مرقات۔اعلاء السنن)

صف بندی کا طریقہ

18/1695۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ امام کو بیچ میں کھڑا کیا کرو (یعنی صف میں امام کے پیچھے دائیں بائیں آدمی برابر برابر رہیں) اور صف کے شگافوں کو بند کیا کرو (یعنی صف میں جگہ خالی نہ چھوڑو اور چسپیدہ رہا کرو)۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

ف: اعلاء السنن میں لکھا ہے کہ اس حدیث شریف کے الفاظ "توسطوا الامام" (امام کو بیچ میں کھڑا کیا کرو) سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک صف بھر جانے کے بعد دوسری صف امام کے سیدھ میں پیچھے سے شروع کی جائے، اور پھر دائیں اور بائیں آدمی برابر کھڑے ہوتے رہیں۔

ایک واقعہ

19/1696۔ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں نماز پڑھا رہے تھے اور) وہ خدمت اقدس میں ایسے وقت پہونچے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع میں تھے (رکوع میں شریک ہونے کے لئے وہ دوڑتے ہوئے چلے، جس سے ان کی سانس پھول گئی تو وہ صف کے پیچھے کھڑے ہوگئے، نیت کی اور تکبیر تحریمہ اداء کئے) پھر صف تک پہنچنے سے پہلے (دوسری تکبیر کہتے ہوئے) وہیں رکوع کئے۔ پھر (رکوع ہی کی حالت میں ایک یا دو قدم) چل کر صف میں شریک ہوگئے (ختم نماز پر جب) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکرہ! اللہ تعالی اسی طرح (نیک کاموں پر) تمہاری حرص بڑھادے، یہ کہہ کر حضور نے فرمایا "لَا تَعُدْ" (تاء کے زبر، عین کے پیش، دال کے جزم کے ساتھ) دوبارہ ایسا نہ کرنا (یعنی نماز کے لئے دوڑ کر نہ چلنا (جیسا کہ ایک روایت میں "لَاتَعْدُ" (تاء کے زبر، عین کے جزم، دال کے پیش کے ساتھ۔12)، صف کے پیچھے تنہا نماز شروع نہ کرنا اور پھر صف میں شریک ہونے کے لئے نماز کی حالت میں ایسا نہ چلنا) (چونکہ اس واقعہ میں ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے کوئی ایسا فعل سرزد نہیں ہوا جو مفسد نماز ہو، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو نماز کے اعادہ کا حکم نہیں دیا) اسی لئے ایک روایت میں "لَا تُعِدْ" (تاء کے پیش، عین

کے زیر، دال کے جزم کے ساتھ۔12) آیا ہے جس کے معنی ہیں ''نماز کو نہ لوٹاؤ''۔
(اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

امام اور جماعت رکوع میں ہو تو نماز میں شریک ہونے کا طریقہ

20/1697۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز کے لئے آئے تو وہ صف میں شامل ہوئے بغیر صف کے پیچھے رکوع نہ کرے۔(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

امام اور مقتدی دونوں ایک سطح پر کھڑے ہوں

21/1698۔عدی بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ شہر مدائن میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی امامت کا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ عمار رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کے لئے (تنہا) ایک چبوترہ پر کھڑے ہوگئے اور سارے مقتدی اس چبوترے کے نیچے صف باندھے کھڑے تھے (یہ دیکھ کر) حذیفہ رضی اللہ عنہ صف سے آگے بڑھے اور عمار رضی اللہ عنہ کو (چبوترہ سے اتارنے کے لئے ان کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے (تاکہ امام اور مقتدی ایک سطح پر ہوجائیں) عمار رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ کی اطاعت کر لی تو حضرت حذیفہ نے ان کو چبوترہ پر سے اتار کر مقتدیوں کی سطح پر کھڑا کر دیا (چونکہ نماز شروع ہو رہی تھی اس لئے اس وقت حضرت حذیفہ کو کچھ کہنے کا موقع نہیں ملا) نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے نہیں سنا ہے کہ جب کوئی شخص کسی قوم کو نماز پڑھائے تو وہ مقتدیوں سے بلند مقام پر کھڑا نہ ہو، تو عمار رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: آپ کے ہاتھ پکڑنے سے وہ حدیث یاد آگئی اور میں نیچے اتر گیا۔(ابوداؤد)۔

نماز کی تعلیم کا ایک واقعہ

22/1699۔سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منبر شریف کس چیز سے بنا تھا تو انہوں نے جواب دیا کہ مدینہ منورہ سے (9) میل کے فاصلہ پر غابہ نامی ایک جنگل ہے اس جنگل کے جھاؤ (جھاؤ ایک درخت ہوتا ہے، جس کی لکڑی ساگوان کی طرح عمدہ اور مضبوط ہوتی ہے۔12) نامی درخت کی لکڑی سے منبر شریف بنایا گیا تھا۔اس منبر شریف کو عائشہ انصاریہ کے آزاد کردہ غلام باقوم رومی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تیار کیا (جس کی تین سیڑھیاں تھیں ہر سیڑھی کی اونچائی ایک بالشت اور اس کا طول ایک ذراع یعنی ایک ہاتھ تھا) جب منبر شریف تیار ہوا اور (حسب ہدایت مسجد میں) رکھ دیا گیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام (صحابہ کو نماز سکھانے کے لئے منبر شریف کی سب سے نچلی سیڑھی پر) کھڑے ہوئے، پھر قبلہ رو ہوکر تکبیر تحریمہ اداء فرمائے اور صحابہ بھی (آپ کے اقتداء کرکے) آپ کے پیچھے کھڑے ہوگئے۔پھر آپ نے قرأت کی، رکوع کیا اور لوگوں نے بھی آپ کے پیچھے رکوع کیا، پھر رکوع سے سر اٹھائے اور قبلہ سے منھ پلٹائے بغیر منبر شریف سے نیچے اترے اور منبر کے باز وزمین پر سجدہ اداء فرمائے (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عمل دو قدم میں ہوا اور یہ عمل قلیل ہے اور عمل قلیل سے نماز فاسد نہیں ہوتی) (پھر سجدہ سے سر اٹھائے اور قبلہ سے پلٹے بغیر) منبر شریف پر تشریف لائے، پھر قرأت کی، رکوع فرمایا اور رکوع سے سر اٹھائے اور قبلہ سے منھ پلٹائے بغیر پچھلے پیر منبر شریف سے نیچے اترے اور منبر شریف کے باز وزمین پر سجدہ فرمائے۔جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف مخاطب ہوکر ارشاد فرمائے: میں نے یہ جو کچھ کیا ہے صرف اس لئے کہ تم میری نماز دیکھ لو) میری اقتداء کرو اور میری نماز سیکھ لو (اور لوگوں کو سکھاؤ)۔(اس کی روایت بخاری نے کی ہے اور مسلم نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

ف: اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو نماز سکھانے کے لئے منبر شریف پر کھڑے ہوکر نماز پڑھائی۔ اس بارے میں علامہ عینی رحمہ اللہ نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ ضرورۃً امام کا مقتدیوں سے بلند مقام پر کھڑا ہونا جائز ہے، ورنہ بلاضرورت امام مقتدیوں سے بلند مقام پر کھڑا ہو تو یہ مکروہ ہے، اس کی تائید حضرت عمار کی امامت والی مذکورہ حدیث اور اسی قسم کی دیگر احادیث سے ہوتی ہے۔

امام اور مقتدیوں کا ایک مکان میں اس طرح ہونا ضروری ہے کہ امام کی حالت مقتدیوں پر مشتبہ نہ ہو

پہلی حدیث

23/1700۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ (ان دنوں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعتکاف میں تھے اور آپ کے لئے حصیر کا ایک حجرہ بنایا گیا تھا) آپ نے اس حجرہ میں (تراویح کی نیت سے) نماز پڑھی تو صحابہ کرام نے اس حجرہ کے باہر آپ کی اقتداء (اس طرح) کی (کہ آپ کے جسم مبارک کا اکثر حصہ مقتدیوں کو نظر آرہا تھا، جس سے آپ کے افعال نماز مقتدیوں پر مشتبہ نہیں ہوتے تھے)۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ امام اور مقتدی کے درمیان کوئی چیز حائل ہو تو اقتداء صحیح ہے بشرطیکہ امام اور مقتدی ایک مکان میں ہوں اور امام کا حال مقتدیوں پر مشتبہ نہ ہو، یہ درمختار میں مذکور ہے۔ چونکہ اس حدیث شریف میں صحابۂ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء ایک ہی مقام میں کی، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال بھی صحابہ پر مشتبہ نہ تھا اس لئے صحابہ کی اقتداء صحیح تھی۔

خلاصہ اس مسئلہ کا یہ ہے کہ مکان مختلف ہو یعنی امام اور مقتدی ایک مکان میں نہ ہوں تو اقتداء درست نہیں ہے اگرچیکہ امام کا حال مقتدیوں پر مشتبہ ہو یا نہ ہو، ایسا ہی اگر امام کا حال مقتدیوں پر مشتبہ ہو تو بھی اقتداء ناجائز ہے اگرچیکہ امام اور مقتدی کا مکان مختلف ہو یا نہ ہو۔

(یہ خلاصہ ردالمحتار سے ماخوذ ہے۔)

دوسری حدیث

24/1701۔ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک حصیر تھی جس کو دن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچھا لیتے تھے اور رات میں اس کو کھڑا کر کے حجرہ کی طرح بنالیتے تھے (رمضان کے دن تھے اور حضور اعتکاف میں تھے اور آپ اس حجرے کے اندر کھڑے ہو کر رات کی نماز اداء فرماتے تھے) صحابہ نے آپ کو اس میں نماز پڑھتے دیکھا تو آپ کے پیچھے (اقتداء کرکے) صف بنا کر نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے۔

(اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

تیسری حدیث

25/1702۔ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ (ان دنوں میں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعتکاف میں تھے اور آپ کے لئے حصیر کا ایک حجرہ بنایا گیا تھا) آپ حصیر کے اس حجرہ میں رات کی نماز اداء فرماتے تھے (چونکہ) حصیر کے اس حجرہ کی دیواریں چھوٹی تھیں، اس لئے صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حجرہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا تو صحابہ بھی آپ کی اقتداء کر کے نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے۔(اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

(26/45) بَابُ الْاِمَامَةِ

(امامت کے بیان)

امامت کا مستحق کون ہے؟

پہلی حدیث

1/1703۔ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اس مرض سے بیمار ہوئے (جس کے بعد آپ دنیا سے تشریف لے گئے) اور یہ بیماری بہت بڑھ گئی (اور ناتوانی بیحد ہوگئی جس کی وجہ سے آپ باہر نہیں تشریف لا سکتے تھے،اس حالت میں مؤذن نے حاضر ہوکر جماعت کے تیار ہونے کی اطلاع دی) تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہو کہ (امام ہوکر) وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں (اس پر) ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: حضور! وہ بہت نرم دل (آدمی) ہیں (جب آپ کی جگہ خالی دیکھیں گے تو ان پر ایسی رقّت غالب ہوگی کہ) وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوکر (گریہ وبکا کی وجہ سے) لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے (یہ سن کر) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: نہیں جی! ابوبکر ہی سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں،ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے دوبارہ وہی عرض کیا جو پہلے عرض کیا تھا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (پھر) ارشاد فرمایا: نہیں! ابوبکر ہی سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، عائشہ! تم تو حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کی عورتوں کی طرح معلوم ہوتی ہو کہ جیسے وہ اپنی بات منوانے اڑی ہوئی تھیں تم بھی اپنی بات منوانے اڑی ہوئی ہو(یہ سن کر ام المومنین خاموش ہوگئیں) اور حضور کی طرف سے پیام پہونچانے والا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر

آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیام پہونچایا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ (حکم کی تعمیل کرکے) حضور علیہ الصلوۃ السلام کے دنیا سے تشریف لے جانے تک لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم دونوں نے کی ہے۔

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ امامت کا مستحق اور امامت کے لئے افضل جماعت میں وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ علم والا ہو، اگر جماعت میں سب سے زیادہ قرأت جاننے والا بھی ہو تو عالم کے مقابلہ میں وہ بھی امامت کا مستحق نہیں سمجھا جائے گا اور یہی حنفی مذہب ہے، امام بخاری رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں، اسی لئے انہوں نے صدر کی اس حدیث کو جس باب کے تحت ذکر کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ ''بَابُ اَھْلِ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ اَحَقُّ بِالْاِمَامَةِ'' (علماء وفضلاء امامت کے زیادہ حقدار ہیں) اس حدیث شریف سے حنفی مذہب اس طرح ثابت ہورہا ہے کہ صحابہ کرام میں سب سے زیادہ قاری حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے جن کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''اَقْرَؤُکُمْ اُبَیٌّ'' (تم میں سب سے بڑے قاری اُبیؓ ہیں) اس لئے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے ''کَانَ اَبُوبَکْرٍ اَعْلَمَنَا'' (ہم میں سب زیادہ علم والے ابوبکر ہیں) اگر قاری امامت کے لئے افضل ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امامت کے لئے حضرت اُبیؓ کو منتخب فرماتے، ایسا نہیں ہوا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امامت کے لئے حضرت ابوبکر کو منتخب فرمایا، جس سے صاف ظاہر ہے کہ سب سے زیادہ علم والا امامت کا سب سے زیادہ مستحق ہے، چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے برے عالم کو امامت کا مستحق قرار دیا، اور امامت کے لئے ترجیح دی اور یہ آپ کے آخری زمانہ کا واقعہ ہے، اس لئے اس کے منسوخ ہونے کا بھی احتمال نہیں ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ امامت کے لئے زیادہ علم والے کی زیادہ قرأت والے پر ترجیح قطعی امر ہے۔ (یہ مضمون عمدۃ القادری، فتح القدیر، جامع الآثار اور مرقات سے ماخوذ ہے۔12) اور حاکم اور دار قطنی کی روایت میں اس طرح ہے کہ امامت کا مستحق اور امامت کے لئے افضل جماعت میں وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ علم والا ہو، اور سب سے زیادہ علم دین کی سمجھ رکھتا ہو، اگر سب کے سب علم دین کے جاننے میں برابر ہوں تو امامت کے لئے سب سے زیادہ مستحق اور افضل وہ ہے جو سب سے زیادہ قاری ہو، قرأت جاننے کے لحاظ سے یا قرآن زیادہ یاد رکھنے کے لحاظ سے، اور مسلم کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ (اگر سب کے سب

قرأت کے جاننے میں برابر ہوں تو) امامت کے لئے سب سے زیادہ مستحق اور افضل وہ ہے جو گناہوں سے ہجرت (یہ مرقات سے ماخوذ ہے۔12) کرکے سب سے زیادہ نیکیوں کی طرف آیا ہو، یعنی سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو (اور اگر سب کے سب تقوی میں برابر ہوں تو امامت کے لئے سب سے زیادہ مستحق اور افضل وہ ہے جو ان میں زیادہ عمر رسیدہ اور دوسرے کے حلقہ اثر میں (بغیر اس کی اجازت کے) کوئی امامت نہ کرے (اگرچیکہ اس سے افضل ہو) اور کسی شخص کے مکان میں اس کے مخصوص بستر وغیرہ پر اس کی بغیر اجازت کوئی نہ بیٹھے۔ اور مسلم کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ کسی کے گھر میں (گھر والے کی اجازت کے بغیر) کوئی امامت نہ کرے (اگرچہ کہ یہ اس سے افضل ہو)۔

دوسری حدیث

2/1704۔ ابوعطیہ عقیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مالک ابن الحویرث رضی اللہ عنہ ہماری مسجد میں آیا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات بیان فرمایا کرتے تھے اور بھی مسائل کا تذکرہ رہا کرتا تھا۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ وہ تشریف فرما تھے اور نماز کا وقت آ گیا، ہم نے ان سے عرض کیا: تشریف لائیے اور نماز پڑھائیے، انہوں نے فرمایا: تم اپنے لوگوں میں سے کسی کو امام بناؤ جو تمہیں نماز پڑھائے اور میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ میں تمہیں کس لئے نماز نہیں پڑھا رہا ہوں؟ سنو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جو شخص لوگوں کی ملاقات کو جائے تو ان کا امام نہ بنے بلکہ انہیں لوگوں میں سے کوئی امام بنے۔ اس کی روایت ابوداؤد اور ترمذی نے کی ہے اور نسائی نے صرف متن حدیث کی روایت کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے ''جو شخص لوگوں کو ملاقات کو جائے تو ان لوگوں کا امام نہ بنے بلکہ انہیں لوگوں میں سے کوئی امام بنے'' یہ حکم بظاہر مطلق معلوم ہوتا ہے یعنی خواہ مقامی لوگ اجازت دیں یا نہ دیں کسی حال میں بھی ملاقات کے لئے جانے والے کو امام نہ بننا چاہئے۔ مگر حضرت ابن مسعود اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے اسی قسم کی جو حدیثیں مروی ہیں ان میں ''اِلَّا بِاِذْنِہٖ'' کا استثناء صاف موجود ہے یعنی ملاقات کو جانے والا مقامی لوگوں کی اجازت سے ان لوگوں کی امامت

کرسکتا ہے، اس لئے صدر کی حدیث جو مالک ابن الحویرث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بھی ان حدیثوں میں جواجازت مروی ہےاس سے مقید ہوجائے گی اس لئے ملاقات کو جانے والا مقامی لوگوں کی اجازت سے ان کی امامت کرسکتا ہے۔

اب رہا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ نے مقامی لوگوں کی اجازت کے باوجود جوامامت نہیں کی تو یہ ان کا اپنا احتیاط تھا کہ انہوں نے اس حدیث شریف کے مطلق حکم کو مطلق رکھا اور باوجود اجازت کے امامت نہیں فرمائی۔(منتقی ،اشعۃ اللمعات)۔

نابالغ کی امامت کا حکم

3/1705۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ لڑکا بالغ ہونے تک نہ (فرض نماز کی) امامت کرے (اور نہ نفل نماز کی) اورتمہارے لئے اذان وہ لوگ دیا کریں جوتم میں سب سے زیادہ نیک ہوں۔(اس کی روایت عبدالرزاق نے کی ہے۔)

4/1706۔اوراثرم کی سنن میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس طرح مروی ہے کہ ایسا لڑکا امامت نہ کرے جس پر حدود یعنی شرعی سزائیں قائم نہیں ہوتیں۔

ف: واضح ہو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ارشاد ہے کہ ''لڑکا بالغ ہونے تک امامت نہ کرے''، چونکہ یہ ارشاد مطلق ہے اوراس میں کسی قسم کی قید نہیں ہے، اس لئے نابالغ لڑکا نہ تو فرض نماز میں امامت کرے اور نہ تو نفل نماز میں۔ چنانچہ عمدۃ الرعایہ میں لکھا ہے کہ نابالغ لڑکے کے امامت نہ کرنے کا جو مطلق حکم ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ لڑکے کی امامت بالغ مرداورعورتوں کے لئے تمام نمازوں میں جائز نہیں ہے، فرض نمازوں میں لڑکے کی امامت کے جائز نہ ہونے پر ہمارے جمیع ائمہ احناف رحمہم اللہ متفق ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ لڑکا احکام شرعی کا مکلّف نہیں ہوتا، اس لئے اس کی فرض نماز بھی نفل ہی سمجھی جائے گی۔ اوراگر بالغ مرد یا عورتیں اس کی اقتداء کریں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ فرض نماز پڑھنے والے نفل نماز پڑھنے والے کی اقتداء کررہے ہیں، حالانکہ فرض نمام پڑھنے والوں کی اقتداء بالاتفاق نفل نماز پڑھنے والے کے پیچھے جائز نہیں ہے۔

اب رہا تراویح اور دیگر نفل نمازوں میں نابالغ بچہ کا امام بننا تو اس بارے میں واضح ہو کہ مشائخ

بلخ نے تراویح اور نفل نمازوں میں لڑکے کی امامت کو جائز قرار دیا ہے لیکن ہدایہ میں ہے کہ فتویٰ اس پر ہے کہ لڑکے کی امامت تمام نمازوں میں خواہ فرض ہو یا تراویح ہو، یا نفل جائز نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ لڑکے کی نفل نماز اور بالغ شخص کی نفل نماز میں بڑا فرق ہے، وہ یہ کہ اگر بالغ شخص نفل نماز شروع کرکے توڑ دے تو اس پر اس نفل کی قضاء لازم ہے، اس کے برخلاف اگر نابالغ بچہ نفل نماز شروع کرکے توڑ دے تو بچہ پر اس نفل کی قضا لازم نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ لڑکے کی نفل بالغ شخص کی نفل نماز کے مقابلہ میں بہت کم درجہ رکھتی ہے۔ اس لئے نابالغ بچہ جس کی نفل نماز کم درجہ کی ہوتی ہے وہ ایسے نفل نماز پڑھنے والوں کی امامت نہیں کرسکتا جن کی نفل نماز کامل درجہ کی ہوتی ہے۔

(یہ پورا مضمون عمدۃ الرعایہ سے ماخوذ ہے)۔

نابینا کی امامت کا حکم

5/1707۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اپنی غیر موجودگی میں) ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین بناتے (جب آپ مدینہ سے باہر غزوات میں تشریف لیجایا کرتے تھے) ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ امام ہوکر لوگوں کو نماز پڑھایا کرتے حالانکہ وہ نابینا تھے۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

6/1708۔ اور سعید بن منصور نے غالب بن ھذیل رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت کی ہے، غالب بن ھذیل کہتے ہیں کہ (ایک دفعہ) میں سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک مسجد میں داخل ہوا (نماز شروع ہوچکی تھی) تو سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے (مقتدی ہوکر) لوگوں کے ساتھ نماز اداء کی۔ غالب کہتے ہیں: میں کیا دیکھتا ہو کہ جو امام بن کر نماز پڑھا رہے تھے وہ نابینا تھے۔ لوگ امام کو ملامت کرنے لگے (کہ تم نے نابینا ہوکر کیسے امامت کی یہ سن کر) سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسی وجہ سے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نابینا امام اور نابینا مؤذن کو ناپسند فرماتے تھے۔

7/1709۔ ابن ابی شیبہ نے بھی سعید بن جبیر اور انس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کی ہے۔

ف۔ واضح ہو کہ ابوداؤد کی مذکور الصدر حدیث سے جو انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، معلوم ہوا کہ نابینا کی امامت فی نفسہ جائز ہے، اس لئے کہ ابوداؤد کی اس روایت میں کسی قید کے بغیر نابینا کی امامت کا ذکر ہے۔

اب رہا سعید بن منصور اور ابن ابی شیبہ کی روایت سے نابینا کی امامت کا مکروہ ہونا جو ثابت ہو رہا ہے وہ اس احتمال سے ہے کہ شائد نابینا اپنی نابینائی کی وجہ سے اپنے جسم یا کپڑے کو نجاست سے نہ بچاتا ہو مگر یہ احتمال بہت ضعیف ہے اس لئے اس ضعیف احتمال کی وجہ سے نابینا کی امامت کو مکروہ تنزیہی کہا گیا ہے، اگر نابینا جماعت میں سب سے زیادہ عالم ہو تو اس کمزور احتمال کا لحاظ کئے بغیر نابینا کی امامت کو اولی اور افضل قرار دیا گیا ہے البتہ اگر جماعت میں نابینا سے زیادہ کوئی عالم ہو تو ایسے موقع میں اس ضعیف احتمال کا لحاظ کر کے نابینا کو امام نہ بننا چاہئے۔

اور سعید بن منصور کی اس روایت میں لوگوں نے نابینا امام کو جو ملامت کی اس کی تائید میں سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نابینا کی امامت کو پسند نہ فرمانے کا ذکر کیا ہے اور قوم نے امام کو جو ملامت کی اس وجہ کی یہ تھی کہ قوم میں نابینا سے زیادہ عالم موجود ہوتے ہوئے نابینا نے امامت کی تھی۔ (مرقات، ردالمختار، عمدۃ الرعایہ، اعلاء السنن)

دیہاتی، غلام اور ولد الزنا کی امامت کا حکم

8/1710۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہجرت فرمانے سے پہلے آپ کے حکم سے) جو صحابہ ہجرت کر کے سب سے پہلے مدینہ منورہ پہنچے تو ان کی امامت سالم رضی اللہ عنہ کیا کرتے تھے جو ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے، سالم رضی اللہ عنہ کی اقتدا کرنے والوں میں حضرت عمر بن خطاب اور ابوسلمہ رضی اللہ عنہما بھی تھے۔

(اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

9/1711۔اور ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں اس طرح ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس میں حرج نہیں کہ اعرابی (دیہاتی) غلام اور ولد الزنا لوگوں کی امامت کریں جبکہ انھوں نے

قرآن پڑھ لیا ہو۔اس کی روایت امام محمد نے کتاب الآثار میں کی ہے اور امام محمد نے فرمایا ہے کہ ہم بھی اسی کے قائل ہیں جبکہ وہ عالم ہو اور نماز کے احکام جانتا ہو اور امام ابوحنیفہ رحمہٗ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

ف۔واضح ہو کہ بخاری اور کتاب الآثار دونوں کی مذکورہ روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ غلام دیہاتی اور ولدالزنا تینوں کی امامت فی نفسہ جائز ہے اس لئے کہ بخاری کی روایت میں بغیر کسی قید کے غلام کے امامت کرنے کا ذکر ہے اور کتاب الآثار کی روایت میں جو ''لَا بأسَ'' کا ذکر ہے اس سے قدرے کراہت کی طرف اشارہ ہوتا ہے وہ اس احتمال سے ہے کہ شائد ان تینوں کو تربیت کا موقع نہ ملا ہو جس کی وجہ سے یہ اَن پڑھ رہ گئے ہوں مگر یہ احتمال بہت ضعیف ہے۔اس لئے اس ضعیف احتمال کی وجہ سے غلام، دیہاتی اور ولدالزنا کی امامت کو مکروہ تنزیہی کہا گیا ہے، اگر یہ جماعت میں سب سے زیادہ عالم ہوں تو اس کمزور احتمال کا لحاظ کئے بغیر ان کی امامت کو اولی اور افضل قرار دیا گیا ہے۔12 (عمدۃ الرعایۃ، اعلاء السنن)۔

کن تین آدمیوں کی نماز قبول نہیں ہوتی

10/1712۔ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں کہ ان کی نماز (قبول ہوکر آسمان کی طرف چڑھنا تو کہاں) ان کے کانوں سے سے بھی آگے نہیں بڑھتی (یعنے قبول نہیں ہوتی، گو فرض ان کے ذمہ سے ساقط ہوجاتا ہے): ایک (اپنے آقا سے) بھاگا ہوا غلام کہ اس کی نماز اپنے مالک کے پاس واپس ہونے تک قبول نہیں ہوتی۔دوسرے اس عورت کی نماز قبول نہیں ہوتی جو ایسی حالت میں رات گذار دے کہ اس کا شوہر اس سے ناراض ہے (بشرطیکہ قصور عورت کا ہو، اگر قصور مرد کا ہے تو پھر عورت اس وعید میں داخل نہیں ہوگی) تیسرے اس امام کی نماز بھی قبول نہیں ہوتی جس سے جماعت (اس وجہ سے) ناراض ہے (کہ وہ شرعی احکام کا خلاف کرتا ہے۔اگر جماعت اپنی ذاتی عداوت کی وجہ سے ناراض ہے تو ایسا امام اس وعید میں داخل نہیں ہوگا)۔(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

11/1713۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں جن کی نماز قبول نہیں ہوتی، (گوفرض تو ان کے ذمہ سے ساقط ہوجاتا ہے لیکن ثواب نہیں ملتا): ایک وہ شخص ہے جو امامت کے لئے آگے بڑھ گیا، باوجود یہ کہ جماعت اس سے ناراض ہے (اس لئے کہ یہ احکام شرعی کا خلاف کرتا ہے) دوسرے اس شخص کی نماز قبول نہیں ہوتی (جس کو بغیر عذر کے) آخر وقت نماز کے لئے آنے کی (عادت ہو) تیسرے اس شخص کی نماز بھی قبول نہیں ہوتی جو اپنے غلام باندی کو آزاد کرکے پھر ان کو غلام باندی بنالے، ایسا ہی اگر کوئی شخص کسی حُر کو جو غلام یا باندی نہ ہوں زبردستی غلام یا باندی بنالے تو ایسے شخص کی بھی نماز قبول نہیں ہوتی۔(اس کی روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

تیسری حدیث

12/1714۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں (جن کی نماز قبول ہوکر آسمان کی طرف چڑھنا تو کہاں) ان کے سروں سے ایک بالشت بھی اوپر نہیں جاتی: ایک ایسا شخص جو لوگوں کی امامت کرے باوجود یہ کہ جماعت اس سے ناراض ہے (اس لئے کہ یہ شرعی احکام کا خلاف کرتا ہے) دوسرے اس عورت کی نماز قبول نہیں ہوتی جو ایسی حالت میں رات گزار دے کہ اس کا شوہر اس سے ناراض ہے (بشرطیکہ قصور عورت کا ہو) تیسرے ان دو بھائیوں کی بھی نماز قبول نہیں ہوتی جو ایک دوسرے سے (تین دن سے زیادہ) قطع تعلق کرکے (سلام وکلام موقوف کردئے ہوں) ایسا ہی ایسے دو مسلمانوں کی نماز بھی قبول نہیں ہوتی، جو ایک دوسرے سے (تین دن سے زیادہ) قطع تعلق کرکے (سلام وکلام موقوف کردئے ہوں) (اگر یہ قطع تعلق اللہ تعالی کے واسطے ہوا ہو تو یہ اس وعید میں داخل نہ ہوں گے)۔

(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

اہل کوامام بننے میں پس وپیش نہ کرنا چاہیئے

13/1715۔سلامۃ بنت الحر رضی اللہ عنہا سے رویت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ قرب قیامت کی نشانیوں میں ایک نشانی یہ بھی ہے کہ (جہالت اور مسائل سے ناواقفیت ایسی عام ہوجائے گی کہ) مسجد میں لوگ نماز کے لئے جمع ہوں گے، اور ہرایک خود نماز نہ پڑھا کر دوسرے کو نماز پڑھانے کہے گا (اور نا اہل ہونے کی وجہ سے) کوئی ان کو نماز پڑھانے والانہیں ملے گا (اس سے معلوم ہوا کہ امامت کی اہلیت رکھنے کے باوجود امامت سے گریز کرنا اور امامت نہ کرنا مکروہ ہے) اس حدیث کی روایت امام احمد، ابوداؤداور ابن ماجہ نے کی ہے۔

14/1716۔اور مسلم کی روایت میں اس طرح ہے کہ تین شخص بھی ہوں تو ان میں کوئی ایک امام بنے (اور ایک دوسرے پر نہ ڈھکیلیں)۔

ہر مسلمان کے پیچھے نماز جائز ہے

پہلی حدیث

15/1717۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا ہے کہ ہر امیر کی سرکردگی میں تم پر جہاد فرض ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد۔اور اگرچیکہ وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو، اورتم کو ہر مسلمان کے پیچھے نماز پڑھ لینا چاہیئے۔خواہ وہ نیک ہو یا بد اگر چہ کہ وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہی کیوں نہ ہو۔(ایسے امام کے پیچھے جماعت کا ثواب ضرور مل جائے گا اب رہی مقبولیت اور فضیلت جو متقی امام کے پیچھے حاصل ہوتی ہے، وہ ایسے امام کے پیچھے حاصل نہیں ہوگی اس لئے فقہاء نے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کو مکروہ تنزیہی (درمختار۔12) قرار دیا ہے اور ہر مسلمان میّت پر نماز جنازہ پڑھنا فرض ہے خواہ وہ میت نیک ہو یا بد، اوراگرچہ وہ

کبیرہ کا مرتکب ہی کیوں نہ رہا ہو۔(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

16/1718۔عبید اللہ بن عدی بن الخیار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایسے وقت حاضر ہوئے جب کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ باغیوں میں محصور تھے۔عبید اللہ نے آپ سے عرض کیا کہ خلیفۃ المسلمین تو آپ ہیں لیکن آپ ملاحظہ فرمارہے ہیں کہ اس وقت آپ پر کیسی مصیبت آن پڑی ہے، فتنہ انگیز باغی ہم کو نماز پڑھا رہے ہیں اور ہم ان کے پیچھے مقتدی ہو کر نماز پڑھنے سے گنہگار ہو رہے ہیں، اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: (ایسا نہیں) نماز سب اعمال میں بہترین عمل ہے، اگر کسی فاسق کے ساتھ مل کر تم نیک عمل کریں تو تم پر اس کے فسق کا کوئی اثر نہ ہوگا اور تم گنہگار نہ ہوگے، ہاں اگر فاسق کے ساتھ اس کے فسق وفتنہ میں تم بھی شریک ہونگے تو اس وقت تم بھی فاسق سمجھے جائیں گے، ایسا ہی باغی امام پر بغاوت کا گناہ ہوگا چونکہ تم دل سے اس بغاوت کو برا سمجھ رہے ہو، اس لئے باغی کی اقتداء کر کے نماز پڑھنے سے تمہاری نماز میں کوئی خلل نہیں آئے گا (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے ثابت ہوا کہ فاسق امام کے پیچھے بھی نماز ہوجاتی ہے۔ چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر نیک و بد کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے)۔

(اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

(27/46) بَابُ مَاعَلَى الْاِمَامِ

(یہ باب اس بیان میں ہیکہ امام پر کیا واجب ہے اور اسے مقتدیوں کی رعایت کس حدتک کرنی چاہئے)

امام کو نماز کس طرح پڑھانا چاہئے

پہلی حدیث

1/1719۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کسی امام کے پیچھے مختصر اور کامل نماز نہیں پڑھی (مختصر اس حیثیت سے کہ طوال مفصل،اوساط مفصّل اور قصار مفصّل سے زیادہ طویل قرأت نہیں فرماتے تھے اور کامل اس حیثیت سے کہ رکوع وسجدہ، قومہ اور جلسہ اور قعدہ اچھی طرح تعدیل ارکان کے ساتھ اداء فرماتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز قرأت کے لحاظ سے ہلکی ہوتی تھی، رکوع اور سجدہ قومہ اور جلسہ اور قعدہ کے لحاظ سے ہلکی نہیں ہوتی تھی) جب حضور علیہ الصلاۃ والسلام کسی بچہ کے رونے کی آواز سنتے تو نماز مختصر فرمادیتے تھے تاکہ اس کی ماں (بچہ کے رونے سے) پریشان نہ ہو (اور اس کا دل نماز میں لگا رہے)۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

دوسری حدیث

2/1720۔ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ قرأت لانبی کروں لیکن کسی بچہ کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز کو مختصر قرأت سے پوری کرتا ہوں، اس لئے کہ بچہ کے

رونے کی وجہ سے ماں پر کیا گزرتی ہے اس کو میں خوب جانتا ہوں۔

(اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

تیسری حدیث

3/1721۔عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آخری نصیحت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یہ کی تھی کہ جب تم کسی قوم کی امامت کرو تو نماز مختصر قرأت کے ساتھ اداء کرنا۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

4/1722۔اور مسلم کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا عثمان! تم اپنی قوم کی امامت کیا کرو، تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جماعت کا مجھ پر رعب پڑتا ہے، جس کی وجہ سے امامت کرنے سے اپنے دل میں جھجھک پاتا ہوں، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عثمان! میرے قریب آجاؤ (جب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب ہوا تو حضور نے مجھے اپنے پاس بٹھا کر میرے سینہ پر دونوں پستانوں کے درمیان اپنے دست مبارک کو رکھا، پھر ارشاد فرمایا: پیٹھ پھیر کر بیٹھ جاؤ (جب میں پیٹھ پھیر کر بیٹھ گیا) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری پیٹھ پر دونوں شانوں کے درمیان اپنی ہتھیلی مبارک رکھ دی، پھر ارشاد فرمایا: عثمان! (جاؤ) امامت کرو (اب تم میں جھجھک نہیں رہے گی مگر تم کو اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ) جو شخص کسی قوم کی امامت کرے تو اس کو مختصر قرأت کے ساتھ نماز پڑھانا چاہئے (اور جو اذکار اور دعائیں نفل نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں ان کو فرض میں پڑھ کر فرض کو طویل نہ کرنا چاہئے) کیونکہ جماعت میں بوڑھے بھی ہوتے ہیں، بیمار بھی، کمزور بھی اور ضرورت مند بھی، ہاں اگر کوئی تنہا نماز پڑھے تو جس قدر چاہے (قرأت) طویل کرے اور جو اذکار اور دعائیں ماثورہ ہیں ان میں سے بھی جسے چاہے پڑھ سکتا ہے)۔

چوتھی حدیث

5/1723۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو اس کو مختصر (قرأت) کے ساتھ نماز پڑھانا چاہئے۔ کیونکہ جماعت میں بیمار، کمزور اور بوڑھے سب ہی طرح کے آدمی ہوتے ہیں ہاں اگر کوئی تنہا نماز پڑھ رہا ہو تو جس قدر چاہے نماز کو طویل کرے (مگر اس قدر طویل نہ کرے کہ نماز کا وقت ہی گزر جائے)۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

پانچویں حدیث

6/1724۔قیس ابن ابی حازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے مجھ کو خبر دی کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فلاں شخص کی وجہ سے نماز صبح کی جماعت میں شریک نہیں ہوا کرتا ہوں کیونکہ وہ ہمیں طویل (قرأت) سے نماز پڑھاتے ہیں (جس کی میں تاب نہیں لاسکتا، یہ سنتے ہی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نصیحت کرنے میں اس دن سے زیادہ غصہ فرماتے ہوئے میں نے کبھی نہیں دیکھا، آپ نے فرمایا: تم میں بعضوں کا ایسا برتاؤ ہے جس کی وجہ لوگوں کو دین کے کاموں سے نفرت ہونے لگتی ہے۔ پس جو شخص لوگوں کا امام بنے اس کو مختصر (قرأت) سے نماز پڑھانا چاہئے (یعنی اس کو تمام نمازوں میں طوال مفصّل، اوساط مفصّل اور قصار مفصّل سے زیادہ طویل قرأت نہیں کرنا چاہئے) کیونکہ اس کے پیچھے کمزور، بوڑھے اور ضرورتمند سب ہی طرح کے آدمی ہوتے ہیں، (اس لئے اس کو سب کی رعایت کرنا ضروری ہے)۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

امام، مقتدی کی نماز کا ضامن ہے

7/1725۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: امام (مقتدیوں کی نماز کا) ضامن ہے (کہ مقتدیوں کی نماز کی صحت امام کے صحتِ نماز پر منحصر ہے) اور مؤذن امانت دار ہے (کہ لوگ نمازوں کے پڑھنے اور روزوں کے افطار میں مؤذن پر اعتماد کرتے ہیں) اے اللہ! اماموں کو علم وعمل کی ہدایت فرما، اور مؤذنین (کی کوتاہیوں) کو بخش دے۔ (اس کی روایت ابوداؤد، ترمذی اور امام شافعی نے کی ہے۔)

8/1726۔اور مصابیح میں بھی اس کی روایت موجود ہے۔

9/1727۔اور امام احمد نے بھی مرفوعاً اس کی روایت کی ہے جس کی سند صحیح ہے۔

ف: اس حدیث شریف کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے وجوب اور اداء کو سمجھ لیا جائے۔ وجوب یہ ہے کہ امام اور مقتدی کی نماز واجب ہونے کے لحاظ سے ایک ہو، یعنی امام پر جو نماز واجب ہے مقتدی بھی اسی نماز کو امام کے ساتھ اداء کررہا ہو، مثلاً امام ظہر کی فرض نماز اداء کررہا ہے، اور مقتدی بھی اسی وقت کی نماز ظہر اداء کررہا ہے تو امام اور مقتدی دونوں کی یہ نماز وجوب کے لحاظ سے متحد ہوئی۔ اگر امام جمعہ پڑھ رہا ہو اور مقتدی ظہر کی نیت سے اس امام کی اقتداء کرے تو یہ اقتداء صحیح نہ ہوگی، اس لئے کہ وجوب کے لحاظ سے امام اور مقتدی کی نماز ایک نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ امام جمعہ کی نیت سے نماز اداء کررہا ہے اور مقتدی ظہر کی نیت سے اقتداء کرنا چاہتا ہے تو امام اور مقتدی کے نمازوں کا وجوب جدا جدا ہونے سے امام اور مقتدی میں جس وجوب کا اتحاد ضروری ہے وہ حاصل نہ ہوا، اس لئے اقتداء درست نہ ہوئی۔

اب رہی اداء تو واضح ہو کہ وجوب کے لحاظ سے جیسے امام اور مقتدی کی نماز میں اتحاد ضروری ہے ایسے ہی یہ بھی ضروری ہے کہ امام اور مقتدی کی نمازوں میں امام کی نماز اداء کی حیثیت سے مقتدی کی اداء کی حیثیت کے برابر ہو یا قوی ہو، امام اور مقتدی کے اداء کی حیثیت برابر ہونے کی مثال یہ ہے کہ امام بھی طاہر ہو اور کسی عذر میں مبتلا نہ ہو، اور ایسے ہی مقتدی بھی طاہر ہو اور کسی عذر میں مبتلا نہ ہو،

اس طرح دونوں کی اداء ایک ہی حیثیت کی ہوگی۔ امام کے اداء کی حیثیت قوی ہونے کی مثال یہ ہے کہ امام طاہر ہو اور مقتدی کسی عذر مثلاً سلسل البول وغیرہ میں مبتلا ہو تو چونکہ امام کی حیثیت قوی ہے، اور مقتدی کی حیثیت ضعیف ہے اس صورت میں بھی دونوں کی اداء ایک ہی حیثیت کی سمجھی جائے گی، اس کے برخلاف اگر مقتدی طاہر ہو اور کسی عذر میں مبتلا نہ ہو، اور امام کسی عذر میں جیسے سلسل البول وغیرہ میں مبتلا ہو تو چونکہ امام کی حیثیت ضعیف ہے اور مقتدی کی حیثیت قوی ہے، اس لئے دونوں کی اداء ایک نہیں سمجھی جائے گی اور ایسے معذور امام کے پیچھے طاہر مقتدی نماز اداء نہیں کرسکتا۔

وجوب اور اداء کو سمجھ لینے کے بعد اصل حدیث کو سمجھئے:

حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ امام (مقتدیوں کی نماز کا) ضامن ہے حالانکہ ہر شخص اپنی نماز کا ضامن ہوا کرتا ہے تو یہاں امام کا مقتدیوں کی نماز کا ضامن ہونا اس لحاظ سے ہے جبکہ امام اور مقتدی کی نماز وجوب اور اداء کے لحاظ سے متحد ہو تو مقتدی کی ایسی نماز امام کی نماز میں ضم ہوکر ایک ہی سمجھی جائے گی۔ امام اور مقتدی دونوں کی نماز ایک ہونے پر دلیل یہ ہے کہ امام کے سورۂ فاتحہ پڑھ لینے سے مقتدی کی طرف سے بھی سورۂ فاتحہ کی قرأت اداء ہوجاتی ہے۔

امام اور مقتدی دونوں کی نماز ایک ہونے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ مثلاً اگر امام کسی واجب کے ترک ہونے سے سجدۂ سہو کر رہا ہو تو مقتدی پر بھی سجدہ سہو کرنا ضروری ہے اگرچیکہ مقتدی سے کوئی واجب ترک نہیں ہوا ہو، چونکہ امام اور مقتدی دونوں کی نماز ایک ہی ہے اس لئے مقتدی کو بھی امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرنا ضروری ہے۔

اس کے برخلاف اگر مقتدی سہواً کسی واجب کو چھوڑ دے تو نہ امام پر سجدۂ سہو واجب ہے اور نہ خود مقتدی پر، اس لئے کہ امام کی نماز مقتدی کی نماز میں ضم نہیں ہوئی ہے بلکہ مقتدی کی نماز امام کی نماز میں ضم ہے، پس جب امام کی نماز مقتدی کی نماز میں ضم نہیں ہوئی ہے تو مقتدی کے سہو سے امام پر سجدۂ سہو لازم نہیں آئے گا اور چونکہ مقتدی کی نماز امام کی نماز میں ضم ہوئی ہے اور اس وجہ سے امام مقتدی کی نماز کا ضامن بھی ہے اس لئے مقتدی کی نماز سہو کے باوجود بھی ناقص نہیں سمجھی جائے گی۔

جب ثابت ہوچکا کہ امام اور مقتدی کی نماز ایک ہی ہے اور امام مقتدی کی نماز کا ضامن ہے تو مقتدی کی صحتِ نماز امام کی صحتِ نماز پر منحصر ہوگی، اس لئے امام کی نماز صحیح ہوئی تو مقتدی کی نماز بھی صحیح

ہوگی اور ایسا ہی مقتدی کی نماز کا فاسد ہونا امام کی نماز کے فاسد ہونے پر موقوف ہے کہ اگر امام کی نماز فاسد ہوئی تو مقتدی کی نماز بھی فاسد ہوجائے گی اگر چیکہ مقتدی کی نماز میں کوئی فساد واقع نہ ہوا ہو۔

مذکورہ تفصیل سے یہ ثابت ہوا کہ امام اور مقتدی کے وجوب اور اداء ایک ہونے سے مقتدی کی نماز امام کی نماز میں ضم ہوکر ایک ہی نماز سمجھی جائے گی اور امام، مقتدی کی ایسی نماز کی صحت اور فساد کا ضامن ہوگا۔اس کے برخلاف اگر امام اور مقتدی کے وجوب اور اداء ایک نہ ہوں تو مقتدی کی ایسی نماز امام کی نماز میں ضم نہ ہوگی، اس لئے امام، مقتدی کی ایسی نماز کی صحت اور فساد کا ضامن نہ ہوگا۔

(طحاوی، بنایہ، ردالمحتار، عمدۃ الرعایۃ)

دوسری حدیث

10/1728۔عثمان بن دینار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک واقعہ پیش ہوا،عرض کیا گیا کہ ایک شخص نے جنابت کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھائی ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: (چونکہ امام نے بغیر غسل جنابت کے نماز پڑھائی ہے، اس لئے اس کی نماز فاسد ہوگئی اور امام کی نماز کا فساد مقتدیوں پر بھی اثر کرتا ہے، جیسے امام کی نماز نہیں ہوئی، ایسے ہی مقتدیوں کی بھی نماز نہیں ہوئی اس لئے) امام کو چاہئے کہ پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ کرے اور مقتدیوں کو بھی چاہئے کہ اپنی اپنی نماز کا اعادہ کرلیں (اگر چیکہ مقتدیوں سے نماز کے فساد کی کوئی وجہ پیدا نہیں ہوئی)۔

(اس کی روایت امام محمد نے الآثار میں کی ہے۔)

تیسری حدیث

11/1729۔ابوجعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (ایک مرتبہ یاد نہ رہنے سے) جنابت کی حالت میں یا بغیر وضوء لوگوں کو نماز پڑھادی (جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یاد آ گیا تو) آپ نے خود بھی نماز کا اعادہ فرمایا اور لوگوں کو بھی نماز کے اعادہ کا حکم دیا۔

(اس سے ثابت ہوا کہ امام کی نماز کا فساد مقتدیوں کی نماز کے فساد کا سبب ہوتا ہے)۔
(اس حدیث کی روایت عبد الرزاق نے کی ہے۔)

چوتھی حدیث

12/1730۔ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (ایک مرتبہ بھولے سے) جنابت کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھائی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب یاد آیا تو آپ نے اپنی نماز کا اعادہ کرلیا لیکن لوگوں کو (یہ معلوم نہ تھا کہ امام کی نماز کا فساد مقتدی کی نماز کے فساد کا سبب بنتا ہے)اس لئے انہوں نے نماز کا اعادہ نہیں کیا (جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ لوگوں نے نماز کا اعادہ نہیں کیا ہے تو) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جن لوگوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی ہے ان کو بھی نماز کا اعادہ کرنا چاہئے تھا۔ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے لوگوں کو معلوم ہوا کہ امام کی نماز کے فساد کا اثر مقتدی کی نماز پر پڑتا ہے اس لئے مقتدیوں نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر عمل کر کے) اپنی اپنی نمازوں کا اعادہ کرلیا۔(اس کی روایت عبد الرزاق نے کی ہے۔)

پانچویں حدیث

13/1731۔ طاوس اور مجاہد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایسے امام کے بارے میں جس نے لوگوں کو بلاء وضوء نماز پڑھا دی ہو یہ فرمایا کہ (امام کی نماز کا فساد مقتدیوں کی نماز کے فساد کا سبب بنتا ہے)اس لئے امام اور مقتدی اپنی اپنی نمازوں کا اعادہ کرلیں۔
(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

(28/47) بَابُ مَا عَلَى الْمَأْمُوْمِ مِنَ الْمُتَابَعَةِ وَحُكْمِ الْمَسْبُوْقِ

(یہ باب امام کی اس اتباع کے بیان میں ہے جو مقتدی پر واجب ہے اور مسبوق یعنی ایسے شخص کے حکم کے بیان میں ہے جو ابتداء نماز سے نہیں بلکہ نماز کا کچھ حصّہ اداء ہوجانے کے بعد جماعت میں شریک ہوا ہے)

مقتدی امام سے پہلے کوئی رکن اداء نہ کرے

پہلی حدیث

1/1732۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ افعال نماز میں امام سے سبقت نہ کرو (بلکہ امام کے ہر فعل کے بعد ہی تم بھی اسی فعل کو امام کے فعل سے ملا ہوا اداء کرو) جب امام اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر (اس طرح) کہو (کہ امام کے اللہ اکبر کی راء سے مقتدی کے اللہ اکبر کا الف ملا رہے، بخلاف اس کے اگر مقتدی امام کی تکبیر تحریمہ سے پہلے خود تکبیر تحریمہ کہہ لے تو مقتدی کی نماز ہی نہ ہوگی) (اور جب امام سورۂ فاتحہ پڑھے تو مقتدی سنتا رہے) اور جب امام ''وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' پڑھ کر (آمین کہنے کا ارادہ کرے تو) تم مقتدی بھی (امام کی طرح آہستہ سے) آمین کہو، اور جس وقت امام رکوع کرے تو تم بھی امام کے رکوع کے بعد اس کے رکوع سے متصل رکوع کرو، پھر جب امام رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے ''سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ'' کہے (تو امام کو چاہئے کہ ''رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد'' نہ کہے) مقتدی کو

چاہئے کہ (جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو ''سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ'' نہ کہے صرف) ''اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد'' کہے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

دوسری حدیث

2/1733۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ختم کی تو ہماری جانب رخ کرکے ارشاد فرمایا لوگو! میں تمہارا امام ہوں (اور امام اسی لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی متابعت کی جائے) لہذا تم مجھ سے نہ رکوع کرنے میں سبقت کرو اور نہ سجدہ کرنے میں، نہ قیام میں اور نہ سلام پھیرنے میں (اگر سبقت کروگے تو متابعت نہ رہے گی) (تم سمجھتے ہوں گے کہ) میں سامنے ہی دیکھتا ہوں، ایسا نہیں بلکہ میں اپنے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتا ہوں، جیسا کہ سامنے سے (اس لئے میں دیکھ لیتا ہوں کہ افعال نماز میں تم میری متابعت کرتے ہو یا مجھ سے سبقت کرتے ہو)۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

مقتدی امام سے پہلے کوئی رکن اداء کرے تو اس کی وعید

3/1734۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز میں (مثلاً رکوع یا سجدے سے) امام سے پہلے اپنا سر اٹھانے والا کیا اس بات سے بے خوف ہے کہ اللہ تعالی اس کے سر کو مسخ کرکے گدھے کا سر بنادیں (اس حدیث شریف میں اس طرف اشارہ ہے کہ افعال نماز میں جو امام سے سبقت کرتا ہے وہ حماقت اور بلاوت میں گدھے کا جیسا ہے کیونکہ امام اس لئے بنایا تھا کہ متابعت کی جائے لیکن متابعت چھوڑ کر امام سے سبقت کرنا امام بنانے کے منشاء کے خلاف ہے اس لئے یہ گدھے کے جیسا احمق ہے)۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: اس حدیث شریف میں مسخ کا ذکر ہے کہ امام سے سبقت کرنے والے کا سر مسخ ہوکر گدھے کا سر ہوجائے گا۔ واضح رہے کہ یہ مسخ ہونا اس حدیث کے خلاف نہیں ہے جس میں ارشاد ہے کہ اس امت مرحومہ میں مسخ نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس حدیث شریف کا منشاء یہ ہے کہ عام مسخ نہ ہوگا یعنے اور امتوں کی طرح یہ تمام امت مسخ میں مبتلا نہ ہوگی، اگر بعضوں کو سزاء مسخ کردیا جائے تو اس حدیث شریف کے خلاف نہیں ہے۔ چنانچہ دمشق کے ایک شخص کا واقعہ ہے کہ وہ اپنا منھ ہمیشہ ڈھانکے رہتا تھا، ایک روز جب اس کا چہرہ نظر آیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کا سر گدھے کا سر ہے، دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ اس نے حدیث کو سن کر یہ خیال کیا تھا کہ انسان کا سر گدھے کا سر کیسے ہوسکتا ہے اور عمداً امام سے پہلے سر اٹھایا تو اس کا سر مسخ ہوکر گدھے کا سر ہوگیا اور اس کو معلوم کرادیا گیا کہ مسخ ایسے ہوسکتا ہے "نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْهُ" حدیث شریف سے بے ادبی کرنے اور حدیث شریف کا انکار کرنے کی یہی سزا ہے دنیا میں، اور آخرت میں جدا عذاب ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو حدیث شریف کے انکار سے بچائے۔ (ماخوذ از مرقات) 12

دوسری حدیث

4/1735۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص (مثلاً رکوع اور سجدہ سے) امام سے پہلے اپنے سر کو اٹھاتا ہے اور (ایسا ہی رکوع اور سجدہ میں جانے کے لئے) امام سے پہلے اپنے سر کو جھکاتا ہے تو وہ شیطان کے ہاتھ میں کٹ پتلی بنا ہوا ہے (کہ شیطان جو چاہتا ہے اس سے کروا رہا ہے، اس لئے وہ افعال نماز میں امام سے سبقت کرکے سنت اور شریعت کی نافرمانی کررہا ہے)۔ (اس حدیث کی روایت امام مالک نے کی ہے۔)

امام کسی عذر سے بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی کیا کرے؟

پہلی حدیث

5/1736۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک گھوڑے پر سوار تھے (کچھ عجیب اتفاق ہوا کہ باوجود شہسوار ہونے کے) گھوڑے سے زمین

پر گر پڑے اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا دایاں پہلو گہرا چھل گیا (جس کی وجہ سے آپ کھڑے ہوکر نماز نہیں پڑھ سکے) اس لئے ایک فرض نماز کو آپ نے بیٹھے ہوئے پڑھائی اور ہم نے بھی آپ کے مقتدی ہوکر بیٹھے ہوئے اس فرض نماز کو ادا کیا، جب آپ سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف متوجہ ہوکر ارشاد فرمائے (صاحبو! تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ امام بنانے کا مقصد کیا ہے؟ سنو!) امام اسی لئے بنایا جاتا ہے کہ امام جیسا کرے مقتدی بھی ویسا ہی کریں (یعنی) جب امام کھڑے ہوکر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہوکر نماز پڑھو، اور جس وقت وہ رکوع کرے تو تم بھی اس کے بعد ہی متصل بلا فصل رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ اور جب وہ "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" کہے تو تم "رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد" کہو، اور جب (یہ ایک اضافہ ایک روایت میں مذکور ہے۔ مرقات۔12) وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو، اور جب امام (کسی عذر سے) بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔

اور امام بخاری اس حدیث کو بیان کرکے لکھتے ہیں کہ ان کے استاد حمیدی نے کہا: "وَاِذَاصَلّٰی جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا" (جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد مرض الموت سے بہت پہلے زمانہ کا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الموت کا واقعہ اس کا ناسخ ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹھ کر امامت فرمائی اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوکر اقتداء کی اور صحابہ کرام کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔ اس لئے امام کا کسی عذر سے بیٹھ کر امامت کرنا اور مقتدیوں کا بھی بلا عذر بیٹھ کر اقتداء کرنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الموت کے واقعہ سے منسوخ ہوگا اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ کسی مسئلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابتدائی زمانہ کا فعل ایک ہو اور آخری زمانہ کا فعل دوسرا ہو تو آخری فعل واجب العمل ہوتا ہے، پہلا فعل منسوخ ہوتا ہے اور آخری فعل ناسخ، اس لئے امام کسی عذر سے بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدیوں کو کھڑے ہوکر اقتداء کرنا چاہئے۔ (یہ بخاری میں مذکور ہے اور مذہب حنفی بھی یہی ہے۔)

6/1737۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے: تم امام سے اختلاف نہ کرو! جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔

دوسری حدیث

7/1738۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اس مرض سے بیمار ہوئے جس کے سبب سے آپ دنیا سے تشریف لے گئے اور جب آپ کی بیماری بہت بڑھ گئی اور آپ باہر تشریف نہ لیجا سکے تو حسب عادت بلال رضی اللہ عنہ نے حاضر ہوکر جماعت کے تیار ہونے کی اطلاع دی تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہو کہ وہ امام ہوکر لوگوں کو نماز پڑھائیں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ (حکم کی تعمیل کرکے) حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے دنیا سے تشریف لیجانے تک لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے (اس اثناء میں ایک نماز کے موقع پر ابوبکر رضی اللہ عنہ امام بن کر نماز پڑھا رہے تھے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی بیماری میں کچھ کمی معلوم ہوئی (اور باہر تشریف لانے کی قوت محسوس ہوئی، جماعت کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قدر اہتمام تھا کہ بیماری میں کچھ کمی معلوم ہونے کے بعد آپ تنہا نماز پڑھنا مناسب نہیں سمجھے اس لئے) آپ دو آدمیوں کے کندھوں پر سہارا دے کر جماعت کے لئے باہر تشریف لائے۔ (ام المومنین فرماتی ہیں کہ اس وقت کا منظر اب تک میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (قدم اٹھانے کی قوت نہ ہونے کی وجہ سے) زمین پر اپنے پیر کھینچتے ہوئے تشریف لے جارہے تھے یہاں تک کہ آپ اسی حالت میں مسجد میں داخل ہوئے، جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے کی آہٹ محسوس کی اور پیچھے ہٹنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ سے پیچھے نہ ہٹیں، اور خود تشریف لیجا کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بائیں جانب بیٹھ گئے (جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تشریف لائے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے امامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منتقل ہوگئی اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سیدھی جانب ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے جو مقتدی کا مقام ہے اور امامت کے منتقل ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرأت اسی جگہ سے شروع فرمائی جہاں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چھوڑی تھی جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں مذکور ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام ہوکر عذر کی وجہ سے بیٹھے ہوئے نماز پڑھا رہے تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ مثل ساری جماعت کے مقتدی ہوکر مکبّر بن کر کھڑے ہوکہ نماز پڑھ رہے تھے اور ساری جماعت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تکبیر کی آواز پر نماز پڑھ رہی تھی۔

8/1739۔ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکبّر ہونے پر بخاری اور مسلم کی یہ دوسری روایت دلالت کرتی ہے جن کے الفاظ یہ ہیں "یُسْمِعُ اَبُوْبَکْرٍ النَّاسَ التَکْبِیْرَ "، یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکبیر کی آواز لوگوں کو پہونچا رہے تھے۔اس سے معلوم ہوا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ مکبّر تھے امام نہیں تھے اور خود ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ساری جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کررہی تھی اور امامت کا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منتقل ہوجانا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاصہ تھا اوروں کے لئے ایسے موقع پر یہ حکم ہے کہ جب تک پہلا امام ہٹ کرکہیں اور نہ چلا جائے دوسرا شخص امام نہیں بن سکتا۔مثلاً اگر امام کو حدث ہوجائے تو وہ وضوء کے لئے چلا جائے گا اور اس کی جگہ دوسرا شخص امام بن کر نماز پڑھائے گا۔ پہلا امام ہوتے ہوئے دوسرا امام نہیں بن سکتا۔ دوسری بات اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتی ہے کہ کسی عذر سے امام بیٹھ کر رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے نماز پڑھائے تو جماعت کھڑی ہوئی حالت میں نماز اداء کرے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری فعل ہونے سے ناسخ ہے اور اسی پر عمل درآمد ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے اور اس سے پہلے کی حدیث میں جو مذکور ہے کہ امام بیٹھ کر

نماز پڑھیں تو مقتدی بھی بیٹھ کر نماز پڑھے تو یہ پہلا فعل ہونے سے منسوخ ہے، جیسا کہ اوپر کی حدیث میں تفصیل سے ذکر ہو چکا ہے۔

(اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

مسبوق کو امام کے ساتھ نماز میں کس طرح شریک ہونا چاہئے

پہلی حدیث

9/1740۔حضرت علی اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے روایت ہے دونوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد کو آئے اور دیکھے کہ جماعت ہو رہی ہے (تو وہ نیت کر کے کھڑے ہوئے تکبیر تحریمہ اداء کرے) اور امام جس حالت میں ہو اسی حالت میں شریک جماعت ہو جائے اور ویسا ہی کرے جیسا امام کر رہا ہو (اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ مسبوق امام کی موافقت کرے خواہ امام قیام میں ہو یا رکوع میں ہو، سجدہ میں ہو یا قعدہ میں اور امام کے قیام کی طرف رجوع کرنے کا انتظار نہ کرے جیسا کہ عوام کیا کرتے ہیں، البتہ رکعت پانے کے لئے امام کے ساتھ رکوع پانا ضروری ہے اور رکوع پانے کی حد یہ ہے کہ امام کے ساتھ کم از کم ایک دفعہ ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمُ'' کہہ لے، اگر امام کے رکوع کرنے کے بعد سجدہ یا قعدہ میں امام کے ساتھ جا ملا ہے تو اس رکعت کا شمار نہیں ہوگا)۔

(اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

10/1741۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم نماز کے لئے مسجد میں آؤ اور دیکھو کہ میں (یا کوئی اور امام) سجدہ میں ہو تو (تم ہمارے قیام میں آنے کا انتظار نہ کرو) سجدہ میں شریک ہو جاؤ اور سجدہ کے ملنے سے یہ

نہ سمجھو کہ رکعت مل گئی ہے بلکہ رکوع ملنے سے رکعت ملتی ہے۔اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

ف:اس حدیث شریف میں ارشاد ہے ”مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَةً فَقَدْ اَدْرَکَ الصَّلوٰةَ“ یعنی جس نے رکوع پالیا تو اس نے رکعت پالی، یہاں رکعت کے معنی رکوع کے اس وجہ سے کئے گئے ہیں کہ احادیث شریفہ میں جب لفظ رکعت کے ساتھ سجدہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے رکوع ہی مراد ہوتا ہے، چنانچہ اس حدیث شریف میں پہلے سجدہ کا ذکر ہے،اور پھر رکعت کا اس لئے یہاں رکعت سے مراد رکوع ہی ہے نہ کہ پوری رکعت۔یہ اعلاء السنن میں مذکور ہے۔

تیسری حدیث

11/1742۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص (نیت کرے اور کھڑے ہوئے تو تکبیر تحریمہ اداء کر کے اس حالت میں رکوع پائے (کہ رکوع میں امام کے ساتھ کم ازکم ایک دفعہ ”سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمْ“ کہنے کا موقع ملا ہو) تو اس کو وہ رکعت پوری مل گئی (اگر وہ شروع سے امام کے ساتھ شریک رہتا تو امام کے سورۂ فاتحہ کی قرأت کرنے سے اس کے طرف سے بھی سورۂ فاتحہ کی قرأت اداء ہوجاتی اور اس کو خیر کثیر حاصل ہوجاتا) رکوع میں ملنے والے کو گو رکعت تو مل گئی مگر سورۂ فاتحہ کی قرأت نہ ملنے سے وہ خیر کثیر سے محروم رہا (اس لئے کوشش کر کے شروع سے امام کے ساتھ شریک رہے تا کہ سورۂ فاتحہ ملنے سے اس کو خیر کثیر حاصل ہوجائے)۔(اس حدیث کی روایت امام مالک نے کی ہے۔)

تکبیر تحریمہ کے وقت امام کے ساتھ نماز میں شریک رہنے کی فضیلت

12/1743۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اخلاص کے ساتھ اللہ ہی کے لئے چالیس دن پانچوں نمازیں جماعت سے اس طرح اداء کی ہوں کہ امام کے تکبیر تحریمہ کہنے کے وقت حاضر تھا اور اس نے امام کی تکبیر تحریمہ کے بعد ہی تکبیر تحریمہ اداء کی ہو تو اس کے لئے دو طرح کی نجات لکھ دی جاتی ہے:

ایک نجات دوزخ سے مل جاتی ہے کہ وہ دوزخ سے محفوظ رہے گا اور دوسری نجات نفاق سے مل جاتی ہے (کہ دنیا میں منافقوں کے اعمال مثلاً جھوٹ بولنے، وعدہ خلافی کرنے اور نماز کو سستی اور ریاء سے اداء کرنے سے بچا رہے گا اور اہل اخلاص کے اعمال کی اس کو توفیق دی جائے گی اور آخرت میں منافقین کے لئے جو عذاب خاص ہے اس سے بھی بچالیا جائے گا)۔(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

وہ عمل جس سے جماعت کا ثواب مل جاتا ہے

13/1744۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص (سنن اور مستحبات کی پابندی کے ساتھ حضور دل سے) اچھی طرح وضو کرے اور جماعت کے ارادے سے مسجد کو جائے وہاں جا کر کیا دیکھتا ہے کہ لوگ نماز پڑھ چکے ہیں (اس کو جماعت نہ ملنے سے بڑی حسرت ہوئی۔ چونکہ وہ جماعت کی نیت سے نکلا تھا اور اتفاق سے اس کو جماعت نہیں ملی اس لئے) اللہ تعالی اس شخص کو بھی (اس کی نیت اور پچھتاوے کی وجہ سے) جماعت میں حاضر ہونے والوں اور جماعت سے نماز پڑھنے والوں کے برابر ثواب عطا فرماتے ہیں (اس کو جماعت کا جو اجر وثواب دیا گیا ہے یہ اللہ تعالی کی قدر دانی ہے اس لئے اس شخص کو اجر دینے سے جو جماعت سے نماز پڑھ چکے ہیں، ان کے اجر وثواب میں کچھ کمی نہیں ہوگی)۔
(اس کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔)

جماعت ثانیہ کا حکم

پہلی حدیث

14/1745۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب (مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے) ایسے وقت حاضر ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (جماعت سے) نماز پڑھ چکے تھے (جو لوگ جماعت کے پابند ہوتے ہیں ان کو جماعت نہ ملنے کا بہت رنج ہوتا

ہے، یہ محسوس فرما کر جماعت ہونے کے بعد آنے والے صحابی کی تسلی کے لئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (چونکہ ان کو جماعت نہیں ملی ہے اس لئے) کوئی صاحب ان پر احسان کر کے ان کے ساتھ صورۃً جماعت بنا کر نماز اداء کریں (اس سے جماعت نہ ملنے والے کو جماعت کا جو ثواب ملے گا وہ پہلی جماعت کا ثواب نہ ہوگا مگر پھر بھی جو کچھ اجر ملے گا، جو شخص شریک ہو کر ان کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے سمجھا جائے گا کہ یہ شخص اس پر ثواب خیرات کر رہا ہے) یہ سن کر ایک صحابی کھڑے ہوئے اور ان کے ساتھ جماعت بنا کر نماز اداء کئے۔

(اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ جس مسجد میں ایک بار جماعت ہو چکی ہو، اس مسجد میں دوبارہ پھر جماعت کرنا حنفی، شافعی اور مالکی تینوں (عمدۃ القاری، اعلاء السنن بحوالہ رحمۃ الامۃ) مذاہب میں مکروہ تحریمی ہے، جماعت ثانیہ کا مکروہ تحریمی ہونا ردالمحتار میں مذکور ہے۔

اب رہا اس حدیث سے بظاہر جماعت ثانیہ کا جائز ہونا جو معلوم ہو رہا ہے، اس لئے صحیح نہیں ہے کہ اس حدیث میں جس جماعت کا ذکر ہے وہ حقیقۃً جماعت نہیں ہے بلکہ صورۃً جماعت ہے۔ اور صورۃً جماعت یہ ہے کہ امام تو فرض نماز اداء کر رہا ہو، اور مقتدی نفل کی نیت سے اس کی اقتداء کر رہا ہے اور حقیقۃً جماعت یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں فرض نماز اداء کر رہے ہوں اور ظاہر ہے کہ یہاں صورۃً جماعت ہوئی ہے اور ایسی جماعت کے بارے میں ہمارے ائمہ میں سے کسی امام نے کراہت نہیں بتائی ہے، اس کے برخلاف حقیقۃً جماعت کی صورت میں جب کہ کوئی امام اور مقتدی دونوں فرض نماز اداء کرنے کے لئے جماعت ثانیہ قائم کریں تو ایسی جماعت کو اکثر ائمہ نے مکروہ قرار دیا ہے، جیسا کہ ابھی اوپر بیان ہو چکا ہے۔ (یہ بذل المجہود میں مذکور ہے۔)

دوسری حدیث

15/1746۔ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کسی دینی کام کے لئے) مدینہ منوّرہ کے اطراف کسی مقام پر تشریف لے گئے (وہاں سے واپس ہونے

میں دیر ہوگئی) نماز کے لئے جب آپ اپنی مسجد میں تشریف لائے تو دیکھے کہ جماعت ہوچکی ہے تو آپ (مسجد میں جماعت ثانیہ نہ بنا کر) اپنے گھر تشریف لے گئے اور گھر والوں کو جمع کر کے ان کے ساتھ (باجماعت نماز اداء فرمائی۔

(اس کی روایت طبرانی نے کبیر اور اوسط میں کی ہے، اور ہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔)

ف: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مسجد میں جماعت ثانی مکروہ ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں دوسری جماعت نہیں کی بلکہ گھر میں جماعت کی، رہا یہ احتمال کہ اس وقت آپ کو مسجد میں جماعت کرنے کے لئے آدمی نہ ملے ہوں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو آپ مدینہ منورہ سے باہر تنہا کبھی نہ جاتے تھے بلکہ کچھ صحابہ ضرور آپ کے ہمراہ ہوتے تھے اس لئے ظاہر یہ ہے کہ اس وقت بھی کچھ لوگ ہمراہ ہوں گے، دوسرے یہ کہ آپ گھر والوں کو بھی مسجد میں بلا کر مسجد میں جماعت کر سکتے تھے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں عورتوں کو مسجد میں نماز پڑھنے کی ممانعت نہ تھی۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسری جماعت مسجد ہی میں مکروہ ہے مسجد سے باہر جائز ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد کی جماعت کے بعد گھر میں دوسری جماعت کی مگر یہ بھی اس شخص کے لئے جائز ہے جو جماعت اولیٰ میں سستی نہ کرے بلکہ اس کے حاصل کرنے کی ہمیشہ کوشش کرے، پھر کبھی اتفاقاً فوت ہوجائے تو مسجد سے باہر جماعت کرسکتا ہے ورنہ مسجد سے باہر جماعت ثانی کا عادی ہونا بھی مکروہ ہوگا۔ "**واللہ اعلم**" کیونکہ اس سے جماعت اولیٰ کی اہمیت باقی نہ رہے گی اور جماعت اولیٰ قلیل ہوجائے گی۔ حالانکہ جماعت اولیٰ واجب اور مؤکد ہے (اعلاء السنن)

تیسری حدیث

16/1747۔ اسود بن یزید تابعی رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ جب کبھی ان کو اپنے محلّہ کی مسجد میں جماعت نہیں ملتی تو وہ (اپنے محلّہ کی مسجد میں جماعت ثانی نہ کرتے) دوسرے محلّہ کی

مسجد میں (جماعت اولیٰ) حاصل کرنے کے لئے جایا کرتے تھے (مگر اپنے محلّہ کی مسجد میں جماعت اولیٰ کے لئے جانا واجب ہے اور دوسرے محلّہ کی مسجد میں جماعت اولیٰ حاصل کرنے کے لئے جانا مستحب ہے، یہ بدائع میں مذکور ہے)۔(اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ کی ہے)۔

17/1748۔اور بخاری نے بھی اس کی روایت تعلیقاً کی ہے۔

(29/48) بَابُ مَنْ صَلّٰى صَلَاةً مَّرَّتَيْنِ

(یہ باب ایک نماز کو دو دفعہ پڑھنے والے کے بیان میں ہے)

نفل نماز پڑھنے والے کو فرض نماز پڑھنے والوں کی امامت کرنا جائز نہیں

1/1749۔ بنی سلمہ کے ایک صاحب جن کا نام سلیم تھا ان سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کئے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ (آپ کے ساتھ مقتدی بن کر عشاء کی فرض پڑھ کر) ہمارے سوجانے کے بعد (ہم کو عشاء کی نماز پڑھانے کے لئے) آیا کرتے ہیں، اور ہم دن بھر کے کاروبار سے تھکے ہوئے رہتے ہیں، جب وہ اذان دیتے تو ہم نماز کے لئے (اپنے گھروں سے) نکل آتے ہیں (جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ نفل کی نیت سے امامت کرتے تھے اور ساری جماعت فرض کی نیت سے اقتداء کرتی تھی اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دی گئی تھی، جب معاذ رضی اللہ عنہ کی یہ شکایت حضور سے پیش ہوئی کہ) معاذ رضی اللہ عنہ طویل قرأت سے نماز پڑھایا کرتے ہیں (اس وقت یہ بھی ظاہر ہوا کہ نفل کی نیت سے امام ہوا کرتے ہیں) تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے معاذ! تم طویل قرأت پڑھ کر لوگوں کو فتنہ میں مت ڈالو (اب تک تم نے نفل کی نیت سے جو امامت کی ہے آئندہ کے لئے اس کو منسوخ سمجھو، دو میں سے کوئی ایک کام کرو) میرے ساتھ فرض کی نیت سے نماز پڑھو تو قوم کو پھر دوبارہ نہ پڑھاو۔ اگر قوم کو نماز پڑھاتے ہو تو (اپنی نماز میرے ساتھ نہ پڑھو اور) قوم کو طویل قرأت سے نماز نہ پڑھاؤ۔

(اس کی روایت امام احمد اور امام طحاوی نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ امام کا نفل کی نیت سے قوم کی امامت کرنا اور قوم کا

فرض کی نیت سے اقتداء کرنا ہمیشہ کے لئے ناجائز قرار پایا۔

فرض پڑھنے والے مقتدیوں کا نفل کی نیت سے امام بننا جائز نہ ہونے پر ایک اور دلیل ''صلاۃ خوف'' ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے بعد کئی بار اداء فرمائی ہے۔ پہلے ''صلاۃ خوف'' کو سمجھئے صلاۃ خوف یہ ہے کہ جب کسی دشمن کا سامنا ہو، اور دشمن کے خوف سے سب لوگ مل کر جماعت سے بیک وقت نماز نہ پڑھ سکتے ہوں، مثلاً قصر نماز ہورہی ہوتو مسلمانوں کے دو حصّے کر دیئے جائیں، ایک حصّہ دشمن کے مقابلہ میں رہے اور دوسرا حصہ امام کے ساتھ نماز شروع کردے، جب امام ایک رکعت ختم کر کے دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہونے لگے تو پہلا حصہ دشمن کے مقابلہ کے لئے چلا جائے اور دوسرا حصہ جو دشمن کے مقابل تھا وہاں سے آکر امام کے ساتھ امام کی بقیہ نماز میں شریک ہوجائے اور جب امام ختم نماز پر سلام پھیر دے تو یہ دوسرا حصہ سلام پھیرے بغیر دشمن کے مقابلہ کے لئے چلا جائے اور پہلا حصہ جو دشمن کے مقابلہ کو گیا تھا پھر واپس ہوکر اپنی بقیہ نماز لاحق کی طرح بغیر قرأت کے تکمیل کرلے، پھر یہ دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں اور دوسرا حصہ واپس ہوکر اپنی نماز قرأت کے ساتھ مسبوق کی طرح تکمیل کرلے اور سلام پھیر دے۔

صلاۃ خوف کو سمجھنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال جو صلاۃ خوف میں ہوئے ہیں ان پر غور کیجئے کہ آپ نے اکثر غزوات میں جو ہجرت کے بعد ہوئے ہیں، مذکورہ صلاۃ خوف کے طریقہ پر نماز اداء فرمائی ہے، اگر امام نفل کی نیت سے فرض نماز پڑھنے والوں کی امامت کرسکتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصف فوج کو فرض کی نیت سے پوری نماز پڑھادیتے اور باقی نصف فوج کو دوبارہ نفل کی نیت سے فرض پڑھاتے اور مقتدی فرض کی نیت سے اقتداء کرتے، اس صورت میں نماز کے منافی کوئی حرکت کرنے کی ضرورت نہ پڑتی، ایسا نہ کرکے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرض کی نیت سے آدھی فوج کو ایک رکعت اور بقیہ نصف کو جو ایک ایک رکعت پڑھائی، جس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ امام نفل کی نیت سے فرض پڑھنے والوں کی امامت نہیں کرسکتا ہے اور یہی مذہب حنفی ہے اور اسی کے قائل امام زہری، حضرت حسن بصری، حضرت سعید بن المسیب، امام نخعی، حضرت ابوقلابہ، حضرت یحیٰی بن سعید انصاری، حضرت مجاہد اور حضرت طاؤس رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔

صلاۃ خوف کے واقعات جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے، ہجرت کے بعد آخری زمانہ کے ہیں اور معاذ

رضی اللہ عنہ نے بہت پہلے اسلام قبول فرمایا تھا اور ابتداء زمانہ میں ایک ہی نماز کو ایک مرتبہ فرض کی نیت سے اداء کر کے پھر دوبارہ اسی نماز کو نفل کی نیت سے پڑھاتے اور اقتداء کرنے والے فرض کی نیت سے اقتداء کرتے تھے، چونکہ صلاۃ خوف کے واقعات آخری زمانہ کے ہیں اور حضرت معاذ کا واقعہ ابتدائی زمانہ کا ہے اس لئے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا نفل کی نیت سے قوم کو فرض نماز پڑھانے کا منسوخ ہونا صلاۃ خوف سے بھی ثابت ہوتا ہے (طحاوی، عمدۃ القاری اور ابن ہمام)۔

ایک مرتبہ فرض نماز پڑھ لینے کے بعد دوبارہ اسی نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنے کا حکم

پہلی حدیث

1753-1750/5-2۔ اسود بن جابر رضی اللہ عنہما اپنے والد حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں (ایک دن کا واقعہ ہے کہ) دو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ظہر کی نماز اپنے اپنے گھر میں اس خیال سے پڑھ لیتے تھے کہ (مسجد میں) لوگ (جماعت سے نماز) پڑھ چکے ہوں گے، پھر یہ دونوں جب مسجد کو آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھا رہے ہیں ان دونوں نے اپنے خیال میں سمجھا کہ (ایک دفعہ تنہا نماز پڑھ لینے کے بعد دوبارہ) اسی نماز کو جماعت سے پڑھنا جائز نہیں ہے، اسی لئے یہ دونوں ایک طرف مسجد میں (نماز میں شریک ہوئے بغیر ہی) بیٹھ گئے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے ان دونوں کو دیکھا کہ (جماعت میں شریک ہوئے بغیر علحدہ) بیٹھے ہوئے ہیں، اس لئے آپ نے کسی کو بھیجا کہ ان دونوں کو بلا لائے، وہ دونوں جب خدمت اقدس میں حاضر کئے گئے تو ان دونوں کی حالت یہ تھی کہ وہ خوف و ہیبت سے کانپ رہے تھے کہ کہیں ان کے بارے میں کوئی نیا حکم تو نہیں نازل ہوا ہے؟ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ان سے دریافت فرمایا کہ جماعت میں شریک نہ ہو کر علحدہ بیٹھنے کی کیا وجہ ہے؟ تو انہوں نے اپنا سارا قصہ کہہ سنایا (اور ظاہر کیا کہ چونکہ ہم گھروں سے نماز پڑھ کر آئے تھے اس لئے پھر دوبارہ جماعت میں شریک ہو کر نماز پڑھنے کو ناجائز سمجھے تھے حضور! ہم

اسی وجہ سے علحدہ بیٹھے ہوئے تھے یہ سن کر) حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: سنو! جب تم نے (فرض کی نیت سے) تنہا نماز پڑھ لی ہو اور پھر جماعت میں شریک ہونے کا موقع آئے تو دوبارہ جماعت میں شریک ہو جایا کرو، اور پہلے جو نماز پڑھ چکے ہو اس کو ہی فرض سمجھو اور جماعت (جیسا کہ مؤطا امام محمد میں مذکور ہے۔12) سے جو نماز پڑھی جائے گی اس کو نفل خیال کرو۔ اس کی روایت ہمارے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کی ہے اور بیہقی، ترمذی، ابوداؤد اور نسائی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور شرح زرقانی میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ فجر، عصر اور مغرب اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، اس لئے ان نمازوں کو ایک مرتبہ پڑھنے کے بعد پھر دوبارہ جماعت سے نہیں پڑھنا چاہئے۔

ف: اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی فرض نماز کو تنہا پڑھ کر مسجد کو پہنچے اور دیکھے کہ بعد میں جماعت ہو رہی ہے تو وہ نفل کی نیت سے جماعت میں شریک ہو جائے مگر یہ حکم اُس شخص سے متعلق ہے جو تنہا نماز پڑھ چکا ہو، اور اگر کوئی شخص کسی مسجد میں جماعت سے نماز ادا کر کے کسی دوسری مسجد میں ایسے وقت پہونچے کہ وہاں وہی نماز جماعت سے ہو رہی ہو تو ایسے شخص کو جماعت میں شریک نہ ہونا چاہئے، امام ابوحنیفہ امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ تینوں اسی کے قائل ہیں۔ (یہ اعلاء السنن میں مذکور ہیں)

دوسری حدیث

6/1754۔ بسر بن مِحجن رضی اللہ عنہما اپنے والد حضرت مِحجن رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت مِحجن (ایک دفعہ) مسجد کے کسی حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے (اذان تو ہو چکی تھی اور جب) اقامت (جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے۔12) کہی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے، نماز ادا فرمائے اور (نماز سے پہلے) مسجد میں جس جگہ بیٹھے ہوئے تھے وہیں تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا دیکھتے ہیں کہ مِحجن (جماعت) میں

شریک ہوئے بغیر ہی وہیں بیٹھے ہوئے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیوں محجن! مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے تم کو کونسی چیز مانع ہوئی! کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ محجن (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا: حضور! میں مسلمان ہوں، نماز میں شریک نہ ہونے کی یہ وجہ نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے جماعت میں شریک نہیں ہوا کہ میں اپنے اہل وعیال میں (تنہا) نماز پڑھ کر آیا تھا (پھر دوبارہ نماز میں شریک ہونے کو جائز نہیں سمجھا یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سنو! محجن جب تم تنہا نماز پڑھ کر مسجد میں آؤ اور دیکھو اقامت ہورہی ہے تو مسلمانوں کے ساتھ (نفل کی نیت سے) نماز میں شریک ہوجایا کرو اگرچہ تم وہی نماز فرض کی نیت سے پڑھ چکے ہو۔

(اس کی روایت امام مالک اور نسائی نے کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ یہ حدیث اور اس کے بعد کی چند حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تنہا نماز پڑھنے کے بعد مسجد میں جماعت مل جانے سے پانچوں نمازوں کو نفل کی نیت سے پڑھ سکتے ہیں لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ یہ حکم صرف ظہر اور عشاء سے متعلق ہے، رہا فجر، عصر اور مغرب کو ایک مرتبہ پڑھنے کے بعد پھر دوبارہ نہ پڑھنے کی حدیثیں دارقطنی، امام مالک اور عبدالرزاق سے آگے آرہی ہیں۔ جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے۔

تیسری حدیث

7/1755۔ قبیلہ اسد بن خزیمہ کے ایک صاحب سے روایت ہے کہ انہوں نے ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص اپنے مکان میں تنہا نماز پڑھ لے، پھر وہ مسجد آئے اور دیکھے کہ نماز کے لئے اقامت ہورہی ہے تو کیا وہ ایسی صورت میں (نفل کی نیت سے) جماعت میں شریک ہوسکتا ہے؟ مجھے تو اس میں شک ہے (کیا جو صورت بیان کی گئی ہے وہ صحیح ہے؟) تو ابوایوب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: (شک کی ضرورت نہیں) ہم نے اس مسئلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تحقیق کر لی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسے شخص کو بھی

جماعت کا پورا ثواب ملتا ہے۔ (بشرطیکہ فجر، عصر اور مغرب نہ ہوں اس لئے کہ ان نمازوں کو تنہا پڑھ لینے کے بعد دوبارہ ان نمازوں کی جماعتوں میں شریک نہ ہونا چاہئے اس کی صراحت دارقطنی کی حدیث سے آگے آرہی ہے)۔ (اس کی روایت امام مالک اور ابوداؤد نے کی ہے۔)

چوتھی حدیث

8/1756۔ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ کے مولیٰ سلیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مسجد نبوی کے باہر جو چبوترہ تھا جس کو بلاط کہتے تھے وہاں ابن عمر رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا، اور ادھر مسجد میں جماعت ہو رہی تھی، میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ جماعت میں شریک نہ ہو کر یہاں کیوں بیٹھے ہیں تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں ایک بار (جیسا کہ تعلیق مجد میں مذکور ہے۔12) (فرض کی نیت سے جماعت سے) نماز پڑھ چکا ہوں، اس لئے پھر دوبارہ (فرض کی نیت سے) جماعت میں شریک نہیں ہوا۔ اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ ایک ہی دن میں ایک وقت کی نماز کو (فرض کی نیت سے) پڑھ کر دوبارہ فرض کی نیت سے نہ پڑھا کرو۔

(اس کی روایت امام احمد، ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔)

ف: یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرض کی نیت سے نماز پڑھ چکے تھے اس لئے دوبارہ فرض کی نیت سے شریک جماعت نہیں ہوئے تھے تو ان کو چاہئے تھا کہ نفل کی نیت سے شریک جماعت ہو جاتے اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جماعت کے ساتھ فرض کی نیت سے نماز پڑھ چکے تھے اور جماعت سے نماز پڑھنے والے کو وہی نماز پھر دوبارہ نفل کی نیت سے بھی جماعت میں شریک ہو کر نہ پڑھنا چاہئے۔ اسی لئے آپ نفل کی نیت سے بھی شریک جماعت نہیں ہوئے۔ مرقات۔

فجر، مغرب اور عصر کی فرض نمازوں کو دوبارہ نفل کی نیت سے بھی اداء کرنا جائز نہیں

پہلی حدیث

9/1757۔ نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص مغرب یا صبح کی فرض نماز کو (تنہا) پڑھے (یا جماعت سے) پھر یہ نمازیں کہیں جماعت سے پڑھی جارہی ہوں اور اس کو جماعت میں شریک ہونے کا موقع آئے تو ایسے شخص کو (نفل کی نیت سے بھی) دوبارہ ان نمازوں کی جماعت میں شریک نہ ہونا چاہئے۔

(اس کی روایت امام مالک نے کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ فجر اور مغرب کے فرض ایک مرتبہ پڑھ لینے کے بعد پھر دوبارہ ان نمازوں کو پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اب رہی عصر کی نماز تو اس کا بھی یہی حکم ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ بخاری اور مسلم کی روایت جو ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں صبح کے فرض کے بعد جیسے نفل کا جائز نہ ہونا مذکور ہے ایسے ہی عصر کے فرض کے بعد بھی نفل کے جائز نہ ہونے کا ذکر ہے۔ اسی طرح بخاری اور مسلم کی اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس میں صبح کی نماز کے بعد جماعت میں شریک نہ ہونے کی جیسے ممانعت ہے ویسے ہی عصر کے فرض کے بعد جماعت میں شریک ہونے کی ممانعت ہے، اب رہی یہ بات کہ صدر کی حدیث میں جو نافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں عصر کی نماز کا کیوں ذکر نہیں؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے فجر اور مغرب کا ذکر آیا تھا اس لئے آپ نے صرف ان دونوں ہی کا حکم بتلایا اور اگر حضرت ابن عمر کے سامنے عصر کا بھی ذکر آتا تو اس کا بھی یہی جواب ارشاد فرماتے۔

اب رہا یہ کہ جب مغرب کے بعد نفل پڑھنے کی ممانعت نہیں ہے تو پھر ایسے شخص کو جس نے مغرب کے فرض پڑھ لئے ہوں اس کو دوبارہ جماعت میں نفل کی نیت سے شریک ہونے سے کیوں منع کیا جارہا ہے؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تین رکعت کا نفل کی نیت سے اداء کرنا بتیرا (نفل میں تین رکعت ہیں) ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے اگرچہ کہ ایسا شخص امام کے سلام پھیرنے کے بعد ایک رکعت کا

اضافہ کر کے نماز کو جفت ہی کیوں نہ کرلے، اس لئے کہ مقتدی پر امام کی متابعت ضروری ہے اور اس صورت میں مقتدی کا امام کی نماز پر زیادتی کرنا لازم آتا ہے اسی وجہ سے نفل کی نیت سے بھی مغرب کی نماز میں دوبارہ شریک ہونا جائز نہیں ہے۔

دوسری حدیث

10/1758 ۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم نے اپنے گھر میں کوئی فرض نماز پڑھ لی (اس کے بعد مسجد آئے اور جماعت ہو رہی ہوتو) (نفل کی نیت سے جماعت میں شریک ہوکر) اس نماز کو دوبارہ پڑھ لیا کرو۔مگر فجر اور مغرب میں ایسا موقع آئے تو نفل کی نیت سے بھی اس میں شریک نہ ہونا چاہئے۔(ایسا ہی عصر کی جماعت میں بھی دوبارہ شریک ہونے کا موقع آئے تو فجر اور مغرب کی طرح عصر میں بھی شریک نہ ہونا چاہئے جیسا کہ اس کی تحقیق ابھی اوپر گزر چکی ہے)۔(اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے۔)

تیسری حدیث

11/1759 ۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جب تم نے اپنے گھر میں کوئی فرض نماز پڑھ لی اور اس کے بعد مسجد میں آئے اور جماعت ہو رہی ہو تو نفل کی نیت سے جماعت میں شریک ہوکر) اس نماز کو دوبارہ پڑھ لیا کرو، مگر فجر اور مغرب میں ایسا موقع آئے تو نفل کی نیت سے بھی اس میں شریک نہ ہونا چاہئے (ایسا ہی عصر کی جماعت میں بھی دوبارہ شریک ہونے کا موقع آئے تو فجر اور مغرب کی طرح عصر میں بھی شریک نہ ہونا چاہئے جیسا کہ اس کی تحقیق ابھی اوپر گزر چکی ہے) ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بھی فرمایا کہ (اگر کوئی نفل کی نیت کی بجائے فرض کی نیت سے شریک ہونا چاہے تو بھی وہ شریک جماعت نہیں ہوسکتا اس لئے کہ) فجر ہو یا مغرب (یا ان کی سوا کوئی اور فرض نماز) دن میں دوبار (فرض کی نیت سے) نہیں پڑھی جاتی۔

(اس کی روایت عبدالرزاق نے کی ہے۔)

چوتھی حدیث

12/1760 ۔ ناعم بن اجیل جو امّ المومنین امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے مولیٰ ہیں ان سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نماز مغرب کے لئے مسجد میں جایا کرتا تھا تو بعض وقت کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض صحابہ (کچھ مجبوریوں کی وجہ ضرورت کی حالت میں) گھروں میں مغرب کی فرض پڑھ کر مسجد کے آخری حصہ میں بیٹھے ہیں اور مسجد میں مغرب کی فرض ہورہی ہے (اس میں یہ اصحاب فرض یا نفل کی نیت سے شریک جماعت نہیں ہوئے، اس سے معلوم ہوا کہ مغرب کے فرض پڑھنے کے بعد نفل کی نیت سے شریک جماعت نہیں ہونا چاہئے ۔ ایسا ہی فرض کی نیت سے بھی جماعت میں شریک نہیں ہونا چاہئے ۔ اس لئے کہ ایک فرض نماز دن میں دو بار نہیں پڑھی جاتی)۔

(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

بَابٌ

(واضح ہو کہ یہ باب اصل کتاب یعنی زجاجۃ المصابیح میں نہیں ہے، عوام کے فائدہ کے لئے یہاں اس کا اضافہ کیا گیا ہے۔12)

(یہ باب فرض نمازوں کی تعداد رکعات اور ان کے ثبوت کے بیان میں ہے)

ف: شرائط المذہب میں لکھا ہے کہ چاروں ائمۂ کرام کے نزدیک نماز پنجگانہ کے دن رات میں سترہ رکعتیں فرض ہیں، فجر کے دو، ظہر کے چار، عصر کے چار، مغرب کے تین، عشاء کے چار۔ ان کے ثبوت میں ذیل کی حدیثیں ملاحظہ ہوں:

ظہر میں چار رکعت فرض ہونے کا ثبوت

پہلی حدیث

1۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ظہر کے فرض کی چار رکعتیں پڑھائیں اور (سفر کرتے ہوئے جب ذوالحُلَیفہ پہنچے تو) ذوالحلیفہ میں عصر کے فرض کی دو رکعتیں (قصر پڑھائیں)۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور کی ہے۔)

دوسری حدیث

2۔ ابوحرب بن ابی الاسود الدویلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ سے (سفر کی نیت کر کے روانہ ہوئے اور ابھی آپ آبادی ہی میں تھے) تو آپ نے ظہر کے فرض کی چار رکعتیں پڑھائیں پھر ارشاد فرمایا اگر ہم اس آبادی سے گزر جائیں تو دو رکعتیں (قصر) اداء کریں

گے۔(اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے اور عبدالرزاق نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

عصر، مغرب اور عشاء کے فرض نماز کی رکعتوں کا بیان

3۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عصر کے فرض کی چار رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد آپ نے کوئی نماز ادا نہیں فرمائی (یہاں تک کہ مغرب کا وقت ہو گیا) پھر آپ نے مغرب کے فرض کی تین رکعتیں ادا فرمائیں اور اس کے بعد آپ نے دو رکعتیں (سنت) ادا فرمائیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز مغرب دن کی نماز وتر ہے اور مغرب کی یہ تین رکعتیں ایسی ہیں کہ نہ تو سفر میں اس میں کچھ کمی ہوتی ہے اور نہ حضر میں (اور جب نماز عشاء کا وقت آپہونچا تو) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز عشاء کے فرض کی چار رکعتیں پڑھائیں اور اس کے بعد دو سنتیں ادا فرمائیں۔

(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

پانچوں فرض نمازوں کی رکعتوں کا بیان

4۔حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازوں کو (یعنی ان کے حکم کو) اپنی قوم کے پاس (معراج کی صبح) لائے تو آپ نے انہیں چھوڑے رکھا یہاں تک کہ جب آفتاب درمیان آسمان سے ڈھل گیا تو مسلمانوں میں اعلان کیا گیا کہ نماز کے لئے جمع ہو جاؤ تو سب اس کے لئے تیار ہو کر جمع ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو (ظہر) کی چار رکعتیں پڑھائیں جن میں آپ نے علانیہ قرات نہیں فرمائی (بلکہ آہستہ قرأت کی) جبرئیل علیہ السلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آدمیوں کے آگے تھے اور لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کر رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبرئیل علیہ السلام کی اقتداء کر رہے تھے، پھر آپ نے مسلمانوں کو مہلت دی یہاں تک کہ آفتاب نیچا

ہوگیا مگر وہ صاف طور پر روشن تھا (زردی نہ آئی تھی) پھر اعلان کیا گیا کہ نماز کے لئے جمع ہوجاؤ لوگ جمع ہوگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو (عصر) کی چار رکعتیں پڑھائیں جو (طول میں) ظہر کی نماز سے کم تھیں، ان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علانیہ قرأت نہیں کی بلکہ آہستہ پڑھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبرئیل علیہ السلام کی اقتداء کررہے تھے اور لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کررہے تھے، پھر آپ نے لوگوں کو فرصت دی یہاں تک کہ جب آفتاب غروب ہوگیا تو اعلان کیا گیا کہ نماز کے لئے جمع ہوجاؤ۔ لوگ جمع ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مغرب کی تین رکعتیں پڑھائیں اور ان میں جہر سے قرأت فرمائے اور تیسری رکعت میں جہر نہیں فرمائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے آگے تھے اور جبرئیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے تھے، لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کررہے تھے اور آپ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی اقتداء کررہے تھے، یہاں تک کہ جب شفق غائب ہوگئی اور رات اچھی طرح تاریک ہوئی تو پھر اعلان کیا گیا کہ نماز کے لئے جمع ہوجاؤ! لوگ جمع ہوگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو نماز عشاء کی چار رکعتیں پڑھائیں، دو رکعتوں میں قرأت جہر سے فرمائے اور آخری دو رکعتوں میں جہر سے قرأت نہیں فرمائے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے آگے تھے اور جبرئیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے۔ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کررہے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبرئیل علیہ السلام کی اقتداء فرمارہے تھے۔ پھر لوگ رات بھر اس حالت میں رہے کہ ان کو کچھ خبر نہ تھی کہ ان کے سوا کوئی اور نماز ہے بھی یا نہیں۔ یہاں تک کہ جب صبح صادق طلوع ہوئی تو اعلان کیا گیا کہ نماز کے لئے جمع ہوجاؤ۔ لوگ جمع ہوگئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو نماز فجر کی دو رکعتیں پڑھائیں جن میں جہر کے ساتھ قرأت کی اور لمبی قرأت کی۔ جبرئیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے تھے اور آپ لوگوں کے آگے

تھے،لوگ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کررہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبرئیل علیہ السلام کی اقتداء فرمارہے تھے۔اس کی روایت ابوداؤد نے اپنے مراسیل میں کی ہے اور زیلعی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی دوسندیں مرسل ہیں،ایک حسن بصری رضی اللہ عنہ سے اور دوسری زہری رضی اللہ عنہ سے،حافظ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں کو ابوداؤد کے واسطہ سے اپنی کتاب الاحکام میں نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ دونوں سندوں کے لحاظ سے یہ حدیث حسن ہے۔

نماز جمعہ اور نماز عیدین کی رکعتوں کا بیان

5۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ سفر میں (چار رکعت والی نماز میں قصر ہے یعنی) دو رکعت پڑھے جاتے ہیں اور بقرعید کی نماز کے بھی دو رکعتیں ہی (واجب) ہیں اور عیدالفطر کے بھی دو رکعتیں ہی (واجب) ہیں اور نمام جمعہ کے فرض بھی دو رکعت ہی ہیں،دونوں عید اور جمعہ کے جو دو رکعت ہیں وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے اسی طرح فرض ہوئے ہیں اور یہ قصر نہیں ہیں بلکہ یہ ابتداء سے دو رکعت ہی فرض کئے گئے ہیں۔

(اس کی روایت نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس کی روایت کی ہے۔اور طحاوی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

(30/49) بَابُ السُّنَنِ وَفَضَائِلِهَا

(یہ باب سنتوں کی تعداد رکعات اوران کی فضیلتوں کے بیان میں ہے)

ف: واضح ہو کہ سنتوں سے وہ نمازیں مراد ہیں جو دن رات میں فرض نمازوں کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں اوران میں یہ حکمت رکھی گئی ہے کہ نمازی ان کوادا کر کے حضور قلب کے ساتھ فرض نماز کے لئے تیار ہوجائے اور غفلت ان کے ذریعہ دور ہوجائے تا کہ فرض نماز کوانتہائی حضوری اور کمالِ لذت سے شروع کر سکے۔

سنتوں کی دوقسمیں ہیں: ایک رواتب یعنی مؤکّدہ، یہ وہ سنتیں ہیں جن پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مداومت فرمائی ہے۔ دوسرے غیر رواتب یعنی غیر مؤکّدہ، یہ وہ سنتیں ہیں جن پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مداومت نہیں فرمائی جیسے عصر کی سنتیں وغیرہ (مرقات، اشعۃ اللمعات)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلّ " فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ " اوراللہ تعالی کاارشاد ہے(سورۂق پ26ع2، آیت نمبر:40میں) فرض نمازوں کے بعد سنت بھی پڑھا کرو۔

وَقَوْلُهُ تَعَالٰى :"فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْم " اوراللہ تعالی کاارشاد ہے(سورۂ طور پ27 ع2، آیت نمبر: 49 میں) اور تارے ڈوبنے کے بعد (فجر کی فرض کے پہلے) دو رکعت سنت پڑھا کرو۔

مؤکّدہ سنتوں کی رکعتوں کا بیان اوران کی فضیلت

پہلی حدیث

1/1761۔امّ المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جوشخص دن رات میں (فرائض کے ساتھ 12 رکعت سنت بھی اداء کرے گا تو اس کے لئے جنت میں ایک گھر تیار کیا جائے گا وہ بارہ رکعتیں یہ ہیں: چار رکعتیں ظہر کے فرض سے پہلے اور (2) اس کے بعد، اور دو رکعتیں مغرب کے فرض کے بعد، دو رکعتیں

عشاء کے فرض کے بعد اور دو رکعتیں فجر کے فرض سے پہلے ۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے ۔)

2/1762 ۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح مروی ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرما رہے تھے کہ جو مسلمان بندہ اللہ تعالی کی خوشنودی کے لئے (فرائض کے ساتھ) بارہ رکعتیں سنت پڑھتا ہے تو اللہ تعالی (اس کے لئے جنت میں) مکان بناتے ہیں ۔

ف: یہ اور اسی قسم کی حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ دن رات میں یہ بارہ رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر مداومت فرمائی ہے اور کبھی ترک نہیں کیا ۔ (مرقات 12)

دوسری حدیث

3/1763 ۔ عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (دن رات میں فرض نمازوں کے علاوہ) کتنی سنتیں اداء فرمایا کرتے تھے؟ ام المومنین فرمائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر میں ظہر کے فرض سے پہلے چار رکعت سنت اداء فرماتے تھے، پھر باہر تشریف لے جا کر لوگوں کو ظہر کی فرض نماز پڑھاتے، پھر گھر میں تشریف لا کر دو رکعت سنت اداء فرماتے تھے، اور مغرب کی فرض پڑھا کر گھر میں تشریف لاتے اور دو رکعت سنت اداء فرماتے، پھر عشاء کی فرض پڑھا کر گھر میں تشریف لاتے اور دو رکعت سنت اداء فرماتے، اور ان کے علاوہ رات میں نو (9) رکعت نماز اداء فرماتے تھے جن میں (6 رکعات تہجد کے ہوتے اور 3 رکعت) وتر (کے) ہوتے (تہجد کی یہ تعداد رکعات اس روایت کے لحاظ سے ہے اور روایتوں میں جو مختلف تعداد رکعات کا ذکر ہے اس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی) اور کبھی کسی رات میں (طویل قرأت کے ساتھ) تہجد کھڑے ہوئے دیر تک اداء فرماتے اور کبھی کسی رات میں دیر تک بیٹھے ہوئے بھی تہجد اداء فرماتے تھے اور جب قیام کی حالت میں قرأت فرماتے تو قیام ہی سے جا کر رکوع اور سجدہ اداء فرماتے تھے اور جب بیٹھے ہوئے قرأت

فرماتے تو بیٹھنے ہی کی حالت سے رکوع اور سجدہ میں جاتے تھے اور جب صبح کی نماز کا وقت ہوتا تو (گھر میں) دو رکعت سنت پڑھتے۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے) اور ابوداؤد نے یہ اضافہ کیا ہے کہ پھر گھر سے نکلتے تھے اور لوگوں کو فجر کے فرض پڑھاتے۔

4/1764۔اور ترمذی کی روایت میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی بیٹھ کر تہجد پڑھتے تو بیٹھ کر ہی قرأت فرماتے تھے اور جب سورہ کی تقریباً (30 یا 40) آیتوں کی قرأت باقی رہ جاتی تو آپ کھڑے ہو جاتے اور کھڑے کھڑے بقیہ آیات پڑھ کر (قیام سے ہی) رکوع کو جاتے اور سجدہ فرماتے پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

ف(1): اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عصر سے پہلے اور عشاء سے پہلے کی سنتیں سنت مؤکدہ نہیں ہیں لیکن ان کے پڑھنے میں بڑا ثواب ہے، چنانچہ عصر کے پہلے کی چار رکعت سنتوں کے پڑھنے والے کے بارے میں یہ مذکور ہے کہ ان کو پابندی سے پڑھنے والے کا خاتمہ بالخیر ہوگا ان کی اور فضیلتیں آگے آرہی ہیں۔

ف(2): اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنتیں گھر میں اداء فرمایا کرتے تھے، درمختار میں لکھا ہے کہ تراویح تو مسجد ہی میں اداء کرنا چاہئے اور اسی طرح معتکف کو بھی سنتیں مسجد ہی میں اداء کرنا چاہئے۔ البتہ تراویح کے سوا جملہ سنتوں کے بارے میں افضل یہ ہے کہ گھر میں اداء کی جائیں، ہاں (اگر گھر میں مشغولیت کی وجہ سنتوں کا اداء کرنا دشوار ہے تو سنتوں کو مسجد میں اداء کرنا چاہئے، اور صحیح ترین قول یہ ہے کہ خواہ مسجد میں ہو یا گھر میں جہاں کہیں زیادہ خشوع اور زیادہ اخلاص پیدا ہو وہیں سنتوں کو اداء کرنا چاہئے۔

ملاّ علی قاری رحمہ اللہ مرقات میں فرماتے ہیں کہ ابن الملک نے کہا ہے کہ اس حدیث سے سنتوں کا گھر میں اداء کرنا مستحب معلوم ہوتا ہے لیکن علماء سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ ہمارے زمانہ میں سنن مؤکدہ کی ادائی مسجدوں میں ہونی چاہئے تا کہ لوگوں کو اس کا علم ہو، اور انہیں عمل کرنے کی ترغیب ہو سکے۔

فجر اور مغرب کے مؤکدہ سنتوں کا بیان

5/1765۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ "اِدْبَارَالنُّجُوم " سے مراد یہ ہے کہ فجر کے فرض سے پہلے دو رکعت سنت پڑھا کرو،اور " اَدْبَارَالسُّجُود " سے مراد یہ ہے کہ مغرب کے فرض کے بعد دو رکعت سنت پڑھا کرو۔(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

ظہر کی مؤکدہ اور غیر مؤکدہ سنتوں کا بیان اور ان کی فضیلت

پہلی حدیث

6/1766۔ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشادفرماتے ہوئے سنی ہوں کہ جو شخص ظہر کے فرض سے پہلے چار رکعتوں کو (جو سنت مؤکدہ ہیں ایک سلام سے) پڑھے اور فرض کے بعد چار رکعتوں کو (دو سلام سے) پڑھے (جن میں سے دو سنت مؤکدہ ہیں اور دو سنت غیر مؤکدہ یعنی مستحب ہیں) ان آٹھوں رکعتوں کو جو پابندی سے پڑھا کرے تو اللہ تعالی جہنم کی آگ اس پر حرام کردیں گے۔

(اس کی روایت امام احمد،ترمذی،ابوداؤد،نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

ظہر کی مؤکدہ سنتوں کا اور ان کی فضیلت کا بیان

7/1767۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشادفرماتے سنا ہے کہ آفتاب ڈھل جانے کے بعد ظہر کے فرض سے پہلے جو چار رکعتیں سنت پڑھی جاتی ہیں ان کا ثواب نماز تہجد کے ثواب کے برابر ہے اور اس وقت یعنی زوال کے بعد ہر چیز اللہ تعالی کی تسبیح بیان کرتی ہے، پھر حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے (سورۂ نحل پ14ع5 کی) یہ آیت (نمبر:48) تلاوت فرمائی " يَتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ

سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دَاخِرُوْنَ" (ہر چیز کے سائے کبھی ایک طرف کو اور کبھی دوسری طرف کو جھکتے جاتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ (یہ عاجزی کے ساتھ) خدا کے آگے سربسجود ہیں)۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور بیہقی نے بھی شعب الایمان میں اس کی روایت کی ہے)

دوسری حدیث

8/1768۔عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زوال آفتاب کے بعد ظہر کے فرض سے پہلے چار رکعت سنت اداء فرماتے اور یہ ارشاد فرماتے تھے کہ یہ ایسا وقت ہے جس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اس وقت کوئی نہ کوئی نیک عمل کروں (چونکہ نماز افضل اعمال صالحہ ہے، اس لئے یہ چار رکعت سنت پڑھتا ہوں) تا کہ یہ آسمان کے دروازوں سے گزر کر اللہ تعالی کے سامنے پیش ہوجائیں۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

ظہر اور فجر کے فرض کے پہلے کی مؤکدہ سنتوں کا بیان

9/1769۔ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرض ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور فرض فجر سے پہلے دو رکعتیں (ہمیشہ پڑھتے تھے اور) انہیں کبھی نہ چھوڑتے تھے۔(اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

ظہر کے فرض کے پہلے کی چار رکعت سنتوں کو ایک سلام سے پڑھنے کا ثبوت

10/1770۔ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ظہر کے فرض سے پہلے کی چار رکعت سنتوں کے لئے جن کے

درمیان میں سلام نہیں ہے، آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

(اس کی روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

جمعہ کے فرض کے پہلے کی چار رکعت سنتوں کو ایک سلام سے پڑھنے کا ثبوت

11/1771۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جمعہ کے پہلے چار رکعت سنت اداء فرماتے تھے اور ان چار رکعتوں کے درمیان سلام نہیں پھیرتے تھے (بلکہ ان چاروں رکعتوں کو ایک ہی سلام سے اداء فرمایا کرتے تھے)۔

(اس کی روایت ابن ماجہ اور طبرانی نے کی ہے۔)

جمعہ کے فرض کے بعد چار رکعت سنت مؤکدہ کو ایک سلام سے پڑھنے کا ثبوت

12/1772۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم جمعہ کے فرض کے بعد سنت پڑھو گے تو چار رکعت (سنت مؤکدہ ایک سلام سے) پڑھو۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

13/1773۔اور مسلم کی دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جب تم جمعہ کے فرض پڑھ لو تو اس کے بعد چار رکعت (سنت ایک سلام سے) پڑھ لیا کرو (اور یہ سنت مؤکدہ ہیں)۔(اس کی روایت ابن ماجہ اور ترمذی نے اسی طرح کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ ان حدیثوں سے استدلال کر کے فرماتے ہیں کہ جمعہ کے فرض کے بعد صرف چار رکعت سنت مؤکدہ ایک سلام سے ہیں، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ آگے آنے والی حدیثوں سے استدلال کر کے فرماتے ہیں کہ جمعہ کے فرض کے بعد (6) رکعت سنت مؤکدہ اس طرح ہیں کہ پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ ایک سلام سے پڑھے پھر دو رکعت سنت مؤکدہ

ایک سلام سے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ کے قول پر عمل درآمد ہے۔ (ملتقی ۔مرقات)

جمعہ کے فرض کے بعد (6) رکعت سنت مؤکدہ کا ثبوت

پہلی حدیث

14/1774۔ابو عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو تعلیم دی تھی کہ وہ جمعہ کے فرض کے بعد چار رکعت سنت (مؤکدہ ایک سلام سے) پڑھا کریں، اور جب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ نے لوگوں کو تعلیم دی کہ جمعہ کے فرض کے بعد 6 رکعت سنت (مؤکدہ) پڑھا کریں (ابو عبد الرحمٰنؓ کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ہم کو بہت اچھا معلوم ہوا اور ہم اسی پر عمل کرنا شروع کردیئے)۔

(اس کی روایت امام طحاوی اور سعید بن منصور نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

15/1775۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جمعہ کے فرض کے بعد 6 رکعت سنت مؤکدہ اس طرح پڑھا کرو (کہ 4 رکعت ایک سلام سے، پھر دو رکعت ایک سلام سے)۔(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

16/1776۔اور ابو داؤد نے بھی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کی ہے

17/1777۔ترمذی کی ایک اور روایت میں ایسا بھی منقول ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جمعہ کے فرض کے بعد دو رکعت پڑھ کر پھر چار رکعت سنتیں اداء فرمائیں۔مرقات میں لکھا ہے کہ یہ دو رکعتیں جمعہ کی سنتیں نہیں تھیں بلکہ جمعہ کے فرض اور اس کی سنتوں کے درمیان بجائے کلام کرنے کے بطور نفل یہ دو رکعت آپ نے اداء فرمائے ہیں، یہ عمل حضرت ابن عمر سے خاص ہے جس پر عمل درآمد نہیں، اس کے بعد حضرت ابن عمر سے چار رکعت سنت کا پڑھنا مروی ہے، مرقات میں یہ بھی لکھا

ہے کہ یہاں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ چار رکعت سنت کے بعد حضرت ابن عمر نے اور دو رکعت سنت بھی پڑھے ہوں مگر راوی نے اس کا اس لئے ذکر نہیں کیا کہ حضرت ابن عمر سے جو ایک نئی کیفیت یعنی چار رکعت سنتوں سے پہلے دو رکعت کا پڑھنا منقول ہے اس کو بتایا جائے اور چار رکعت سنت کے بعد پھر دو رکعت سنت کا اداء کرنا چونکہ مشہور تھا اس لئے راوی نے اس کا ذکر نہیں کیا۔

فرض اور سنت نمازوں کے درمیان کس طرح فصل کرنا چاہئے اس کا بیان

18/1778 ۔سائب بن یزید بن اخت نمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمعہ کی نماز ان کے مقام حفاظت میں پڑھی اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد (فرض اور سنت کے درمیان فصل کئے بغیر) اسی جگہ کھڑے ہو کر سنتیں پڑھیں جہاں میں نے جمعہ کی فرض نماز اداء کی تھی، تو حضرت معاویہ نے مجھے اندر بلا کر فرمایا کہ دوبارہ ایسا نہ کرنا، جب جمعہ کی نماز پڑھ چکو تو اس کے ساتھ دوسری نماز کو نہ ملانا (فرض وسنت کے درمیان فصل کرنا چاہئے) یہ فصل کلام کر کے ہی کیوں نہ ہو (اگر چہ کہ فرض وسنت کے درمیان کلام کرنا مکروہ تنزیہی ہے) فرض وسنت کے درمیان بہتر فصل یہ ہے کہ جگہ بدل دی جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ایسا ہی حکم دیا تھا۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

19/1779 ۔اور ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عطاء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ مکرمہ میں جمعہ اداء فرماتے تو آگے بڑھ کر دو رکعت پڑھتے اور پھر آگے بڑھ کر چار رکعات پڑھتے۔

سنتیں کہاں اداء کرنا چاہئے

20/1780 ۔کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم (ایک دفعہ) بنی عبدالاشہل کی مسجد میں تشریف فرما ہوئے (ایسے میں مغرب کا وقت ہوگیا تو) حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے (سب کو) اسی مسجد میں نماز مغرب پڑھائی، جب لوگ مغرب کے فرض سے فارغ ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا دیکھتے ہیں کہ لوگ مسجد ہی میں سنتیں اداء کررہے ہیں (اس پر) حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ سنتیں ایسی نمازیں ہیں کہ ان کو گھروں میں پڑھنا چاہئے۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

21/1781۔ اور ترمذی اور نسائی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

ف۔ ان حدیثوں سے استدلال کرتے ہوئے درمختار اور مرقات میں لکھا ہے کہ بجز تراویح کے اور معتکف کی سنتوں کے تمام سنن اور نوافل کے بارے میں افضل یہ ہے کہ گھر میں اداء کی جائیں اور بعض آیتوں اور حدیثوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں خشوع وخضوع ہونا چاہئے اگر گھر میں خشوع وخضوع نہ ہوتا ہو جیسے اس زمانہ میں مشاہدہ ہے تو خشوع کی آیتوں اور حدیثوں پر عمل کرتے ہوئے مسجدوں ہی میں سنتوں کا اداء کرنا افضل ہے۔

عصر کے سنتوں کی فضیلت

22/1782۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی اس بندہ پر اپنی رحمت نازل فرماتے ہیں جو عصر کے فرض سے پہلے چار رکعت پڑھا کرتا ہے (یہ چار رکعت اگرچیکہ سنت غیر مؤکدہ ہیں مگر یہ بڑی فضیلت کی نماز ہے)۔ (اس کی روایت امام احمد، ترمذی اور ابوداود نے کی ہے۔)

عصر کی سنتوں کی تعداد رکعت کا بیان

پہلی حدیث

23/1783۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کے فرض سے پہلے چار رکعتیں۔ (ایک سلام سے) پڑھا کرتے تھے اور ان کے

درمیان دو رکعت کے بعد قعدہ کرتے تھے اور قعدہ میں التحیات (یہ ترجمہ مرقات کے لحاظ سے کیا گیا ہے۔12) پڑھتے جس میں مقربین فرشتوں اور ان کے متبع صالح مسلمین اور مؤمنین پر سلام مذکور ہے۔(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

24/1784۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کے فرض سے پہلے (کبھی کبھی) دو رکعتیں بھی پڑھی ہیں (مگر عام طور پر چار رکعت ہی ایک سلام سے پڑھا کرتے تھے،اس لئے عصر کے فرض سے پہلے چار رکعت پڑھنا مستحب ہے)۔(اس کی روایت ابوداود نے کی ہے۔)

عصر کی فرض نماز کے بعد کوئی نفل نماز جائز نہیں

پہلی حدیث

25/1785۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں (ایک دن کا واقعہ ہے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے فرض کے بعد دو رکعت اداء فرمائے ،ان دو رکعتوں کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ (اس روز) کچھ مال آ گیا تھا (اور اس کو تقسیم کرنا ضروری تھا،اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کے فرض کے بعد تقسیم شروع فرمائی تقسیم میں اتنی دیر ہوگئی کہ) ظہر کے بعد کی دو سنتیں آپ اداء نہ کر سکے (یہاں تک کہ عصر کا وقت آ گیا،عصر کی جماعت تیار تھی اس لئے آپ عصر کے فرض پڑھا دئے) اور ظہر کے بعد کی جو دو سنتیں رہ گئیں تھیں ان کو آپ نے عصر کے فرض کے بعد اداء فرمائے (پھر اس دن کے سوا عصر کے فرض کے بعد نہ تو یہ سنت اداء فرمائی اور نہ کوئی اور سنت،اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے سنت کی کبھی قضاء نہیں فرمائی ہے اور نہ عصر کے بعد کوئی نفل نماز پڑھی ہے اور یہ جو دو رکعت سنت عصر کے فرض کے بعد آپ نے اداء فرمائے ہیں یہ آپ کا خاصہ

تھا اس لئے کوئی اور عصر کے بعد سنت یا نفل نماز نہیں اداء کرسکتا)

26/1786۔اسی واسطے دار قطنی نے روایت کی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ پھر کبھی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو رکعت عصر کے فرض کے بعد اداء فرماتے نہیں دیکھا۔

(صدر کی اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

27/1787۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ جو بھی عصر کے فرض کے بعد دو رکعت نفل پڑھا کرے اس کو دُرّے مارا کروں (اس سے معلوم ہوا کہ نماز عصر کے بعد اگر نفل کا پڑھنا جائز ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس طرح کا سخت حکم نہیں فرماتے)۔

(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے اور امام مسلم اور امام مالک نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

مغرب کی اذان اور مغرب کے فرض کے درمیان کوئی سنت نماز نہیں

پہلی حدیث

28/1788۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے دریافت کیا کہ کیا آپ میں سے کسی نے (مغرب کی اذان کے بعد اس کے) فرض سے پہلے (کبھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو رکعت نماز اداء فرماتے ہوئے دیکھا ہے؟ تو ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے سوا سب امہات المؤمنین نے متفقہ طور پر جواب دیا کہ ہم نے کبھی نہیں دیکھا ہے ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرمائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف ایک دفعہ میرے پاس (مغرب کے فرض سے پہلے) دو رکعتیں پڑھی ہیں، میں اسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کی کہ یہ کونسی نماز ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ آج میں عصر کے فرض سے پہلے کی دورکعتوں کو پڑھنا بھول گیا تھا، انہیں دورکعتوں کو میں نے اس وقت اداء کیا ہے۔

(اس کی روایت طبرانی نے کی ہے اوراس کی سند حسن ہے۔)

دوسری حدیث

29/1789۔حیان بن عبیداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا ہے ''بَیْنَ کُلِّ اَذَانَیْنِ صَلاۃٌ اِلَّا الْمَغْرِبُ'' یعنی ہرنماز کی اذان اوراس کی اقامت کے درمیان نماز ہے مگر مغرب کی اذان اوراس کی اقامت کے درمیان کوئی نماز نہیں۔اس کی روایت بزار نے کی ہے اوراس حدیث کی سند حسن ہے۔

تیسری حدیث

30/1790۔طاؤس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ کیا (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں) مغرب کے فرض سے پہلے دو رکعتیں پڑھی جاتی تھیں؟ تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کسی کو مغرب کے فرض سے پہلے دورکعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

چوتھی حدیث

31/1791۔حماد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ مغرب کے فرض سے پہلے کیا کوئی نماز پڑھنی چاہئے؟ تو حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ نے مجھے مغرب کے فرض سے پہلے نماز پڑھنے سے منع فرمایا اورکہا (کہ میں تم کو اس لئے منع کررہا ہوں کہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما

مغرب کے فرض سے پہلے (کبھی) کوئی نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔

(اس کی روایت امام محمد نے الآ ثار میں کی ہے، اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں۔)

پانچویں حدیث

32/1792۔منصور رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، ان کے والد نے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی کبھی مغرب کے فرض سے پہلے دو رکعت نہیں پڑھے ہیں۔(اس کی روایت عبدالرزاق اور مسدد نے کی ہے)

صلاۃ اوّابین کی فضیلت

پہلی حدیث

33/1793۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مغرب کے فرض کے بعد چھ رکعتیں پڑھے (ان کو صلاۃ اوابین کہتے ہیں، درمختار اور مرقات میں لکھا ہے کہ مغرب کے بعد کے دو رکعت سنت مؤکدہ ان چھ رکعتوں میں داخل ہیں، پہلے دو رکعت سنت کو ایک سلام سے پڑھے اور بعد کے چار رکعت میں اختیار ہے خواہ ایک سلام سے پڑھے یا دو سلام سے، صلاۃ اوابین کو پڑھنے کا یہ طریقہ ہے، ملتقی میں لکھا ہے کہ مغرب کے فرض کے بعد دو رکعت سنت مؤکدہ پڑھ کر اس کے بعد چھ رکعتیں صلاۃ اوابین اداء کرے، ردالمحتار میں مذکور ہے کہ ان چھ رکعتوں کو تین سلام سے اداء کرے تا کہ یہ پوری چھ رکعتیں ایک نہج پر اداء ہوسکیں، صلاۃ اوابین کو اداء کرنے کا یہ دوسرا طریقہ ہے) ان چھ رکعتوں کو اس طرح پڑھے کہ ان کے درمیان کوئی ایسی بات نہ کہے جس سے کسی کا دل دکھے یا اس سے اللہ تعالی ناراض ہوں تو اس کو ان چھ رکعتوں کے اس طرح پڑھنے سے بارہ سال کی عبادت کا ثواب دیا جائے گا۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

34/1794۔ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جوشخص مغرب کے فرض کے بعد بیس رکعت (صلاۃ اوابین اس طرح) پڑھا کرے (کہ دو رکعت - یہ مرقات میں مذکور ہے۔12 - سنت مؤکدہ (20) میں داخل رہیں تو اس کے صلہ میں) اللہ تعالی اس کے لئے جنت میں ایک (عالی شان) محل تیار کرتے ہیں (جس میں طرح طرح کی نعمتیں ہوں گی)۔(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

مغرب کے فرض کے بعد کی سنتوں کا بیان

35/1795۔مکحول رضی اللہ عنہ ایک صحابی کے واسطہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جوشخص مغرب کے فرض کے بعد بات کرنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھا کرتا ہے (جوسنت مؤکدہ ہیں):

36/1796۔اور دوسری روایت میں ہے کہ (مغرب کے فرض کے بعد) چار رکعت نماز پڑھ لیا کرتا ہے (جس میں دوتو سنت مؤکدہ ہیں اور بقیہ دوصلاۃ اوابین اور یہ صلاۃ اوابین کی کم سے کم تعداد رکعات ہے) تو اس کی یہ نماز اللہ تعالی قبول فرما کر اعلیٰ علیین میں رکھتے ہیں۔

37/1797۔اور حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشادفرمایا کرتے تھے کہ مغرب کے فرض کے بعد دو رکعت (سنت مؤکدہ) اداء کرنے میں جلدی کیا کرو، اس لئے کہ یہ دو رکعتیں بھی فرض کے ساتھ اٹھالی جاتی ہیں۔

(ان دونوں حدیثوں کی روایت رزین نے کی ہے)

38/1798۔اور بیہقی نے بھی صرف اضافہ کو حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح شعب الایمان میں روایت کی ہے۔

سنتوں کو مسجد میں اداء کرنے کا ثبوت

39/1799۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (بیان جواز کے لئے یعنی یہ بتلانے کے لئے کہ سنتیں مسجد میں بھی پڑھی جاسکتی ہیں اور سنتوں کو طویل قرأت سے بھی پڑھ سکتے ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغرب کے فرض کے بعد (کبھی) اس سنت مؤکدہ کو (مسجد میں) پڑھے ہیں (اور آپ کی اتباع میں) سب صحابہ بھی (مسجد میں) سنتیں اداء کئے، اس سنت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر قرأت طویل فرمائے کہ مسجد کے نمازی اپنی اپنی سنتیں پڑھ کر مسجد سے باہر چلے گئے۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

عشاء کے فرض کے بعد کی سنتوں کا بیان

40/1800۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کبھی عشاء کے فرض پڑھ کر میرے پاس تشریف لاتے تو دو رکعت سنت مؤکدہ پڑھتے اور دو نفل (یہ آپ کا ہمیشہ کا عمل درآمد تھا اور کبھی دو نفل کے بعد) آپ اور دو نفل بھی پڑھے ہیں۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

فجر کی سنتوں کا بیان

41/1801۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر کی دو سنتوں پر جس قدر زیادہ پابندی فرمایا کرتے تھے کہ اس سے بڑھ کر پابندی سنتوں میں سے کسی سنت پر نہیں فرماتے تھے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: درمختار میں لکھا ہے کہ تمام ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام سنتوں میں سب سے زیادہ

مؤکدہ فجر کی سنتیں ہیں، فجر کی دوسنتوں کے بعد باقی سب سنتوں میں ظہر کی چار سنتیں جوفرض سے پہلے پڑھی جاتی ہیں نہایت مؤکدہ ہیں، اس لئے کہ حدیث شریف میں ارشاد ہے جوشخص ظہر کی ان چار سنتوں کوترک کرتا ہے وہ میری شفاعت سے محروم ہوگا۔ فجر اور ظہر کی سنتوں کے علاوہ بقیہ تمام سنتیں مؤکدہ ہونے میں برابر ہیں۔ایک قول یہ بھی ہے کہ فجر کی سنتیں واجب ہیں اس لئے احتیاط یہ ہے کہ بلا عذر فجر کی سنتوں کو بیٹھ کر یا سواری کی حالت میں پڑھنا جائز نہیں۔

فجر کی سنتوں کی فضیلت

42/1802۔ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فجر کے فرض سے پہلے کی دو رکعت سنتیں دنیا سے اور دنیا میں جو کچھ (مال ودولت اور جاہ وثروت) ہے ان سب سے کہیں بہتر ہے (یعنی اگر کوئی انہیں خیرات کرے تو ان کے خیرات کرنے کے ثواب سے دو رکعت سنت فجر پڑھنے کا ثواب زیادہ ہوگا)۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

(31/50) بَابُ صَلَاةِ اللَّيْلِ

(یہ باب رات کی نماز کے بیان میں ہے)

(اگر نماز عشاء کے بعد کچھ دیر سوکر اٹھے اور پھر سنن ونوافل پڑھے تو یہ تہجد کہلاتی ہے، اور سوئے بغیر عشاء کے بعد سے طلوع فجر تک جو سنن اور نوافل پڑھی جاتی ہیں ان کو قیام اللیل کہتے ہیں، علامہ شامی رحمہ اللہ نے ''ردالمختار'' میں ''حلیۃ'' کے حوالہ سے لکھا ہے کہ نماز تہجد امت کے حق میں سنت ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ہمیشہ پابندی کے ساتھ اداء فرمایا ہے، اسی وجہ سے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ نماز تہجد سنت مؤکدہ ہے اور درمختار میں لکھا ہے کہ تہجد مستحب نماز ہے، مسلمانوں کو مستحب کے لفظ سے دھوکا نہ کھانا چاہئے، اس لئے کہ فرض نمازوں کے بعد رات و دن کی تمام نمازوں میں تہجد افضل نماز ہے اور تہجد کا ثواب سب نمازوں سے بڑھ کر ہے۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ: ''وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ'' اوراللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ بنی اسرائیل پ15 ع9، آیت نمبر:79 میں) اور (اے نبی آپ) بعض حصّہ شب میں بیدار ہوا کرو (اور تہجد کی نماز پڑھا کرو) اور یہ (شب خیزی) (جیسا کہ تفسیرات احمدیہ میں مذکور ہے۔12) آپ کے لئے (پنجگانہ فرض نمازوں کے علاوہ) زائد فرض ہے (جیسا کہ تفسیرات احمدیہ میں مذکور ہے۔12)۔ (اورامت کے لئے نفل ہے)۔

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى: ''قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا'' اوراللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ مزّمل پ29 ع1، آیت نمبر:2 میں) رات کے وقت نماز میں کھڑے رہا کرو، سووہ بھی ساری رات نہیں بلکہ رات کا کچھ حصہ (اور کچھ حصہ آرام بھی کیا کرو)

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى ''فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ'' اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ مزمل پ29 ع2، آیت نمبر:20 میں) تو جتنا قرآن تہجد میں آسانی سے پڑھا جائے پڑھ لیا کرو۔

تہجد کی نماز کا بیان اور اس کی کیفیت

1/1803۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عشاء سے فارغ ہونے کے بعد سے لے کر صبح صادق طلوع ہونے تک کی درمیانی رات میں گیارہ رکعت نماز اداء فرماتے تھے (ان گیارہ رکعت کی تفصیل یہ ہے کہ عشاء کے بعد آپ آرام فرماتے تھے، پھر تہجد کے لئے بیدار ہوکر پہلے) چار رکعت اداء فرماتے تھے تم ان کی خوبی اور درازی تو دریافت ہی نہ کرو (کہ وہ کیسی عمدہ اور کس قدر طویل قرأت سے پڑھی جاتی تھیں) پھر اس کے بعد اور چار رکعتیں پڑھتے تھے، ان کی خوبی اور ان کا طول بھی کچھ نہ پوچھو، (کہ وہ کیسی عمدہ اور کس قدر طویل قرأت سے اداء کی جاتی تھیں) پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین رکعت وتر کے اداء فرماتے تھے۔ (ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ تہجد کی ان آٹھ رکعتوں کو جس خوبی سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھتے تھے اس کو تو تم نے سن لیا، اب ذرا ان رکعتوں میں جو سجدے اداء کئے جاتے تھے ان کی کیفیت بھی سن لو) حضور کو سجدہ میں جا کر سر اٹھانے تک اتنی دیر ہوتی تھی جتنی دیر تم کو پچاس آیتیں ترتیل کے ساتھ پڑھنے میں ہوا کرتی ہیں، پھر جب صبح صادق طلوع کرتی تو (اوّل وقت) مؤذن اذان دے کر اذان سے فارغ ہوجاتا اور حضور دیکھ لیتے کہ (افق میں) صبح کی روشنی پھیل گئی ہے تو آپ ہلکی قرأت سے دو رکعت سنت فجر اداء فرماتے اگر میں بیدار رہتی تو مجھ سے (دینی) گفتگو فرماتے اور اگر بیدار نہ رہتی تو حضور سیدھی کروٹ لیٹ جاتے، جب مؤذن اقامت کی اطلاع دینے آتا تو آپ فجر کی فرض پڑھانے کے لئے باہر تشریف لے جاتے تھے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

2/1804۔اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام (تہجد کی نماز سے فارغ ہوکر) وتر اداء فرمائے اور کروٹ لیٹے رہے جب مؤذن نے آکر اطلاع دی (کہ جماعت

تیار ہے تو) آپ اٹھے اور دو رکعت سنت فجر اداء فرمائے (پھر صبح کی سنت کے بعد دوبارہ لیٹے بغیر) گھر سے نکلے اور فجر کی فرض پڑھائے۔

3/1805۔اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ (کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ) پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام (تہجد کی نماز سے فارغ ہوکر وتر اداء فرماتے) اور کروٹ لیٹے رہتے ، جب مؤذن آ کر اطلاع دیتا (کہ جماعت تیار ہے تو) آپ مختصر قرأت سے دو رکعت سنت فجر اداء فرماتے (پھر صبح کی سنت کے بعد دوبارہ لیٹے بغیر) فجر کی فرض پڑھانے کے لئے نکلتے۔

ف: اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ رات میں تہجد کی آٹھ رکعتوں کو چار چار رکعت کر کے اداء کرنا چاہئے اگر ایسا نہ ہوتا تو ام المؤمنین یہ ارشاد فرماتیں کہ حضور تہجد کے آٹھ رکعات پڑھتے تھے، ایسا نہ کہہ کر ام المؤمنین نے یہ ارشاد فرمایا کہ چار رکعت پڑھتے پھر چار رکعت پڑھتے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر چار رکعت کو ایک تکبیر تحریمہ اور ایک سلام سے اداء فرماتے تھے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ یہ فتح القدیر میں مذکور ہے، ردالمحتار میں لکھا ہے کہ دوسری احادیث کی بنا پر صاحبین کے پاس تہجد کے 8 رکعت دو دو کر کے چار سلام سے اداء کرنا چاہئے۔اور عمل درآمد بھی اسی پر ہے۔

فجر کی سنت کے بعد لیٹنا سنت نہیں ہے

پہلی حدیث

4/1806۔ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر کے دو رکعت سنت پڑھنے کے بعد اگر کوئی ضرورت ہوتی تو مجھ سے دینی کلام کرتے ، ورنہ فجر کی فرض کے لئے تشریف لے جاتے۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

(یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

ف: علامۂ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ان مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی تو سنت فجر کے بعد پہلے کروٹ لیٹے ہیں اور کبھی سنت فجر کے بعد بھی کروٹ لیٹے

ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ آپ نہ تو سنت فجر سے پہلے لیٹے اور نہ تو سنت فجر کے بعد، ان مختلف احوال سے معلوم ہوا کہ حضور کبھی کبھی صرف استراحت یعنی آرام لینے اور تکان دور کرنے کے لئے لیٹے ہیں، اگر آپ ہمیشہ لیٹتے تو اس سے مسئلہ بنتا اور یہ فعل سنت ہوتا۔

دوسری حدیث

5/1807۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ نے دیکھا کہ ایک شخص دو رکعت سنت فجر پڑھ کر کروٹ لیٹ گیا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس شخص کو کیا ہوا ہے، نافع نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے عرض کیا کہ یہ شخص کروٹ لیٹ کے فجر کے فرض اور سنت کے درمیان فصل پیدا کر رہا ہے، اس پر ابن عمرؓ نے فرمایا کہ سلام پھیرنا (سنت اور فرض کے درمیان خود فصل ہے) اس سے بہتر اور کیا فصل چاہئے (اس کو لیٹ کر فصل کرنے کی ضرورت نہیں) اس کی روایت امام محمد نے کی ہے، اور فرمایا ہے کہ ہم ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول پر عمل کرتے ہیں اور یہی قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے اور انہوں نے فرمایا ہے کہ فجر کے سنت اور فرض کے درمیان لیٹنے کی ضرورت نہیں۔
(اس حدیث کی سند صحیح ہے۔)

تیسری حدیث

6/1808۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا ہے کہ جو شخص فجر کی دو رکعت سنت پڑھ کر جانور اور گدھے کی طرح زمین پر لوٹا کرتا ہے اس سے اس کی کیا غرض ہے (اگر اس سے وہ فجر کی سنت اور فرض کے درمیان فصل پیدا کرنا چاہتا ہے تو اس طرح فصل کرنے کی ضرورت نہیں) فجر کی سنت کے ختم پر اس کا سلام پھیرنا خود فصل ہے۔(اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔)

چوتھی حدیث

7/1809۔ابوصدیق ناجی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ

عنہما نے چند لوگوں کو دیکھا کہ وہ فجر کی دورکعت سنت پڑھنے کے بعد کروٹ لیٹے ہوئے ہیں تو حضرت ابن عمر نے کسی کو بھیج کر ان کو اس طرح لیٹنے سے منع فرمایا (یہ سن کر) ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم اس طرح لیٹ کر سنت پر عمل کرنا چاہتے ہیں تو حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ دوبارہ جا کر ان سے کہہ دو کہ فجر کی سنتوں کے بعد اس طرح لیٹنا (سنت نہیں ہے) بلکہ بدعت ہے۔

(اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔)

پانچویں حدیث

8/1810۔ ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ان سے کسی نے پوچھا کہ فجر کی سنتوں کے بعد لیٹنا کیسا ہے تو) آپ نے فرمایا کہ (جو لوگ اس طرح لیٹا کرتے ہیں دراصل ان کو) شیطان بہکا کر لٹایا کرتا ہے۔ (اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔)

تہجد کی نماز کا ایک اور طریقہ

پہلی حدیث

9/1811۔ حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی نے فرمایا کہ میں (ایک دفعہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا (حضور سفر میں ہونے سے حضور کا ہر فعل میری آنکھوں کے سامنے تھا) اس لئے میں نے مصمم ارادہ کر لیا اور دل میں یہ ٹھان لیا تھا کہ آپ کی نماز تہجد کو دیکھوں کہ آپ کس طرح اداء فرماتے ہیں، پھر میں اس پر خود بھی عمل کروں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشاء کی نماز اداء فرمالئے تو دیر تک آرام فرماتے رہے پھر بیدار ہوئے اور افق کی طرف نظر فرمائے اور تاروں پر اور آسمان پر جب نگاہ مبارک پڑی تو فرمانے لگے:

”رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً ، سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ . رَبَّنَآ اِنَّکَ مَنْ

تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ، وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ . رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ، رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ . رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ، اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ‘‘.

(3۔سورۂ آل عمران، پ:4 ،آیت نمبر:191/194) ترجمہ:۔اے ہمارے پروردگار! آپ نے اس (کارخانۂ عالم) کو بے کار اور بے فائدہ (تو) نہیں بنایا، آپ کی ذات عالی (ایسے فعل عبث کرنے سے) پاک ہے (اور یہ کارخانہ خبر دے رہا ہے کہ آخرت میں نیکی کی جزاء اور بدی کی سزا ہونی ہے) تو اے ہمارے پروردگار ہم کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھئے۔اے ہمارے پروردگار جس کو آپ نے دوزخ میں ڈالا اس کو(بہت ہی) ذلیل و رسوا کیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔اے ہمارے پروردگار! ہم نے ایک منادی کرنے والے یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا کہ وہ ایمان کی منادی کرر ہے تھے (اور لوگوں کو سمجھا رہے تھے) کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لے آئے۔بس اے ہمارے پروردگار ہمارے قصور کو معاف فرمایئے اور ہماری برائیوں کو ہم سے مٹا دیجئے اور نیک بندوں کے ساتھ ہمارا خاتمہ بالخیر کیجئے۔اور اے ہمارے پروردگار جن جن نعمتوں کے وعدے ہم سے آپ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ فرمائے ہیں وہ ہم کو نصیب فرمایئے اور قیامت کے دن ہمیں ذلیل ورسوا نہ کیجئے۔کچھ شک نہیں کہ آپ وعدہ خلافی نہیں کیا کرتے۔

پھر آپ بستر کی طرف جھکے اور بستر کے نیچے سے مسواک کھینچ لئے۔پھر چھاگل میں سے ایک بڑے کٹورے میں پانی ڈالے اور دانتوں پر مسواک رگڑے (اس کے بعد راوی خاموش ہیں،صاحب مرقات کہتے ہیں کہ یہاں دو احتمال ہیں:ممکن ہے کہ آپ نے دوبارہ وضوء فرمایا ہو۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے سابقہ وضوء ہی سے تہجد اداء فرمائی ہو اس لئے کہ نیند سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وضوء نہیں ٹوٹتا تھا اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات سے ہے پھر آپ کھڑے ہوئے اور نماز تہجد

شروع فرمائی۔کیا کہوں کہ آپ نے کس قدر نماز اداء فرمائی۔جتنی دیر تک آپ آرام فرمارہے تھے،اتنی ہی دیر تک آپ نے نماز اداء فرمائی پھر آپ لیٹ گئے اور جتنی دیر آپ نے نماز پڑھی تھی اتنی ہی دیر آپ آرام فرماتے رہے اور پھر بیدار ہوئے (ابھی آپ نے جو کچھ سنا ہے) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ سب پھر اداء فرمائے اور وہ سب اذکار بھی پڑھے جن کو آپ نے پہلی بار پڑھا تھا، پھر صبح صادق سطلوع ہونے تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین بار اسی طرح سوتے اور جاگتے رہے اور (یہی عمل فرماتے رہے)۔(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

10/1812۔ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کبھی) رات (کے آخری حصہ) میں (بھی تہجد کے لئے اٹھتے اور) تیرہ رکعت پڑھتے تھے (اس کی تفصیل یہ تھی کہ آٹھ رکعت تہجد کے ہوتے تھے اور تین رکعتو تر کے) (وتر کی تین رکعتوں کا ذکر صحیح مسلم اور شمائل ترمذی میں موجود ہے۔12) (اتنے میں صبح صادق طلوع کرتی تو) آپ فجر کی دو سنتیں اداء فرمالیتے۔(اس طرح جملہ تیرہ رکعت ہوتے تھے)۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

تیسری حدیث

11/1813۔مسروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات میں جو نماز پڑھا کرتے تھے وہ کتنی رکعتیں ہوا کرتی تھیں؟ ام المومنین فرمائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر کی دوسنتوں کے علاوہ سات رکعات بھی پڑھتے تھے،نو رکعات بھی اور گیارہ رکعات بھی (اس کی تفصیل یہ ہے کہ کبھی تہجد چار رکعت پڑھے ہیں اور وتر تین رکعت، اور کبھی تہجد 6 رکعت ہوتی اور وتر تین، اور اکثر تو تہجد آٹھ رکعت ہوتی اور وتر تین) (اس کی روایت بخاری نے کی ہے)۔

چوتھی حدیث

12/1814 ۔کریب رضی اللہ عنہ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات کی نماز کیسی ہوتی تھی (یہ سن کر) حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں بسر کی، اس روز آپ (میری خالہ) حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف فرما تھے، آپ (نماز عشاء کے بعد اوّلِ شب) آرام فرمائے اور جب تہائی یا آدھی رات گزر گئی تو آپ بیدار ہوئے اور ایک مشکیزہ کے پاس تشریف لے جا کر جس میں پانی تھا وضوء فرمائے، میں نے بھی آپ کے ساتھ وضو کیا، پھر آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور میں بھی آپ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا تو آپ نے مجھے اپنے دائیں جانب کھڑا کر لیا (یہ میرے بچپن کا زمانہ تھا اور مجھے کچھ غنودگی تھی، حضور اس کو معلوم کر کے) میرے سر پر آپ نے اپنا دست مبارک رکھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ میرا کان پکڑ کر مجھے نیند سے جگا رہے ہیں اس کے بعد آپ نے دو رکعتیں مختصر قرأت کے ساتھ ادا فرمائیں، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ صرف سورۂ فاتحہ پر ہی اکتفا فرمائے ہیں (حالانکہ آپ مختصر ضم سورہ بھی کئے تھے) پھر آپ ان دو رکعتوں کو ختم فرما کر سلام پھیر دیئے، اس کے بعد آپ تہجد مع وتر کے گیارہ رکعت ادا فرمائے جس میں آٹھ رکعت تو تہجد کے تھے اور باقی تین رکعت وتر کے، اس کے بعد پھر آپ سو رہے (اور جب صبح صادق طلوع ہوئی اور جماعت کا وقت آ گیا تو بلال رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جماعت تیار ہے تو آپ نے نیند سے بیدار ہو کر دو سنتیں پڑھیں، پھر جا کر لوگوں کو فجر کی فرض نماز پڑھائی۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

تہجد کا ایک اور طریقہ اور تہجد کے وقت کی مسنون دعائیں

13/1815 ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سو گیا تھا (اور حضور بھی سو گئے تھے پھر رات کا ایک حصہ گزرنے پر) حضور بیدار ہوکر مسواک کئے اور وضوء کرتے ہوئے ان آیتوں کی تلاوت فرمائی۔

(سورۂ آل عمران پ4 ع19 ۔12، آیت نمبر:190 تا200) اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَاب o الَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِهِمۡ وَیَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ هٰذَا بَاطِلاً سُبۡحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّار o رَبَّنَاۤ اِنَّکَ مَنۡ تُدۡخِلِ النَّارَ فَقَدۡ اَخۡزَیۡتَهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِیۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ o رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعۡنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیۡ لِلۡاِیۡمَانِ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِرَبِّکُمۡ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغۡفِرۡلَنَا ذُنُوۡبَنَا وَکَفِّرۡ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الۡاَبۡرَارِ o رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدۡتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ وَلَا تُخۡزِنَا یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ اِنَّکَ لَا تُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ o فَاسۡتَجَابَ لَهُمۡ رَبُّهُمۡ اَنِّیۡ لَاۤ اُضِیۡعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنۡکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی بَعۡضُکُمۡ مِّنۡ م بَعۡضٍ فَالَّذِیۡنَ هَاجَرُوۡا وَاُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِیَارِهِمۡ وَاُوۡذُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِیۡ وَقٰتَلُوۡا وَقُتِلُوۡا لَاُ کَفِّرَنَّ عَنۡهُمۡ سَیِّاٰتِهِمۡ وَلَاُدۡخِلَنَّهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ثَوَابًا مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنۡدَهٗ حُسۡنُ الثَّوَابِ o لَا یَغُرَّنَّکَ تَقَلُّبُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فِی الۡبِلَادِ o مَتَاعٌ قَلِیۡلٌ ثُمَّ مَاۡوٰهُمۡ جَهَنَّمُ وَبِئۡسَ الۡمِهَادُ o لٰکِنِ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا رَبَّهُمۡ لَهُمۡ جَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا نُزُلًا مِّنۡ عِنۡدِاللّٰهِ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ خَیۡرٌ لِّلۡاَبۡرَارِ o وَاِنَّ مِنۡ اَهۡلِ الۡکِتٰبِ لَمَنۡ یُّؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکُمۡ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡهِمۡ خٰشِعِیۡنَ لِلّٰهِ لَا یَشۡتَرُوۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیۡلاً اُولٰٓئِکَ لَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ o یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ

اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ o

ترجمہ:۔آسمان وزمین کی بناوٹ اور رات ودن کے آنے جانے میں عقلمندوں (کے سمجھنے) کے لئے بے شمار نشانیاں (موجود) ہیں کہ یہ لوگ کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) خدا کو یاد کرتے اور آسمان اور زمین کی تخلیق میں غور کرتے ہیں اور بے اختیار بول اٹھتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! آپ نے اس (کارخانۂ عالم) کو بے فائدہ (تو) نہیں بنایا۔آپ کی ذات عالی (ایسے فعل عبث کرنے سے پاک ہے (اور یہ کارخانہ خبر دے رہا ہے کہ آخرت میں نیکی کی جزا اور بدی کی سزا ہونی ہے) تو اے ہمارے پروردگار ہم کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھئے۔اے ہمارے پروردگار جس کو آپ نے دوزخ میں ڈالا اس کو (بہت ہی) ذلیل ورسوا کیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں، اے ہمارے پروردگار ہم نے ایک منادی کرنے والے یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا کہ منادی کر رہے تھے (اور وہ لوگوں کو سمجھا رہے تھے) کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لے آئے پس اے ہمارے پروردگار! ہمارے قصور معاف فرمائیے اور ہماری برائیوں کو ہم سے مٹا دیجئے اور نیک بندوں کے ساتھ ہمارا خاتمہ بالخیر کیجئے اور اے ہمارے پروردگار جن جن نعمتوں کے وعدے ہم سے آپ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ فرمائیے ہیں وہ ہم کو نصیب فرمائے اور قیامت کے دن ہمیں ذلیل ورسواء نہ کیجئے۔کچھ شک نہیں کہ آپ وعدہ خلافی نہیں کیا کرتے۔تو ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کر لی اور (فرمایا) کہ ہم تم میں سے کسی (نیک) عمل کرنے والے کے عمل کو اکارت نہیں جانے دیں گے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت (اس بارے میں مرد وعورت میں کچھ فرق نہیں) کیونکہ تم مرد و عورت ایک ہی جنس سے ہیں تو جن لوگوں نے ہمارے لئے اپنے وطن چھوڑے اور ہمارے ہی وجہ سے اپنے گھروں سے نکالے اور میرے راستہ میں ستائے گئے اور انہوں نے (راہ جہاد میں) قتال کیا اور (خود بھی) قتل ہوئے میں ان سے ان کی خطاؤں کو (ان کے نامہ اعمال سے) ضرور میٹ دوں گا

اوران کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، یہ بدلہ ان کو اللہ کے پاس سے ملے گا اور اللہ ہی کے پاس اچھا بدلہ ہے۔اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کافروں کا شہروں میں (دنیا کمانے کے لئے) چلنے پھرنے اور پھران کے کامیاب ہونے سے آپ یہ خیال نہ کریں (اور یہ نہ سمجھیں کہ یہ منفعت کثیر ہے بلکہ) (دنیا کا یہ) تھوڑا سا فائدہ ہے۔(کیونکہ دنیا فانی ہے اور دنیا کے تمام فائدے ثواب آخرت کے مقابلہ میں بہت کم ہیں) پھر آخر کار ان کافروں کا ٹھکانہ دوزخ ہی ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔لیکن جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہتے ہیں آخرت میں ان کے لئے باغات ہیں جن میں نہریں بہہ رہی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اللہ کی طرف سے یہ ان کی مہمانی ہوگی اور اللہ کے پاس جو ساز وسامان ہے وہ نیک بندوں کے لئے (دنیا و مافیھا سے) بہتر ہے اور اہل کتاب میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ اور اس کی کتاب پر جو تم پر نازل ہوئی اور اس کتاب پر جو اُن پر نازل ہوئی ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کے آگے عاجزی کرتے ہیں۔(یہود کی عادت تھی کہ تورات کے بعض مضامین کو مال و دولت لے کر عوام کے حسب مرضی بدل دیتے تھے مگر یہ اہل کتاب جو ایمان لائے ہیں) اللہ کی آیتوں کو دنیا کے حقیر معاوضہ کے بدلے نہیں بیچتے (اور اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کرتے ہیں) یہی لوگ ہیں جن کا صلہ ان کے پروردگار کے ہاں تیار موجود ہے (ان کو اجر کے حاصل کرنے میں انتظار کی زحمت نہیں اٹھانی پڑے گی کیونکہ) اللہ تعالی جلد حساب کرنے والے ہیں (ان کے نیکیوں کا بہت جلد بدلہ دیں گے) مسلمانو! (ان تکلیفوں کو جو خدا کی راہ میں تم کو پیش آئیں) برداشت کرو اور ایک دوسرے کو صبر کی تعلیم دو اور آپس میں مل کر رہو اور اللہ تعالی سے ڈرو تا کہ آخر کار تم اپنی مراد کو پہونچو۔

(وضوء سے فارغ ہوکر) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھے جن میں قیام، رکوع اور سجدوں کو حسب عادت مبارکہ طویل کیا اور نماز سے فارغ ہوکر سو گئے یہاں تک کہ خراٹے کی آواز آنے لگی (جو گہری نیند کی علامت ہے) پھر اسی طرح آپ تین بار سوتے اور جاگتے

رہے اور ہر دفعہ میں دو دو رکعت کر کے جملہ (6) رکعات اداء فرمائے اور جب نیند سے بیدار ہوتے تو مثل سابق ہر دفعہ مسواک کر کے وضوء فرماتے اور مذکورہ آیات بھی تلاوت فرماتے۔ آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین رکعت وتر کے اداء فرمائے۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

14/1816۔ اور ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز وتر اداء فرمائے اور جب صبح صادق طلوع ہوئی (اور جماعت کا وقت آ گیا) تو بلال رضی اللہ عنہ نے حاضر ہوکر (جماعت کے تیار ہونے کی) اطلاع دی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر کی دو سنتیں پڑھ کر فرض پڑھانے کے لئے باہر تشریف لے گئے۔

15/1817۔ اور بخاری ومسلم کی ایک روایت میں ہے کہ (جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر کی سنتیں پڑھ کر فرض پڑھانے کے لئے تشریف لے چلے تو) یہ دعا پڑھتے ہوئے مصلّے تک پہنچے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا .وَّ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا. وَّ عَنْ یَّمِیْنِیْ نُوْرًا .وَّعَنْ یَّسَارِیْ نُوْرًا . وَّفَوْقِیْ نُوْرًا . وَّ تَحْتِیْ نُوْرًا . وَّاَمَامِیْ نُوْرًا . وَّخَلْفِیْ نُوْرًا. وَّاجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا ط

ترجمہ: الٰہی (میں انسان ہونے کی حیثیت سے جہالت اور گمراہی میں گھرا ہوا ہوں، اب آپ ہی میری مدد کیجئے اور) میرے دل میں نور پیدا کیجئے۔ اور میری بصر میں نور پیدا کیجئے اور میری سماعت میں نور پیدا کیجئے اور میرے سیدھے طرف نور، اور میرے بائیں طرف نور اور میرے اوپر نور اور میرے نیچے نور اور میرے سامنے نور اور میرے پیچھے نور پیدا کیجئے، (غرض میرے ہر طرف سے نور ہی نور ہو اور میں سراپا نور ہو جاؤں جس سے ہر وقت مجھے آپ کی ہدایت پہنچتی رہے اور میں کسی بہکانے والے کے بہکانے سے گمراہ نہ ہو جاؤں) اور آپ میرے لئے نور پیدا فرمائیے۔

اور بعض روایتوں میں اس دعا کے بعد ذیل کے یہ الفاظ بھی اضافہ آئے ہیں:

وَفِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَّ عَصَبِیْ وَلَحْمِیْ وَدَمِیْ وَشَعْرِیْ وَبَشَرِیْ .

الٰہی میری زبان میں نور، میرے پٹھوں میں نور، میرے گوشت میں نور، میرے خون میں نور، میرے بالوں میں نور اور میرے پوست میں نور پیدا کیجئے (یعنی مجھے سراپا ہدایت بنادیجئے)۔

16/1818۔اور بخاری ومسلم کی ایک اور روایت میں یہ بھی ہے:

وَاجْعَلْ فِیْ نَفْسِیْ نُوْرًا وَّاَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا .

الٰہی! میری جان میں نور پیدا کیجئے (یہ جو کچھ نور آپ عطا فرمائیں گے معمولی نور نہ ہو بلکہ سب سے بڑا نور ہو جس سے مجھے کامل ہدایت ملے)۔

17/1819۔اور مسلم کی ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے:

اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا .

الٰہی (آخر میں آپ سے دعا کرتا ہوں کہ) آپ مجھے اس قدر نور عطا فرمایئے کہ میں سرتا پا نور ہی نور ہو جاؤں۔

تہجد کی نماز کا ایک اور طریقہ

18/1820۔زید بن خالد جُہَنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: (ایک دفعہ کا واقعہ ہے) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے حجرات سے باہر ڈیرہ کی طرح ایک مقام بنایا گیا تھا اور آپ اس میں تشریف فرماتے تھے چونکہ میں ڈیرہ کی چوکھٹ پر سر رکھ کر سو رہا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرات سے باہر ہونے سے حضور کا ہر فعل میرے سامنے تھا اس لئے میں نے مصمم ارادہ کرلیا اور دل میں ٹھان لیا تھا کہ آج شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات کی نماز کو دیکھوں، (کہ آپ کس طرح اداء فرماتے ہیں) تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختصر قرأت سے (تحیۃ الوضو کی) دو رکعتیں اداء فرمائے (اس کے بعد تہجد کا سلسلہ شروع ہوا) پھر آپ نے دو رکعتیں

بہت طویل قرأت سے اداءفرمائے، اس کے بعد آپ نے پھر دو رکعتیں جو پڑھیں وہ طویل تو تھیں مگر قرأت میں پہلے دو کی بہ نسبت کسی قدر مختصر تھیں، پھر اس کے بعد دو رکعتیں طویل قرأت سے اداء فرمائیں مگر بہ نسبت ان کے پہلے کی دو رکعتوں سے قرأت میں کسی قدر مختصر تھیں، پھر اس کے بعد اور دو رکعتیں طویل قرأت سے اداء فرمائے مگر یہ رکعتیں قرأت میں ان کے پہلے کی دو رکعتوں سے کسی قدر مختصر تھیں (یہ آٹھ رکعتیں تو تہجد کی ہوئیں) اس کے بعد آپ نے پھر تین رکعت وتر کے اداء فرمائے اس طرح یہ جملہ 13 رکعتیں ہوئیں۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

تہجد سے پہلے تحیۃ الوضوء پڑھنے کا بیان

پہلی حدیث

19/1821۔ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات میں جب تہجد پڑھنے کھڑے ہوتے تو پہلے (تحیۃ الوضوء کی) دو مختصر رکعتیں پڑھتے، اس کے بعد تہجد کی نماز شروع فرماتے تھے۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

20/1822۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص تہجد کے لئے نیند سے اٹھے تو پہلے (تحیۃ الوضوء کی) دو مختصر رکعتیں پڑھے، اس کے بعد تہجد کی نماز شروع کرے۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

تہجد میں حضور کی قرأت کا بیان

21/1823۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں مفصل کی ان سورتوں کو جانتا ہوں جو مقدار میں ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں اور ان میں کی دو دو سورتوں

کو ملا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تہجد کی ہر ایک رکعت میں پڑھا کرتے تھے۔
(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے کی ہے۔)

22/1824۔اور مسلم کی ایک اور روایت میں شقیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قبیلہ بنی بُجَیلہ کے ایک صاحب جن کا نام نُھَیک بن سنان تھا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کئے کہ میں تہجد کی ہر رکعت میں مفصّل کی تمام سورتوں کو پڑھ لیا کرتا ہوں، تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (عرب کے شعراء اپنی یاد بتانے کے لئے اشعار کو بیحد تیزی سے پڑھا کرتے تھے): کیا تم بھی قرآن کو یہی سمجھے ہو، میں تم کو بتلاتا ہوں کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ پر عمل کیا کرو۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تہجد کی ہر رکعت میں مفصّل کی دو دو سورتیں جو مقدار میں ایک دوسرے کے قریب قریب ہوتیں نہایت ترتیل سے پڑھا کرتے تھے (تم بھی ایسا ہی پڑھا کرو)۔

ف: ردالمختار میں لکھا ہے کہ فرض کی ہر رکعت میں اگر کوئی دو دو سورتیں جو ایک دوسرے کی متصل ہوں پڑھے تو جائز ہے مگر بخلاف اولیٰ اور مکروہ تنزیہی ہے البتہ نوافل اور تہجد کی ہر رکعت میں دو دو سورتوں کو ملا کر پڑھنا بلا کراہت جائز ہے خواہ یہ سورتیں متصل ہوں یا غیر متصل۔

حضور کی تہجد کی کیفیت

23/1825۔حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہیں (ایک مرتبہ) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تہجد پڑھتے ہوئے دیکھنے کا موقع ملا، کیا دیکھتے ہیں کہ (دل میں) تہجد کی نیت کر کے آپ تکبیر تحریمہ اس طرح شروع فرمائے:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، ذُوْ الْمَلَکُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْعَظَمَۃِ .

اللہ تعالی سب سے بڑے ہیں، اللہ تعالی سب سے بڑے ہیں اللہ تعالی سب سے بڑے ہیں،

دو جہاں کے آپ ہی مالک ہیں سب غالبوں پر آپ ہی غالب ہیں جن جن کو بڑائی ہے ان میں آپ ہی سب سے بڑے ہیں، آپ کی عظمت اور بزرگی کے سامنے کسی کی عظمت و بزرگی نہیں۔

پھر اس کے بعد آپ ثناء پڑھے (اور جب قرأت کا موقع آیا تو سورۂ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں) سورۂ بقرہ نہایت ترتیل سے پڑھے، پھر رکوع فرمائے، کیا کہوں کیسا رکوع تھا جیسے عادت مبارکہ سے زیادہ غیر معمولی قیام تھا، قیام کی مناسبت سے عادت سے زیادہ رکوع بھی غیر معمولی طویل تھا۔ حسب عادت شریفہ پورے رکوع میں "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم" بار بار پڑھتے جارہے تھے، پھر آپ رکوع سے سر اٹھا کر قومہ کئے، قومہ بھی رکوع کی طرح عادت سے زیادہ غیر معمولی طویل تھا۔ قومہ میں (سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کے بعد) "لِرَبِّیَ الْحَمْدُ" بار بار پڑھ رہے تھے یعنی اے میرے رب حمد کے مستحق صرف آپ ہی ہیں، پھر آپ سجدہ فرمائے، کچھ نہ پوچھو کہ سجدہ کیسا تھا، سجدہ بھی قومہ کی طرح عادت شریفہ سے زیادہ غیر معمولی طویل تھا، حسب عادت شریفہ پورے سجدہ میں آپ "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" بار بار پڑھ رہے تھے، پھر آپ پہلے سجدہ سے سر اٹھا کر جلسہ میں آ گئے اور یہ جلسہ بھی سجدہ کی طرح عادت شریفہ سے زیادہ غیر معمولی طویل تھا اور آپ جلسہ میں "رَبِّ اغْفِرْلِیْ رَبِّ اغْفِرْلِیْ" بار بار پڑھ رہے تھے (یہ پہلی رکعت تھی) اسی طرح آپ چار رکعات اداء فرمائے، ان چار رکعتوں میں جو قرأت آپ فرمائے تھے اس کی تفصیل یہ تھی، پہلی رکعت میں سورہ بقرہ، دوسری میں آل عمران، تیسری میں سورۂ نساء، چوتھی میں۔ حضرت شعبہ راوی کو شک ہے کہ۔ مائدہ تھا یا سورۂ انعام۔ بہر حال ان دو سورتوں میں سے کوئی ایک سورت تھی۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

تہجد میں قرأت کی فضیلت

24/1826۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص (تہجد یا صلاۃ اللیل میں سورۂ فاتحہ کے سوائے) دس آیتیں پڑھے تو اس کا نام غافلین کے دفتر میں نہیں لکھا جائے گا اور جو شخص (تہجد یا صلاۃ اللیل میں سوائے سورۂ فاتحہ کے) سو آیتیں پڑھے تو اس کا نام قانتین یعنی خدا کے فرمانبرداروں میں لکھا جائے گا اور جو شخص (تہجد یا صلاۃ اللیل میں) ایک ہزار آیتیں پڑھے (تو کچھ نہ پوچھو کہ اس کا

نام کن میں لکھا جائے گا)'' مَقَنْطَرِيْنَ''یعنی بے گنتی ثواب جمع کرنے والوں میں لکھا جائے گا۔
(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

تہجد میں حضور کا قیام کبھی بہت طویل ہوتا تھا اس کی کیفیت

25/1827۔ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں:(کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ)رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تہجد کے لئے کھڑے ہوئے (اور اپنی امت اوران کے گناہ یاد آ گئے)تو ذیل کی آیت پڑھتے پڑھتے صبح کردیئے اور بار بار یہ فرماتے تھے: اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ج وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

اِلٰہَ العالمین! اگر آپ (میری امت کے گنہگاروں کو ان کے گناہوں پر) سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں (آپ کو اختیار ہے آپ کی طرف کوئی ظلم کی نسبت نہیں کرسکتا) اور اگر آپ ان کے گناہوں کو معاف فرمادیں (تو اس کا بھی آپ کو اختیار ہے اور کوئی آپ کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں اس لئے کہ) آپ زبردست قدرت والے اور ایسا ہی بڑی حکمت والے ہیں (حکیم کے فعل پر کوئی اعتراض نہیں کرسکتا)۔(اس کی روایت نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

حضور کے تہجد کی کیفیت

26/1828۔یعلی بن مَمْلَک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات کی نماز کیسی ہوتی تھی اور اس میں آپ کی قرأت کس طرح ہوا کرتی؟ (یہ سن کر حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز اور آپ کی قرأت یاد آ گئی، آپ کا دل بھر آیا) اور آپ فرمانے لگیں کہ آپ کی نماز اور آپ کی قرأت کا حال سن کر کیا کرو گے (اس لئے کہ حضور کے جیسی نماز اور قرأت پڑھنے کی کس میں طاقت ہے؟ حضور کے دل میں محبت الٰہی اس قدر تھی کہ وہ آپ کو سونے دیتی نہ

تھی، بار بار آپ کو اٹھا کر بٹھا دیتی تھی، اس لئے آپ نیند سے اٹھ کر) نماز تہجد اداء فرماتے، پھر جتنی دیر آپ نے نماز پڑھی تھی، اتنی ہی دیر آپ آرام فرماتے پھر (بیدار ہوکر) جتنی دیر آپ آرام فرماتے اتنی دیر تک نماز پڑھتے رہتے تھے، پھر جتنی دیر آپ نے نماز پڑھی تھی اتنی دیر آرام فرماتے یہاں تک کہ صبح صادق طلوع کرتی (یہ تو آپ کی نماز کا حال ہوا۔اب حضور کی قرأت کا حال سنو) ام المؤمنین آپ کی قرأت کو اس طرح بیان فرمائیں کہ آپ کی قرأت نہایت ترتیل کے ساتھ ہوتی کہ ہر حرف علحدہ علحدہ ہوتا اور ام المومنین خود بھی ترتیل کے ساتھ ایک ایک حرف الگ الگ پڑھ کر سنائیں (کہ حضور اس طرح قرآن پڑھا کرتے تھے)۔

(اس کی روایت ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے کی ہے۔)

تہجد میں حضور کے قرأت کرنے کی کیفیت

پہلی حدیث

27/1829۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تہجد کی نماز میں اکثر متوسط آواز سے قرأت فرمایا کرتے تھے اور کبھی دھیمی آواز سے بھی قرأت فرمائے ہیں۔(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

28/1830۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکان میں جب تہجد کی نماز پڑھتے تو اتنی آواز سے قرأت فرمایا کرتے کہ جو حجرہ میں ہوتے ان کو آواز سنائی دیتی تھی (یعنی نہ بہت بلند آواز سے قرأت فرماتے اور نہ بالکل آہستہ کہ کسی کو سنائی نہ دے بلکہ اس طرح قرأت فرماتے جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا)۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

تہجد میں قرأت کس طرح ہونی چاہیئے

29/1831۔ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں ایک رات کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اتفاق سے) باہر نکلے (اور کہیں تشریف لے جارہے تھے تو) حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کے مقام پر سے گزر رہوا۔اس وقت ابوبکرصدیق تہجد پڑھ رہے تھے اور بہت آہستہ آواز سے قرأت فرمارہے تھے (ان کی قرأت سماعت فرماتے ہوئے حضور آگے بڑھے اور) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مقام پر سے گزر ہوا تو حضرت عمر تہجد کی نماز میں قرأت کرر ہے تھے،حضور سنے کہ حضرت عمر بہت بلند آواز سے قرأت کرر ہے ہیں،ابوقتادہ کہتے ہیں کہ (جب صبح ہوئی تو) حضرت ابوبکر اور حضرت عمر دونوں حضور کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے (حضور باطنی امراض کے طبیب تھے جس میں جو مرض دیکھتے اس کا علاج فرمادیتے۔اسی لئے صحابہ کرام کو باطنی امراض سے کامل صحت حاصل ہوگئی تھی،مریض سے پہلے کیفیت سن کر علاج کیا جاسکتا ہے اس لئے) حضور نے ارشادفرمایا:ابوبکر میں (آج کی رات) تمہارے مقام پر سے ہوکر گزرا تو تم کو بہت آہستہ آواز سے قرأت کرتا ہوا پایا تو ابوبکرصدیق عرض کئے:حضور میں اس ذات سے راز و نیاز کرر ہا تھا جو آہستہ سے آہستہ آواز کو بھی سن لیتا ہے اس کو بلند آواز سے سنانے کی ضرورت نہیں، پھر حضرت عمر سے مخاطب ہوکر فرمائے:عمر! میں جب تمہارے مقام پر سے گزرا تو تم کو تہجد میں بہت بلند آواز سے قرأت کرتے ہوئے پایا تو حضرت عمر عرض کئے:حضور میں بلند آواز سے اس لئے قرأت کرر ہا تھا کہ سوتوں کو جگاؤں (غافلوں کو ہوشیار کروں) اور شیطان کو (اپنی قرأت سے) بھگاؤں (دونوں کی کیفیتوں کو سن کر اب حضور صحیح علاج فرماتے ہیں) ابوبکر! تم اپنی آواز کو کچھ اونچا کرو،اور حضرت عمر سے فرمائے:عمر! تم اپنی آواز کو کچھ پست کرو (اس لئے کہ میانہ روی ہر کام میں بہت بہتر ہے)۔(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور ترمذی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

تہجد کے وقت کا بیان

30/1832۔ مسروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس عمل کو بہت پسند فرماتے تھے؟ ام المومنین فرمائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دینی کاموں (یعنی اوراد و وظائف اور نوافل میں) سب سے پیارا اور پسندیدہ وہ کام معلوم ہوتا تھا جس پر ہمیشہ پابندی کی جائے پھر میں نے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو تہجد کے لئے کب اٹھتے تھے؟ ام المومنین فرمائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر اس وقت تہجد پڑھنے کھڑے ہوتے جب مرغ کی آواز سنتے (اکثر مرغ اس وقت بانگ دیا کرتے ہیں جب ایک تہائی رات باقی رہ جاتی ہے)۔

(اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

حضور کے سونے اور جاگنے کی کیفیت

31/1833۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رات کے کسی خاص حصہ میں سونے یا کسی خاص حصہ میں جاگنے کی عادت نہ تھی اس لئے جب) ہم خیال کرتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت نماز نہیں پڑھ رہے ہوں گے مگر (جب دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ) حضور اس وقت نماز پڑھ رہے ہیں (ایسا ہی) ہمارا خیال ہوتا کہ حضور اس وقت نہیں سو رہے ہوں گے مگر (جب دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ) حضور اس وقت سو رہے ہیں (اس سے معلوم ہوا کہ حضور کے رات میں سونے اور نماز تہجد پڑھنے کی عادت شریفہ مقرر نہ تھی)۔

(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

نفل نماز بیٹھ کر بھی پڑھ سکتے ہیں

32/1834۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ (میں نے

کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیٹھ کر نماز پڑھتے نہیں دیکھا) (جیسا کہ بخاری میں مذکور ہے ۔12) ہاں جب آپ زیادہ سن رسیدہ ہوگئے اور آپ پر ضعف پیری کے آثار ظاہر ہونے لگے تو آپ اکثر (نفل) نمازوں کو بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے (اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹھ کر نماز پڑھنے سے آپ کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی اس لئے کہ یہ حضور کے خصوصیات سے ہے بخلاف امت کے کہ بلا عذر نفل نماز بیٹھ کر پڑھنے سے آدھا ثواب ملے گا ہاں اگر عذر کی وجہ بیٹھ کر پڑھیں تو پورا ثواب ملے گا۔ یہ حکم نفل سے متعلق ہے اگر کوئی شخص فرض نماز بلا عذر بیٹھ کر پڑھے تو نماز اداء نہ ہوگی، اس لئے کہ قیام فرض ہے ہاں اگر کسی عذر کی وجہ سے فرض نماز بیٹھ کر پڑھے تو نماز ہو جائے گی اور ثواب بھی پورا ملے گا) (مرقات ۔12)

(اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے ۔)

(32/51) بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ

(اس باب میں ان اذکار اور دُعاؤں کا ذکر ہے جن کا پڑھنا رات میں اٹھ کر تہجد اداء کرنے والے کے لئے مسنون ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ''وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ'' اوراللہ تعالی کا ارشاد ہے(سورۂ مزمل پ29 ع1، آیت نمبر: 8 میں) (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دن میں تو تبلیغ اسلام میں مصروفیت کی وجہ سے آپ کو بہت مشغلہ رہتا ہے اس لئے رات کو اٹھ کر) اپنے پروردگار کا نام لیتے اوراس کو یاد کرتے رہو۔

تہجد کی مسنون دعا کا بیان

پہلی حدیث

1/1835 ۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رات تہجد کی نماز پڑھنے کو اٹھتے تو (نماز تہجد شروع کرنے سے پہلے) یہ دعا پڑھتے۔

''اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ. وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُالسَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ. وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ. وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ.وَوَعْدُكَ الْحَقُّ. وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ.وَقَوْلُكَ حَقٌّ.وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُحَقٌّ.وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ.وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ حَقٌّ.وَالسَّاعَةُ حَقٌّ.اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ. وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْلِىْ''.

اے اللہ! ہر طرح کی تعریف آپ ہی کے لئے سزاوار ہے، آسمانوں زمینوں اور جتنی چیزیں

ان میں ہیں آپ ہی ان سب کے سنبھالنے والے اوران کا انتظام کرنے والے ہیں۔اور ہرطرح حمد آپ ہی کوسزاوار ہے، آسمانوں، زمینوں اور جتنی چیزیں ان میں ہیں سب کے آپ نور ہیں یعنی ان سب کوعدم کی ظلمت سے نکال کر وجود کا نور عطا کرنے والے آپ ہی ہیں۔اور ہرطرح کی حمد آپ ہی کوسزاوار ہے، اورآسمانوں، زمینوں اور جتنی چیزیں ان میں ہیں ان سب کے بادشاہ آپ ہی ہیں (کوئی آپ کی بادشاہت میں شریک نہیں ہے اورکوئی آپ کی بادشاہت کا انکار کرنے والانہیں ہے)اور ہرطرح کی حمد آپ ہی کوسزاوار ہے۔آپ ہی حق ہیں یعنی آپ ہی موجوداور ثابت ہیں اور آپ کا وجود لازوال ہے کہ کبھی معدوم نہیں ہونے کا اور آپ کے سوائے سب معدوم ہیں۔اور آپ کا وعدہ سچا ہے یعنی آپ نے جو وعدہ اپنے بندگان خاص سے دنیا میں مدد کرنے کا اور آخرت میں ثواب دینے کا کیا ہے سچا ہے کہ کبھی آپ اس کا خلاف نہیں کرتے ،اور آپ سے ملنا یقینی ہے یعنی دنیا سے دارِآخرت کی طرف آنا اور پھر وہاں آپ کا دیدار ہونا برحق ہے۔آپ جوفرماتے ہیں وہ بالکل سچ ہوتا ہے کبھی اس کا خلاف نہیں ہوتا۔اور بیشک جنت کا موجود ہونا اور دوزخ کا موجود ہونا یقینی ہے۔سب نبی برحق ہیں (اس لئے ہم سب پر ایمان لائے ہیں)۔اورحضرت محمد صلی اللہ وآلہ وسلم سچے نبی ہیں، (اس لئے ہر اگلے اور پچھلے کوآپ پر ایمان لانا ضروری ہے)۔اور قیامت کا آنا اور جو اس میں ہونے والا ہے وہ سب حق ہے۔اے اللہ! میں آپ ہی کا تابعدار ہوں اور آپ ہی کے سامنے سر نیاز جھکایا ہوا ہوں۔اے اللہ! میں آپ پر ایمان لایا ہوں۔اور میں آپ ہی پرتوکل کرتا ہوں یعنی بھروسہ کرتا ہوں اور میں آپ ہی کی طرف رجوع کرتا ہوں (میں نے اپنے نفس کے لئے کسی سے جھگڑنا چھوڑ دیا ہے)اور جب کبھی جھگڑتا ہوں تو آپ ہی کے لئے اور آپ ہی کے دین کے لئے آپ ہی کی مدد لے کر جھگڑتا ہوں۔اے میرے اللہ! میں آپ ہی کو اپنا حاکم سمجھتا ہوں، دینی اور دنیوی ہر امر کو آپ کے سامنے فیصلے کے لئے پیش کرتا ہوں۔(واضح ہو کہ یہاں

گناہوں سے مغفرت کی جو دعا ہے وہ امت کے تعلیم کے لئے ہے، حضورﷺ کے گناہوں سے معصوم ہونے کی تحقیق نورالمصابیح، حصہ دوم صفحہ 376 میں گزرچکی ہے۔12)

" مَاقَدَّمْتُ وَمَااَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَااَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَااِلٰهَ اِلَّااَنْتَ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُکَ "

(اے اللہ میں گناہ نہ کرنا تھا کیا، اب آپ کو میں اپنا حاکم سمجھتا ہوں، آپ کے سوا کوئی گناہ معاف نہیں کرسکتا اس لئے) اس لئے آپ میرے اگلے پچھلے چھپے ہوئے اور ظاہری اور جن کو مجھ سے زیادہ آپ جانتے ہیں، ان سب گناہوں کو آپ ایسا معاف کیجئے کہ میں گناہوں سے ایسا پاک ہوجاؤں جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے وقت پاک تھا (یہ اس لئے عرض کررہا ہوں کہ آپ جو کرنا چاہیں اس کو کوئی روکنے والا نہیں) جس کو چاہیں آپ آگے کرسکتے ہیں اور جس کو چاہیں آپ پیچھے ڈال سکتے ہیں، آپ ہی میرے معبود ہیں آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ایضاً دوسری حدیث

2/1836 ۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات جب تہجد کی نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو (تکبیر تحریمہ کے بعد) نماز کے شروع میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

" اَللّٰھُمَّ رَبَّ جِبْرِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ وَاِسْرَافِیْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَةِ اَنْتَ تَحْکُمُ بَیْنَ عِبَادِکَ فِیْمَا کَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ . اِھْدِنِیْ لِمَا اخْتُلِفَ فِیْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِکَ . اِنَّکَ تَھْدِیْ مَنْ تَشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم ".

ترجمہ: اے اللہ! اے جبرئیل ومیکائیل اور اسرافیل کے رب! اے آسمانوں اور زمینوں کے

پیدا کرنے والے! اے غیب اور شہادت کا علم رکھنے والے آپ ہی اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے والے ہیں ان باتوں میں کی جن میں اختلاف کرتے تھے (اس لئے) آپ اپنے حکم سے حق میں جو اختلاف ڈال دیا گیا ہے ان (امور) میں میری رہبری فرمایئے اپنے حکم سے (اور آپ پر یہ مشکل نہیں ہے) آپ جس کو چاہتے ہیں اس کو صراط مستقیم کی رہنمائی فرماتے ہیں۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ایضاً تیسری حدیث

3/1837۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو جب تہجد پڑھنے کھڑے ہوتے تو تکبیر تحریمہ فرماتے، اس کے بعد ثناء اس طرح پڑھتے:

"**سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَااِلٰهَ غَیْرُکُ**". اے اللہ! ہم آپ کی تعریف کرتے ہوئے تمام عیبوں سے آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں، آپ کا نام بڑا بابرکت والا ہے، آپ بہت عالیشان ہیں، آپ کے سوا کوئی معبود لائق عبادت نہیں۔

پھر اس کے بعد آپ یہ دعا بھی پڑھتے تھے: **اَللّٰهُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا**.

اللہ سب سے بڑوں سے بڑا ہے، ساری بڑائیاں اسی کے لئے ہیں۔

اس کے بعد پھر یہ دعا پڑھتے: "**اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ**".

میں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں جو سب سے زیادہ سننے والے اور سب سے زیادہ جاننے والے ہیں، شیطان مردود کے ھَمْز سے (یعنی وسوسوں سے جن کو شیطان انسان کے دلوں میں پیدا کرتا ہے) اور نَفْخ سے (یعنی غرور اور خود پسندی سے جن کو شیطان انسانوں کے دلوں میں ڈالتا

ہے، اور نَفث سے (یعنی سحر سے جس کو شیطان انسان سے کرواتا ہے)۔

اس کی روایت ترمذی، ابوداؤداور نسائی نے کی ہے اور ابوداؤد کی روایت میں ''لَااِلٰـــــــہَ غَیْرُکَ'' کے بعد یہ اضافہ ہے ''لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ مِن ھَمْزِہٖ وَنَفْخِہٖ وَنَفْثِہٖ'' یہ دعا پڑھنے کے بعد آپؐ قراءت شروع فرماتے تھے۔

ف: واضح ہو کہ یہ اور اس قسم کی حدیثوں کی وجہ سے ثناء کے بعد نوافل میں مذکورہ دعاؤں اور مسنون اذکار کا اضافہ کر سکتے ہیں، حنفی مذہب بھی یہی ہے، اس کی تفصیل نور المصابیح حصّہ دوّم حدیث نمبر (393) کے فائدہ میں ملاحظہ کی جائے۔

ایضاً چوتھی حدیث

4/1838۔ ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرۂ مبارک کے اتنا قریب سویا کرتا تھا کہ حضور اندر جو پڑھا کرتے وہ مجھے سنائی دیا کرتا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو تہجد کے لئے اٹھتے تو بہت دیر تک ''سُبْحَانَ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ'' (سارے عالموں کا رب سب عیبوں سے پاک ہے) پڑھتے رہتے، پھر اس کے بعد بہت دیر تک ''سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ'' (اللہ تعالیٰ کی سب عیبوں سے پاکی بیان کرتے ہوئے میں اس کی تعریف کرتا ہوں) پڑھا کرتے۔

(اس کی روایت نسائی نے کی ہے اور ترمذی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

ایضاً پانچویں حدیث

5/1839۔ امّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو تہجد کے لئے جب نیند سے بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:

'' لَااِلٰـہَ اِلَّا اَنْـتَ سُبْـحَانَکَ الـلّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَسْتَغْفِرُکَ لِذَنْبِیْ وَاَسْئَلُکَ

رَحْمَتِکَ، اَللّٰهُمَّ زِدْنِیْ عِلْمًا وَلَا تُزِغْ قَلْبِیْ بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنِیْ وَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ''.

آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، اے اللہ میں آپ کی تعریف کرتے ہوئے تمام عیبوں سے آپ کی پاکی بیان کرتا ہوں (امت کو سکھانے کے لئے فرماتے ہیں اے اللہ! گناہ نہ کرنا تھا کیا، اب نادم وشرمندہ ہوکر عرض کرتا ہوں کہ) آپ میرے گناہوں کو معاف فرمادیں (اے اللہ میں ہر طرف سے مایوس ہوگیا ہوں صرف آپ ہی کی رحمت پر بھروسہ ہے) میں آپ سے آپ کی رحمت کا طلبگار ہوں مجھ پر آپ رحم کیجئے۔ (اے اللہ! میں کیا اور میرا علم کیا، علم کے تو بیحد مراتب ہیں اس لئے دعا کرتا ہوں کہ) آپ ہر وقت میرا علم زیادہ فرماتے رہیئے۔ (اے اللہ) ہر گھڑی دل کی حالت بدلتی رہتی ہے، ہماری کسی حالت پر بھروسہ نہیں، آپ محض اپنے فضل وکرم سے مجھے ہدایت دیتے رہئے اور دل کو گمراہی کی طرف جانے نہ دیجئے، میرا بھروسہ آپ ہی کی رحمت پر ہے، آپ اپنی رحمت سے مجھے ہدایت پر قائم رکھئے۔ (یہ جو کچھ میں مانگ رہا ہوں، میرے اعتبار سے بہت بڑی چیز ہے، آپ کے لحاظ سے کچھ بھی نہیں اس لئے کہ) آپ بہت عطا کرنے والے ہیں، آپ کی عطا کی کوئی حد نہیں۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

ایضاً چھٹی حدیث

6/1840 ۔شریق ہوزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو جب تہجد کے لئے بیدار ہوتے تو ابتداء کن اذکار سے فرماتے تھے؟ ام المومنین ارشاد فرمائیں: تم نے مجھ سے وہ بات دریافت کی ہے جس کو آج تک کسی نے دریافت نہیں کیا (اس سے تمہارے طلب علم کا شوق معلوم ہوتا ہے) سنو! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تہجد کے لئے نیند سے بیدار

ہوتے تو: اَللّٰہُ اَکْبَرُ دس بار، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، دس بار، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ، دس بار، اور دس بار سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْس، (اللہ تعالی سب عیبوں سے اور ہر طرح کے نقصان سے پاک ہیں، اوران کی لازوال بادشاہت ہے، جن صفتوں میں کمال نہیں ہے ان صفتوں سے اللہ تعالی پاک ہیں یعنی مخلوقات کے سارے صفات سے اللہ پاک ہیں) پھر اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ، دس باراور لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ، دس بارفرمایا کرتے تھے کہ یہ دعا بھی دس بارکیا کرتے تھے ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ ضِیْقِ الدُّنْیَا وَضِیْقِ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ'' (اے اللہ جو شخص قرض میں مبتلا ہوتا ہے یا بیمار ہوجاتا ہے یا کوئی اس پرظلم کرتا ہے تو ساری دنیا اس پر تنگ ہوجاتی ہے تو مجھے ان مصیبتوں میں مبتلا کرکے مجھ پر دنیا تنگ مت کر اور قیامت کے ہولناک اہوال اور طرح طرح کی سختیوں کی وجہ سے زندگی تنگ ہوجائے گی تو مجھے قیامت کی اس تنگی کی زندگی سے بچایئے) (یہ سات چیزیں دس دس بار پڑھنے کے بعد) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تہجد کی نماز شروع فرماتے تھے۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

رات کو بیدار ہوکر ذکر الٰہی کرنے کی فضیلت

پہلی حدیث

7/1841۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص نیند سے یہ کہتے ہوئے بیدار ہو

''لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ. سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ''.

اللہ تعالی کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں وہ اکیلے ہیں کوئی ان کا شریک نہیں سب بادشاہت اسی کی ہے اور ہر طرح کی تعریف انہی کے لئے ہے اور وہی سب کچھ کرنے پر کامل طور سے قادر ہیں۔

اللہ تعالی تمام عیبوں سے پاک ہیں اوران کی صفتیں ایسی کامل ہیں جوزوال سے پاک ہیں اورتمام خوبیاں اللہ ہی میں ہیں اس لئے سب تعریف اللہ ہی کوسزاوار ہے، اوراللہ تعالی کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، اوراللہ تعالی سب بڑوں سے بڑے ہیں، اورگناہوں سے بچنا اورنیکیاں کرنا اللہ ہی کی توفیق اورانہی کی مدد سے ہوتا ہے۔

(یہ دعا پڑھنے کے بعد مغفرت طلب کرے گا یا کوئی اوردعا کرے گا تو اس کی دعا قبول ہوگی اوراگر وضوء کرکے تہجد کی نماز پڑھے گا تو نماز بھی مقبول ہوگی۔اس کی روایت امام بخاری نے کی ہے۔)

ایضاً دوسری حدیث

8/1842۔معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جومسلمان باوضوء اللہ کا ذکر کرتے ہوئے سوجائے اورپھر اتفاق سے اس کی نیند ہوشیار ہوتو وہ جودعا کرے گا اللہ تعالی اس کی دعا کوقبول فرمائیں گے۔

(اس کی روایت امام احمد اورابوداؤد نے کی ہے۔)

(33/52) بَابُ التَّحْرِيْضِ عَلَى قِيَامِ اللَّيْلِ

(اس باب میں تہجد پڑھنے کی ترغیب دلائی گئی ہے اور تہجد پڑھنے والے کو جو ثواب ملتا ہے اس کا بیان ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَل ''اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِىَ اَشَدُّ وَطْأً وَّاَقْوَمُ قِيْلاً'' اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ مزمل پ 29 ع 1، آیت نمبر: 6، میں) بیشک رات میں تہجد کے لئے اٹھنا نفس کو خوب زیر کرتا ہے اور اس وقت دعا ہو یا قراءت ہو یا ذکر ٹھیک دل سے نکلتے اور خوب درست ہوتے ہیں۔

تہجد کے لئے اٹھنے کی فضیلت

1/1843۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص سوتا ہے (تو جیسے جادوگر جادو سے گرہیں لگاتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ شخص جس پر جادو کیا گیا ہو اپنی مراد سے رک جاتا ہے اسی طرح) شیطان سونے والے کی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے (تا کہ وہ تہجد اور ذکر سے رک جائے) اور ہر گرہ لگانے کے وقت اس کے دل میں ڈالتا ہے کہ ابھی بہت رات باقی ہے سوتے رہو (جیسے وہ شخص جس پر جادو کیا گیا ہے اپنے سے جادو کے اثر کو زائل کر دیتا ہے تو ان جادو کی گرہوں کا اثر باقی نہیں رہتا اور جو اس کا مقصد ہو وہ پورا کر لیتا ہے ایسا ہی سونے والا جب شیطان کے اس منتر کو کہ ''ابھی رات بڑی ہے سو جاؤ'' کا کچھ خیال نہ کر کے ایک دم اٹھ بیٹھتا ہے اور اس وقت کی مسنون دعاؤں کو پڑھنے لگتا ہے تو شیطان کی باندھی ہوئی غفلت کی (پہلی) گرہ کھل جاتی ہے، (پھر شیطان کہتے ہی رہتا ہے کہ ''ابھی رات بڑی ہے ذرا سو جاؤ'' وہ اس کی نہ سن کر) وضو کر لیتا ہے تو شیطان کی دوسری گرہ کھل جاتی ہے (اور یہ نجاست سے پاک ہو جاتا ہے) (اب شیطان دیکھتا ہے کہ یہ تہجد کو اٹھنے والا میرے ہاتھ سے چلا گیا تو سستی اور کسالت اس پر ڈالتا ہے تا کہ کسی طرح وہ نماز سے رک جائے اور اگر یہ

اس کی نہ سن کر) نماز کے لئے کھڑے ہوجاتا ہے تو شیطان کی ڈالی ہوئی تیسری گرہ بھی (جو سستی اور کسالت کی تھی) کھل جاتی ہے (اب کیا ہے تہجد کا پڑھنے والا) جب صبح کرتا ہے تو تازہ دم اور خوش خرم اٹھتا ہے (اس لئے کہ وہ شیطان کی گرہوں سے نکل آیا اور غفلت اور سستی اس سے دور ہوگئی اور سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ اللہ تعالی اس سے راضی ہوگئے، پھر اس کی فرحت اور خوشی کا کیا پوچھنا ،اسی وجہ سے تہجد پڑھنے والے کے چہرے پر ایک خاص نورانیت ہوتی ہے) اور اگر بیدار نہ ہوا اور شیطان کا کہنا ''کہ ابھی رات بڑی ہے سوتے رہو'' کو اگر سن لیا، نہ وضوء کیا اور نہ تہجد پڑھی تو یہ صبح کو جب اٹھتا ہے تو وہ پژمردہ اور سست اٹھتا ہے (نہ تو تہجد پڑھنے والے کی طرح اس کو فرحت ہوتی ہے اور تہجد گزار کے چہرہ کی طرح اس کے چہرہ پر نورانیت رہتی ہے) (اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

تہجد کے لئے بیدار نہ ہونے والے پر وعید

2/1844 ۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے تذکرہ آیا کہ ایک شخص رات بھر صبح صادق تک سوتا رہتا ہے تہجد کی نماز کے لئے نہیں اٹھتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ ایسا شخص ہے کہ شیطان اس کے کانوں میں پیشاب کردیتا ہے (کہ اس کو خبر ہی نہیں ہوتی کہ رات کتنی گزری اور اس پر غفلت طاری ہوجاتی ہے اور وہ پڑا سویا رہتا ہے، اس لئے بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ایسا شخص جو رات بھر پڑا سورہا ہو کان میں انگلی رکھ کر دیکھے تو کان میں پیشاب کی تری محسوس ہوگی) ۔(اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

عورتوں کو تہجد پڑھنے کی ترغیب

3/1845 ۔ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ ایک رات

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھی کہ آپ نیند سے گھبرائے ہوئے اٹھے ہیں (میں پوچھنا چاہتی تھی کہ) خود آپ تعجب سے فرمانے لگے ''سُبْحَانَ اللّٰہ''! آج کی رات کیا دیکھتا ہوں کہ (میری امت کی محتاجی دور ہوگئی) اوران کو بے شمار خزانے دئے جارہے ہیں (اور یہ بھی میری امت پر بہت بڑا فتنہ ہے) اور کیا دیکھتا ہوں کہ طرح طرح کے فتنے بھی میری امت پر نازل ہورہے ہیں (جس سے فساد اور خوں ریزی میری امت میں ظاہر ہوگی) کوئی ہے کہ میرے حجرے والیوں (ازواج مطہّرات) کو جگا دے (کہ اب سونے کا وقت نہیں ہے، اٹھو! جاگو! خدا سے گڑگڑا کر دعائیں کرو، اور تہجد پڑھو (تاکہ اللہ تعالی تہجد کی برکت سے مال ودولت اور فساد وخون ریزی کے فتنہ سے ہم کو بچائے) (مال ودولت کے فتنوں میں سے ایک فتنہ یہ ہے کہ عورتیں نہایت باریک اور قیمتی لباس پہنیں گی جس سے اندر کا جسم ظاہر ہوگا اور نخوت اور غرور پیدا ہوگا جس کے سبب سے یہ قیامت کے دن برہنہ اٹھیں گی، دنیا میں جتنا غرور کی تھیں آخرت میں اتنا ذلیل ہونگی) جیسے دنیا میں باریک لباس پہن کر برہنہ تھیں، ویسے ہی آخرت میں برہنہ رہیں گی۔ (اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

تہجد پر مداومت کی ترغیب

4/1846۔عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اے عبداللہ! تم فلاں شخص کی طرح نہ ہوجانا جو رات کو تہجد کے لئے اٹھا کرتا تھا لیکن پھر اس نے رات کو تہجد کے لئے اٹھنا چھوڑ دیا (اس لئے کہ اللہ تعالی کو عبادت پر مداومت کرنا پسند ہے اگر چیکہ وہ عبادت تھوڑی ہی کیوں نہ ہو)۔ (اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص رات کو عبادت کرتا ہو، اس کو رات کی عبادت بالکل ترک کردینا مکروہ ہے)۔ (اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

رات کے آخری تہائی حصہ کی فضیلت

پہلی حدیث

5/1847 ۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ ہر رات جب کہ اس کا تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہےتو ہمارا رب جو بڑی برکت والا اور بڑی شان والا ہے، دنیا سے جو قریب آسمان ہے اس پر نزول اجلال فرماتا ہے.جس طرح اس کی شان کے لائق ہے(نزول فرمانے کے معنی تو معلوم ہیں مگراس کی کیفیت ہم کومعلوم نہیں ''**لَا یَعْلَمُ تَأوِیْلَهُ اِلَّا اللّٰه**'' اللہ کےسوا امت میں سےکوئی اس کی تأویل اورتفسیر کونہیں جانتا، یہ متشابہات سے ہے اس پر ایمان لانا ضروری ہے، اس کی کیفیت معلوم کرنے کی کھوج کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے ہم ایمان لاتے ہیں کہ بیشک ہمارا رب رات کے آخری تہائی حصہ میں آسمان دنیا پر نزول فرما کر نہایت محبت سے) ارشادفرماتا ہے (اس وقت میری رحمت عام ہے): ہے کوئی جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا قبول کروں؟ ہے کوئی جو مجھ سے مانگے اور میں اس کو عطا کروں؟ ہے کوئی ایسا گنہگار (جو گناہوں کی وجہ سے نادم وشرمندہ ہے۔ اس کو میری رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہئے) وہ گناہوں کی معافی چاہےتو میں اس کے گناہوں کو معاف کرنے کے لئے تیار ہوں۔

(اس کی روایت بخاری اورمسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

6/1848۔اورمسلم کی ایک روایت میں ہے، پھراللہ تعالیٰ اپنے دونوں ہاتھ پھیلاتا ہے اور فرماتا ہے: ہےکوئی ایسا شخص جوقرض دے اس ذات کو جومحتاج نہیں ہے (قرض کی ادائی اس پر بار نہیں)اورنہ وہ ظالم ہے(کہ قرض کی ادائی پرقدرت رکھنے کے باوجودقرض ادانہ کرے، اے قرض دینے والے ہم تیرے قرض کودوگنا، تگنا اورکئی گنا بڑھا کر پھرتجھ کودیں گےاس وقت تجھ کومعلوم ہوگا

کہ ہم کیسے دینے والے ہیں، قرض بھی اداء کریں گے اوراس کے صلہ میں تجھے وہ وہ نعمتیں دیں گے جن کو نہ تو تیری آنکھوں نے دیکھا اور نہ تیرے کانوں نے سنا ہے! کیا تو سمجھا کہ ہم تجھ سے جو قرض مانگ رہے ہیں اس سے ہماری مراد کیا ہے ہم چاہتے ہیں کہ تو خیرات کرے، قرض کا لفظ اس لئے کہہ رہے ہیں کہ تیرا خیرات کرنا، تیرا روپیہ ضائع کرنا نہیں ہے، نہیں، نہیں! اس خیرات کو جو تو ہم کو دے گا قرض سمجھ، ہم اس کو بہت بڑھا کر تجھے پھر لوٹا دیں گے اور آخرت میں کئی گنا بڑھا کر اس کا صلہ دیں گے) اس قسم سے طرح طرح کے ارشادات ہوتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ صبح صادق طلوع کرتی ہے۔

ایضاً دوسری حدیث

7/1849۔عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی (یوں تو ہر بندے کے رگِ گردن سے زیادہ قریب ہیں مگر) آخری تہائی رات میں اپنے بندہ سے بہت ہی قریب ہوجاتے ہیں (کیا کہوں کیسے قریب ہوجاتے ہیں، ایسا قریب ہوتے ہیں جیسا کہ ان کی شان کے سزاوار ہے، یہ بھی متشابہات سے ہے، قریب ہونے کے معنی معلوم ہیں مگر اس کی کیفیت معلوم نہیں، ہم ایمان لائے ہیں کہ رات کے آخری تہائی حصہ میں اللہ تعالی ہم سے بہت ہی قریب ہوجاتے ہیں۔ اے بندے! اللہ تعالی سے تجھے اس طرح قرب حاصل ہوگیا ہے، اس کو تو غنیمت جان! اس لئے) اگر تجھ سے ہوسکے تو اس وقت اللہ کے ذکر کرنے والوں میں سے ہوجا (پھر تو کہاں اور یہ قرب کہاں!)۔

(اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

ایضاً تیسری حدیث

8/1850۔ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ! وہ کونسا وقت ہے جس میں دعاء تمام اوقات سے زیادہ قبول ہوتی ہے تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: رات کے آخری تہائی حصہ کی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے اور ایسا ہی فرض نمازوں کے بعد جو دعا کی جاتی ہے وہ بھی بہت جلد قبول ہوتی ہے۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

تہجد کی فضیلت

9/1851 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے (بارہ رکعت سنن موکدہ جو دن رات میں فرائض کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں، ان کی فضیلت کا کیا کہنا، یہ بارہ رکعت فرائض کے مکمّلات ہیں اس سے بڑھ کر ان کی اور کیا فضیلت ہوسکتی ہے) فرائض (اوران کے توابع مؤکدہ سنتوں کے) سوا رات دن کے باقی تمام نوافل سے تہجد جو رات کے آخری تہائی حصہ میں پڑھی جاتی ہے افضل ہے (اس لئے کہ تہجد نفس پر بہت شاق ہوتی اور اس میں ریا بھی نہیں ہے)۔ (اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

رات میں ایک گھڑی ایسی ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے

10/1852 ۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جو مسلمان چاہتا ہے کہ اپنی دعا قبول ہو تو اس کو یاد رکھنا چاہئے کہ ہر رات ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ اس میں ضرور دعا قبول ہوتی ہے، چاہے دنیا کی بھلائی مانگیں یا آخرت کی۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

رات میں عبادت کرنے کی فضیلت

11/1853 ۔عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ داؤد علیہ السلام کا رات میں

ایک وقت ایسا مقرر تھا جس میں آپ خود بھی عبادت فرماتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: اے داؤد کے گھر والو! اٹھو! جاگو! نماز پڑھو (کیا تم کو کچھ معلوم ہے کہ یہ کیسا وقت ہے) اس وقت اللہ تعالی عبادت کرنے والے کی عبادت اور دعا کرنے والے کی دعا قبول فرماتے ہیں (ایسے مبارک وقت کو غفلت میں مت ضائع کرو، ہاں ایسے مقبول وقت میں بھی) جادوگر کی دعا اور ظلم سے چنگی وصول کرنے والے کی دعا قبول نہیں فرماتے۔ (یہ دونوں چیزیں اللہ تعالی کو غضب میں لاتی ہیں اور مقبولیت وقت کا بھی ان پر اثر نہیں کرتا)۔

(اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

تہجد کی فضیلت

پہلی حدیث

12/1854۔ ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانو! تہجد ضرور پڑھا کرو (تم کو خبر نہیں کہ) تم سے پہلے جو صالحین گزرے ہیں تہجد پڑھنا ان کا طریقہ خاص تھا اسی سے وہ اللہ تعالی کا تقرب حاصل کرتے تھے (تم تو خیرالامم ہو، تم بھی تہجد ضرور پڑھا کرو) تہجد سے تم کو اللہ تعالی کا قرب حاصل ہوگا اور اسی تہجد کی وجہ سے تم سے برائیاں دور ہوں گی (اور تہجد کا ایک خاص اثر یہ ہے کہ) یہ تم کو گناہوں سے روکے گی۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

13/1855۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین طرح کے لوگ ہیں (جن پر اللہ تعالی کو محبت آتی ہے اور ان سے راضی ہو کر وہ جو تین کام کر رہے ہیں) ان کو دیکھ کر اللہ تعالی ہنستے ہیں، جس طرح ان کی شان کے

سزاوار ہے (یہ ہنسنا اللہ تعالی کی خوشنودی اور راضی ہونے کی علامت ہے، اللہ تعالی کا ہنسنا بھی متشابہات سے ہے، ہم اس پر ایمان لائے ہیں، بیشک اللہ تعالی ہنستے ہیں، ہنسنے کے معنی تو معلوم ہیں مگر اس کی کیفیت معلوم نہیں، کیسے خوش تقدیر ہیں وہ لوگ جن سے اللہ راضی ہوکر ہنسیں، جن کو دیکھ کر اللہ تعالی ہنستے ہیں ان میں) **ایک** تو وہ شخص ہے جو رات کے وقت (نیند کو دور کر کے نرم بستر سے اٹھ کر محض اللہ تعالی کو راضی کرنے کے لئے) تہجد پڑھنے کھڑا ہو، دوسرے جن کو دیکھ کر اللہ تعالی ہنستے ہیں وہ لوگ ہیں جو نماز کے لئے صف بندی کرتے ہیں (یہ صف بندی اللہ تعالی کو نہایت پیاری معلوم ہوتی ہے ان کے فعل کو پسند کر کے اور ان سے راضی ہوکر اللہ تعالی ہنستے ہیں) تیسرے جن کو دیکھ کر اللہ تعالی ہنستے ہیں وہ لوگ ہیں (جو محض اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جان پر کھیل کر) اللہ کے دشمنوں سے لڑنے کے لئے ان کے مقابلہ میں صف بستہ ڈٹے ہوئے کھڑے رہتے ہیں۔

(اس کی روایت امام بغوی نے شرح السنہ میں کی ہے۔)

تہجد کے لئے رغبت دلانے کی فضیلت

پہلی حدیث

14/1856۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی اس شخص پر اپنی رحمت بھیجے جو خود بھی تہجد کے لئے اٹھتا ہے اور تہجد پڑھتا ہے اور بیوی کو (دیکھتا ہے کہ تھک گئی ہے یا سستی سے تہجد کے لئے نہیں اٹھ رہی ہے تو اس کو) جگانے کی کوشش کرتا ہے وہ بھی اٹھ کر تہجد پڑھنے کے لئے کھڑی ہو جاتی ہے تو بہتر ہے اگر وہ غلبہ نیند کی وجہ سے نہ جاگے تو اس کے منھ پر پانی چھڑک کر نیند سے جگاتا ہے، اللہ تعالی اس عورت پر بھی اپنی رحمت بھیجے جو خود بھی تہجد کے لئے اٹھتی ہے اور تہجد پڑھتی ہے خاوند کو دیکھتی ہے کہ تھک گیا ہے یا سستی سے تہجد کے لئے نہیں اٹھ رہا ہے تو اس کو) جگانے کی کوشش کرتی ہے اگر وہ جاگ گیا اور

تہجد پڑھنے کے لئے کھڑا ہوگیا تو بہتر ہے اگر وہ غلبۂ نیند کی وجہ سے نہ جاگے تو اس کے منھ پر پانی چھڑک کر نیند سے جگاتی ہے (ماشاء اللہ کیسا اچھا شوہر اور کیسی اچھی بیوی ہے! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں میں کیسے محبت اور اتفاق سے گزرتی ہے، یہ دونوں اللہ کی عبادت کے لئے کیسے آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں)۔ (اس حدیث کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

15/1857 ۔ ابوسعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص نیند سے تہجد کے لئے خود بھی اٹھتا ہے اور اپنے اہل وعیال کو بھی جگاتا ہے اور یہ سب مل کر تہجد کے (آٹھ رکعت پڑھیں یا کم سے کم) دو رکعت ہی پڑھ لیں تو اللہ تعالی مردوں کا نام ذاکرین میں یعنی ان لوگوں میں جو اللہ تعالی کا بہت ذکر کرتے ہیں اور عورتوں کا نام ذاکرات میں یعنی اللہ تعالی کا کثرت سے ذکر کرنے والیوں میں لکھ دیتے ہیں، تہجد کا کیسا مبارک وقت ہے کہ تھوڑی سی عبادت سے بہت عبادت کا ثواب ملتا ہے)

(اس حدیث کی روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

تیسری حدیث

16/1858 ۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ان کے والد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی عادت شریف تھی کہ وہ رات کو تہجد کے لئے بیدار ہوتے اور جتنی رکعتیں اور جتنا وقت مقدر میں لکھا ہوتا اس کو پورا کرتے پھر جب دیکھتے کہ پچھلی رات ہوگئی ہے تو اپنے اہل و عیال کو جگاتے اور فرماتے (اٹھو! اٹھو! اب سونے کا وقت نہیں! جاگو! جاگو! رحمت کے خزانے لٹ رہے ہیں) تم بھی نماز پڑھو (اور خدا کی رحمت حاصل کرو! گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں) پھر (سورۂ طٰہ پ16 ع8 کی) اس آیت کو تلاوت فرماتے: وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا،

لَانَسْئَلُکَ رِزْقًا ، نَحْنُ نَرْزُقُکَ ، وَالْعَاقِبَۃُ لِلتَّقْوٰی . (میں تم کو اس لئے جگا رہا ہوں تا کہ اللہ تعالی کے حکم کی تعمیل ہو جائے اللہ تعالی فرماتے ہیں) اپنے گھر والوں پر نماز کی تاکید رکھو، اور خود بھی اس کے پابند رہو (دیکھو دنیا کے مالک اپنے غلاموں سے کہتے ہیں کہ ہماری روزی کما کر لاؤ ہم ایسے مالک نہیں) ہم تجھ سے اپنا رزق نہیں مانگتے ہم خود تم کو روزی دیتے ہیں (ہم تو تم سے صرف اپنی عبادت کا مطالبہ کرتے ہیں وہ بھی تمہارے ہی فائدے کے لئے ، اس لئے تم عبادت کر کے دیکھو گے کہ) جنت اور جنت کی ساری نعمتیں متقیوں کے لئے ہیں یعنی ہماری عبادت کرنے والوں کو ہی ملیں گی ۔ (اس وقت ہماری عبادت کرنے کو یاد کرو گے اور پچھتاؤ گے کہ ہم نے اس سے زیادہ عبادت کیوں نہیں کی ، ایسے وقت پچھتانا کوئی فائدہ نہیں دے گا ۔ اب وقت ہے کہ جتنی چاہو عبادت کرلو) ۔ (اس کی روایت امام مالک نے کی ہے ۔)

تہجد کی فضیلت

پہلی حدیث

17/1859 ۔ ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک روز) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ جنت میں بالا خانے ہیں (ان کی لطافت و صفائی کیا کہوں ایسے شفاف ہیں) کہ جن کے اندر کی چیزیں باہر سے اور باہر کی چیزیں اندر سے نظر آتی ہیں (کسی نے عرض کیا : حضور ! کیسا خوش تقدیر ہوگا وہ شخص جس کو یہ ملیں گے ، اگر یہ کوشش سے مل سکتے ہیں تو ہم بھی کوشش کریں گے ، ارشاد ہو کہ یہ کس کو ملیں گے ؟) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا : (کوئی خاص مرتبہ کے لوگوں کے لئے یہ بالا خانے نہیں ہیں بلکہ ہر ایسے شخص کے لئے ہیں جو ان صفات سے متصف ہو ، جو ذیل میں آ رہے ہیں وہ صفات یہ ہیں کہ) وہ خوش اخلاق ہو ، اور شیریں کلام ہو (اس کے نرم لہجہ سے اس کی خوش اخلاقی کا پتہ لگتا ہو ۔ اس کی مزاج

میں سخاوت ہو کہ محتاجوں کو) کھانا کھلاتا ہو (اور مہمانوں کی خاطر داری کرتا ہو) اکثر نفل روزے رکھا کرتا ہو (اور کم از کم ایام بیض یعنی ہر ماہ ہلالی کی 15 / 14 / 13 کے روزے رکھا کرے) اور رات کو اٹھ کر تہجد پڑھا کرتا ہو، نیند کے ایسے غلبہ کے وقت میں جبکہ اور لوگ سو رہے ہوں (اور یہ خدا کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوا ہے)۔ (اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔)

18/1860۔ اور ترمذی نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے۔

دوسری حدیث

19/1861۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں (ایک دن عجیب واقعہ ہوا ہم سب بیٹھے ہوئے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف فرما ہیں) ایک صاحب آئے اور کہنے لگے حضور! (ایک شخص کی حالت پر بہت افسوس ہوتا ہے) وہ پابندی سے تہجد پڑھتا ہے اور صبح ہوتے ہوتے چوری بھی کرتا ہے (یہ سن کر) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے: (یوں تو ہر نماز آہستہ آہستہ ہر گناہ چھڑا دیتی ہے مگر تہجد میں ایک خاص اثر ہے، تہجد سے دل میں ایک نورانیت پیدا ہونا شروع ہوتی ہے جیسے جیسے یہ نورانیت بڑھتی جاتی ہے ویسے ویسے تہجد پڑھنے والے کے دل میں گناہوں سے نفرت پیدا ہوتی ہے ایسا ہی) اس شخص کو (تم دیکھو گے کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ) تہجد (کی نورانیت) اس سے چوری چھڑا کر رہے گی۔ (اس کی روایت امام احمد نے کی ہے اور بیہقی نے بھی اس کی روایت شعب الایمان میں کی ہے۔)

تیسری حدیث

20/1862۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (دنیا والوں کے پاس بڑی عزّت ان کی ہے جن کے پاس مال و دولت ہو، اور حکومت ہو، اور اللہ کے پاس) میری امت میں اشراف یعنی بڑے عزت والے وہ ہیں جو

باعمل حافظ ہوں یا تہجد گزار ہوں (اس سے قرآن یاد کرنے کی اور شب بیداری کرنے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے)۔(اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز تہجد کا بیان

21/1863۔مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تہجد کیا کہوں کیسی تہجد تھی؟) تہجد میں قیام اس قدر طویل ہوتا تھا جس کی وجہ سے قدم مبارک پر ورم آجاتا تھا (آپ کی اس مشقت کو دیکھ کر) صحابہ نے عرض کیا: حضور! اس قدر مشقت کیوں اٹھاتے ہیں آپ کے اگلے پچھلے گناہ تو معاف کر دیئے گئے ہیں (پھر اتنی مشقت کی کیا ضرورت ہے) تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صاحبو! (کیا گناہوں کی مغفرت ہی کے لئے ریاضت کی جاتی ہے اور مشقت اٹھائی جاتی ہے، نہیں! نہیں! اس کے سوا اور بھی بہت سے مواقع ہیں جن کی وجہ سے مشقت اٹھائی جاتی ہے، مجھ پر اللہ تعالی کے بے گنتی احسانات ہیں اور مجھ کو اللہ تعالی سے اس قدر نعمتیں ملی ہیں کہ ان کا شکر اس طرح کی عبادت سے کیا کرتا ہوں) کیا میں اس قدر عبادت کر کے اللہ تعالی کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ (اللہ تعالی کو بھی آپ کی اس مشقت کی بڑی قدر تھی، اس لئے ارشاد ہوا (سورۂ طٰہٰ پ16 ع1، آیت نمبر:1-2) طٰـهٰ. مَآ اَنْـزَلْـنَا عَلَيْكَ الْـقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى. میرے پیارے نبی (آپ کے جیسا کوئی شکر گزار بندہ نہیں، آپ کا عبادت میں یہ مشقت اٹھانا ہم سے دیکھا نہیں جاتا) ہم آپ پر اس لئے قرآن نہیں اتارے ہیں کہ آپ اس قدر مشقت اٹھائیں)۔(اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

حضرت داؤد علیہ السلام کی تہجد اور نفل روزوں کا بیان

22/1864۔عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (یوں تو اور لوگ بھی تہجد پڑھا کرتے ہیں مگر) حضرت داؤد علیہ

السلام کی تہجد اللہ تعالی کو بہت پسند تھی ایسا ہی (نفل روزے اور لوگ بھی رکھا کرتے ہیں مگر) حضرت داؤد علیہ السلام کے نفل روزے بھی اللہ تعالی کو بہت پسند تھے (حضرت داؤد علیہ السلام کس طرح تہجد پڑھتے تھے اس کو سنئے: آپ رات کے چھ حصّے کرتے) آدھی رات یعنی پہلے تین حصوں میں (اورادو وظائف کے بعد) سوجاتے تھے، اوراس کے بعد کا چوتھا اور پانچواں حصہ تہجد میں گزارتے پھرآخری چھٹے حصہ میں سوجاتے (اور صبح صادق ہوتے ہی اٹھ جاتے تھے۔اب حضرت داؤد علیہ السلام کے نفل روزوں کی کیفیت سنئے:) آپ ایک دن نفل روزہ رکھتے اورایک دن روزہ چھوڑ دیتے (کہنے کوتو یہ آسان ہے مگران پرعمل کرکے دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ یہ نفس پرکس قدر شاق ہیں، اب رہی یہ بات کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی تہجد کیوں نہیں پڑھے اورایسے روزے کیوں نہیں رکھے؟ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پرعمل کرتے توامت کے لئے یہ سنت ہوجاتا، ہرتہجد پڑھنے والے کواسی طرح کرنا پڑتا، اور ہرنفل روزہ رکھنے والے کواسی طرح روزے رکھنا پڑتا۔آپ رحمۃٌ للعالمین ہیں، آپ نہیں چاہتے کہ امت کواس طرح مجبورکریں اورمشقت میں ڈالیں، اس لئے خوداس پرعمل نہ کرکے امت کو بتادیئے کہ تم کوجس طرح آسان ہوتہجد پڑھو اور جس طرح تمہارے لئے نفل روزے رکھنے میں سہولت ہواس طرح روزے رکھو! بات بات میں آپ جوسہولت رکھے ہیں اس سے دل چاہتا ہے کہ آپ پرقربان ہوجائیں)۔

(اس کی روایت بخاری اورمسلم نے متفقہ طورپرکی ہے۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز تہجد کا بیان

23/1865۔ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ (عشاء کی نماز کے بعد اوراد وظائف سے فارغ ہوکر جن کوآپ عشاء کی نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے) آدھی رات تک آرام فرماتے تھے، پھرآخری

نصف رات میں آپ کی تہجد کے مختلف اوقات تھے (کبھی کسی وقت اور کبھی کسی وقت) تہجد پڑھنے کے بعد اگر جماع کی حاجت ہوتی تو جماع سے فارغ ہوجاتے، پھر رات کے (چھٹے حصہ میں) آرام فرماتے (تاکہ صبح کی فرض اوراس کے بعد کے وظائف میں تھکان نہ ہو، اور نشاط حاصل رہے) پھر صبح کی اذان ہوتے ہی آپ فوراً بیدار ہوجاتے اوراگر جنابت کی حالت میں ہوتے تو غسل سے فارغ ہوجاتے اوراگر جنابت کی حالت نہ ہوتی تو وضوءفرماتے اور صبح کی دوسنتیں اداء کرکے فجر کی لئے باہر تشریف لے جاتے۔(اس کی روایت بخاری اورمسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

(34/53)بَابُ الْقَصْدِ فِی الْعَمَلِ

(یہ باب نفل اعمال میں میانہ روی اختیار کرنے کے بیان میں ہے یعنی افراط وتفریط سے بچنا چاہئے یعنی نفل اعمال کو بالکل کم بھی نہیں کردینا چاہئے اور نہ بہت زیادہ کرنا کہ اس کو نبھا نہ سکیں اور اُکتا کر سب کچھ چھوڑ بیٹھیں)

وَقَوْلُ اللّٰہِ عَزّ وَ جَلَّ: ''وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ''اوراللہ تعالی کا ارشاد ہے(سورۂ لقمان پ21ع2،آیت نمبر:19میں)اوراپنی رفتار میں یعنی ہر کام میں میانہ روی اوراعتدال اختیار کرو۔

وَقَوْلُهٗ ''فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ' اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا''اوراللہ تعالی کا ارشاد ہے:(سورۂ نساءپ5ع15،آیت نمبر:103میں)پھر جب تم نماز کواداء کرچکو تو اللہ تعالی کی یاد میں لگ جاؤ،کھڑے بھی،بیٹھے بھی اور لیٹے بھی،پھر جب تم مطمئن ہوجاؤ تو نماز کو(قاعدہ کے موافق)پڑھنے لگو۔

نفل اعمال میں اعتدال کا بیان

پہلی حدیث

1/1866 ۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر کام میں میانہ روی اوراعتدال ہوتا تھا تم کبھی حضور کو نہیں دیکھو گے کہ آپ کسی کام کو افراط سے کررہے ہیں یا کسی کام میں تفریط کررہے ہیں(مثال کے طور پر سنئے)رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعض مہینوں میں روزے نہ رکھتے تھے اوراتنے دن ناغہ کرتے کہ ہمارا خیال جاتا کہ اب

آپ روزہ نہ رکھیں گے) پھر جب روزے رکھتے تو اتنے رکھتے کہ ہمارا خیال ہوجاتا کہ اب آپ روزہ ترک ہی نہ کریں گے (اگر آپ کو اعتدال پسند نہ ہوتا تو ہمیشہ نفل روزے رکھتے، جس سے افراط ثابت ہوتا یا ہمیشہ نفل روزے ترک فرماتے جس سے تفریط معلوم ہوتی، ایسا نہ کرکے کبھی روزے رکھتے جب نشاط ہوتا کبھی روزے ترک کرتے، جب روزے ترک کرنے کی ضرورت معلوم ہوتی) اب ایک دوسری مثال آپ کے اعتدال پسند ہونے کی سنیئے :۔حضور کی نمازِ شب کی کیفیت یہ تھی کہ اگر تم حضور کو نماز شب میں مشغول دیکھنا چاہتے تو دیکھ سکتے تھے اور اگر تم حضور کو سوتے ہوئے دیکھنا چاہتے تو ایسا بھی دیکھ سکتے تھے (اگر آپ کو اعتدال پسند نہ ہوتا اور آپ نماز پڑھتے تو تمام رات نماز پڑھتے رہتے اور سوتے تو تمام رات سویا کرتے، ایسا نہ کرکے آپ رات میں آرام بھی فرماتے اور نمازیں بھی پڑھتے، اس لئے صاحبو! حضور کی سنت پر عمل کرکے ہر کام میں میانہ روی اور اعتدال اختیار کرو)۔(اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

2/1867۔ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہی اورادو وظائف اور نوافل، اللہ تعالی کو نہایت پسندیدہ اور پیارے معلوم ہوتے جن پر ہمیشہ پابندی کی جائے۔اگرچہ وہ تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں (کبھی ان کو بہت زیادہ کرنا اور کبھی ان کو چھوڑ دینا اللہ تعالی کو پسند نہیں، اس لئے اورادو وظائف ونوافل میں اعتدال چاہیئے تاکہ ہمیشہ کرسکیں، جو اللہ تعالی کو محبوب ہے)۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

دعاء قبول ہونے کا مختصر طریقہ

3/1868۔ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں (کہ دعاء قبول ہونے کے

لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مختصر سا طریقہ بتلائے ہیں جس پر پابندی بھی ہوسکتی ہے اور جس پر مداومت بھی آسان ہے وہ طریقہ یہ ہے) جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے آپ ارشاد فرماتے تھے: جب کوئی مسلمان سونے کے لئے باوضوء بستر پر جائے اور اللہ کا ذکر دل سے یا زبان سے کرتے ہوئے سو جائے، اور رات میں کروٹیں بدلے تو اس وقت دنیا اور آخرت کی بھلائی کی جو بھی دعاء کرے اللہ تعالی اس کو قبول فرماتے ہیں (یہ ہے اعتدال کی تعلیم! اسی طرح ہر کام کو اعتدال سے کرنا چاہئے)۔

(اس کی روایت امام نووی نے کتاب الاذکار میں ابن السنی کی روایت سے کی ہے۔)

نفل اعمال میں اعتدال کا بیان

پہلی حدیث

4/1869 ۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اوراد و وظائف ونوافل اپنے او پر تم اسی قدر لازم کرلو جو تم سے ہمیشہ ہوسکیں (دواماً ان کو نباہ سکو، اس سے کیا فائدہ کہ چار دن کسی عمل کو کریں اور پھر چھوڑ بیٹھیں، تھوڑا ہی ہو مگر ہمیشہ ہو، اِس سے قلب میں وہ صفائی پیدا ہوتی ہے جو بہت سے اوراد و وظائف ونوافل شروع کرنے اور پھر چھوڑ دینے سے نہیں ہوسکتی دیکھو! پانی کی لوٹ پتھر کی چٹان پر سے گذر جائے تو اس میں کوئی سوراخ پیدا نہیں کرسکتی، اس کے برخلاف اگر پتھر پر پانی کا ایک ایک قطرہ ہمیشہ ٹپکتا رہے تو ایک نہ ایک دن پتھر میں سوراخ کر کے رہے گا۔ اس کو بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالی کے پاس ثواب کے بیحد خزانے بھرے ہوئے ہیں) اور اللہ تعالی ثواب دینے سے تھکتے نہیں (تم جتنا کرو گے اس قدر ثواب دیتے جائیں گے، مگر تم اپنے کو دیکھو کہ) تم اتنے اوراد و وظائف ونوافل مقرر کر لئے جن کو تم نباہ نہ سکے اور تھک کر چھوڑ بیٹھے (اس سے کیا فائدہ، اسی لئے اوراد و وظائف ونوافل میں اعتدال اللہ

اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بہت پسند ہے۔
(اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

دوسری حدیث

5/1870 ۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نفل نماز پڑھ رہا ہے تو اس کو خیال رہے کہ جب تک دل میں فرحت ونشاط رہے اور پڑھنے کو جی چاہے اس وقت تک تو نماز پڑھتا رہے، جب نفل نمازوں کو پڑھنے سے دل اکتا جائے اور بیزار ہونے لگے تو (زبردستی نفس کو مجبور کر کے نفل نماز نہ پڑھے بلکہ) تھوڑی دیر بیٹھ جائے اور آرام لے لے، پھر جب نشاط وفرحت پیدا ہو تو نفل نماز پڑھے ۔اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جو شخص اوراد و وظائف ونوافل افراط سے پڑھ رہا ہو، یعنی اکثر اوقات کثرت سے پڑھا کرتا ہے اگر چہ یہ محمود ہے مگر یہ خیال رہے کہ کہیں تھک کر یا بیزار ہو کر چھوڑ نہ دے، اس لئے اعتدال کا حکم دیا گیا ہے، اسی طرح کوئی شخص اوراد و وظائف ونوافل میں تفریط کر رہا ہے یعنی اس کے نہ اوراد و ہیں نہ وظائف ہیں اور نہ نوافل ہیں تو ایسے شخص کو ابھارا جاتا ہے کہ تیری یہ تفریط مناسب نہیں تجھے اعتدال سے اوراد و وظائف ونوافل قایم کرنا چاہئے ۔ایک دن آنے والا ہے کہ جس دن اوراد و وظائف ونوافل پڑھنے والوں کو جو درجات ملیں گے ان کو دیکھ کر یہ پچھتائے گا اور اس وقت پچھتانا کوئی فائدہ نہ دے گا۔اب وقت ہے کہ تو اوراد و وظائف ونوافل اعتدال کے ساتھ جاری کر تو اعتدال کا جو ارشاد ہوا ہے وہ افراط کرنے والے اور تفریط کرنے والے دونوں کے لئے ہے۔(اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

تیسری حدیث

6/1871 ۔ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص (نفل) نماز پڑھ رہا ہو، اور وہ اونگھنے لگے (یا اس کو گہری نیند آجائے پھر بھی وہ نماز پڑھتا چلا جائے تو اس کو ایسا نہیں کرنا چاہئے نماز مختصر کرکے) اس کو سوجانا چاہئے۔ (جب اونگھ اور نیند اس سے دور ہوجائے تو پھر نماز پڑھے، باوجود نیند کے غلبہ کہ اگر وہ نماز پڑھتا چلا جائے تو نہیں معلوم نیند کے غلبے میں زبان سے کیا نکل جائے، دعاء کی بجائے بددعاء کرنے لگے، مثلاً مغفرت کی دعاء کرنا چاہتا ہے، اور نیند میں مغفرت مانگنے کے بجائے عذاب مانگ لے (اسی لئے نوافل میں اعتدال کا حکم دیا گیا ہے تا کہ یہ نوبت ہی نہ آئے)

(اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

چوتھی حدیث

(اس حدیث شریف کے ترجمہ سے پہلے یہ ضروری بات سن لیجئے: ایک زمانہ ایسا تھا کہ لوگوں کو مشقت میں ڈالنے والی) عبادت کا بے حد شوق تھا اسلئے ان کو اس افراط سے ہٹا کر اعتدال پر لایا گیا ہے لیکن اِس زمانہ میں معمولی سے معمولی عبادات بھی مشکل معلوم ہورہی ہیں اس لئے ان کو بھی تفریط سے ہٹا کر اعتدال پر لایا جارہا ہے، اس تمہید کے بعد حدیث شریف کو سنئے:)

7/1872۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (جو لوگ افراط سے عبادت کررہے ہیں ان کو سمجھنا چاہئے کہ) دین بہت آسان ہے (تم راہبوں کی طرح اپنے کو مشقت میں مت ڈالو اور جو لوگ تفریط میں پڑے ہوئے ہیں کچھ بھی نفل عبادت نہیں کرتے ہیں۔ ان کو کہا جارہا ہے کہ دین بہت آسان ہے تم ایسے نفل عبادات کب تک چھوڑے ہوئے رہو گے؟ ترقی کرکے اعتدال پر آجاؤ) جو شخص دین میں اپنے اوپر سختی اختیار کرے گا یعنی بھاری بھاری عبادتوں کی عادت ڈالے گا اور سخت سخت عبادتیں کرکے دین کو مشکل بنالے گا (بالآخر انھیں نباہ نہیں سکے گا اور ہمیشہ نہ کرسکے گا، مجبور ہوکر چھوڑ بیٹھے گا۔لہذا ایسے

شخص کو اور اس شخص کو بھی جو کچھ بھی نفل عبادتیں نہیں کرتا، ان دونوں کے لئے چاہئے کہ) میانہ روی اختیا کر کے اللہ تعالی کے مقرب بننے کی کوشش کریں (اے وہ شخص جو عبادات میں افراط کرنے والا ہے تجھے جو اعتدال پر لایا جارہا ہے اس سے یہ نہ سمجھنا کے تیرے ثواب میں کچھ کمی ہوگی نہیں! نہیں!) تجھے پورے پورے ثواب کی خوش خبری سناتے ہیں (اور اے وہ شخص جو نفل عبادتیں چھوڑ بیٹھا ہے تو کیوں پست ہمتی کررہا ہے، تو بھی عبادتوں میں اعتدال کر تجھے بھی خوش خبری دی جاتی ہے کہ تجھ کو بھی وہی ثواب ملے گا جو افراط سے اعتدال پر آنے والے کو ملتا تھا اب ہم تم کو اعتدال کا طریقہ بتاتے ہیں سنو!) نماز فجر کے بعد سے (اشراق کے وقت تک) نفل عبادات اوراد و وظائف میں مشغول رہو، اور عصر کے بعد سے مغرب تک کے وقت کو بھی غنیمت جانو! اوراوراد و وظائف میں مشغول رہو! یہ دونوں بہت ہی مقبول وقت ہیں، اور مغرب کے بعد نماز اوّابین پڑھا کرو، اور آحر شب میں تہجد بھی پڑھ لیا کرو (اگر اتنا بھی کرلو گے تو تمہیں عبادات کا اعتدال حاصل ہوجائے گا)
(اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

پانچویں حدیث

8/1873 ۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی دو شخصوں کو دیکھ کر بہت تعجب کرتے ہیں (اللہ تعالی کا تعجب کرنا متشابہات سے ہے، ہم اس پر ایمان لائے، تعجب کے معنی معلوم ہیں لیکن اللہ تعالی کے تعجب کرنے کی کیفیت معلوم نہیں، وہ دو شخص جن پر اللہ تعالی تعجب کرتے ہیں ان میں) ایک تو وہ شخص ہے جو نرم اور گرم بچھونے پر سورہا تھا، اوڑھنے کے لئے بھی لحاف موجود تھا (رات کا وقت ہے سرد ہوائیں چل رہی ہیں، لوگوں کو دیکھ رہا ہے کہ وہ سو رہے ہیں، اس سے اس کا بھی دل سونے کی رغبت کرتا ہے) اور پہلو میں محبوبہ اس کی اہل موجود ہے (نفس چاہتا تھا کہ ان سب

سے لطف اٹھائے، ایسے میں تہجد کا وقت آ گیا) اللہ تعالی کو راضی کرنے کی فکر اور اس کے عذاب سے بچنے کا خیال اس کو بے چین کر دیا۔ ان سب کو چھوڑ کر اٹھا، وضوء کیا اور خدا کے سامنے آ کھڑا ہوگیا (اس وقت اظہار تعجب کے لئے) اللہ تعالی فرشتوں سے فرماتے ہیں: اے میرے مقرب فرشتو! (تم کو کوئی خواہش نہیں تم میری عبادت کرتے ہو تو کوئی تعجب نہیں) اس میرے بندے کو دیکھو (کیا کیا خواہشات اس کو گھیرے ہوئے ہیں، نرم بچھونا ہے، گرم لحاف ہے، پہلو میں محبوبہ ہے، کسی کا بھی اس کو کچھ خیال نہیں، میرا ثواب حاصل کرنے کی رغبت اور عذاب سے بچنے کا خیال سب سے بڑھکر مجھے راضی کرنے کی دھن میں اپنی سارے خواہشات کو چھوڑ کر کس طرح میرے سامنے آ کر کھڑا ہے کبھی قیام میں ہے، کبھی رکوع میں ہے اور کبھی سجدہ کر رہا ہے۔ میرے لئے یہ جو جو کر رہا ہے سب میں دیکھ رہا ہوں اور میں اس سے راضی ہوگیا) دوسرا وہ شخص جس پر اللہ تعالی تعجب فرماتے ہیں وہ ہے جو اللہ کے راستہ میں جہاد کر رہا ہے (دشمن اس کو اور اس کے ساتھیوں کو گھیر لئے ہیں، خدا کے دشمنوں کے مقابلہ کی طاقت نہ ہونے سے) سب کے سب بھاگ گئے (یہ شخص کافروں کے مقابلہ سے بھاگنے کی وعید کو سونچا اور یہ خیال بھی آیا کہ کبھی نہ کبھی تو مرنا ہے! کافروں سے بھاگ کر میں کب تک زندہ رہوں گا، ایک دن خدا کو منھ دکھانا ہے جب اس کے سامنے حاضری ہوگی اور وہ پوچھے گا کہ تو کافروں کے سامنے سے کیوں بھاگا تو میں کیا جواب دوں گا۔ یہ خیال آتے ہی) وہ پلٹ کر کفار کے مقابلہ میں آ گیا (جان توڑ لڑنا شروع کیا، بہت سے کفار کو قتل کیا اور) آخر خود بھی شہید ہوگیا۔ ایسے شخص کی حالت فرشتوں کو دکھا کر اللہ تعالی فرماتے ہیں اے میرے مقرب فرشتو! دیکھو اس شخص کو! محض میرے ڈر سے اور مجھے خوش کرنے کے اور راضی کرنے کے خیال سے یہ جان دے دیا (میں بڑا ہی قدرداں ہوں تم دیکھنا میں ان دونوں کو کیا کیا مراتب اور کیسے کیسے درجات دوں گا۔ اس حدیث شریف میں تمام رات جاگنے کی

فضیلت نہیں بیان کی گئی ہے بلکہ صرف تہجد کے لئے اٹھنے والوں کی تعریف فرمائی گئی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی کو اعتدال پسند ہے)۔

(اس حدیث کی روایت صاحب المصابیح نے شرح السنہ میں کی ہے۔)

اعتدال عمل کی یہ بھی ایک صورت ہے

(اللہ تعالی بہت بڑے قدرداں ہیں، ان کی قدر دانی کی ایک چھوٹی مثال وہ ہے جس کو)

9/1874۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (جس شخص کی عادت یہ ہو کہ وہ رات میں ہمیشہ اوراد و وظائف یا تہجد بلا ناغہ پڑھا کرتا ہو اتفاق سے) وہ سو گیا اور اپنا پورا وظیفہ یا وظیفہ کا کچھ حصہ نہ پڑھ سکا (یا تہجد نہ ہوسکی) اور وہ فجر کے بعد سے لے کر زوال تک کے وقت میں (فوت شدہ وظیفہ یا تہجد کو) پڑھ لے تو اس کے لئے ایسا ہی ثواب لکھا جائے گا کہ گویا اس نے رات کو اٹھ کر پڑھا ہے (یہ ہے قدر دانی اللہ تعالی کی)۔(اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

عذر کی حالت میں نماز اداء کرنے کی کیفیت

پہلی حدیث

10/1875۔عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (مجھے بواسیر کا مرض تھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ نماز کس طرح اداء کروں تو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (اگر تم فرض نماز پڑھ رہے ہو تو) کھڑے ہو کر پڑھو (اس لئے کہ فرض نماز میں قیام فرض ہے بخلاف نفل کے کہ اس میں کھڑے رہنا افضل ہے فرض نہیں ہے، اگر بغیر عذر کے نفل بیٹھ کر پڑھیں بھی تو جائز ہے مگر کھڑے رہ کر پڑھنے میں جو ثواب ہے نفل بیٹھ کر پڑھنے میں وہ ثواب نہیں بلکہ آدھا ثواب ملے گا) اگر کسی عذر سے فرض کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکو

تو بیٹھ کر نماز پڑھو، بیٹھ کر پڑھنے کی بھی طاقت نہ ہو تو (قبلہ رو) کروٹ لیٹ کر پڑھو (کروٹ لیٹ کر نماز پڑھنا جائز ہے مگر افضل نہیں ہے، بلکہ چت لیٹ کر پڑھنا افضل ہے اس کی تائید ذیل میں نسائی کی حدیث سے ہوتی ہے)۔(اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

11/1876۔نسائی کی وہ حدیث یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم (کسی عذر سے) بیٹھ کر نماز نہ پڑھ سکو تو قبلہ رو چت لیٹ کر (اس طرح) نماز پڑھو (کہ سر مشرق کی طرف ہو اور پیر قبلہ کی طرف، سر کے نیچے تکیہ رکھ کر سر کو کسی قدر اونچا کیا جائے اور پیروں کو احترام قبلہ کی وجہ سے لانبے نہ رکھیں بلکہ پیروں کو کھینچ کر گھٹنوں کو اس طرح کھڑا کریں کہ پیر ایڑھی سمیت زمین پر ٹکے رہیں)

''لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا'' اللہ تعالی کسی شخص پر بوجھ نہیں ڈالتے مگر اسی قدر جس کے اٹھانے کی اس کو طاقت ہو۔

ف: صدر کی دونوں حدیثوں سے واضح ہوتا ہے کہ ایسا شخص جو کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتا ہو، اس کے بارے میں ایک حدیث میں کروٹ لیٹ کر نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔

اور دوسری حدیث میں چت لیٹ کر نماز پڑھنے کا حنفی مذہب میں دونوں طرح سے نماز پڑھنا جائز ہے، چاہیں تو کروٹ لیٹ کر نماز پڑھیں، یا چت لیٹ کر، مگر چت لیٹ کر نماز پڑھنا افضل ہے، افضل ہونے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ کروٹ لیٹ کر نماز پڑھنے کا حکم خاص عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کو ان کے چت لیٹنے پر قادر نہ ہونے سے دیا گیا تھا چونکہ وہ بواسیر کے مرض کا شکار تھے اور چت لیٹ کر نماز پڑھنے کا حکم عام طور پر دیا گیا ہے، عمران رضی اللہ عنہ کے لئے جو چیز افضل قرار دی گئی ہے اس کو سب بیماروں کے لئے افضل قرار دینا مناسب نہیں بلکہ چت لیٹ کر نماز پڑھنے کو ترجیح دے کر افضل قرار دینا چاہئے، اس لئے کہ چت لیٹ کر نماز پڑھنے میں جب رکوع اور سجدہ کے لئے اشارہ کا موقع آتا ہے تو قبلہ کی طرف ہی رخ رہتا ہے، اور کروٹ لیٹ کر نماز پڑھنے میں جب رکوع اور سجدہ کے لئے اشارہ کا موقع آتا ہے تو قبلہ سے رخ ہٹ جاتا ہے، حالانکہ نماز میں استقبال قبلہ فرض ہے، چونکہ

کروٹ لیٹ کر نماز پڑھنے میں قبلہ کی جہت باقی نہیں رہتی، اور چت لیٹ کر نماز پڑھنے میں قبلہ کی جہت باقی رہتی ہے، اسی لئے چت لیٹ کر نماز پڑھنا کروٹ لیٹ کر نماز پڑھنے سے افضل ہے اور یہی مذہب حنفی ہے (مرقات)۔

دوسری حدیث

12/1877 ۔عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ ایک شخص فرض نماز پڑھ رہا ہے اس کو کھڑے رہ کر پڑھنے کے لئے ناقابل برداشت تکلیف اٹھانی پڑتی ہے اس کا بیٹھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ (تکلیف برداشت کرکے) کھڑے ہوکر نماز پڑھے تو اس کے لئے افضل ہے (اور اس کو پورا ثواب ملے گا) اور اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو کھڑے رہ کر جو نماز پڑھتا تھا اس کا آدھا ثواب ملے گا (ایسا ہی جو شخص (کھڑے ہوکر تو نماز پڑھ ہی نہیں سکتا، البتہ ناقابل برداشت تکلیف اٹھا کر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے اگر وہ) لیٹ کر نماز پڑھے (تو جائز ہے مگر) بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کو جو ثواب ملتا ہے اس کا آدھا ثواب لیٹ کر نماز پڑھنے والے کو ملے گا۔

(اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

نفل نماز بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے میں آدھا ثواب ملتا ہے

13/1878 ۔عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہونچی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے ہیں کہ اگر کوئی شخص (نفل) نماز (بغیر عذر کے) بیٹھ کر پڑھے تو اس کو کھڑے رہ کر نماز پڑھنے والے کے ثواب کا آدھا ثواب ملے گا (ایک روز) میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ نفل نماز بیٹھے ہوئے پڑھ رہے ہیں (مجھے بہت تعجب ہوا، کیونکہ حضور کے سب کام افضل طریقہ پر ہوا کرتے ہیں

پھر اگر حدیث صحیح ہے تو آپ کیسے بیٹھے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں، عرب کا طریقہ ہے کہ جب ان کو کسی بات پر تعجب ہوتا ہے تو جس سے تعجب ہوتا ہے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر دریافت کرتے ہیں اور اس کو خلاف ادب نہیں سمجھتے) میں (بھی اسی طریقہ کے موافق حضور جب نماز سے فارغ ہوئے تو) حضور کے سر پر ہاتھ رکھا تو حضور مجھے فرمائے: کیا ہے عبداللہ! (کس بات پر تم کو تعجب ہورہا ہے، میں عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ آپ فرمائے ہیں کہ (بغیر عذر کے) بیٹھ کر (نفل) نماز پڑھنے والے کو کھڑے رہ کر نماز پڑھنے کے ثواب کا آدھا ثواب ملتا ہے (اگر یہ صحیح ہے تو پھر آپ سے ترک افضل کیسے ہوا۔ اس پر مجھے تعجب ہورہا ہے) حضور فرمائے: ہاں حدیث صحیح ہے (تم نے جو سنا ہے وہ صحیح ہے کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ) میں تم جیسا نہیں ہوں (بہت سی چیزیں میرا خاصّہ ہیں، اور امت اس میں شریک نہیں، منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ مجھے بلا عذر نفل نماز بیٹھ کر اداء کرنے میں بھی ویسا ہی ثواب ہے جیسے کھڑے ہو کر نفل اداء کرنے میں ثواب ملتا ہے، بخلاف امت کے ان کو نفل نماز کھڑے رہ کر پڑھنے میں جو ثواب ملتا ہے بیٹھ کر پڑھنے میں اس کا آدھا ثواب ملتا ہے۔ اسی واسطے قرآن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے فرمایا گیا ہے ''وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا '' اے رسول! ہم آپ کو بہت بڑا فضل عطا فرمائے ہیں۔ (اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نماز میں اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے

14/1879۔ سالم بن ابی الجعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ قبیلہ خزاعۃ کے ایک صاحب نے کہا کاش میں نماز پڑھتا تو مجھے راحت ملتی (یہ سن کر) لوگوں نے (ان کے اس کہنے کو اس وجہ سے) برا سمجھا (کہ وہ یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ نماز کو میں اداء کردیتا تو نماز سے فارغ ہو کر آرام وراحت سے بیٹھتا تو قبیلہ خزاعۃ کے ان صاحب نے کہا کہ میرا مطلب وہ نہیں تھا جو تم نے سمجھا

ہے بلکہ میرا مطلب یہ تھا کہ نماز شروع ہو جاتی، دنیا کے مشاغل سے بچ جاتے اور اللہ تعالی کے ساتھ راز و نیاز کرنے میں راحت حاصل ہوتی۔ یہ میرا مطلب تھا لوگوں نے جو سمجھا ہے وہ غلط سمجھا ہے، میں جس لحاظ سے کہا تھا اسی لحاظ سے) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اکثر فرمایا ہے۔ بلال! نماز کی تکبیر کہو! نماز شروع ہو جائے تو ہم کو نماز میں اللہ تعالی سے راز و نیاز کرنے میں راحت ملتی ہے (اسی وجہ سے حضور نے فرمایا ہے کہ نماز میں مجھے جو لطف ملتا ہے اس سے میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، خزاعۃ کے ان صاحب نے جو کہا تھا اس سے ان کی مراد یہی ہے کہ لوگوں نے جو سمجھا ہے وہ مناسب نہیں۔ (اس حدیث کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

(35/54) بَابُ الْوِتْرِ

(اس باب میں یہ بتلایا گیا ہے کہ نماز وتر واجب ہے اور اس کے تین رکعات ایک سلام سے ہیں اور دعائے قنوت اسی میں پڑھی جاتی ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ''حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى'' اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورہ بقرہ پ 2 ع 30، آیت نمبر: 238) مسلمانو! پانچوں فرض نمازوں کی حفاظت کرو، اور خصوصاً عشاء اور فجر کی درمیانی نماز یعنی وتر کی بھی حفاظت کرو (اس لئے کہ وتر واجب ہے)۔

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى ''وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ'' اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ فجر پ 30 ع 1، آیت نمبر: 3 میں) قسم ہے ان نمازوں کی جن کی رکعتیں جفت ہیں (مثلاً فجر، ظہر، عصر اور عشاء) اور قسم ہے ان نمازوں کی جن کی رکعتیں طاق ہیں (مثلاً مغرب کے فرض اور نماز وتر)۔

وتر کے تین رکعات ایک سلام سے پڑھنے کا ثبوت

1/1880 ۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ماہ رمضان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز تہجد کی کیفیت اور تعدادِ رکعات کے بارے میں دریافت کیا، ام المومنین ارشاد فرمائیں: حضور اقدس تہجد میں گیارہ رکعتوں سے زائد نہ پڑھتے تھے، خواہ رمضان ہو یا نہ ہو۔ چار رکعتیں تو ایسی پڑھتے کہ تم ان کی خوبی اور ان کا طول قرأت تو دریافت ہی نہ کرو، اس کے بعد چار رکعتیں اور پڑھتے تھے ان کی خوبی اور درازی بھی ناقابل دریافت ہے (دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی) پھر اخیر میں آپ تین رکعتیں (وتر) کے پڑھتے تھے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تہجد کی رکعتوں کی تفصیل بتلا رہی

ہیں جس کے آخر میں وتر کا ذکر ہے، اگر وتر ایک رکعت علحدہ سلام سے ہوتی تو ام المومنین یوں ارشاد فرماتیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر کے تین رکعتیں دو رکعت ایک سلام سے اور ایک رکعت ایک سلام سے اداء فرماتے تھے، ایسا نہ کہہ کر یہ فرمانا کہ وتر کے تین رکعتیں اداء فرماتے تھے، اس سے ثابت ہوا کہ وتر کی تین رکعتیں ایک سلام سے اداء کرنا چاہئے۔

ایک رکعت نماز پڑھنے کی ممانعت

2/1881 ۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتیراء سے منع فرمائے ہیں (یعنی وتر ہو یا کوئی اور نماز صرف ایک رکعت پڑھی جائے جس کو تکبیر تحریمہ سے شروع کرکے سلام پر ختم کرے اور دوسری رکعت اس کے ساتھ نہ ملائے ایسی نماز کی فرض میں کوئی نظیر ملتی ہے نہ نوافل میں اور نہ سنن میں، اس لئے وتر بھی ایک رکعت نہیں پڑھنی چاہئے۔

(اس کی روایت ابن عبدالبر نے تمہید میں کی ہے۔)

وتر کے تین رکعات ایک سلام سے پڑھنے کا ثبوت

پہلی حدیث

3/1882 ۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر کے تین رکعت (ایک تکبیر تحریمہ اور ایک سلام سے) پڑھا کرتے تھے۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے، اور ترمذی نے کہا ہے کہ علماء صحابہ اور علماء تابعین کا بھی یہی مذہب ہے وہ فرماتے ہیں کہ وتر کے تین رکعات (ایک تکبیر تحریمہ اور ایک سلام سے) پڑھنا چاہئے۔

دوسری حدیث

4/1883 ۔عبداللہ بن ابی قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر کے کتنے رکعت

پڑھا کرتے تھے؟ ام المومنین ارشاد فرمائیں کہ آپ کبھی تہجد کے چار رکعت پڑھتے تھے، اور تین رکعت وتر کے (ایک تکبیر تحریمہ اور ایک سلام سے) پڑھتے تھے اور کبھی تہجد کے 6 رکعت پڑھتے تھے، اور وتر کے تین رکعت (ایک تکبیر تحریمہ اور ایک سلام سے) اور کبھی تہجد کے آٹھ رکعت پڑھتے تھے اور وتر کے تین رکعت (ایک تکبیر تحریمہ اور ایک سلام سے) اور کبھی تہجد کے دس رکعت پڑھتے تھے اور وتر کے تین رکعات (ایک تکبیر تحریمہ اور ایک سلام سے) اور وتر و تہجد کا مجموعہ سات رکعت سے کم اور تیرہ رکعات سے زیادہ نہیں ہوتا تھا۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

ف: علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث شریف سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وتر کے تین رکعات ہوتے ہیں، اس لئے کہ ام المومنین نے بار بار وتر کے تین رکعات کا ذکر فرمایا ہے اگر وتر ایک رکعت ہوتی تو ام المومنین اس کو ظاہر فرماتیں، ام المومنین کا ایک رکعت کا ذکر نہ فرمانا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وتر کے تین رکعت ہیں اور وتر ایک رکعت کبھی نہیں پڑھی گئی۔ اس لئے کہ وہ بتیراء ہے جس کی ممانعت گزر چکی ہے۔

نماز وتر ایک رکعت ثابت نہیں ہے

5/1884۔ کرخی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے وتر کی نماز ایک رکعت پڑھی (حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ دیکھ رہے تھے کہ وہ ایک رکعت پڑھ رہے ہیں، جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو) حضرت ابن مسعود (ایک رکعت کے ثبوت سے) انکار کئے اور فرمائے: یہ کیسی نماز ہے؟ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اس قسم کی بتیراء نماز پڑھتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا (حضرت ابن مسعود کے اس انکار کی سعد ابن ابی وقاص نے تردید نہیں کی اور خاموش رہے)۔ (اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔)

نمازِ وتر تین رکعات ایک سلام سے ہونے کا ثبوت

6/1885 ۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مغرب کی نماز دن کی وتر ہے (اس کے پہلے جتنی فرض نمازیں ہیں سب کی رکعتیں جفت ہیں، مغرب کے فرض کے تین رکعتوں سے تمام نمازیں طاق ہوگئیں۔ ایسے ہی رات کی نماز یعنی تہجد جفت ہے، مثل مغرب کے تین رکعت وتر کو ایک سلام سے پڑھ کر) رات کی نماز کو طاق بنادو۔اس کی روایت نسائی نے کی ہے،اس حدیث کی سند بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق ہے (اس حدیث شریف میں وتر کو مغرب کے فرض سے تشبیہ دی گئی ہے اس لئے جیسے مغرب کے فرض کی تین رکعتیں ہیں، ایسے ہی وتر کی بھی تین رکعتیں ہی ہوں گی)۔

وتر واجب ہونے کا ثبوت

7/1886 ۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وتر دو ہیں: ایک دن کی نمازوں میں وتر ہے اور دوسری رات کی نمازوں میں وتر ہے۔ دن کی نمازوں میں جو وتر ہے وہ مغرب کے فرض ہیں (جس کے تین رکعت ہیں) ایسا ہی (عشاء اور تہجد) جو رات کی نمازیں ہیں ان میں بھی ایک نماز ہے جس کو وتر کہتے ہیں، وہ بھی مثل مغرب کے فرض کے (تین رکعت والی) ہے۔اس تشبیہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دن کی وتر جیسے فرض ہے ایسا ہی رات کی وتر بھی واجب ہے)۔(اس حدیث کی روایت دارقطنی اور بیہقی نے کی ہے۔)

8/1887۔اور دارقطنی کی ایک اور روایت میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح مرفوعاً بھی مروی ہے۔

وتر کے واجب ہونے اور تین رکعات ایک سلام سے ہونے کا ثبوت

9/1888 ۔ابو خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوالعالیۃ رضی اللہ

عنہ سے نماز وتر کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے تعلیم دی ہے کہ نماز وتر مغرب کے فرض کی طرح (تین رکعت والی) ہے (اور واجب ہے) نماز وتر رات کی وتر ہے اور مغرب (کے فرض) دن کی وتر ہے۔

(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

وتر تین رکعت ایک سلام سے ہونے کا ثبوت

پہلی حدیث

10/1889 ۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب وتر پڑھا کرتے تو دو رکعت کے بعد (قعدہ کرکے) بغیر سلام کئے کے کھڑے ہوجاتے تھے (پھر تیسری رکعت پڑھ کر ان تینوں رکعتوں کو ایک سلام سے ختم فرمایا کرتے تھے)

(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

11/1890 ۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب وتر پڑھتے تو دو رکعت کے بعد قعدہ کرکے (تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوجاتے تھے اور تیسری رکعت کے ختم پر (مثل مغرب کے فرض کے) آخر میں سلام پھیرتے تھے۔ اس کی روایت حاکم نے مستدرک میں کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

ف: واضح ہو کہ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ وتر کی تین رکعات ایک تکبیر تحریمہ اور ایک سلام سے ہیں۔ مذہب حنفی بھی یہی ہے۔ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت ابی بن کعب، حضرت ابن عباس، حضرت انس، حضرت ابوامامہ، حضرت عمر بن عبدالعزیز اور مشہور فقہا سبعہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے کہ وتر تین رکعت ایک تکبیر تحریمہ اور ایک سلام سے ہے، اور اسی پر

ان حضرات کا عمل درآمد رہا ہے۔علامہ عینی رحمہ اللہ نے ایسا ہی لکھا ہے۔

وتر میں جو سورتیں پڑھنا مستحب ہے ان کا بیان

12/1891۔ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر (کے تین رکعت ایک تکبیر تحریمہ سے پڑھتے تھے) اس کی پہلی رکعت میں ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَی ''الخ اور دوسری رکعت میں ''قُلْ یَآاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ 'الخ اور تیسری رکعت میں ''قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ''الخ پڑھا کرتے تھے (دوسری رکعت میں قعدہ کے بعد بغیر سلام کے تیسری رکعت کے لئے اٹھ جاتے تھے) اور سلام صرف ان تینوں رکعتوں کے آخر میں پھیرتے تھے۔ (اس لحاظ سے آپ کی وتر تین رکعت ایک تکبیر تحریمہ اور ایک سلام سے ہوتی تھی) اور وتر کا سلام پھیرنے کے بعد ''سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسُ ''تین مرتبہ فرمایا کرتے تھے۔

(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

وتر کے واجب ہونے کا اور اس کے وقت کا بیان

13/1892۔خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایک روز) ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمائے کہ اللہ تعالی نے تم کو پانچ فرض نمازوں پر ایک زائد نماز عطا کی ہے اور وہ وتر ہے (صاحبو جانتے ہو کہ وتر کیا ہے؟ تمہارے سمجھانے کے لئے کہا جاتا ہے کہ سرخ اونٹ تمہارے پاس جیسے مرغوب ہیں، اور سارے اموال سے زیادہ قیمتی ہیں ایسا ہی) وتر (بلحاظ ثواب کے) ان سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ بہتر ہے (12 رکعت سنت مؤکدہ جو فرض نمازوں کے تابع ہیں، ان کی طرح وتر کسی نماز کے تابع نہیں بلکہ وتر ایک مستقل اور زائد نماز ہے اور واجب ہے، اس لئے اس کا وقت تم کو بتایا جاتا ہے) اللہ تعالی نے اس کا وقت تمہارے لئے عشاء اور صبح صادق کے درمیان رکھا ہے۔

(اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ فرض نمازوں کے سوا دن رات میں سنن مؤکدہ، تہجد اور دیگر نوافل جو پڑھی جاتی ہیں ان کا ذکر اس طرح نہیں کیا گیا جیسے کہ وتر کا ذکر اس حدیث شریف میں کیا گیا ہے۔ حدیث شریف کے الفاظ پر غور کیجئے: وتر کے لئے ارشاد ہوا ہے فرض نمازوں پر وتر زائد کی جارہی ہے، جو چیز زیادہ ہوتی ہے اور جس پر زائد ہوتی ہے وہ اسی کے جنس سے ہوتی ہے اسی وجہ سے 12 رکعت سنتوں کو فرائض پر زائد کیا گیا نہیں۔ ارشاد فرمایا گیا: تہجد کو عشاء پر زائد کیا گیا نہیں، ارشاد فرمایا گیا: ان کے برخلاف ''وتر کو پانچ فرضوں پر زائد کیا گیا'' ارشاد ہوا ہے جس سے معلوم ہوا کہ وتر بھی فرائض کے قسم سے ہے اس لئے وتر واجب ہے۔

وتر کے آخری وقت کا بیان

14/1893 ۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صبح صادق کے پہلے وتر پڑھ لیا کرو۔ (اس لئے کہ صبح صادق ہوتے ہی وتر کا وقت ختم ہو جاتا ہے)۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

وتر کب پڑھنا چاہئے اس کا ایک اور حکم

15/1894 ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے دلی دوست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر مہینہ میں تین دن روزے رکھنے کی، چاشت کی دو رکعتیں پڑھنے کی اور اس بات کی نصیحت فرمائی ہے کہ سونے سے پہلے وتر پڑھا کروں۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

وتر کب پڑھنا چاہئے اس کا ایک اور حکم

16/1895 ۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رات میں جو جو نمازیں پڑھا کرتے ہو، ان سب

نمازوں کے بعد وتر پڑھا کرو (اور وتر کو ان سب نمازوں کے بعد پڑھنا مستحب ہے، اگر کوئی وتر کے بعد اور نفل نمازیں پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے)۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

تمام رات وتر کا وقت ہے

پہلی حدیث

17/1896۔غضیف بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ مجھے یہ تو بتایئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنابت کا غسل اوّل شب میں کیا کرتے تھے یا آخر شب میں؟ تو ام المومنین ارشاد فرمائیں کہ کبھی تو آپ اوّل شب میں غسل فرمایا کرتے تھے اور کبھی آخر میں، میں نے کہا: اللہ اکبر! خدا کا شکر ہے کہ جس نے دین میں آسانی فرمادی، پھر میں نے دریافت کیا: اچھا یہ تو فرمایئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول شب میں وتر پڑھا کرتے تھے یا آخر شب میں؟ ام المومنین ارشاد فرمائیں کہ کبھی آپ اوّل شب میں وتر پڑھ لیا کرتے تھے (اور پھر اپنے وقت پر تہجد پڑھا کرتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ وتر پڑھنے کے بعد اور نمازیں پڑھنا جائز ہے) اور کبھی آخر شب میں (تہجد کے بعد) وتر پڑھا کرتے تھے، میں نے کہا: اللہ اکبر! خدا کا شکر ہے جس نے دین میں وسعت عطا فرمائی۔ پھر میں نے دریافت کیا: اچھا یہ بھی بتایئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن پاک (تہجد میں) آواز سے پڑھا کرتے تھے یا آہستہ؟ ام المومنین ارشاد فرمائیں کہ کبھی آپ قرآن پاک (تہجد میں) آواز سے پڑھتے اور کبھی آہستہ، میں نے کہا: اللہ اکبر، خدا کا شکر ہے جس نے دین میں آسانی کردی۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور ابن ماجہ نے صرف حدیث کے آخری حصہ کو یعنی تہجد میں قرآن پڑھنے کے متعلق جو ذکر ہے صرف اسی کو بیان کیا ہے۔)

دوسری حدیث

18/1897 ۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھتے تھے، کبھی عشاء کے بعد اوّل شب میں وتر پڑھے ہیں (اس لئے جس کو آخر شب میں بیدار ہونے کا بھروسہ نہ ہو تو اس کو اوّل شب میں ہی وتر پڑھ لینا افضل ہے) اور کبھی آپ رات کے درمیانی حصہ میں بھی وتر پڑھے ہیں، اور کبھی آپ رات کے آخری حصہ میں بھی وتر پڑھے ہیں (اس لئے جس کو آخر شب میں تہجد کے لئے بیدار ہونے کا بھروسہ ہو تو اس کو آخر شب ہی میں وتر پڑھنا افضل ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخر شب میں بیدار ہونے کی عادت تھی اس لئے آپ کی وتر آخری عمر میں رات کے آخری حصہ میں تہجد کے بعد ہوا کرتی تھی۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

تیسری حدیث

19/1898 ۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو اندیشہ ہو کہ پچھلی رات میں نہ اُٹھ سکے گا تو شروع رات میں (نماز عشاء کے بعد) وتر پڑھ لے (اس اہتمام سے معلوم ہوا کہ وتر واجب ہے اگر وتر واجب نہ ہوتی تو اس طرح اہتمام نہیں کیا جاتا جیسے اور سنتوں کے لئے ایسا اہتمام نہیں کیا گیا) اور جس کو امید ہو کہ پچھلی رات میں اٹھ سکے گا تو وتر آخر شب میں پڑھے کیونکہ آخر شب کی نماز میں رحمت کے فرشتے نازل ہوتے ہیں (اور اللہ تعالی بھی آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں اس لئے ایسے شخص کے لئے آخر شب میں وتر پڑھنا افضل ہے)۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

وتر کے واجب ہونے کا ثبوت

پہلی حدیث

20/1899 ۔ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ وتر واجب ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہمارے تابعین میں سے نہیں ہے، وتر واجب ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہمارے تابعین میں سے نہیں ہے۔ وتر واجب ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہمارے تابعین میں سے نہیں ہے (تین مرتبہ فرمایا اس لئے کہ میں پابندی سے وتر پڑھا کرتا ہوں، جو میرا تابع ہے اس کو چاہئے کہ وتر کو واجب سمجھ کر پابندی سے پڑھا کرے)

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے، اور حاکم نے بھی اس کی روایت مستدرک میں کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔)

21/1900 ۔ اور دار قطنی کی ایک روایت میں ابوایوب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وتر حق ہے (حق کے دو معنی ہیں: ایک معنی تو ثابت کے ہیں، اور دوسرے معنی واجب کے۔ یہاں حق کے معنی ثابت کے نہیں ہیں بلکہ واجب کے ہیں جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور عطف تفسیری خود ارشاد فرمایا کہ) وتر حق ہے یعنی واجب ہے۔

دوسری حدیث

22/1901 ۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وتر ہر مسلمان پر واجب ہے۔

(اس کی روایت بزّار نے کی ہے۔)

23/1902 ۔ اور عبداللہ بن احمد بن حنبل اپنے والد امام احمد سے روایت کرتے ہیں کہ ان

کے والد نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جب ملک شام کا سفر کئے تھے تو وہاں دیکھا کہ لوگ وتر نہیں پڑھا کرتے ہیں تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ یہاں کے لوگ وتر کیوں نہیں پڑھتے ہیں؟ حضرت معاویہ نے فرمایا کہ (اس طرح آپ کے حیرت کے ساتھ دریافت کرنے سے مجھے تعجب ہورہا ہے) کیا وتر واجب ہے؟ (کہ جس کے نہ پڑھنے سے آپ اس طرح دریافت کررہے ہیں)۔ حضرت معاذ نے فرمایا: ہاں بے شک وتر واجب ہے (اس میں کیا شک ہے؟ وتر واجب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے، آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میرے رب نے (فرائض پر) ایک اور نماز زیادہ فرمائی ہے اور وہ وتر ہے (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے کہ اللہ تعالی نے فرائض پر وتر کو زیادہ کیا ہے ثابت ہوتا ہے کہ وتر واجب ہے اس لئے کہ جو چیز جس پر زیادہ ہوتی ہے وہ اسی کی جنس سے ہوتی ہے، یہاں وتر فرائض پر زیادہ ہورہی ہے، اس لئے وتر واجب ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وتر کو بہت پابندی سے پڑھنا اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وتر واجب ہے، فرائض کے جیسے اوقات بتائے گئے ہیں، ایسے ہی وتر کا ابتدائی اور آخری وقت بھی بتایا گیا ہے کہ) اس کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے شروع ہوکر صبح صادق کے طلوع ہونے تک رہتا ہے۔

(اس سے معلوم ہوا کہ وتر ایک مستقل نماز ہے اور واجب ہے۔)

تیسری حدیث

24/1903 ۔ خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایک روز) ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمائے کہ اللہ تعالی نے تم کو پانچ فرض نمازوں پر ایک زائد نماز عطا کی ہے اور وہ وتر ہے (صاحبو! جانتے ہو کہ وتر کیا ہے؟ تمہارے سمجھانے کے لئے کہا جاتا ہے کہ سرخ اونٹ تمہارے پاس جیسے مرغوب ہیں اور سارے

اموال سے زیادہ قیمتی ہیں ایسے ہی) وتر (بلحاظ ثواب کے) ان سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ بہتر ہے (12 رکعت سنت مؤکدہ جو فرض نمازوں کے تابع ہیں، ان کی طرح وتر کسی نماز کے تابع نہیں بلکہ وتر ایک مستقل اور زائد نماز ہے، اور واجب ہے اس لئے کہ اس کا وقت تم کو بتایا جاتا ہے) اللہ تعالی نے اس کا وقت تمہارے لئے عشاء اور صبح صادق کے درمیان رکھا ہے۔

(اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے۔)

اور اس کی روایت ابن ماجہ نے بھی کی ہے اور حاکم نے مستدرک میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں اور دارقطنی نے اپنی سنن میں اور طبرانی نے اپنی معجم میں اس کی روایت اسی طرح کی ہے اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور ابوداؤد نے اس حدیث کو روایت کر کے سکوت اختیار کیا ہے اور ابوداؤد کا سکوت حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔)

25/1904۔اور ہمارے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کی ایک روایت میں اس طرح ہے اللہ تعالی نے تم پر وتر کو فرض کیا ہے (جو ظن سے ثابت ہے جس کا دوسرا نام واجب ہے، اور یقینی پانچ فرض نمازوں پر) وتر کو زائد کیا ہے (یہ زائد جن پر زائد ہوا ہے انہی کے جنس کا ہونے سے واجب ہے)۔

26/1905۔اور امام ابوحنیفہ رحمہٗ اللہ سے دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ اللہ تعالی نے فرائض پر ایک اور نماز زیادہ کی ہے اور وہ وتر ہے (جیسے فرائض کی حفاظت کرتے ہو اور ان کو پابندی سے پڑھتے ہو، ایسے ہی) وتر کی بھی حفاظت کرو، اور اس کو پابندی سے پڑھا کرو۔

وتر کے آخر وقت کا بیان

27/1906۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صبح صادق ہونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کرو، (اس لئے کہ صبح

صادق طلوع کرتے ہی وتر کا وقت ختم ہو جاتا ہے)۔
(اس کی روایت ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

وتر کے واجب ہونے کا ثبوت

28/1907۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ وتر ہیں یعنی یکتا ہیں (ان کی ذات کے جیسی کسی کی ذات نہیں ساری مخلوقات اپنی ذات میں قابل تقسیم ہیں لیکن اللہ تعالی کی ذات قابل تقسیم نہیں، ایسے ہی اللہ کے صفات کے جیسے کسی کے صفات نہیں، صفات کے لحاظ سے مخلوقات ایک دوسرے کے مشابہ ہو سکتے ہیں لیکن اللہ تعالی کے صفات کے مشابہ کوئی نہیں، اور اسی طرح اللہ کے افعال کے جیسے کسی کے افعال نہیں، مخلوقات کے افعال میں مدد دینے والے اور شریک رہا کرتے ہیں لیکن اللہ کے افعال میں مدد دینے والا) اور شریک کوئی نہیں، اس لئے اللہ تعالی وتر ہیں یعنی یکتا ہیں) وہ وتر کو پسند فرماتے ہیں (اور چاہتے ہیں کہ ہر چیز وتر یعنی طاق رہے) (جیسے اصل تورات سے مراد یہود ہیں، اور اصل انجیل سے مراد نصاریٰ ہیں، ایسے ہی اصل قرآن سے مراد مسلمان ہیں تو گویا یوں ارشاد ہو رہا ہے) مسلمانو! تم وتر پڑھا کرو (تاکہ تمہاری رات کی نمازیں بھی طاق ہو جائیں، تمہارے وتر پڑھنے سے تمہاری رات کی نمازیں بھی طاق ہو جائیں گی۔ جو اللہ تعالی کو پسند ہے، یہ شان جو بیان ہوئی ہے وہ سنت کی نہیں ہوتی بلکہ واجب ہی کی یہ شان ہوتی ہے اس سے بھی معلوم ہوا کہ وتر واجب ہے)۔ (اس حدیث کی روایت ترمذی، ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔)

وتر کے قضا کرنے کا حکم اس لئے کہ وتر واجب ہے

29/1908۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی نیند کی وجہ سے وتر نہ پڑھ سکے (اور بغیر وتر پڑھے کے صبح

صادق ہوگئی تو چونکہ اب وتر کا وقت ختم ہو چکا ہے اس لئے) ایسے شخص کو وتر کی قضاء پڑھنا چاہئے (اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں: **ایک** تو یہ کہ وتر کا وقت صبح صادق ہونے سے ختم ہو جاتا ہے، **دوسری** بات یہ ہے کہ اس حدیث میں وتر کی قضاء کا حکم ہے۔اور وتر کے واجب ہونے کی یہ کھلی دلیل ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو شخص وتر پڑھنا بھول جائے تو جس وقت یاد آجائے وتر کی قضاء کرلے۔

(اس کی روایت حاکم نے مستدرک میں کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور ابن الحصار نے بھی بیان کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

وتر کے واجب ہونے کا ثبوت

پہلی حدیث

30/1909 ۔امام مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کو یہ روایت (قابل وثوق طریق سے) پہونچی ہے کہ ایک شخص نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے وتر کے متعلق دریافت کیا کہ کیا وتر واجب ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ وتر پڑھتے رہے ہیں، اور صحابہ کرام بھی ہمیشہ وتر پڑھا کرتے تھے، چناچہ وہ بار بار یہ سوال کرتا تھا کہ آیا وتر واجب ہے اور حضرت ابن عمر یہی جواب دیتے جاتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ وتر پڑھتے رہے ہیں، اور صحابہ کرام بھی ہمیشہ وتر پڑھا کرتے تھے۔(اس کی روایت امام مالک نے موطا میں کی ہے۔)

ف: اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ وتر پڑھتے تھے اور مسلمان بھی ہمیشہ وتر پڑھتے رہے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ وتر پڑھنا مسلمانوں کا طریقہ ہے، اور جو شخص وتر ترک کرتا ہے تو وہ مسلمانوں کے طریقے سے ہٹ کر دوسرا طریقہ اختیار کرتا ہے، جس پر قرآن میں سخت وعید ہے اور جس کام کے ترک کرنے پر وعید آتی ہے اس کام کا کرنا واجب ہوتا ہے،

اس لئے وتر واجب ہے، اب رہی یہ بات کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے صراحت کے ساتھ سائل کے جواب میں وتر کے واجب ہونے کو کیوں نہیں بیان کیا؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ کہیں سائل پنجگانہ نمازوں کی طرح وتر کو فرض نہ سمجھ لے، اس لئے کہ واجب اور فرض میں اصطلاحی فرق ہے ورنہ بلحاظ عمل کے فرض وواجب ایک ہی ہیں۔

دوسری حدیث

31/1910۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تہجد کی نماز پڑھتے رہتے تھے اور میں آپ کے سامنے بستر اقدس پر لیٹی رہتی تھی، لیکن جب آپ وتر پڑھنا چاہتے تو مجھے بیدار کر لیتے اور میں بھی وتر پڑھتی تھی۔

(اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

ف: علامہ عینی رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس حدیث شریف میں وتر کے واجب ہونے کی دلیل ہے۔ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تہجد پڑھتے رہتے تو ام المومنین کو نہیں جگاتے تھے اور جب وتر پڑھنے کا ارادہ ہوتا تو حضرت ام المومنین کو وتر پڑھنے کے لئے بیدار کرتے۔ اس میں صاف دلیل ہے کہ وتر واجب ہے اس لئے کہ وتر کے لئے ام المومنین کو بیدار کرتے تھے اور چونکہ تہجد واجب نہیں، اس لئے تہجد کے لئے نہیں بیدار فرماتے تھے۔

تیسری حدیث

32/1911۔سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی عادت تھی کہ وہ اپنی سواری پر نفل نماز پڑھ لیا کرتے تھے (اس لئے کہ نفل نماز سواری پر جائز۔ جیسا کہ ردالمحتار میں مذکور ہے۔12 - ہے) پھر جب وتر پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو سواری سے اتر کر زمین پر وتر اداء فرماتے (اس لئے کہ فرض اور وتر بغیر ضرورت کے سواری پر جائز نہیں، اگر وتر واجب نہ ہوتی تو اور نوافل کی طرح حضرت ابن عمر وتر کو سواری پر ہی اداء فرماتے، سواری پر وتر

اداء نہ کر کے زمین پر وتر پڑھنے سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر وتر کو واجب سمجھتے تھے۔)

(اس حدیث کی روایت دار قطنی اور امام احمد نے کی ہے۔)

چوتھی حدیث

33/1912۔ نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی عادت تھی کہ وہ اپنی سواری پر نفل نماز پڑھا کرتے تھے (اس لئے کہ نفل نماز سواری پر جائز -جیسا کہ ردالمحتار میں مذکور ہے۔12 - ہے) پھر جب وتر پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو سواری سے اتر کر زمین پر وتر اداء فرماتے تھے (اس لئے کہ فرض اور وتر بغیر ضرورت کے سواری پر جائز (اس کی تحقیق اعلاء السنن میں ملاحظہ ہو۔12) نہیں) اور حضرت ابن عمر یقین سے فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی طرح نفل نماز سواری پر اور وتر زمین پر پڑھا کرتے تھے۔ (حضرت ابن عمر کے اس طرح فرمانے سے حدیث مرفوع ہوگئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل سے بھی وتر کا وجوب ثابت ہوگیا)۔

(اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے صحیح سند کے ساتھ کی ہے۔)

وتر میں دعاء قنوت پڑھنے کا بیان

34/1913۔خالد بن ابی عمران رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کتنی ہی تکلیف پہنچے آپ نے کسی کافر پر بددعا نہیں فرمائی۔قبیلہ مضر کی طرف سے مسلمانوں کو نا قابل برداشت تکالیف پہنچ رہی تھیں، یہ آپ سے نہیں دیکھا گیا، ایک وقت آپ وتر پڑھ رہے تھے، مضر کے نا قابل برداشت تکالیف یاد آ گئے) قبیلہ مضر کو بددعاء دینے لگے، ایسے میں جبرئیل علیہ السلام آ گئے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اشارہ سے بددعاء دینے سے منع فرمائے آپ رک گئے پھر جبریل علیہ السلام کہے: یارسول اللہ! اللہ تعالی فرمائے ہیں کہ ہم آپ کو رحمۃ ا

للعالمین بنا کر بھیجے ہیں، (جو عالمین کے لئے رحمت ہو، ان کی شان کی خلاف ہے کہ وہ کسی کو بددعاء دے، ہم کو معلوم ہے کہ قبیلہ مضر سے مسلمانوں کو کیا کیا تکلیف پہنچ رہی ہے اس کا بدلہ دینا ہمارا کام ہے) آپ کا کام نہیں (ہم ان کو دیکھ لیں گے ہم پر چھوڑ دیجئے بجائے بددعاء کے (وتر میں) یہ قنوت یعنی یہ دعاء کیا کیجئے: ''اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنُؤْمِنُ بِکَ وَنَخْضَعُ لَکَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّکْفُرُکَ اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَکَ وَنَخَافُ عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ الْجِدَّ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ''.

اے اللہ (آپ کو معلوم ہے کہ کفار ہم کو کیا کیا تکلیفیں دے رہے ہیں) ہم آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں (کہ ہم کو کفار کے شر سے بچایئے! ممکن ہے کہ گناہوں کی شامت سے یہ ہو رہا ہوگا) ہم آپ سے گناہوں کی مغفرت مانگتے ہیں۔ ہم آپ کے ہیں آپ پر ایمان رکھتےہیں، ہم آپ کے سامنے نہایت عاجزی سے عرض کرتے ہیں (ہم کو ہر شر سے بچایئے) (ہم کو معلوم ہے کہ کفار آپ کے دشمن ہیں اس لئے) جو آپ سے کفر کرتا ہے ہم اس سے علحدہ ہو جاتے ہیں اور اسے چھوڑ دیتے اور ترک کر دیتے ہیں (دلی دوستی ان سے نہیں رکھتے ہیں، دنیوی حیثیت سے ظاہری برتاؤ رکھے ہیں) اے اللہ! (آپ کے سوا ہمارا کوئی نہیں) ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں (ہم آپ ہی کے لئے ہیں) آپ ہی کے سامنے ہاتھ باندھے ہوئے کھڑے رہ کر ہم آپ ہی سے دعا کرتے ہیں اور نماز اداء کرتے ہیں، جب آپ کا عظمت وجلال ہمارے دل پر طاری ہوتا ہے تو ہم بے اختیار ہو کر آپ کے سامنے سجدے میں گرتے ہیں (اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آپ کی شان عالی ہے اور ہماری حالت یہ ہے کہ ہم نہایت عاجزی سے زمین پر سر رکھے ہوئے ہیں)۔ ہماری ساری کوششیں آپ ہی کے لئے ہیں، ہم آپ ہی کی طرف دل سے جھکتے ہیں (ہم کسی قابل نہیں) اے اللہ! ہم

آپ کی رحمت سے بڑی بڑی امیدیں لگائے ہیں۔(اے اللہ! ہم جانتے ہیں کہ ایمان خوف ورجا کے درمیان ہے، جیسے ہم آپ کی رحمت کے امیدوار ہیں ایسے ہی) آپ کے عذاب سے ہمارے دل پر دہشت بیٹھی ہوئی ہے، ہم آپ کے عذاب کے خیال سے ڈرے ہوئے سہمے ہوئے ہیں۔ (ہم کو معلوم ہے کہ) آپ کا یقینی عذاب کفار کے لئے ہے(مگر ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں آپ کی شان بے نیازی سے ہم اپنے گناہوں کی وجہ سے عذاب میں گرفتار نہ ہوجائیں۔)

(اس کی روایت ابوداؤد نے اپنے مراسیل میں کی ہے اور طبرانی نے بھی اس کی روایت کی ہے۔)

35/1914۔اور ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو موقوفاً روایت کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: **اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ الْجِدَّ.**

اے اللہ (آپ کو معلوم ہے کہ کفار ہم کو کیا کیا تکلیفیں دے رہے ہیں) ہم آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں (کہ ہم کو کفار کے شر سے بچایئے! ممکن ہے کہ گناہوں کی شامت سے یہ ہو رہا ہوگا) ہم آپ سے گناہوں کی مغفرت چاہتے ہیں۔ اور ہم آپ ہی کی تعریف کرتے ہیں(ہم کیا اور ہماری تعریف کیا، آپ ویسے ہی ہیں جیسے آپ اپنی تعریف کئے ہیں) ہم آپ کی ناشکری نہیں کرتے ہیں (آپ کی نعمتیں ہم کو گھیرے ہوئے ہیں، ہم ہمیشہ آپ کے شکر گذار ہیں۔(ہم کو معلوم ہے کہ کفار حقیقی فاجر وفاسق ہیں) ہم آپ کے دشمنوں کو آپ ہی کے لئے ترک کرتے ہیں، دلی دوستی ان سے نہیں رکھتے ہیں، دنیوی حیثیت سے ظاہری برتاؤ رکھے ہیں۔ اے اللہ! آپ کے سوا ہمارا کوئی نہیں، ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں، ہم آپ ہی کے لئے ہیں، آپ ہی کے سامنے ہاتھ باندھے

ہوئے کھڑے ہوکر اپنے بندے پن کا اظہار کرتے ہیں، جب آپ کا عظمت وجلال ہمارے دل پر طاری ہوتا ہے تو ہم بے اختیار ہوکر آپ کے سامنے سجدے میں گرتے ہیں (اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آپ کی شان عالی ہے اور ہماری حالت یہ ہے کہ ہم نہایت عاجزی سے زمین پر سر رکھے ہوئے ہیں، ہماری ساری کوششیں آپ ہی کے لئے ہیں، ہم آپ ہی کی طرف دل سے جھکتے ہیں، (اے اللہ ہم جانتے ہیں کہ ایمان خوف ورجاء کے درمیان ہے) آپ کے عذاب سے ہمارے دل پر دہشت بیٹھی ہوئی ہے، ہم آپ کے یقینی عذاب کے خیال سے ڈرے ہوئے اور سہمے ہوئے ہیں۔

" وَنَرْجُوْ رَحْمَتَکَ اِنَّ عَذَابَکَ الْجِدَّ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ "

اے اللہ! ہم کسی قابل نہیں، ہم آپ کی رحمت سے بڑی بڑی امیدیں لگائے ہیں، ہم کو معلوم ہے کہ آپ کا یقینی عذاب کفار ہی کو لاگو ہونے والا ہے (مگر ڈرتے ہیں کہ کہیں آپ کی شان بے نیازی سے ہم اپنے گناہوں کی وجہ سے عذاب میں گرفتار نہ ہوجائیں)۔

36/1915۔اور بیہقی نے سنن کبیر میں ابن ابی شیبہ کی اس روایت کو موقوفاً حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

دوسری حدیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ذیل کی حدیث کو سمجھنے کے لئے اس تمہید کو سن لیجئے: حنفی دعائے قنوت کے دو حصے ہیں، ایک حصہ "اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ" سے شروع ہوکر "مَنْ یَّفْجُرُکَ" پر ختم ہوتا ہے اور دوسرا حصہ "اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ" سے شروع ہوکر "بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ" پر ختم ہوتا ہے، یہ دو حصے قرآن مجید کی دو سورتیں ہیں، جیسے آیت رجم منسوخ التلاوۃ ہے لیکن عمل اس پر جاری ہے، ایسے ہی یہ دونوں سورتیں بھی منسوخ التلاوۃ ہیں یعنی قرآن میں پڑھی نہیں جاتی، مگر ان پر عمل جاری ہے اور وتر میں بطور قنوت پڑھی جاتی ہیں)۔

37/1916۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان دونوں (منسوخ التلاوۃ) سورتوں کو (وتر میں) بطور دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے،ایک سورہ یہ ہے:''**اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ وَلَا نَکْفُرُکَ نَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ** ''اوردوسراسورہ یہ ہے''**اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَخْشٰی عَذَابَکَ الْجِدَّ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَکَ اِنَّ عَذَابَکَ الْجِدَّ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ** ''اس کی روایت ابن ابی شیبہ اورطحاوی نے کی ہے۔

تیسری حدیث

38/1917۔عبداللہ بن زریر غافقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک روز) عبدالملک بن مروان نے مجھ سے کہا عبداللہ! تم گنوار، دہقانی آدمی ہو،تم کو کچھ خبر ہی نہیں خواہ مخواہ تم حضرت ابوتراب علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہوتو حضرت عبداللہ انہیں جواب دئے (تم مجھے گنوار، دہقانی جو چاہے کہہ لومگر) میں نے قرآن اس وقت یاد کیا ہے جب کہ تمہارا پتہ بھی نہیں تھا بلکہ تمہارے ماں باپ کا نکاح بھی نہیں ہوا تھا (پھر میں گنوار کیسے؟) مجھے قرآن کے دو سورے حضرت علی رضی اللہ عنہ یاد دلائے اور یہ وہ دو سورے ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یاد کرائے تھے،ان دوسورتوں کی نہ تو تم کو خبر ہےاور نہ تمہارے ماں باپ کو (تو گنوار میں ہوں یا تم؟) وہ دوسورتیں یہ ہیں:''**اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ وَلَا نَکْفُرُکَ نَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْکَ نَسْعٰی وَ نَحْفِدُ نَرْجُوْ رَحْمَتَکَ وَنَخْشٰی عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ** ''یہ دوسورتیں منسوخ التلاوۃ ہیں یعنی قرآن میں نہیں پڑھی جاتیں مگر وتر میں بطور قنوت کے پڑھی جاتی ہیں) اس کی روایت طبرانی نے کتاب الدعا میں کی ہے۔

چوتھی حدیث

39/1918۔حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند کلمات سکھائے ہیں تا کہ وتر میں جب دعائے قنوت پڑھنے کا وقت آئے تو میں ان کلمات کو پڑھا کروں (وہ کلمات یہ ہیں:)

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّمَا قَضَیْتَ فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ اِنَّہٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ.

اے اللہ! جن کو آپ ہدایت دیئے ہیں اور ان کے عقائد واعمال کو پسند فرمائے ہیں ان کے ساتھ مجھے بھی ہدایت دیجئے (کہ میرے عقائد وہ ہوں جن کو آپ پسند فرمائیں، اور میرے اعمال بھی وہ ہوں جن کو آپ پسند فرمائیں۔) اے اللہ! جن کو آپ (بری بیماریوں سے، برے اخلاق سے، بری خواہشوں سے بچا کر) عافیت میں رکھے ہیں مجھے بھی ان سب سے بچایئے (کہ میں بھی بری بیماریوں سے برے اخلاق سے اور برے خواہشات سے بچا ہوا عافیت میں رہوں۔) اے اللہ جن سے آپ محبت کرتے ہیں (اور ان کی ہر شر سے حفاظت کرتے ہیں، اور ہر معاملہ میں ان کی مدد کرتے ہیں) ان کے ساتھ مجھ سے بھی محبت کیجئے (اور ہر شر سے بھی میری حفاظت فرمایئے اور ہر معاملہ میں میری مدد فرمایئے۔) اے اللہ اپنے فضل وکرم سے جو جو چیزیں مجھے دئے ہیں (عمر، مال، علم اور عمل) ان سب میں برکت دیجئے۔ اگر آپ میرے لئے کسی شر کے پہونچنے کا حکم دیئے ہیں تو آپ مجھے اس شر سے ہمیشہ بچائے رکھئے (اور اپنے اس حکم کو بدل دیجئے) اس لئے کہ آپ جو چاہیں فیصلہ کرتے ہیں (اور اپنے دئے ہوئے حکم کو بدل سکتے ہیں) کوئی نہیں ہے کہ آپ کے خلاف فیصلہ کر سکے۔ جس کے آپ دوست بنیں اور اس کو اپنی حمایت میں لے لیں، وہ کبھی ذلیل نہیں ہوسکتا۔

اے اللہ! برکت آپ کے قبضۂ قدرت میں ہے جس کو چاہیں برکت دے سکتے ہیں، آپ بڑے عالی شان ہیں۔اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

ف: ردالمختار میں لکھا ہے کہ دعاء سابق ''اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ'' الخ کے ساتھ اس دعا یعنی ''اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ'' الخ کو بھی ملا کر وتر میں پڑھنا حنفی مذہب میں مستحب ہے اور درمختار میں طحطاوی اور شرح منیہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ قنوت میں ان دونوں دعاؤں کو ملا کر پڑھنا چاہئے اور ان دعاؤں کے بعد یہ درود شریف پڑھنا بھی مستحب ہے:

''وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ''. 12

نماز وتر کے بعد پڑھی جانے والی ایک دعا

پہلی حدیث

40/1919۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز وتر سے فارغ ہوتے تو سلام کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ

اے اللہ! میں آپ کے سخط یعنی ناراضگی سے آپ کی رضامندی کے واسطے سے پناہ چاہتا ہوں (یعنی آپ کی رضا کی پناہ میں آنا چاہتا ہوں)۔

وَبِمُعَا فَاتِکَ مِنْ عُقُوْبَتِکَ

اور آپ کی گرفت اور سزا سے (بچنے) آپ کی معافی کی پناہ میں آنا چاہتا ہوں۔

وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْکَ

اور میں آپ سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔

لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ

میں آپ کی ثناء وتعریف کا احاطہ نہیں کرسکتا، آپ ایسے ہی ہیں جیسے خود آپ نے اپنی تعریف

فرمائی ہے۔اس کی روایت ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کی ہے۔

دوسری حدیث

41/1920۔ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز وتر ختم فرماتے تو وتر کے سلام کے بعد ''سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوس'' فرمایا کرتے تھے (یعنی اللہ تعالی سب عیبوں سے اور ہر طرح کے نقصان سے پاک ہیں اور ان کی بادشاہت لازوال ہے، جن صفتوں میں کمال نہیں اللہ تعالی ان صفتوں سے پاک ہیں، یعنی مخلوقات کے سارے صفات سے اللہ تعالی پاک ہیں)۔اس حدیث کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے، اور نسائی نے اس روایت میں زیادہ کیا ہے کہ ''سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوس'' تین بار فرماتے تھے اور تیسری مرتبہ جب ''سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوس'' فرماتے تو ''قدوس'' کی دال اور واؤ کو دراز کھینچتے تھے۔

42/1921۔اور نسائی کی ایک اور روایت میں عبدالرحمٰن بن ابزا رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر کے سلام کے بعد ''سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوس'' تین مرتبہ فرماتے تھے اور تیسری مرتبہ بہ نسبت پہلے دو کے زیادہ آواز سے بلند فرماتے تھے (اور دارقطنی کی روایت میں ''سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوس'' کے بعد ''رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ'' کہنا بھی آیا ہے)۔

نماز تہجد میں بیٹھ کر قرأت کرنا اور رکوع کے وقت کھڑے ہوکر رکوع میں جانے کا بیان

43/1922۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ (میں نے کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا- جیسا کہ بخاری میں

مذکور ہے۔12 - آپ عمر کے آخری حصہ میں بھی تہجد کو کھڑے ہوئے ہی اداءفرماتے تھے اور جب کچھ رکعتیں باقی رہ جاتیں اور طویل قرأت پڑھنے کی وجہ سے آپ تھک جاتے تو) بیٹھے ہوئے قرأت فرماتے اور جب سورت کی (30یا40) آیات باقی رہ جاتیں تو پھر آپ کھڑے ہوجاتے اور کھڑے ہوئے بقیہ آیات پڑھتے اور رکوع میں چلے جاتے، پھر سجدہ فرماتے اور دوسری رکعت بھی اسی طرح اداءفرماتے۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ نفل نماز کی کسی رکعت میں کچھ بیٹھنا اور کچھ کھڑا ہونا جائز ہے۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نفل نماز بغیر عذر کے بیٹھ کر پڑھ رہا تھا پھر کھڑے ہوکراس کو پوری کرے تو بالاتفاق جائز ہے اور اگر نفل نماز کھڑے ہوکر پڑھ رہا تھا پھر بغیر عذر کے بیٹھ کر پوری کرے تو نماز جائز ہے مگر مکروہ ہوگی (عینی ہدایہ۔ردالمحتار)12

مرقات میں لکھا ہے کہ باب الوتر کو اس حدیث سے مناسبت یہ ہے کہ وتر سے پہلے تہجد کی آخری رکعتوں میں بیٹھ کر قرأت کر کے کھڑے ہوکر پورا کرنا جائز ہے۔

تشفیع الوتر پڑھنے کے طریقے

44/1923۔ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر کے بعد دو رکعت (نفل) نماز اداءفرمایا کرتے تھے۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

45/1924۔اور ابن ماجہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ یہ دو رکعت جو وتر کے بعد پڑھی جاتی تھیں ان میں بہت ہلکی قرأت ہوتی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دو رکعتوں کو بیٹھ کر اداء فرماتے تھے اور ابن ماجہ کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ (وتر کے بعد) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو رکعت (نفل) پڑھا کرتے تھے،اوران دو رکعتوں میں بیٹھ کر قرأت فرمایا کرتے تھے اور جب رکوع کرنے کا ارادہ فرماتے تو کھڑے ہوجاتے ،اور کھڑے ہوکر رکوع میں جاتے۔

تشفیع الوتر کی فضیلت

46/1925 ۔ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تہجد کے لئے آخر رات میں اٹھنا بہت شاق اور مشکل ہوتا ہے (اگر کوئی سب مشکلات کو برداشت کرکے تہجد کے لئے بیدار ہوتو اس کا کیا کہنا۔اس کی فضیلتیں سابق کی بہت سی احادیث میں مذکور ہوچکی ہیں) اگر کوئی تہجد کے لئے نہ اٹھ سکے تو اتنا تو کرے کہ وتر کے بعد دو رکعت پڑھ لے (جس کو تشفیع الوتر کہتے ہیں،اس کے بعد پھر وہ تہجد کے لئے اٹھا تو اس کا کیا کہنا،اس نے بڑی عالی ہمتی سے کام لیا اور بڑے بڑے ثواب کا مستحق ہوا) اور اگر وہ نہ اٹھ سکا تو یہ دو رکعت تہجد کے قائم مقام ہوجائے گی۔اس کی روایت دارمی نے کی ہے۔

تشفیع الوتر کی قرأت کا بیان

47/1926 ۔ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دو رکعتوں کو جو وتر کے بعد پڑھی جاتی ہیں بیٹھے ہوئے پڑھا کرتے تھے اور ان دو رکعتوں کی پہلی رکعت میں سورۂ ''اِذَا زُلْـزِلَـت '' اور دوسری رکعت میں سورۂ ''قُـلْ یٰٓـاَ یُّھَـا الْکٰفِرُوْنَ '' کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

(36/55) بَابُ الْقُنُوْتِ

(اس باب میں اس دعاء کے احکام مذکور ہیں جو نمازِ وتر میں پڑھی جاتی ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَ جَلَّ ''وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ'' اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ بقرہ پ 2 ع، آیت نمبر: 238 میں) (نماز وتر کے لئے جب) اللہ تعالی کے سامنے کھڑے رہو (تو اس میں دعاء قنوت پڑھا کرو)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَ جَلَّ ''لَيْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ''

اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورہ آل عمران پ 4 ع 13 میں) (کفار کی طرف سے مسلمانوں کو ناقابل برداشت تکالیف پہونچ رہی تھیں، یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں دیکھا گیا، ایک وقت جب کہ آپ وتر پڑھ رہے تھے کفار کے ناقابل برداشت تکالیف یاد آ گئے۔ آپ کفار کو بددعاء دینے لگے، ایسے میں جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام آ گئے اور حضور سے کہے کہ اللہ تعالی ارشاد فرمائے ہیں کہ آپ کو بددعاء دینے کی ضرورت نہیں، ہم ان کو دیکھ لیں گے) یا تو اللہ تعالیٰ ان پر رحمت سے متوجہ ہوکر اسلام لانے کی توفیق عطا کریں گے یا ان کے کفر کی حالت میں رہنے کی وجہ سے دنیا میں بھی ان پر کوئی عذاب اتاریں گے (آپ بجائے بددعا کرنے کے وتر میں ''اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُکَ'' الخ اور ''اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ'' الخ یہ دعائیں پڑھا کیجئے جو آپ کی شان کے لائق ہیں)

نمازِ وتر کی تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھنے کا بیان

پہلی حدیث

1/1927 ۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر پڑھا کرتے تھے تو (وتر کی تیسری رکعت میں) رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے

تھے۔(اس کی روایت ابن ماجہ نے سند صحیح کے ساتھ کی ہے۔)

دوسری حدیث

2/1928 ۔ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر کے تین رکعت اداء فرمایا کرتے ،پہلی رکعت میں ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی '' دوسری رکعت میں ''قُلْ یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ ''اور تیسری رکعت میں ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ''پڑھا کرتے تھے اور (تیسری رکعت میں)رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے ۔(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

تیسری حدیث

3/1929 ۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر کی (تیسری رکعت میں)رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے۔

(اس کی روایت خطیب نے کتاب القنوت میں کی ہے اور ابن الجوزی نے کتاب التحقیق میں اس کو بیان کیا ہے اور سکوت اختیار کیا ہے۔)

چوتھی حدیث

4/1930 ۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر کے تین رکعت پڑھا کرتے تھے اور وتر (کی تیسری رکعت) میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے تھے۔(اس کی روایت ابونعیم نے حلیۃ میں کی ہے۔)

پانچویں حدیث

5/1931 ۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر کے تین رکعات پڑھا کرتے اور دعائے قنوت کو وتر (کی تیسری رکعت) میں رکوع سے

پہلے پڑھتے تھے۔(اس کی روایت طبرانی نے اوسط میں کی ہے۔)

چھٹی حدیث

6/1932۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر (کی تیسری رکعت) میں رکوع سے پہلے دعاءقنوت پڑھا کرتے تھے۔

(اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔)

ساتویں حدیث

7/1933۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ (ایک دفعہ) اس ارادہ سے رات گزاری کہ دیکھوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر میں دعائے قنوت کب پڑھتے ہیں؟ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (وتر کی تیسری رکعت میں) رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے ہیں۔پھر میں نے اپنی والدہ ام عبد رضی اللہ عنہا کو یہ عرض کر کے خدمت گرامی میں بھیجا کہ وہ ازواج مطہرات کے ساتھ رات گزاریں تاکہ دیکھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر میں دعائے قنوت کب پڑھتے ہیں؟ (وہ گئیں) اور واپس آکر مجھ سے کہنے لگیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (وتر کی تیسری رکعت میں) رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھے ہیں۔(اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے۔)

آٹھویں حدیث

8/1934۔علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم وتر (کی تیسری رکعت) میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے۔اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔جوہرنقی میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند مسلم کی شرط کے موافق ہے(اعلاءالسنن)

نویں حدیث

9/1935۔سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم کو فرماتے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر کی آخری رکعت میں دعائے قنوت پڑھتے رہے ہیں، اور یہ حضرات خود بھی (وتر کی تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے) دعائے قنوت پڑھتے تھے۔

(اس کی روایت دارقطنی اور بیہقی نے کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ ان سب احادیث شریفہ سے ثابت ہوا کہ وتر کی تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہمیشہ عمل رہا ہے، یہ امام ابن الہمام رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

قنوت نازلہ کا بیان

پہلی حدیث

10/1936۔عاصم احول رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ (دعاء یا تو نماز کے آخری قعدہ میں کی جاتی ہے یا نماز کے بعد) کیا عین نماز کی رکعتوں میں بھی دعاء کی جاتی ہے؟ حضرت انس نے فرمایا: ہاں وتر کی تیسری رکعت میں بھی دعاء پڑھی جاتی ہے تو میں نے حضرت انس سے پوچھا کہ رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد؟ حضرت انس نے فرمایا کہ دعائے قنوت (وتر میں ہمیشہ) رکوع سے پہلے پڑھی جاتی ہے (عاصم نے کہا کہ مجھ سے تو فلاں شخص نے بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکوع کے بعد دعاء پڑھی ہے تو حضرت انس نے فرمایا: ایسا نہیں، اصل واقعہ کو انہوں نے ظاہر نہیں کیا، صحیح بات یہ ہے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو صرف ایک ماہ تک (نماز صبح میں) رکوع کے

بعد دعائے قنوت پڑھی ہے۔ایک ماہ تک (نماز فجر میں رکوع کے بعد) دعاء پڑھنے کی وجہ یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ صحابہ کو جنہیں قراء کہا جاتا تھا اور وہ ستّر کے قریب تھے، مشرکین کی ایک جماعت کی طرف (اسلام کی تبلیغ کرکے علمِ دین سکھانے کے لئے) بھیجا (اس قوم میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں معاہدہ تھا۔لیکن مشرکین نے عہد شکنی کی) اور سب قراء کو قتل کر دیا (صرف کعب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کہ ان کو بھی مشرکین نے زخمی کر دیا اور سمجھ لیا تھا کہ شہید ہو گئے ہیں مگر ان کی کچھ جان باقی تھی وہ بچ کر واپس آ گئے اس واقعہ سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قدر غم ہوا کہ ایسا غم کبھی نہیں دیکھا گیا اس لئے) ایک ماہ تک نماز صبح میں رکوع کے بعد قاتلوں کو بد دعا دینے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعائے قنوت پڑھی ہے (پھر اس کے بعد نماز صبح میں یا کسی اور نماز میں رکوع کے بعد دعائے قنوت کبھی نہیں پڑھی)۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف ایک ماہ تک (نماز صبح میں) رکوع کے بعد (عام مسلمانوں پر مصیبت آنے کی وجہ سے) دعائے قنوت پڑھی ہے۔اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ وتر کے سوا کسی اور نماز میں بجز قنوت نازلہ کے دعائے قنوت نہ پڑھی جائے۔قنوت نازلہ یہ ہے کہ کفار کی طرف سے جب کوئی سخت مصیبت عام مسلمانوں پر آن پڑے تو امام نماز فجر میں رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھا کرے اور اس کا حکم دائمی ہے یعنی ہر زمانہ میں کفار کی طرف سے مسلمانوں پر عام مصیبت آن پڑے تو قنوت نازلہ فجر کی نماز میں رکوع کے بعد پڑھی جائے۔اسی وجہ سے صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی ایسے موقعوں پر قنوت نازلہ پڑھی ہے، امام طحاوی رحمۃ اللہ نے یہی فرمایا ہے اور یہی مذہب حنفی ہے اور اسی پر جمہور کا عمل درآمد ہے۔

قنوت نازلہ کو نماز فجر کے سوا اور نمازوں میں پڑھنے کا جو ذکر بعض احادیث میں مروی ہے ایسی حدیثوں کو ائمہ احناف نے منسوخ قرار دیا ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز فجر کے

سواء دیگر نمازوں میں قنوت نازلہ پر کبھی مواظبت اور تکرار نہیں فرمائی بلکہ قنوت نازلہ کی تکرار اور مواظبت صرف نماز فجر ہی میں ثابت ہے اور اسی وجہ سے احناف نے قنوت نازلہ کو نماز فجر سے مختص کیا ہے، فقہاء نے اس کی بھی صراحت فرمائی ہے کہ منفرد قنوت نازلہ نہ پڑھے، اگر امام قنوت نازلہ آہستہ پڑھ رہا ہو تو مقتدی بھی قنوت کو آہستہ پڑھے۔ اور اگر امام قنوت نازلہ جہر سے پڑھ رہا ہو تو مقتدی خود قنوت نہ پڑھے بلکہ آمین کہتا جائے۔ (یہ پورا مضمون ردالمحتار سے ماخوذ ہے۔)

دوسری حدیث

11/1937۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی قوم کے لئے دعاء کرنا یا کسی قوم پر بددعاء کرنا چاہتے تو نماز فجر میں (رکوع کے بعد) قنوت نازلہ پڑھتے تھے۔ (اس کی روایت ابن حبان نے سند صحیح کے ساتھ کی ہے۔)

تیسری حدیث

12/1938۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (فجر کی نماز میں دعائے قنوت ہمیشہ نہیں پڑھتے تھے البتہ) کسی قوم کے لئے دعاء کرنے یا کسی قوم پر بددعاء کرنے کی غرض سے قنوت (نازلہ) پڑھتے تھے۔

(اس کی روایت خطیب نے کتاب القنوت میں کی ہے اور صاحب تنقیح التحقیق نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔)

چوتھی حدیث

13/1939۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بجز ایک مہینہ کے صبح کی نماز میں کبھی قنوت نہیں پڑھے اور کبھی آپ کو (صبح کی نماز میں) اس سے پہلے قنوت پڑھتے نہیں دیکھا گیا، اور اسی طرح اس کے بعد بھی کبھی آپ کو قنوت پڑھتے نہیں دیکھا گیا، اور اس ایک مہینہ میں بھی آپ نے مشرکین میں سے کچھ لوگوں پر بددعاء کرتے

ہوئے (قنوت نازلہ) پڑھی ہے (جنھوں نے آپ کے چند صحابہ کو دھوکہ سے شہید کردیا تھا) اس کی روایت ہمارے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کی ہے اور اس حدیث کی سند کے متعلق امام ابن الہمام نے کہا ہے کہ یہ ایسی سند ہے جس پر کوئی اعتراض نہیں۔

دُعائے قنوت بغیر کسی حادثہ کے ہمیشہ فجر میں پڑھنا ثابت نہیں ہے

پہلی حدیث

14/1940۔ابو مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ ابا! آپ نے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم ان سب کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور یہاں کوفہ میں بھی (5) برس حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھی نماز پڑھی ہے، آیا یہ حضرات (بلاکسی حادثہ کے بھی فجر میں) قنوت پڑھتے تھے؟ تو انھوں نے فرمایا: بیٹا! یہ بدعت ہے، بالکل نئی بات ہے(کیونکہ اس سے پہلے ان حضرات میں سے کسی کو میں نے بلاکسی حادثہ کے فجر میں قنوت پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا)۔

(اس کی روایت ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے، اور ابن ماجہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

دوسری حدیث

15/1941۔ابو مالک اشجعی رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (بلاکسی حادثہ کے فجر کی فرض میں) کبھی قنوت نہیں پڑھے۔ اور اسی طرح میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے، حضرت ابوبکر نے (بلاکسی حادثہ کے فجر کی فرض

میں) کبھی قنوت نہیں پڑھی، اور ایسا ہی میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھی نماز پڑھی ہے، حضرت عمر نے بھی (بلا کسی حادثہ کے فجر کی فرض میں) کبھی قنوت نہیں پڑھی، اور میں نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھی نماز پڑھی ہے، حضرت عثمان نے بھی (بلا کسی حادثہ کے فجر کی فرض میں) کبھی قنوت نہیں پڑھی، اور میں نے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھی نماز پڑھی ہے، حضرت علی نے بھی (بلا کسی حادثہ کے فجر کی فرض میں) کبھی قنوت نہیں پڑھی، پھر ان کے والد نے کہا: بیٹا! (ہر روز نماز فجر کے فرض میں قنوت پڑھنا) بدعت ہے، اور بالکل نئی بات ہے۔

(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

تیسری حدیث

16/1942۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نماز صبح میں قنوت پڑھنا بدعت ہے۔ (اس کی روایت دارقطنی اور بیہقی نے کی ہے۔)

چوتھی حدیث

17/1943۔ غالب بن فرقد طحان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں دو ماہ رہا تو میں نے آپ کو صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے کبھی نہیں دیکھا۔ (اس کی روایت طبرانی نے کی ہے۔)

پانچویں حدیث

18/1944۔ اسود بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر اور اقامت کی حالت میں (2) سال تک رہے ہیں تو انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نماز فجر میں قنوت پڑھتے کبھی نہیں دیکھا۔ اس کی روایت امام محمد نے کی ہے،

اور شیخ ابن الہمام رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ ایسی معتبر سند ہے جس پر کوئی اعتراض نہیں۔

فجر کی نماز میں دعائے قنوت کا پڑھنا منسوخ ہے

پہلی حدیث

19/1945۔انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (بغیر کسی حادثہ کے فرض نمازوں میں) ایک ماہ تک قنوت پڑھتے رہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (فرائض میں) قنوت پڑھنا ترک فرمادیا (اس سے معلوم ہوا کہ صبح کی فرض ہو یا کوئی اور فرض اس میں دعائے قنوت کا پڑھنا منسوخ-جیسا کہ علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔12 ہے۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور نسائی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

دوسری حدیث

20/1946۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف ایک ماہ تک (ایک حادثہ کی وجہ سے، جو بئر معونہ (معونہ کے کنویں) کے پاس پیش آیا تھا جس میں کافروں نے تقریباً ستر صحابہ کو شہید کردیا تھا) صبح کی نماز میں قنوت پڑھے ہیں۔پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ترک فرمادیا، اور اس ایک ماہ کے پہلے (بلا کسی حادثہ کے) صبح کی نماز میں قنوت نہیں پڑھے اور نہ اس ایک ماہ کے بعد۔

(اس کی روایت طحاوی، طبرانی، ابن ابی شیبہ اور بزّار نے کی ہے۔)

تیسری حدیث

21/1947۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم (صبح کی فرض میں) ایک ماہ تک قنوت پڑھتے رہے ہیں، اور قنوت میں قبیلہ عصیۃ اور ذکوان پر بدعاء فرماتے رہے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں قبیلوں پر غلبہ حاصل فرمالیا تو آپ نے قنوت پڑھنا چھوڑ دیا۔

(اس کی روایت بیہقی، بزار اور ابویعلی الموصلی نے کی ہے اور طبرانی نے بھی الکبیر میں اس کی روایت کی ہے۔)

نمازِ فجر میں بلا حادثہ کے قنوت پڑھنے کی ممانعت

22/1948۔ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (بغیر کسی حادثہ کے) فجر کے فرض میں قنوت پڑھنے کو منع فرمادیا ہے۔

(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

ف: واضح رہے کہ ان مذکور الصدر احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ حدیثیں جن میں بغیر کسی حادثہ کے فرض نمازوں میں قنوت پڑھنے کا ذکر ہے منسوخ ہیں، یہ بات علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمائی ہے۔12

(37/56) بَابُ قِیَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ
(اس باب میں نماز تراویح کا اور تراویح کی 20 رکعتوں کا ثبوت مذکور ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ''اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِیْنَ. فِیْهَا یُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ. اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ دخان پ25 ع1، آیت نمبر:2-3 میں) ہم نے اس کو مبارک رات میں نازل فرمایا۔ کیونکہ ہمیں (لوگوں کو اپنے عذاب سے) ڈرانا منظور تھا۔ اس رات میں تمام حکمت کے کام فیصل کئے جاتے ہیں۔

ف: موضح القرآن میں لکھا ہے کہ ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ ''لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ'' سے مراد شب براءت ہے جو پندرھویں شعبان کو ہوتی ہے۔

فصل اوّل

اس باب میں تین فصلیں ہیں۔ فصل اوّل میں یہ مذکور ہے کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تراویح پڑھنے کی ترغیب دلائی ہے اور اس فصل میں جو احادیث شریفہ مذکور ہیں ان سے تراویح کی فضیلت اور تراویح کا سنت مؤکدہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

تراویح کی فضیلت اور اس کے سنت مؤکدہ ہونے کا ثبوت

پہلی حدیث

1/1949 ۔ ام المومنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا تاکیدی حکم دیئے بغیر (کہ جس سے تراویح فرض ہوجائے) ایسی ترغیب دینے کے لئے کہ جس سے تراویح محض سنت (مؤکدہ) ثابت ہو) یہ ارشاد فرماتے تھے کہ جو مومن

ثواب کی نیت سے بغیر کسی قسم کی ریاء کے رمضان میں نماز تراویح پڑھے تو اس کے گذشتہ تمام گناہ معاف کردئے جاتے ہیں۔(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

2/1950۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی مسلمان ثواب کی نیت سے بغیر کسی قسم کی ریاء کے رمضان میں تراویح پڑھا کرے تو اس کے گذشتہ تمام گناہ معاف کردئے جاتے ہیں۔

(اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

تیسری حدیث

3/1951۔عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالی نے تم سب مسلمانوں پر (قرآن شریف) میں روزے فرض کئے ہیں اور میں (اس حدیث کے ذریعہ سے) تم سب مسلمانوں پر تراویح کو سنت (مؤکدہ) قرار دیتا ہوں، پس تم میں سے جو کوئی ثواب کی نیت سے بغیر کسی ریاء کے رمضان کے روزے رکھے اور تراویح پڑھے تو وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہوجائے گا کہ جس طرح وہ اپنے پیدا ہونے کے دن گناہوں سے پاک تھا۔

(اس کی روایت نسائی، بیہقی، ابن ماجہ اور ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔)

چوتھی حدیث

4/1952۔عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی مسلمان ثواب کی نیت سے بغیر کسی قسم کی ریاء کے رمضان میں تراویح پڑھے تو وہ اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہوجائے گا جیسا کہ وہ اپنے پیدا ہونے

کے دن گناہوں سے پاک تھا۔(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

حضور کے رمضان میں شب بیدار رہنے سے تراویح کا سنّت مؤکدہ ہونا ثابت ہوتا ہے

5/1953 ۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رمضان المبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ (ہمیشہ کی طرح بستر پر اطمینان سے کبھی نہیں سوتے تھے بلکہ کچھ دیر لیٹے رہتے اور پھر رات کا اکثر حصّہ عبادت الٰہی میں گذارتے تھے۔ختم رمضان تک یہی طریقہ رہتا تھا۔(اس کی روایت بیہقی نے کی ہے۔)

فصل دوّم

فصل دوّم میں یہ مذکور ہے کہ پورے رمضان المبارک میں تراویح کا جماعت کے ساتھ اداء کرنا سنت مؤکدہ ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کی چند راتوں میں تراویح کو جماعت کے ساتھ اداء فرمائے ہیں۔تراویح کو ہمیشہ باجماعت پڑھنے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تراویح کے فرض ہونے کا خوف نہ ہوتا تو آپ پورا مہینہ جماعت کے ساتھ تراویح پڑھاتے۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت پر فرض ہونے کے خوف سے تراویح باجماعت پر مواظبت نہیں فرمائی ہے۔اس لئے سمجھا جائے گا حضور کا چند روز تراویح کو باجماعت اداء کرنا تراویح پر مواظبت فرمانے یعنی تراویح کو ہمیشہ اداء کرنے کے حکم میں ہے۔اس طرح ثابت ہوا کہ تراویح کو رمضان بھر جماعت کے ساتھ اداء کرنا سنت مؤکدہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صحابہ کے ہمیشہ تراویح جماعت کے ساتھ پڑھنے سے تراویح باجماعت کے امت پر فرض ہونے کا خوف باقی نہ رہا۔اس لئے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عمر فاروقؓ نے پورے رمضان میں تراویح کو جماعت کے ساتھ پڑھنے کا حکم

دیدیا بلکہ سب کو ایک امام کے پیچھے رمضان بھر باجماعت تراویح پڑھنے کا پابند فرمادیا۔اس وقت صحابۂ کرام کی پوری جماعت نے آپ کے فعل پر اعتراض نہیں کیا اور آپ کے بعد حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ کے دور میں بھی باجماعت تراویح پر عمل درآمد ہوتا رہا بلکہ آج تک پوری امت مسلمہ دنیا کے ہر شہر اور ملک میں تراویح باجماعت پڑھتی آرہی ہے اس طرح خلفائے راشدین کا تراویح باجماعت کو پسند فرمانا اور اس کو باجماعت پڑھنے کا حکم دینے سے معلوم ہوا کہ پورے رمضان میں تراویح باجماعت ان حضرات کے پاس بھی سنت مؤکدہ تھی۔اس کی تائید میں ذیل کی حدیثیں آرہی ہیں۔

تراویح کا باجماعت اداء کرنا سنت مؤکدہ ہے

پہلی حدیث

6/1954۔ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رمضان شریف کے روزے رکھے تو آپ نے ہم کو نماز تراویح نہیں پڑھائی یہاں تک کہ مہینہ کی (آخر کے لحاظ سے) سات راتیں باقی رہ گئیں (اور مہینہ کے آغاز کے لحاظ سے 23 ویں شب تھی۔ یہ حساب رمضان کے 29 ہی راتیں شمار کرکے کیا گیا ہے اس لئے کہ تراویح کے لئے یقینی راتیں 29 ہی ہوتی ہیں اور 30 ویں رات کو تراویح کے ہونے یا نہ ہونے کا احتمال رہتا ہے۔اسی وجہ سے حدیث شریف میں ''سات راتیں'' جو مذکور ہیں ان سات میں پہلی رات 23 ویں شب ہوگی) اور جب 23 ویں رات آئی تو آپ باہر تشریف لائے اور رات کا تہائی حصہ گزرنے تک ہم کو تراویح پڑھاتے رہے اور 24 ویں شب کو آپ نے ہمیں تراویح نہیں پڑھائی پھر جب 25 ویں شب آئی تو آپ پھر باہر تشریف لائے اور آدھی رات گزرنے تک ہم کو تراویح پڑھاتے رہے، ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اگر آپ بقیہ رات بھی ہم کو تراویح پڑھاتے تو کیا

ہی اچھا ہوتا۔اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص امام کے فارغ ہونے تک امام کے ساتھ نماز پڑھتا رہے تو اس کے لئے تمام رات نماز پڑھنے کا ثواب لکھا جاتا ہے (گو تم اب آدھی رات نماز پڑھے ہو مگر تم کو پوری رات نماز پڑھنے کا ثواب مل گیا) پھر آپ نے 26 ویں شب تراویح نہیں پڑھائی۔ جب 27 ویں شب آئی تو آپ باہر تشریف لائے اور جو آپ کے گھر میں اس وقت تھے امہات المومنین ہوں یا کوئی اور،سب کو تراویح میں شریک ہونے کا حکم فرمائے۔ پھر حضور سب کے ساتھ تراویح اتنی دیر تک پڑھاتے رہے کہ ہم کو فلاح کے نہ ملنے کا اندیشہ ہوگیا۔راوی کہتے ہیں کہ میں نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ فلاح کیا چیز ہے؟ تو ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فلاح سے مراد سحری کھانا ہے(اس کے بعد بقیہ دنوں میں آپ نے تراویح نہیں پڑھائی)۔

(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے اور ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی اس طرح روایت کی ہے۔)

دوسری حدیث

7/1955 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (رمضان کی ایک شب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے اور کیا دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ مسجد کے ایک کونہ میں تراویح پڑھ رہے ہیں۔حضور نے دریافت فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ حاضرین نے عرض کیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو قرآن یاد نہیں ہے، اس لئے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو امام بنائے ہیں اور وہ ان کو نماز میں قرآن سنا رہے ہیں (اور یہ لوگ ان کے مقتدی بن کر قرآن سن رہے ہیں) یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کا نماز پڑھنا اور ان کا نماز پڑھانا نہایت مناسب ہے ماشاءاللہ! انہوں نے جو کچھ کیا ہے بہت اچھا کیا ہے۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث کواوراس کے پہلے کی حدیث کوغور سے پڑھیئے تو معلوم ہوتا ہے کہ تراویح کی بناءاس طرح پڑھی کہ کچھ راتیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ نفس نفیس تراویح پڑھائے ہیں اور ایک مصلحت سے یعنی امت پرفرض ہوجانے کے خوف سے آپ نے اس پر مداومت نہیں فرمائی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ ہی میں صحابۂ کرام تراویح کو جماعت کے ساتھ پڑھنا شروع کردئے تھے۔حضور نے بھی ان کی تراویح باجماعت کو پسند فرما کران کی تعریف فرمائی مگر حضور کے زمانہ مبارک میں تراویح کا عام رواج نہیں ہوا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں اسی مذکورالصدر واقعہ کو اصل بنا کرتراویح باجماعت کا عام طور پر حکم دے دیا اور حضرت ابی جوحضور کے عہد مبارک میں امام بن کرتراویح پڑھاتے تھےان ہی کوامام بنائے تا کہ حضور کے زمانہ کی تراویح کی پوری پوری اتباع ہو۔
(تعلیق مجد میں ایسا ہی لکھا ہے۔)

صحابۂ کرام کا تراویح باجماعت کو پسند فرمانا اوراس پرعمل کرنا۔
تراویح کے سنت مؤکدہ ہونے کا ثبوت ہے
پہلی حدیث

8/1956۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ وہ کار خیر (جس کا عہد نبوت میں عام رواج نہ تھا اوراس کوقرن اوّل کے) مسلمان (یعنی صحابۂ کرام اورائمہ مجتہدین عظام) پسند فرمائیں (اوراس پرعمل بھی کریں) تو وہ اللہ تعالی کے پاس بھی پسندیدہ ہے۔اس کوامام احمد،طبرانی،طیالسی،بزارنے

9/1957۔اورابونعیم نے موقوفاً روایت کی ہے۔

10/1958۔اورامام رازی اورعلامہ عینی نے اس کا ذکر مرفوعاً کیا ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ تراویح جس کا عہد نبوت میں عام رواج نہ تھا صحابۂ کرام اپنے زمانہ میں اس کو پسند فرما کر عام رواج دے دئے تھے،اسی لئے پورے رمضان میں تراویح کو باجماعت قائم کرنا سنت مؤکدہ ہےاوراللہ تعالی کے پاس بھی پسندیدہ ہے۔

اب رہی یہ بات کہ حدیث شریف کے لفظ "مسلمون" سے صحابۂ کرام اور آئمہ مجتہدین مراد لئے گئے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں لفظ "مسلمون" مطلقاً آیا ہے اور اس کو کسی قید سے مقید نہیں کیا گیا ہے اور یہ مسلّمہ قاعدہ ہے کہ اگر مطلق سے فرد کامل کے سوا کوئی اور مراد ہونے کا قرینہ نہ ہو تو مطلق سے فرد کامل ہی مراد ہوتا ہے چونکہ صحابہ اور ائمہ مجتہدین میں صفت اسلام کامل ہے اسی لئے حدیث شریف کے لفظ "مسلمون" سے صحابہ کرام اور مجتہدین ہی مراد ہوں گے۔

دوسری حدیث

11/1959۔عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا تو بہت سے اختلافات اور فتنے دیکھے گا (اگر اس وقت تم صراط مستقیم پر قائم رہنا چاہتے ہو) تو میرے طریقہ اور میرے خلفائے کے طریقہ کو جو سیدھے اور نیک راستہ پر چلنے والے ہیں اختیار کرو (پھر کہتا ہوں کہ) تم میرے خلفائے راشدین کے طریقہ کو مضبوط تھامے رہو اور جیسے کسی چیز کو مضبوطی سے پکڑنے کے لئے دانتوں سے دبائے رہتے ہیں، ایسا ہی میرے اور میرے خلفاء راشدین کے طریقہ کو مضبوطی سے تھامے رہو۔(اس سے تم ہدایت پر رہو گے، یاد رکھو اگر تم ایسا نہ کرو گے تو گمراہی میں جا پڑو گے)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ سنت ہے ایسا ہی خلفائے راشدین نے جو فرمایا یا عمل کیا ہو وہ بھی سنت ہے۔مثال کے طور پر اس کی نظیر تراویح ہے۔گو تراویح کی بناء عہد نبوت میں ہو چکی تھی، چند راتیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہ نفس نفیس تراویح پڑھائی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تراویح پڑھنا شروع کر دئے تھے مگر تراویح کا عام رواج نہیں ہوا تھا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تراویح کا عام رواج ہو گیا اور سب صحابہ تراویح پڑھا کرتے تھے اس لئے تراویح بھی اور سنتوں کی طرح سنت مؤکدہ ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ تم کو چاہئے کہ نئی باتوں سے بچتے رہو، کیونکہ ہر نئی بات (جو میرے اور میرے صحابہ کے دور میں نہیں ہوئی وہ) بدعت ہے اور ہر (ایسی)

بدعت (جو سیئہ ہو وہ) گمراہی ہے۔

اس حدیث شریف میں "كُــلُّ بِـدْعَةٍ ضَلالَةٌ" جو ارشاد ہوا ہے اس پر غور کرنا ضروری ہے اس لئے کہ اس سے یہ سمجھا جائے کہ ہر بدعت گمراہی ہے تو پھر مسلم نے جریرہ رضی اللہ عنہ سے جو روایت کی ہے اس کا کیا مطلب ہوگا؟ مسلم کی روایت یہ ہے: " قَـالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِـهِ وَسَـلَّـمَ : مَنْ سَنَّ فِي الإِسْلاَمِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْـرِ أَنْ يَـنْـقُـصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ . وَمَنْ سَنَّ فِي الإِسْلاَمِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ "

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کہ اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کرے تو اس شخص کو اس اچھے طریقہ کے ایجاد کرنے کا ثواب ملے گا اور اس شخص کو ان لوگوں کا بھی ثواب ملے گا جو اس کے ایجاد کئے ہوئے نیک طریقہ پر عمل کر رہے ہوں اور بغیر اس کے کہ اس شخص کے ایجاد کئے ہوئے طریقہ پر عمل کرنے والوں کے ثواب میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوگی۔

اور جو شخص کہ اسلام میں کوئی برا طریقہ ایجاد کرے تو اس شخص کو اس برے طریقہ کے ایجاد کرنے کا گناہ ہوگا اور ان لوگوں کا گناہ بھی اس شخص کے سر رہے گا جنہوں نے اس کے بعد اس کے ایجاد کئے ہوئے طریقہ پر عمل کیا ہو، اور اس شخص کے ایجاد کئے ہوئے برے طریقہ پر عمل کرنے والوں کے گناہوں میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوگی۔

مسلم کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بدعت دو طرح پر ہے: ایک بدعت حسنہ، جس پر ثواب کی خوشخبری سنائی گئی ہے اور دوسرے بدعت سیئہ، جس پر عذاب کا خوف دلایا گیا ہے۔ اب یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ صدر کی حدیث میں جو "كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" (ہر بدعت گمراہی ہے) ارشاد ہے کیا اس سے مراد ہر بدعت، خواہ حسنہ ہو یا سیئہ ہو، گمراہی ہوگی حالانکہ مسلم کی مذکورہ حدیث سے تو صرف بدعت سیئہ ہی کے گمراہی ہونے کا ثبوت ملتا ہے نہ کہ بدعت حسنہ کے گمراہی ہونے کا۔ اسی وجہ سے علماء نے صراحت کی ہے کہ مسلم کی اس حدیث اور اس طرح کی اور احادیث کی بناء پر "كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" (اپنے عموم پر باقی نہ رہی بلکہ اس سے خاص بدعت سیئہ ہی مراد ہوگی اور بدعت سیئہ ہی گمراہی ہوگی۔ یہاں اس حدیث کے عام کو خاص کرنا ایسا ہی ہے جیسے " تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ" کی آیت

میں ''کُلَّ شَیْءٍ'' کے عام سے خاص مرادلیا گیا ہے۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ہود- علی نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام -کی قوم پرنافرمانی کی وجہ سے ہوا کا عذاب نازل کیا گیا۔اس عذاب کا ذکر سورۂ احقاف پ26 ع3،آیت نمبر:25 میں اس طرح مذکور ہے'' تُدَمِّرُ کُلَّ شَیْئٍم بِاَمْرِ رَبِّھَا'' یعنی وہ ہوا اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو ہلاک کررہی تھی حالانکہ ہوا صرف انسانوں اوران کے مویشیوں ہی کو ہلاک کررہی تھی،جیسا کہ مفسرین نے اس کی صراحت کی ہے تو یہاں جیسے'' کُلَّ شَیْءٍ'' کے عام سے ہر چیز کی ہلاکت مرادنہیں ہے۔ بلکہ خاص انسانوں اورمویشیوں کی ہی ہلاکت مراد ہے، اسی طرح ''کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ '' میں ''کُلُّ بِدْعَۃٍ '' جو بظاہر عام ہے،اپنے عموم پر باقی نہیں رہی۔ جیسا مسلم کی مذکورہ حدیث سے ثابت ہو چکا ہے، بلکہ اس سے مراد''کُلُّ بِدْعَۃٍ سَیِّئَۃٍ ضَلَالَۃٌ '' ہے صرف وہی بدعت گمراہی ہے جو سیئہ ہو۔12

عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی مذکورالصدر حدیث کی روایت امام احمد،ابوداؤداوربیہقی نے کی ہےاور ترمذی اورابن ماجہ نے بھی اسی طرح روایت کی ہےاور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تیسری حدیث

12/1960 ۔حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ میرے بعد(اگرتم ہدایت پر رہنا چاہتے ہوتو)ابوبکر صدیق اورعمر فاروق (رضی اللہ عنہما جو کہیں اور کریں)اس کی پیروی کرتے رہو(تاکہ تم ہدایت پر رہو،اور کبھی گمراہ نہ ہوسکو،اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تراویح باجماعت کو جورائج فرمادیا اس پرعمل کرنا عین ہدایت ہےاورمثل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے عین سنت مؤکدہ ہے)۔

(اس حدیث کی روایت ترمذی،امام احمداورابن ماجہ نے کی ہے،ترمذی نے اس کوحسن قراردیا ہے،اورابن حبان اورحاکم نے اس کوصحیح قراردیا ہے۔)

چوتھی حدیث

13/1961 ۔ابو ہریرہ (اس حدیث شریف کا ترجمہ بخاری کی روایت کے لحاظ سے کیا گیا

ہے۔12) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایسا) تاکیدی حکم دئے بغیر (کہ جس سے تراویح فرض ہوجائے (ایسی) ترغیب دینے کے لئے (کہ جس سے تراویح سنت مؤکدہ ثابت ہو) یہ ارشاد فرماتے تھے کہ جو مومن ثواب کی نیت سے بغیر کسی قسم کی ریاء کے رمضان میں نماز تراویح پڑھے تو اس کے گذشتہ تمام گناہ معاف کردئے جاتے ہیں (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد اور ترغیب سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عام طور پر تنہا یا دو دو چار چار مل کر کسی کو امام بنالیتے اور گھروں میں ہوں یا مسجد میں تراویح پڑھا کرتے تھے) زہری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات تک صحابۂ کرام اسی طرح عمل کرتے رہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بھی مسلمانوں کا یہی عمل رہا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں بھی تراویح اسی طرح پڑھی جاتی تھی۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

14/1962۔عبدالرحمٰن بن عبد قاری فرماتے ہیں کہ رمضان کی ایک شب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد نبوی کو گیا، ہم کیا دیکھتے ہیں کہ لوگ جدا جدا اور متفرق ہیں کوئی تنہا تراویح پڑھ رہا ہے اور کوئی جماعت کے ساتھ۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت عمر نے فرمایا: میرا یہ خیال ہوتا ہے کہ میں ان سب کے لئے ایک امام مقرر کردوں جس کے پیچھے سب مل کر تراویح پڑھا کریں تو بہت اچھا ہوگا (کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں بھی ایسا ہوا ہے کہ صحابہ کرام نے سب کے سب جمع ہوکر صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے تراویح پڑھی ہے) مزید غور کے بعد حضرت عمر کا یہ خیال پختہ ہوگیا اور آپ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو امام بنا کر سب کو ان کی اقتداء کرنے کا حکم دیا۔عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ ایک رات میں حضرت عمر کے ساتھ پھر مسجد نبوی کو گیا تو دیکھا کہ لوگ سب کے سب جمع ہوکر ایک امام کے پیچھے تراویح پڑھ رہے ہیں، حضرت عمر نے یہ دیکھ

کر فرمایا کہ سب مسلمانوں کا ایک امام کے پیچھے جمع ہوکر تراویح اداء کرنا کیا ہی اچھی بدعت ہے۔

(یہاں حضرت عمر نے نفسِ تراویح کو بدعت نہیں فرمایا، اور نہ تراویح کی جماعت کو، کیونکہ تراویح اور تراویح با جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قولاً اور فعلاً ثابت ہے تو حضرت عمر نے مسلمانوں کو مسجد نبوی میں ایک ہی امام کے پیچھے مہینہ بھر تراویح پڑھنے کا جو حکم دیا اور اس کو ہمیشہ کے لئے جاری فرما دیا، اسی کو آپ نے ''نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ'' فرمایا، واضح ہو کہ حضرت عمر کے تراویح با جماعت کو ایک ہی امام کے پیچھے جاری کردینے سے حقیقت میں مسلم کی اس حدیث کی تعمیل ہوئی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جس نے میرے بعد کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اس کو اس اچھے طریقہ کے ایجاد کرنے کا ثواب ملے گا اور جو اس طریقہ پر عمل کرتے رہیں گے۔ان سب کا بھی ثواب ملتا رہے گا۔اسی لئے صاحب مرقات نے فرمایا ہے: چونکہ حضرت عمر نے ایک امام کے پیچھے تراویح با جماعت کو قائم کیا اور اس کو عام رواج دے دیا تو حضرت عمر کو اس کے ایجاد کرنے کا ثواب ملے گا۔اور قیامت تک جو لوگ تراویح پڑھتے رہیں گے۔ان سب کا ثواب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملتا رہے گا اور اس سے تراویح پڑھنے والوں کے ثواب میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوگی۔

(تراویح جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک امام کے پیچھے سب مسلمانوں کو جمع فرمایا تھا اس کے پڑھنے کے دو وقت ہیں: ایک سونے کے بعد اٹھ کر آخر رات میں تراویح اداء کرنا، دوسرے سونے سے پہلے اوّل رات تراویح اداء کرکے سو رہنا۔ان دو وقتوں میں سے سونے کے بعد اٹھ کر تراویح پڑھنا افضل ہے) راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ تم اوّل شب تراویح پڑھ کر سو رہتے ہو، حالانکہ اوّل شب سو کر آخر شب تراویح پڑھنا اوّل شب میں تراویح پڑھنے سے افضل ہے (مگر آخر شب میں اٹھ کر تراویح پڑھنے کا بھروسہ نہ ہونے سے اوّل شب تراویح

پڑھنے پر عمل در آمد ہے)۔(اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

ف:اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک امام کے پیچھے تراویح باجماعت کو "نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ" فرمایا۔اس بارے میں علامۂ ابن تیمیہ نے فرمایا ہے کہ تراویح شریعت میں بدعت نہیں ہے بلکہ تراویح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول اور عمل کی وجہ سے سنت ہے،اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نے تم لوگوں پر رمضان کے روزے فرض قرار دئے ہیں اور میں تم لوگوں پر تراویح کو سنت قرار دیتا ہوں۔اور اسی طرح تراویح باجماعت بھی بدعت نہیں ہے بلکہ تراویح باجماعت بھی شریعت میں سنت ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو یا تین راتیں جماعت کے ساتھ تراویح پڑھائے اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص امام کے ساتھ اس کے فارغ ہونے تک نماز پڑھے تو ایسے شخص کے لئے تمام رات نماز پڑھنے کا ثواب لکھا جاتا ہے۔حدیث شریف میں یہ بھی مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رات اتنی دیر تک تراویح پڑھائے کہ صحابہ کرام کو سحری کے فوت ہوجانے کا اندیشہ ہوگیا تھا۔اس حدیث کی روایت اصحاب سنن نے کی ہے،اور اس حدیث میں جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنے کی بھی ترغیب دلائی گئی ہے،اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تراویح باجماعت سنت مؤکدہ ہے۔علاوہ ازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں صحابۂ کرام مسجد نبوی میں مختلف جماعتوں کے ساتھ تراویح باجماعت پڑھا کرتے تھے،اور حضور علیہ الصلوٰۃ واسلام صحابہ کے اس عمل کو برقرار رکھتے اور ممانعت نہیں فرماتے تھے اور حضور کا صحابہ کے عمل کو برقرار رکھنا رباجماعت تراویح کے سنت ہونے کی دلیل ہے۔اب رہی یہ بات کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح باجماعت کو"نعمت البدعة" یعنی بدعت حسنہ فرمایا تو یہ لغت اور محاورہ کے اعتبار سے ہے نہ کہ حقیقی طور پر،اس لئے کہ ہر ایسا عمل جس کا ثبوت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں ہو،اس کو شریعت میں بدعت نہیں کہا جاتا۔اگر چہ کہ اس کو عام محاورہ یا لغت کے اعتبار سے بدعت کہہ دیا جائے۔یہاں یہ بات بھی واضح رہنی چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد "كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" (ہر بدعت گمراہی ہے) سے مراد ہر وہ عمل بدعت نہیں جو نیا ہو بلکہ اس ارشاد سے صرف ایسا نیا کام بدعت ہے جو احکام شرعیہ کے خلاف ہو(جیسے معتزلہ اور قدریہ وغیرہ کے عقائد) تو جب "كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" سے حضور کا منشا معلوم ہوگیا اور یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ

صحابۂ کرام تراویح کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور اقدس میں با جماعت اور تنہا اداء کیا کرتے تھے اور آخری دہے میں تیسری شب یا چوتھی شب صحابہ کرام تراویح پڑھنے کے لئے جمع ہوگئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام باہر تشریف نہیں لائے۔ اور تشریف نہ لانے کی وجہ یہ فرمائی کہ میں آج محض اس وجہ سے باہر نہیں نکلا کہ کہیں تراویح بھی تم پر فرض نہ ہوجائے، اس لئے تم تراویح کو اپنے اپنے گھروں میں پڑھ لیا کرو۔ یہاں حضور کے اس ارشاد سے صاف طور پر معلوم ہوگیا کہ حضور کا تیسری یا چوتھی شب تراویح کے لئے باہر تشریف نہ لانا تراویح کے فرض ہوجانے کے خوف سے تھا تو اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ فرضیت کا خطرہ باقی تھا اور اگر فرضیت کا خوف نہ ہوتا تو حضور ﷺ باہر تشریف لاتے اور تراویح پڑھاتے، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو آپ نے ایک ہی امام کے پیچھے سب کو تراویح با جماعت کے لئے جمع کردیا اور مسجد میں روشنی کروائی تو تراویح کی یہ مخصوص صورت یعنی مسجد میں ایک امام کے پیچھے سب کا جمع ہونا اور روشنی کروانا ایسا عمل ہوا جس کو صحابہ کرام نے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ اسی لئے حضرت عمر نے اس عمل کا نام بدعت رکھا، اس لئے کہ یہ لغت اور محاورہ کے لحاظ سے تو بدعت ہے لیکن شریعت میں بدعت نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ از روئے سنت یہ عمل صالح ہے کیونکہ اب فرضیت کا اندیشہ دور ہوگیا اور فرضیت کا یہ اندیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات مبارک سے باقی نہ رہا۔ اس طرح ثابت ہوا کہ تراویح با جماعت کے سنت ہونے کے معارض اور مانع کوئی چیز نہ رہی تو تراویح با جماعت قرآن مجید کے جمع کرنے کی طرح بدعت حسنہ قرار پائی۔

پانچویں حدیث

15/1963۔ عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا ہے کہ ہم تراویح اوّل شب میں شروع کرکے اتنی دیر تک پڑھتے رہتے تھے کہ جب تراویح پڑھکر واپس ہوتے تو ہم کو سحری کے فوت ہوجانے کا خوف ہوتا تھا اس لئے ہم گھر آکر خادموں سے سحری کا کھانا جلد دینے کا تقاضہ کرتے تھے، تاکہ سحری کا وقت نہ گزر جائے۔ اس کی روایت امام مالک نے کی ہے۔

16-1964۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری روایت میں ہے: ہم سحری کا کھانا جلد دینے

کا تقاضہ کرتے تھے؛ تاکہ فجر کا وقت نہ گزر جائے۔

فصل سوم

فصل سوم میں یہ مذکور ہے کہ (20) رکعت تراویح کا اداء کرنا سنت مؤکدہ ہے اس لئے کہ خلفائے راشدین نے (20) رکعت تراویح پر پابندی فرمائی ہے اور اس کو ہمیشہ اداء کیا ہے اور اس سے پہلے حدیث گذر چکی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے تھامے رہو۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے خلفائے راشدین کی سنت کی اتباع بھی لازمی ہے اور خلفاء راشدین کی سنت کا تارک گنہگار ہوگا۔ چونکہ خلفائے راشدین سے (20) رکعت تراویح ثابت ہے اس لئے (20) رکعت تراویح سنت مؤکدہ ہے اور اسی پر ہر زمانہ میں عمل درآمد رہا ہے۔

تراویح 20 رکعت سنت مؤکدہ ہونے کا ثبوت

پہلی حدیث

17/1965۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان میں بغیر جماعت کے تنہا (20) رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے اور نماز وتر ان (20) رکعت کے سوا ہوتی تھی۔

(اس کی روایت بیہقی، طبرانی، ابن ابی شیبہ، بغوی اور عبد بن حمید نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

18/1966۔ یزید بن رومان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں لوگ رمضان میں 23 رکعت پڑھا کرتے تھے جس میں 20 رکعت تراویح کے ہوتے اور 3 وتر کے۔ (اس کی روایت امام مالک نے کی ہے۔)

تیسری حدیث

19/1967 ۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ کو امام بنا کر سب لوگوں کو ان کے مقتدی کر کے تراویح کے 20 رکعت پڑھانے کا حکم دئے تھے۔(اس کی روایت بیہقی اور ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔)

چوتھی حدیث

20/1968 ۔سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں 20 رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے اور وتر کی نماز 20 رکعت کے سوا ہوتی تھی۔

(اس کی روایت بیہقی نے معرفۃ میں سند صحیح کے ساتھ کی ہے اور امام نووی نے خلاصہ میں کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے)

21/1969 ۔اور بیہقی کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت میں بھی وتر کے سوا تراویح کے 20 رکعت پڑھے جاتے تھے۔

ف: اس حدیث شریف میں سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تراویح کے 20 رکعت پڑھا کرتے تھے۔اس بارے میں علامہ عینی رحمۂ اللہ نے فرمایا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کسی معاملہ میں یوں فرمائے کہ ''ہم ایسا کرتے تھے'' یا ''ہم کو ایسا حکم دیا گیا ہے'' یا ''ہم کو فلاں کام سے منع کیا گیا ہے تو واضح رہے کہ صحابۂ کرام کا اس طرح فرمانا حقیقت میں وہ حکم یا ممانعت اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے سمجھی جائے گی اور صحابہ کرام کے اس طرح بیان کرنے سے یہ مراد ہوتی ہے کہ اس چیز کے جواز یا اس کی حلت اور حرمت کو ثابت کیا جائے اور اس کام کی شرعی حیثیت بیان کی جائے۔علماً نے لکھا ہے کہ صحابۂ کرام کے ایسے اقوال مرفوع کے حکم میں ہوتے ہیں۔یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم دینے یا منع فرمانے کے قائم مقام سمجھے جائیں گے۔اس اصول سے ثابت ہوا کہ صحابہ کا یہ فرمانا کہ ''ہم تراویح کے 20 رکعت پڑھا

کرتے تھے'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانے کے قائم مقام ہے اس لئے تراویح کے 20 رکعت سنت مؤکدہ ہیں۔12

پانچویں حدیث

22/1970۔شبرمہ رضی اللہ عنہ سے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے تھے روایت ہے کہ شبرمہ رمضان میں امامت کرتے تو تراویح کے (20) رکعت پانچ ترویحات کر کے پڑھاتے تھے (اور ہر ترویحہ چار رکعت کا ہوتا تھا)۔(اس کی روایت بیہقی نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث شریف میں تراویح کے 20 رکعت پانچ ترویحات کے ساتھ پڑھنے کا ذکر ہے ردالمحتار میں قہستانی کے حوالہ سے مذکور ہے کہ ہر ترویحہ یعنی ہر چار رکعت کے بعد یہ تسبیح پڑھنا چاہئے:'' سُبۡحَانَ ذِیۡ الۡمُلۡکِ وَالۡمَلَکُوۡتِ''

اے اللہ! ہر عیب سے آپ پاک ہیں، حقیقی بادشاہت آپ ہی کی ہے اور ساری مخلوق پر آپ ہی کو کامل اختیار ہے۔

'' سُبۡحَانَ ذِیۡ الۡعِزَّةِ وَالۡعَظَمَةِ وَالۡقُدۡرَةِ وَالۡکِبۡرِیَاءِ وَالۡجَبَرُوۡتِ ''.

پھر عرض کرتا ہوں کہ سارے مخلوقات کے صفات سے آپ پاک ہیں، اور ساری عزت آپ ہی کی ہے، آپ ہی بڑے عظمت والے ہیں، ہر چیز پر آپ کو قدرت حاصل ہے، آپ جو چاہیں کرتے ہیں، کوئی آپ کو روکنے والا نہیں، ہر طرح کی بڑائی کے آپ ہی سزاوار ہیں، عظمت وجلال کے آپ ہی لائق ہیں۔

سُبۡحَانَ الۡمَلِکِ الۡحَیِّ الَّذِیۡ لَا یَمُوۡتُ سُبُّوۡحٌ قُدُّوۡسٌ رَبُّ الۡمَلَائِکَةِ وَالرُّوۡحِ

اے اللہ! آپ ہر نقص سے پاک ہیں اور ایسے بادشاہ ہیں کہ آپ کی بادشاہت کے سامنے سب کی بادشاہت ہیچ ہے۔(ہر زندہ کو موت آنے والی ہے)، اور آپ ایسے زندہ ہیں کہ کبھی آپ کو موت نہیں آئیگی۔(انسان بھی پاک ہے مگر عارضی) آپ پاک ہیں دائمی، انسانی صفات سے اور انسانی احتیاج سے آپ بالکل پاک ہیں، آپ کی شان کا کیا کہنا فرشتوں اور جبرئیل علیہ السلام کے آپ رب ہیں۔

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ آپ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، آپ ہی معبود ہیں، یکتا ہیں، کوئی

آپ کا شریک نہیں۔

نَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ آپ کے ان عالی صفات کو سن کر اپنی عاجزی اور مجبوری یاد آ گئی۔ اس لئے عرض کرتے ہیں کہ ہم سراپا قصور ہیں، آپ ہی سے ہم تمام گناہوں کی مغفرت چاہتے ہیں۔

نَسْأَلُکَ الْجَنَّۃَ آپ کے صفات عالیہ کا صدقہ ہمارے اعمال کو مت دیکھئے اپنے فضل وکرم سے ہم کو جنت عطا فرمایئے۔

وَنَعُوْذُ بِکَ مِنَ النَّارِ ہم اپنے گناہوں کی وجہ سے ڈرے ہوئے سہمے ہوئے ہیں آپ کے رحم وکرم کا صدقہ دوزخ کی آگ سے ہم کو بچایئے۔

ردالمحتار میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس تسبیح کو ہر ترویحہ کے بعد تین بار پڑھنا چاہئے۔12

رمضان میں وتر کے باجماعت پڑھنے کا ثبوت

23/1971۔ ابوعبدالرحمٰن سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ماہ رمضان میں حفاظ کو بلاتے اور ان میں سے ایک حافظ کو حکم دیتے کہ وہ لوگوں کو 20 رکعت تراویح پڑھائے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو خود نماز وتر پڑھاتے تھے۔ (اس کی روایت بیہقی نے کی ہے۔)

عورتوں کا حکم

ف: تراویح جیسے مردوں کے لئے سنت مؤکدہ ہے ایسے ہی عورتوں کے لئے بھی 20 رکعت سنت مؤکدہ ہے اس لئے ان کو بھی چاہئے کہ فرض نمازوں کی طرح اپنے اپنے گھروں میں رمضان میں عشاء کے فرض وسنت اور نفل کے بعد دو دو رکعت کی نیت باندھکر 20 رکعت تراویح پڑھا کریں، اور جب تراویح کے 20 رکعت اداء کر چکیں تو نماز وتر پڑھیں۔ (طحطاوی)

فصل چہارم

اس فصل میں شب براءت کے فضائل اوراس کے احکام مذکور ہیں۔

شب براءت کے فضائل

پہلی حدیث

24/1972 ۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ (ایک مرتبہ شعبان کی پندرھویں شب جس کو شب براءت کہتے ہیں میری باری کی رات تھی) اس رات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بستر پر نہ پائی (حضرت کی محبت کی وجہ سے مجھے طرح طرح کے خیالات آنے لگے، غالب گمان میرا یہ ہوا کہ شائد اپنی کسی بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہوں تو میں آپ کو ڈھونڈتے ہوئے نکلی، مدینہ شریف کے بقیع نامی قبرستان پر میری نظر پڑی) کیا دیکھتی ہوں کہ حضور قبرستان میں کھڑے ہوئے ہیں (اور اموات کے لئے دعائے مغفرت فرمارہے ہیں، مجھ کو حضور دیکھے اور میرا جو خیال تھا کہ آپ شائد کسی بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہوں، اس کا حضور پر کشف ہوگیا) حضور نے فرمایا: عائشہ! (تمہارا کیا خیال ہے) اللہ تعالی اور میں اس کا رسول ہونے کی وجہ سے کسی پر ظلم نہیں کرتے ہیں (تو تمہاری باری کی رات تم پر ظلم کر کے دوسری بیوی کے پاس کیسے جاسکتا تھا؟ مگر تمہارا جو خیال تھا یہ اللہ کے رسول کی محبت کی وجہ سے تھا اس لئے تم پر کوئی الزام نہیں بلکہ تم اس خیال کی وجہ سے ثواب کی مستحق ہو، میں جو گھر سے نکل کر قبرستان میں آ گیا ہوں، اس کی وجہ یہ ہے کہ عائشہ تم کو خبر نہیں کہ آج کی کیسی مبارک رات ہے؟ اس رات میں کیا ہورہا ہے؟ سنو عائشہ! اللہ تعالی ہر رات کے آخری حصہ میں آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں مگر) آج کی

رات مغرب ہی سے صبح صادق طلوع ہونے تک آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں (کیا کیا سرفرازیاں اور رحمتیں نازل ہوتی ہیں اس کو کیا کہوں؟ ایک رحمت اور عنایت تو یہ ہے کہ) قبیلۂ بنی کلب (جو بہ نسبت اور قبائل عرب کے کثرت سے بکریاں رکھنے میں مشہور تھا) اس قبیلہ کے بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ گنہگاروں کے گناہ معاف کردئے جاتے ہیں۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے تو یہ روایت کی ہے اور رزین کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ جو مسلمان اپنے گناہوں کی وجہ سے دوزخ کے مستحق ہوگئے ہیں ان کو بھی اس رات بخش دیا جاتا ہے (یہ ہے اس رات کی خصوصیت! اور یہ ہے اس رات کی عام رحمت! اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے نکل کر بقیع کے اموات کے لئے دعائے مغفرت فرما رہے تھے)۔

دوسری حدیث

25/1973۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عائشہ! تم کچھ جانتی ہو کہ آج پندرھویں شعبان کی رات (جو شب براءت ہے) کیا ہو رہا ہے؟ ام المومنین عرض کیں: اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں فرمائیے یا رسول اللہ آج کی رات کیا ہو رہا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (قیامت تک جو جو ہونا ہے وہ تو سب لوح محفوظ میں لکھا گیا ہے لیکن اس سال جو ہونا ہے وہ آج کی رات لوح محفوظ سے نقل کیا جارہا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ) اس سال بنی آدم جو پیدا ہونے والے ہیں وہ سب لکھے جارہے ہیں اور اس سال جو بنی آدم مرنے والے ہیں ان کے بھی نام لکھے جارہے ہیں (روزانہ کے نیک اعمالوں کو جیسے آسمان پر اٹھالیا جاتا ہے ایسے ہی وہ اعمال صالحہ جو ابھی نہیں ہوئے ہیں اور اس سال ہونے والے ہیں) ان کو بھی آج کی رات لکھ لیا جاتا ہے اور لوح محفوظ سے مقابلہ کے لئے آسمانوں پر اٹھالیا جاتا ہے) اور اس رات بنی آدم کے سال بھر کا رزق اتارا جاتا ہے (کہ کس

کو کیا ملے گا اور کس قدر ملے گا) (ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب سنیں کہ سال بھر ہونے والے اعمال صالحہ جو ابھی واقع نہیں ہوئے ہیں لکھ کر آسمانوں پر اٹھالئے جاتے ہیں تو) ام المومنین (کو شبہ ہوا اس لئے) دریافت فرمائیں کہ یارسول اللہ (اعمال صالحہ جو دخول جنت کے موجب ہیں اپنے وقوع سے پہلے ہی لکھ لئے جاتے ہیں اور آسمانوں پر اٹھالئے جاتے ہیں تو معلوم ہوا کہ جنت اعمال صالحہ کے بدلہ میں نہیں بلکہ جس کو اللہ کی رحمت شامل ہو جائے وہی جنت میں جائے گا؟ یہ سن کر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عائشہ! (اعمال صالحہ جنت میں جانے کے لئے ظاہری سبب ہیں مگر حقیقی سبب اللہ تعالی کی رحمت ہے کہ جس کو جنت میں داخل کرنا چاہتے ہیں اس کو اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرماتے ہیں اس لئے) رحمت الٰہی ہی جنت میں جانے کا سبب حقیقی ہے، تین بار اس طرح ارشاد ہوا۔ یہ سن کر میں عرض کی: یارسول اللہ! (آپ علم وعمل میں کمال رکھتے ہیں کہ کوئی آپ کا ثانی نہیں) کیا آپ بھی بجز رحمت الٰہی کے جنت میں نہیں جائیں گے؟ تو حضور اپنے سر مبارک پر ہاتھ رکھ کر (اپنی احتیاج کو ظاہر کرکے) فرمائے کہ میں بھی نہیں جاؤں گا مگر یہ کہ رحمت الٰہی مجھے گھیر لے تو میں بھی جنت میں جاؤں گا، اس کو بھی آپ تین مرتبہ فرمائے (چونکہ اللہ تعالی نے مجھ کو عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور ہمیشہ مجھ کو رحمت الٰہی گھیرے رہتی ہے، اسی لئے میں اعمال صالحہ میں بیحد کوشش کرتا ہوں کہ اعمال ظاہری جو رحمت الٰہی کے سبب ہیں جنت میں لے جانے کے باعث بنیں)۔ (اس حدیث کی روایت بیہقی نے دعوات کبیر میں کی ہے۔)

تیسری حدیث

26/1974۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شعبان کی پندرھویں رات جس کو شب براءت کہتے ہیں اللہ تعالی اپنے بندوں پر نزول رحمت فرما کر تمام گنہگاروں کی مغفرت فرماتے ہیں مگر مشرک کو نہیں بخشتے

اوراس مسلمان کوبھی نہیں بخشتے جوکسی مسلمان سے (بغیر کسی شرعی وجہ کے) کینہ رکھے۔

(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

27/1975۔ اوراسی حدیث کی روایت امام احمد نے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے کی ہے۔

28/1976۔اور امام احمد کی ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ اللہ تعالی شب برات میں تمام گنہگاروں کوبخش دیتے ہیں مگردوآدمیوں کونہیں بخشتے۔ایک وہ مسلمان جوکسی مسلمان سے (بغیر کسی شرعی وجہ کے) کینہ رکھے اور دوسرے اس مسلمان کوبھی نہیں بخشتے جوکسی کوعمداً (بغیر قصاص کے) ناحق قتل کردے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ شب براءت میں ایسے مسلمان کی بخشش نہیں ہوتی جو کسی مسلمان سے کینہ رکھے یا کسی کوناحق قتل کردے۔اس بارے میں صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ اللہ تعالی اس رات بجز کفر کے تمام حقوق اللہ معاف فرمادیتے ہیں البتہ حقوق العباد کومعاف نہیں فرماتے یہاں تک وہ توبہ کرلے۔

چوتھی حدیث

29/1977۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جب شعبان کی پندرھویں رات آئے (جس کوشب براءت کہتے ہیں) تو اس رات نماز پڑھواوراسے عبادت میں گزارواوراس رات کے بعد جودن آرہا ہے یعنی پندرھویں شعبان کوروزہ رکھو(رات کے جاگنے سے اوردن کے روزہ رکھنے سے اپنے کوان رحمتوں کے قابل بناؤ جواس رات نازل ہوتی ہیں،تم کومعلوم ہے کہ اس رات کیا ہوتا ہے؟)اس رات اللہ تعالی مغرب ہی سے آسمانی دنیا پرنزول فرماتے ہیں (کیا کہوں کہ کس کس طرح سے اپنی رحمت کو ظاہرفرماتے ہیں نہایت مہربانی سے) فرماتے رہتے ہیں: اے گنہگار! کہاں ہے؟ آ اپنی مغفرت

مانگ! اس رات جو مغفرت مانگے، میں اس کی مغفرت کرتا ہوں! کہاں ہے رزق مانگنے والا؟ آئے مجھ سے رزق مانگے میں اس کو رزق دیتا ہوں! کہاں ہے ایسا شخص جو طرح طرح کی بلاؤں میں گرفتار ہے! آ میں تیری بلاؤں اور مصیبتوں کو دور کرتا ہوں! کہاں ہے ایسا شخص جو مجھ سے یہ مانگے اور میں اس کو یہ دوں! کہاں ہے ایسا شخص جو مجھ سے یہ مصیبت دفع کرنا چاہے اور میں اس کو دفع کردوں۔ ایسے ہی طرح طرح کی حاجتیں مانگنے والا مجھ سے اپنی حاجتیں مانگے، میں اس کی تمام حاجتیں پوری کرتا ہوں! (مگر اے مانگنے والے اپنے ایسے دل سے مانگ جو میرے دینے پر یقین رکھتا ہو، اگر تجھ کو میرے دینے یا نہ دینے پر شک ہو تو پھر تُو محروم رہے گا) اس طرح کی ندائیں صبح صادق طلوع ہونے تک ہوتی رہتی ہیں۔ (اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

(38/57) بَابُ صَلَاةِ الضُّحٰی

(یہ باب اشراق کی نماز اور چاشت کی نماز کے بیان میں ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزّ وَ جَلَّ: ''وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ'' اللہ تعالی کا ارشاد (سورۃ الفجر پ30 ع1، آیت نمبر:3 میں) قسم ہے جفت نمازوں کی یعنی اشراق اور چاشت کی (جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے۔12) اور قسم ہے طاق نمازوں کی یعنی نماز وتر (جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے۔12) کی جو عشاء کے بعد پڑھی جاتی ہے۔

نماز چاشت کا وقت

1/1978۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ چاشت کی نماز کو چاشت کے اوّل وقت میں پڑھ رہے تھے (حالانکہ یہ اشراق کی نماز کا وقت تھا، چاشت کی نماز کا یہ مستحب وقت نہیں تھا) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر فرمایا (کہ چاشت کی نماز کا مستحب وقت یہ نہیں ہے) ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ چاشت کی نماز کا مستحب وقت اس کے علاوہ ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ صلاۃ الاوابین یعنی چاشت کی نماز اس وقت ہونی چاہئے جبکہ اونٹوں کے چھوٹے چھوٹے بچے ریت کی تپش سے گرمانے لگے ہوئیں (اور اس وقت دن کا چوتھائی حصّہ ہوتا ہے اور اس وقت کے مستحب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ راحت وآرام اور کاروبار کا وقت ہوتا ہے اور اس وقت نماز کے لئے کھڑے ہونا نفس پر شاق ہے، اس وقت چاشت کی نماز وہی پڑھے گا جو اوابین میں سے ہو، یعنی جو اپنی راحت وآرام

اور کاروبار کو چھوڑ کر خدا کی طرف رجوع ہونے والوں میں ہو)۔
(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: واضح باد کہ درمختار میں لکھا ہے کہ چاشت کی نماز بقول صحیح چار رکعت یا اس سے زائد ہے اور اس کا وقت آفتاب کے ایک نیزہ بلند ہونے کے بعد سے شروع ہوکر زوال تک رہتا ہے اور نماز چاشت کا مستحب وقت یہ ہے کہ اس کو دن کا چوتھائی حصّہ گزرنے کے بعد اداء کیا جائے۔ المنیہ میں کہا گیا ہے کہ نماز چاشت کی کم از کم مقدار دو رکعت ہیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت ہیں اور اوسط آٹھ رکعت ہیں اور آٹھ رکعت ہی افضل ہے جیسا کہ ذخائر اشرفیہ میں مذکور ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز چاشت کے (8) رکعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول اور فعل دونوں سے ثابت ہیں اور بارہ رکعت کا ثبوت صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول سے ملتا ہے عمل سے نہیں۔

فجر کی نماز کے بعد سے اشراق کی نماز تک ذکر و شغل میں بیٹھنے کا ثواب

2/1979۔ معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص فجر کی نماز پڑھکر اشراق کی نماز پڑھنے تک اپنے مصلّی پر بیٹھا رہے اور سوائے بھلائی کی بات یعنی تلاوت قرآن، ذکر و فکر اور تعلیم و تعلم کے کوئی دنیا کی بات نہ کرے، اور اشراق کی دو رکعتیں پڑھکر اٹھے تو ایسے شخص کے تمام گناہ معاف کردئے جاتے ہیں، اگرچہ اس کے گناہ کثرت میں سمندر کے کف (جھاگ) کے برابر ہوں۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

نماز اشراق کی فضیلت

پہلی حدیث

3/1980۔ ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے انسان تجھے کچھ خبر بھی ہے کہ اللہ تعالی تیرے جسم میں (360) جوڑ بنائے ہیں اور ان کو صحیح سالم رکھے ہیں جن سے تو نفع اٹھا رہا ہے کیا خدا کے اس احسان کا تجھ پر

کچھ شکریہ نہیں ہے؟ تجھ کو چاہئے کہ تو اپنے ہر ہر جوڑ کا شکریہ اداء کرے) جب تو صحیح وسالم صبح کیا ہے تو تجھ کو چاہئے کہ ہر جوڑ کے بدلہ صدقہ یعنی خیرات دے (پورا شکریہ تو کیا اداء کرسکتا ہے، ہر جوڑ کے بدلہ کچھ تو صدقہ دے کر شکریہ اداء کر! مالی صدقہ تجھ پر مقرر کرتے تو تجھ کو بہت بار ہوتا، یہ بھی ہمارا احسان ہے کہ) ہر ''سُبْحَانَ اللّٰہِ'' کہنے کو ہم صدقہ یعنی خیرات کے قائم مقام بنائے ہیں اور ہر ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' کہنے کو بھی ہم خیرات کے قائم مقام بنائے ہیں، اور تیرا ہر بار ''لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کہنا بھی خیرات کے قائم مقام ہے، اور تیرا ہر بار ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہنا بھی خیرات کے قائم مقام ہے، اور نیک کام کا حکم دینا بھی خیرات کے قائم مقام ہے اور بُری بات سے منع کرنا بھی خیرات کے قائم مقام ہے (اگر تو مالی خیرات نہ دے سکے اور اسی طرح قولی خیرات بھی نہ کر سکے تو) اشراق کے کم از کم دو رکعت تو پڑھ لیا کر کہ یہ دو رکعت تیرے ہر جوڑ کی نعمت کے بدلے میں شکریہ کے قائم مقام بن جائیں گے (اس سے زیادہ اور ہم کیا آسانی کریں اگر تجھے کچھ قدر ہوتی تو ہمارے ہر احسان کا شکریہ اداء کرتا)۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

4/1981۔ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ انسان کے جسم میں (360) جوڑ ہیں (ان سے ہر کام میں مدد ملتی ہے اور ان سے ہر کام سہولت سے کیا جاتا ہے اگر یہ (360) جوڑ نہ ہوتے تو انسان مثل ایک تختہ کے ہوتا اور کوئی کام نہیں کرسکتا۔ یہ ایسی بڑی نعمت ہے کہ ہر جوڑ کے بدلہ میں شکریہ اداء کرنا چاہئے اس کا شکریہ اس طرح اداء ہوگا کہ) ہر ایک جوڑ کے بدلہ خیرات دی جائے، صحابہ (خیال فرمائے کہ اس سے حضور کا منشاء مالی خیرات کرنا ہے اس لئے) عرض کئے: یا نبی اللہ! ہم محتاج ہیں، اس لئے ہر جوڑ کے بدلہ ہم کیسے خیرات دے سکتے ہیں: تو حضور ارشاد فرمائے: (مالی خیرات نہ ہوسکے) اگر تم

دیکھو کہ مسجد میں ریٹ یا بلغم پڑا ہوا ہو تو اس کو دور کر کے جگہ پاک کر دو (یہ بھی خیرات ہے) یا راستہ میں (دیکھو کہ) کانٹے یا پتھر پڑے ہوئے ہیں (جس سے آنے جانے والوں کو ایذا ہو رہی ہو تو) اس کو راستہ سے ہٹا کر راستہ صاف کر دینا بھی خیرات ہے (اسی قسم کے تمام کام جن سے لوگوں کو آرام ملے سب خیرات ہیں) اگر کسی سے یہ نہ ہو سکے تو اشراق کے دو رکعت پڑھ لیا کرے، تو یہ دو رکعت ہر جوڑ کی نعمت کے شکریہ میں خیرات کرنے کے قائم مقام ہوں گے۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

تیسری حدیث

5/1982 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اشراق کے دو رکعت کو روزانہ پابندی کے ساتھ پڑھا کرے تو ایسے شخص کے تمام گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں، اگر چہ اس کے گناہ کثرت میں سمندر کے (کف) جھاگ کے برابر ہوں۔ (اس کی روایت امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

چوتھی حدیث

6/1983 ۔ابو درداء اور ابو ذر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ان دونوں حضرات نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث قدسی میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ اے آدم کی اولاد! اے انسان! تو شروع دن میں خاص میری خوشنودی کے لئے بغیر ریاء اور دکھاوے کے اشراق کے چار رکعت پڑھ لیا کر تو دیکھے گا کہ میں تیری ساری ضرورتوں کو آخر دن تک پورا کرتا رہوں گا اور تیری ساری پریشانیوں کو دور کر دوں گا۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

7/1984 ۔اور ابوداؤد اور دارمی نے اس کی روایت نعیم بن ہمار غطفانی رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔

8/1985۔اور امام احمد نے تینوں صحابہ، ابو درداء، ابو ذر اور نعیم بن ہمار رضی اللہ عنہم سے اس حدیث کی روایت کی ہے۔

نماز چاشت کی تعدادِ رکعات کا بیان

پہلی حدیث

9/1986 ۔معاذہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاشت کی نماز کے کتنے رکعت پڑھا کرتے تھے؟ ام المومنین ارشاد فرمائیں کہ آپ چاشت (جیسا کہ بخاری اور مسلم کی دوسری روایت میں مذکور ہیں۔12) کے چار رکعت پڑھا کرتے تھے اور کبھی اس سے زیادہ بھی پڑھتے تھے جس قدر اللہ تعالی کو منظور ہوتا (مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بارہ رکعت سے زیادہ چاشت کی نماز پڑھنا کہیں ثابت نہیں ہے)۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

10-11/1987-1988 ۔امّ ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے دن میرے گھر تشریف لائے، غسل فرمائے اور چاشت کی آٹھ رکعتیں اداء فرمائے مگر آپ نے یہ نماز اس قدر مختصر اداء فرمائی کہ کبھی میں نے آپ کو اتنی مختصر اور ہلکی نماز پڑھتے نہیں دیکھا مگر اس کے رکوع اور سجدے کامل طور پر اطمینان کے ساتھ اداء فرمارہے تھے اور آپ صرف قرأت کو مختصر فرمائے تھے۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نماز چاشت کی تاکید

12/1989 ۔امّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ چاشت کے آٹھ رکعت پڑھا کرتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ مجھے چاشت کی

نماز میں ایسی لذت ملتی ہے کہ ماں باپ کے زندہ ہونے میں وہ لذت نہیں (اگر میرے ماں باپ زندہ ہوں تو اس خوشی اور لذّت میں اس چاشت کی نماز کی لذّت کو نہیں بھولوں گی، چاشت کی نماز کبھی ناغہ نہیں کروں گی یہ فرما کر ام المومنین مسلمانوں کو رغبت دلاتی ہیں کہ کچھ ہو جائے، کیسا ہی اہم کام آ جائے تم چاشت کی نماز کو ہرگز نہ چھوڑنا)۔(اس کی روایت امام مالک نے کی ہے۔)

نماز چاشت کی فضیلت

13/1990 ۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو چاشت کے بارہ رکعت پڑھا کرے تو اس کے لئے جنت میں سونے کا محل بنایا جاتا ہے۔(اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

نماز چاشت کی تاکید

14/1991 ۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاشت کی نماز اس اہتمام سے پڑھتے تھے کہ ہم سمجھتے تھے اب آپ نماز چاشت کو کبھی نہیں چھوڑیں گے اور پھر چھوڑے بھی تو اتنے دن چھوڑتے تھے کہ ہم سمجھتے تھے کہ آپ چاشت کی نماز کبھی نہیں پڑھیں گے (حضور اس طرح اس وجہ سے کرتے تھے تا کہ یہ نماز امت پر فرض یا واجب نہ ہو جائے۔اب یہ خطرہ نہیں رہا۔اس لئے اس نماز چاشت کو پابندی سے پڑھا کرنا امت پر مستحب ہے)۔(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

(39/58) بَابُ التَّطَوُّعِ

اس باب میں نفل نمازوں کا ذکر ہے

تحیۃ الوضوء کی فضیلت اوراس کا ثواب

1/1992۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک روز) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کی نماز سے فارغ ہوکر بلال رضی اللہ عنہ سے فرمائے: اے بلال بتاؤ کہ تم ایسا کونسا عمل کئے ہو جس سے تم کو امید ہے کہ اللہ تعالی تمہارے اس عمل کو قبول کر کے جنت میں مراتب عالیہ عطا کرے۔اس وجہ سے کہ میں نے (معراج کی رات) جنت میں دیکھا کہ تم میرے آگے آگے ہو اور میں تمہارے نعلین کی کھڑ کھڑاہٹ سن رہا تھا۔ بلال عرض کئے: (حضور! میں کیا اور میرا عمل ہی کیا، سب حضور کے توجہ عالی کا اثر ہے) کہ مجھے توفیق ہوئی ہے کہ میں رات دن میں جب کبھی وضوء کرتا ہوں تو وضوء کے بعد دو رکعت یا جتنے ہو سکے تحیۃ الوضوء پڑھ لیا کرتا ہوں۔

یہ تو بخاری اور مسلم کی متفق علیہ روایت ہے۔

2/1993۔اور ترمذی کی روایت میں اس طرح ہے کہ بلال عرض کئے: حضور! جب کبھی میں بے وضوء ہوتا ہوں تو اس کے ساتھ ہی وضوء کر لیتا ہوں اور میں اپنے اوپر لازم سمجھ لیتا ہوں کہ دو رکعت تحیۃ الوضوء پڑھ لیا کروں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (یہ سن کر) فرمائے کہ جنت میں تم کو مراتب عالیہ ملنے کی یہی تحیۃ الوضوء باعث ہے (اس تحیۃ الوضوء کی وجہ سے تم کو یہ مرتبہ ملا ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضوء کے بعد دو رکعت تحیۃ الوضوء پڑھنا مستحب ہے اور اس کی بڑی فضیلت ہے)۔

نماز استخارہ کا طریقہ

3/1994۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم جس طرح ہم کو قرآن کے سورتوں کی تعلیم دیتے تھے اسی طرح تمام جائز امور میں استخارہ کرنے کی تعلیم دیتے تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ تم میں سے کوئی شخص جب کسی ایسے اہم کام کرنے کا ارادہ کرے (جو کبھی کبھی ہوتا ہو،مثلاً سفر،نکاح اور تعمیر وغیرہ اور اس کام کے کرنے یا نہ کرنے میں اس کو تردّد ہو،اور کوئی صحیح رائے قائم نہیں ہورہی ہو،اور اس کام کے انجام کا خیر یا شر ہونا سمجھ میں نہ آرہا ہو) تو اس کو (اس طرح استخارہ کرنا چاہئے کہ) پہلے وہ دو رکعت نفل استخارہ کی نیت سے اداء کرے اور (پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ''قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ'' اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ''قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ'' پڑھے اور ان دو رکعتوں کے اداء کرنے کے بعد اس طرح دعا کرے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ . وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ . وَاَسْأَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ . فَاِنَّکَ تَقْدِرُ . وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ .وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ. اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَاقْدُرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ،وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَ عَاقِبَۃِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ.

اے اللہ! میں آپ کے علم کے وسیلے سے آپ سے خیر مانگتا ہوں اور آپ کی قدرت کے وسیلہ سے آپ سے قدرت مانگتا ہوں اور آپ کے فضل عظیم کو آپ سے مانگتا ہوں کیونکہ آپ (جو چاہیں) کرسکتے ہیں اور میں نہیں کرسکتا اور آپ جانتے ہیں اور میں نہیں جانتا اور آپ تو تمام غیب کی باتوں کے جاننے والے ہیں،اے اللہ! اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ معاملہ (جو معاملہ درپیش ہو اس کو ذہن ودل میں لے آئیں) میرے دین میری معاش اور انجام کار کے لحاظ سے میرے لئے خیر اور بہتر ہے تو پھر آپ اس کو میرے حق میں مقدر فرما دیجئے اور اس کو میرے لئے آسان کردیجئے اور گر آپ جانتے ہیں کہ یہ کام (کام کو اپنے ذہن ودل میں لے آؤ) میرے دین ودنیا اور میری معاش

اور انجام کے لحاظ سے میرے حق میں برا اور شر ہے تو پھر آپ اسے مجھ سے پھیر دیجئے اور مجھے بھی اس سے پھیر دیجئے اور جو کچھ میرے حق میں بہتر ہے وہ جہاں بھی ہو اسے میرے لئے مہیا کر دیجئے پھر اس سے راضی کر دیجئے اور مطمئن کر دیجئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جہاں جہاں ''الامر'' یعنی کام کا لفظ آیا ہے وہاں اپنے مقصد کی نیت کرے یا زبان سے اپنے مقصد کو بیان کرے۔ (اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

نماز توبہ کا طریقہ

4/1995۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی (کون ابوبکر؟) وہ جن کی صداقت کی تعریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہے۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جب کسی شخص سے (خواہ مرد ہو یا عورت) کوئی گناہ ہو جائے اور اسی وقت یا جب کبھی نادم ہو تو اس کو چاہئے کہ غسل کرے (اگر ٹھنڈے پانی سے غسل کرے تو زیادہ مناسب ہے اگر اس کو ٹھنڈا پانی مضر ہوتا ہو تو گرم پانی سے غسل کرے، اگر غسل نہ ہو سکے تو وضوء ہی کر لے) اور نماز کے لئے کھڑا ہو (جس کو نماز توبہ یا نماز استغفار کہتے ہیں اور کم سے کم دو رکعت نماز توبہ کی نیت سے اداء کرے، اس کی پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ''قُــلْ يٰـاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ'' اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' پڑھے، اور تنہائی میں یہ نماز پڑھی جائے تو اس کے لئے بہتر ہے اگر سجدہ میں سر رکھ کر روتے ہوئے یہ دعا کرے تو زیادہ بہتر ہے اور اگر رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بنائے اور اپنے تمام گناہوں کو یاد کرتے ہوئے مصمم ارادہ کرے کہ پھر گناہ نہ کروں گا، اور عرض کرے کہ اے اللہ! مجھے گناہ نہ کرنا تھا، نفس وشیطان کے دھوکہ سے گناہ کیا اور اب آپ کے در پر آ پڑا ہوں، آپ کے سوا کوئی گناہ

بخشنے والا نہیں اور مجھ عاجز کو آپ کے عذاب کی طاقت نہیں، اس لئے آپ کے غصّہ سے ڈر رہا ہوں۔ اپنے گناہوں سے معذرت چاہتے ہوئے عرض کرتا ہوں الٰہی! آپ کا بھاگا ہوا بندہ آپ کے در پر آ پڑا ہے، اگر آپ میرے گناہوں کو نہیں معاف کریں گے تو میں کہیں کا نہ رہوں گا آپ محض اپنے فضل وکرم سے اپنے سخی دربار کے صدقہ سے میرے حال پر بجائے غضب کے رحمت کی نظر فرمائیے! جو ہو گیا سو ہو گیا، اب گناہ نہ کرنے کا ارادہ کر کے آیا ہوں، آپ مجھے اپنی رحمت سے مایوس نہ کیجئے میرے تمام گناہوں کو معاف کر دیجئے، آئندہ مجھ کو گناہوں سے بچائے رکھئے۔ آپ کا نام غفور وغفار ہے، آپ کی شان کے یہی سزاوار ہے، جب بندہ گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو آپ اس پر نہایت مہربان ہو کر اس کے سب گناہ بخش دیتے ہیں، اس لئے میرے بھی تمام گناہ بخش دیجئے آپ کے فضل وکرم سے امید لگایا ہوا ہوں، اس لئے آپ میرے تمام گناہ بخش دے کر گناہوں کی جگہ نیکیاں لکھ دیجئے یہ آپ کے فضل وکرم سے کچھ دور نہیں، جب کوئی گنہگار اس طرح سے نماز پڑھتا اور دعا کرتا ہے تو اللہ تعالی (بڑے رحیم ہیں اس کے تمام گناہ معاف کر دیتے ہیں (اور اس کے گناہوں کے بدلے نیکیاں لکھ دیتے ہیں) (صدر میں جو ارشاد ہوا ہے اس کی تائید میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذیل کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

(سورۂ آل عمران پ4 ع14، آیت نمبر:13-136)

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ o اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ o

اور وہ لوگ جن کا حال یہ ہے کہ (بہ تقاضائے بشریت) جب کوئی کبیرہ گناہ کر بیٹھتے ہیں یا کوئی صغیرہ گناہ کر کے اپنے دین کا نقصان کر لیتے ہیں تو خدا کے غضب کو یاد کر کے اپنے کئے پر نادم ہوتے

اور پچھتاتے ہیں اور بہت گڑگڑا کر اللہ تعالی سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں، خدا کے سوا بندوں کے گناہوں کا معاف کرنے والا اور ہے ہی کون؟ اور جو گناہ کرتے ہیں اس پر جان بوجھ کر اصرار نہیں کرتے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا بدلہ اللہ تعالی کی طرف سے بخشش کی صورت میں ملتا ہے اور آخرت میں ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں یہ لوگ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور توبہ کر کے نیک کام کرنے والوں کے لئے کیسے اچھے اجر ہیں۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور ابن ماجہ نے بھی اس کی روایت کی ہے لیکن ابن ماجہ میں اس آیت کا ذکر نہیں ہے۔)

رنج ومصیبت کے وقت نماز پڑھنے کا بیان

5/1996 ۔حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مصیبت کی وجہ سے بے چین ہوجاتے یا کسی کام میں مشکلات آنے سے غمگین ہوتے تو اس کا علاج اس طرح کرتے کہ آپ نماز میں مشغول ہوجاتے (تاکہ نماز کی وجہ سے یکسوئی حاصل ہو، اور سارے غم غلط ہوجائیں اللہ کی طرف لو لگ جانے سے کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے کا کچھ اثر نہیں ہوتا اور نماز شروع کرنے سے '' وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ '' کے حکم کی تعمیل ہوجاتی ہے)۔(اس حدیث کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

نماز حاجت کا طریقہ

6/1997 ۔عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص اللہ تعالی سے کچھ مانگ رہا ہو یا کسی شخص سے کچھ چاہتا ہو کہ اس کی یہ حاجت جلد پوری ہو، اور اس کا جو مقصد ہے وہ جلد حاصل ہوجائے تو اس کو چاہئے کہ سنتوں اور مستحبات کی پابندی کے ساتھ اچھا وضوء کرے اور صلاۃ حاجت کی نیت

سے دو رکعت پڑھے، پھر اللہ تعالی کی تعریف جو اس سے ہو سکے بیان کرے اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھے (اگر درود ابراہیمی جو التحیات کے بعد پڑھا جاتا ہے اس کو پڑھے تو بہت بہتر ہے) پھر یہ دعاء کرے:

لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ o سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ o وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ o اَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَاتَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ،وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ، وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَo

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ بڑے بردبار ہیں (قصوروں کو دیکھتے جاتے ہیں مگر جلد اس کی سزا نہیں دیتے) وہ کریم ہیں (کہ بجائے سزا دینے کے اور نعمتیں دیتے جاتے ہیں تا کہ بندہ اس کے احسانات سے شرمندہ اور نادم ہو کر جو کیا ہے اس سے توبہ کرے)

اے عظمت والے عرش کے رب! (جو کوئی مانگے اس کو دینا آپ کے پاس کچھ مشکل نہیں) میں اللہ کی (بخل سے اور ہر عیب سے) پاکی بیان کرتا ہوں۔اور سب تعریفیں تمام جہانوں کے رب اللہ کو سزاوار ہیں۔میں آپ سے آپ کی رحمت کو واجب کرنے والی نیکیاں (کرنے کی توفیق) مانگتا ہوں اور آپ کی مغفرت (دلانے والے) بڑے بڑے عظیمت والے کام اور ہر نیک کام میں سے غنیمت والا کام مانگتا ہوں۔اور میں ہر برائی سے سلامتی مانگتا ہوں آپ میرے کسی بھی گناہ کو معاف کئے بغیر نہ چھوڑئیے اور نہ کسی فکر و پریشانی کو کھولے اور دور کئے چھوڑئیے۔اور نہ میری کسی حاجت کو جو آپ کی بھی پسندیدہ ہے اسے پورا کئے بغیر نہ چھوڑئیے۔(اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

(40/59) صَلاةُ التَّسْبِيْحِ
(صلاۃ التسبیح کا بیان اوراس کے پڑھنے کا طریقہ)

صلاۃ التسبیح کی فضیلت اوراس کے پڑھنے کا طریقہ

1/1998 ۔ابو وھب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ عنہ سے صلاۃ التسبیح کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ (صلاۃ التسبیح مکروہ اوقات کے سوا جس وقت چاہے اور جس روز چاہے پڑھی جاسکتی ہے اور صلاۃ التسبیح کا جمعہ کے دن زوال سے پہلے پڑھنا مستحب ہے اوراس کا طریقہ یہ ہے کہ صلاۃ التسبیح کی نیت سے چار رکعت اس طرح پڑھے کہ) تکبیر تحریمہ کے بعد ثنا یعنی ''سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُکَ '' پڑھنے کے بعد (15) مرتبہ ''سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ' (جیسا کہ بعض روایت میں یہ اضافہ مذکور ہے۔مرقات۔12) وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم'' پڑھے اس کے بعد ''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم'' اور ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم'' پڑھکر سورہ فاتحہ اورضم سورہ کرکے (10) مرتبہ یہی مذکورہ تسبیح پڑھے، پھر رکوع کرے اور رکوع میں (رکوع کی تسبیح کے بعد 10 مرتبہ یہی مذکورہ تسبیح پڑھے، پھر رکوع سے سر اٹھا کر (سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اور رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد کہنے کے بعد) قومہ میں (10) مرتبہ یہی مذکورہ تسبیح پڑھے، پھر سجدہ میں جائے اور سجدہ کی تسبیح پڑھنے کے بعد (10) مرتبہ یہی تسبیح پڑھے، پھر سجدہ سے سر اٹھا کر جلسہ میں ''رَبِّ اغْفِرْلِیْ '' پڑھنے کے بعد (10) مرتبہ یہی تسبیح پڑھے، پھر دوسرے سجدہ میں جائے اور سجدہ کی تسبیح پڑھنے کے

بعد یہی تسبیح (10) بار پڑھے، اس طرح ایک رکعت میں (75) بار یہ تسبیح ہوئی (دوسرے سجدے سے سر اٹھانے کے بعد نہ تو بیٹھے اور نہ مذکورہ تسبیح پڑھے بلکہ دوسرے سجدہ سے اٹھتے ہی دوسری رکعت کا قیام شروع کرے (اور باقی تین رکعتوں کی ہر رکعت میں اسی طرح مذکور تسبیح کو (75) بار پڑھتا جائے یعنی) ہر رکعت کے شروع میں سورۂ فاتحہ اور ضم سورہ سے پہلے (15) بار اور ضم سورہ کے بعد (10) بار (رکوع میں (10) بار، قومہ میں (10) بار، پہلے سجدہ میں (10) بار، جلسہ میں (10) بار، اور دوسرے سجدہ میں (10) بار اس طرح ہر رکعت میں (75) بار مذکورہ تسبیح پڑھا کرے، اور قعدہ اولیٰ اور قعدہ آخرہ میں تسبیح پڑھنے کی ضرورت نہیں، اگر کسی شخص کو صلاۃ التسبیح میں سہو ہوجائے تو وہ سہو کے سجدوں میں اس مذکورہ تسبیح کو نہ پڑھے کیونکہ صلاۃ التسبیح میں (300) بار مذکورہ تسبیح پڑھنا چاہئے اور وہ ہوچکے، اگر کسی رکن میں اس مذکورہ تسبیح کی مقررہ تعداد میں سہواً کمی ہوجائے تو بعد کے کسی رکن میں اس کی تعداد تکمیل کرے۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

2/1999۔ اور ابوداؤد کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے گناہ تمہارے روئے زمین کے باشندوں کے گناہوں سے بھی زیادہ ہوں گے تب بھی اللہ تعالیٰ اس نماز کی بدولت تمہارے گناہ بخش دیں گے۔

3/2000۔ اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے گناہ کثرت میں ریت کے ٹیلہ کے برابر بھی ہوں تو اللہ تعالیٰ اس صلاۃ التسبیح کی برکت سے تمہارے گناہ معاف فرمادیں گے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ یا رسول اللہ کس میں طاقت ہے کہ روزانہ یہ نماز پڑھ سکے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم روزانہ پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتے تو ہر جمعہ کو پڑھ لیا کرو اور اگر جمعہ کو بھی نہ ہوسکے تو مہینہ میں ایک دفعہ ہی پڑھ لیا کرو (اگر مہینہ میں ایک بار بھی نہ پڑھ سکو تو) آپ نے فرمایا کہ سال میں ایک ہی بار پڑھ لو۔

فرائض میں اگر کوئی نقص آجائے تو سنن اورنوافل سے اس کو دور کیا جائے گا

2002-2001/5-4۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب قیامت میں اعمال کا حساب لیا جائے گا تو سب اعمال کے حساب سے پہلے نماز کا حساب شروع کیا جائے گا (دیکھا جائے گا کہ اس کی فرض نماز صحیح ہوئی ہے یا نہیں اگر اس کی فرض) نماز تمام ارکان اور سنتوں کی پابندی کے ساتھ اداء ہوئی ہے تو اس کی نماز قبول ہوگی اور اس کو پورا پورا ثواب دیا جائے گا اور وہ حساب میں کامیاب ہوجائے گا اگر اس کی (فرض) نماز میں کچھ ایسی خرابیاں ہوئی ہوں کہ جس کے سبب سے اس کی نماز ناقص ہوئی ہے تو وہ بڑے خسارہ میں ہوگا، ثواب بھی نہیں ملے گا (اور عذاب کا مستحق ہوجائے گا) اللہ تعالی (بڑے کریم ہیں) اس وقت محض اپنے فضل وکرم سے فرشتوں سے کہیں گے کہ میرے فرشتو! دیکھو میرے بندے کے نامۂ اعمال میں فرض کے بعد کچھ سنن اور نوافل بھی ہیں تو اس فرض کے نقصان کی تلافی ان سنتوں اور نوافل سے کردو (اور اس کی فرض نماز کا ثواب اس کو پورا پورا دے دو تا کہ وہ عذاب سے نجات پائے) یہی حال دوسرے عبادات کا بھی ہے (اگر فرض روزوں میں کچھ نقصان آ گیا ہو تو نفل روزوں سے اس نقصان کو دور کردیں گے، کامل روزوں کا ثواب عطا فرمائیں گے۔ ایسے ہی فرض زکات میں کچھ نقصان آ گیا ہو تو نفل خیرات سے فرض زکات کے نقصان کو پورا کردیں گے اور وہ کامل زکوۃ کے ثواب کا مستحق ہوجائے گا۔ اسی طرح دوسرے اعمال کی بھی یہی کیفیت ہوگی یعنی ان کے فرائض کے نقصان کو نوافل سے پورا کیا جائے گا (اس لئے بندہ پر لازم ہے کہ فرض نمازوں کے سوا نفل نمازیں بھی پڑھا کرے اسی طرح فرض روزوں کے سوا نفل روزے بھی رکھا کرے۔ اور فرض زکات کے سوا نفل خیرات بھی دیا کرے تا کہ قیامت کے دن فرضوں میں کچھ نقصان نکلے تو نفل سے وہ نقصان پورا کردیا جائے۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

6/2003۔اور امام احمد نے بھی دوسرے راوی سے اس حدیث کی روایت کی ہے۔

نمازوں میں قرآن پڑھنے کی فضیلت

7/2004۔ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (یوں تو اللہ تعالی ہر ذاکر کے ذکر کو سنتے ہیں مگر کم سے کم دو رکعت پڑھنے والا جب اپنی رکعتوں میں قرآن پڑھتا ہے تو اس کے قرآن پڑھنے کو بہت غور اور عنایت وتوجہ سے سنتے ہیں (جیسا نماز میں قرآن پڑھنے کو سنتے ہیں، ایسا کسی چیز کو توجہ سے نہیں سنتے) تلاوت قرآن کے سوا سب عبادتوں میں نماز اللہ تعالی کو ایسی پسند ہے کہ جب تک بندہ اللہ تعالی کے سامنے نماز پڑھتا ہوا کھڑا رہتا ہے تو اس کے سر پر رحمتیں نازل کرتے رہتے ہیں (جیسے کوئی بادشاہ اپنے کسی نوکر کی خدمت کو پسند کرتا ہے تو اس کے سر پر جواہر نثار کرتا رہتا ہے) اور بندہ ہر عبادت سے اللہ تعالی سے قرب حاصل کرتا ہے لیکن بندہ جب نماز میں قرآن پڑھتا ہے تو اس کو جتنا قرب اس وقت اللہ تعالی سے حاصل ہوتا ہے کسی اور وقت اتنا قرب حاصل نہیں ہوتا۔

(اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔)

(41/60) بَابُ صَلَاةِ السَّفَرِ

(اس باب میں سفر کی حالت میں نماز پڑھنے کا بیان ہے)

مسافر کی نماز کے احکام

ف: واضح ہو کہ وہ سفر جس کے احکام اس باب میں مذکور ہیں عام سفر نہیں ہے بلکہ وہ ایسا سفر ہے جس میں تین منزل یا تین منزل سے زیادہ سفر کرنے کا ارادہ ہو اور تین منزل کے (48) میل ہوتے ہیں (جس کا حساب کیلومیٹر میں 97 کیلومیٹر ہوتا ہے) اس طرح کوئی سفر کر رہا ہو تو اس کو چار رکعت والی فرض نماز کو یعنی ظہر وعصر وعشاء کو قصر کر کے دو رکعت ہی پڑھنا چاہئے، اس لئے کہ قصر مذہب حنفی میں واجب ہے، اگر قصر نہ کر کے پوری نماز پڑھے گا تو گنہگار ہوگا۔ فجر اور مغرب کے فرض اور نماز وتر میں قصر نہیں ہے بلکہ ان کو ہمیشہ کی طرح پورا اداء کرنا چاہئے۔ اب رہے سنن اور نوافل تو ان میں بھی قصر نہیں ہے اطمینان ہو اور جلدی نہ ہو تو پوری سنتیں پڑھے اور اگر جلدی ہو، اور ساتھیوں سے چھوٹ جانے کا خوف ہو یا سواری جیسے ریل وغیرہ کے نہ ملنے کا اندیشہ ہو تو پوری سنتوں کو ترک کر سکتا ہے۔

اگر مسافر چار رکعت والی نماز میں کسی مقام پر امام کی اقتدا کر رہا ہے تو وہ امام کے ساتھ پورے چار رکعت اداء کرے اور قصر نہ کرے، اس کے برخلاف اگر امام مسافر ہو اور مقتدی مقیم ہوں تو امام قصر کر کے چار رکعت والی نماز میں دو رکعت اداء کر کے سلام پھیر دے اور مقیم مقتدی کو چاہئے کہ اپنی باقی نماز اٹھ کر پوری کر لے اور اس میں قرأت نہ کرے بلکہ چپ کھڑا رہے اس لئے کہ وہ لاحق ہے۔

قصر کے مذکورہ احکام اس مسافر سے متعلق ہوں گے جبکہ وہ کسی مقام پر (15) دن سے کم رہنے کا ارادہ رکھتا ہو، اگر اس نے (15) دن یا اس سے زیادہ قیام کرنے کا ارادہ کر لیا تو وہ مقیم ہو جائے گا، اور قصر نہیں کرے گا بلکہ تمام نمازوں کو ہمیشہ کی طرح پوری اداء کرے گا۔ (درمختار)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: "وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ" اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ" (سورۂ نساء پ5 ع15، آیت نمبر: 101 میں) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

مسلمانو! جب تم کہیں سفر کرو (جس کی مقدار تین منزل یعنی (48) میل (77.25 کیلومیٹر) ہو تو تم پر گناہ نہیں (بلکہ ضروری ہے) کہ تم چار رکعت والی فرض نماز یعنی ظہر وعصر وعشاء میں قصر کرو (یعنی چار کی جگہ دو پڑھا کرو)

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰی: ''اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا'' اوراللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ نساء پ5 ع15 ،آیت نمبر:103 میں) (سفر کی وجہ سے تم کو یہ سہولت دی گئی ہے کہ فرض نمازوں میں قصر کیا کرو، مگر ان کو جمع کر کے بے وقت نہیں پڑھنا چاہئے) اس لئے کہ مومنوں پر ہر نماز کا وقت مقرر ہے (نماز کو اس کے وقت پر ہی پڑھنا چاہئے، وقت پر نہ پڑھ کر بے وقت ادا نہ کریں)۔

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰی: ''فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ'' اوراللہ تعالی کا ارشاد ہے، (سورۂ بقرہ پ1 ع14 ،آیت نمبر:115 میں) تم لوگ جس طرف منھ کرو ادھر اللہ تعالی کا رخ ہے (اس لئے سنن اور نوافل سفر میں ہوں یا حضر میں شہر کے باہر ہوں تو سواری پر پڑھ سکتے ہیں، چاہے سواری کا رخ ابتداء نماز یا درمیان نماز ہر دو موقعوں پر کسی بھی سمت ہو قبلہ رو ہونا ضروری نہیں ہے) ۔(تفسیرات احمدیہ، درمختار۔)

مسافر قصر نماز کب شروع کرے

پہلی حدیث

1/2005 ۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ کا سفر کر رہے تھے، جب مدینہ شریف سے نکل رہے تھے تو وہ ظہر کا وقت تھا تو آپ) ظہر کے چار رکعت پڑھائے (حالانکہ آپ سفر کا ارادہ کر چکے تھے، ظہر کو اس وجہ سے قصر نہیں فرمائے کہ ابھی آپ (آبادی سے باہر نہیں ہوئے تھے) جب حضور ذوالحلیفہ پہونچے

(تو عصر کا وقت ہو گیا تھا تو ذوالحلیفہ میں عصر کو قصر کر کے) عصر کو دو رکعت پڑھائے۔(اس سے معلوم ہوا کہ اپنی بستی سے باہر ہونے کے بعد نمازوں میں قصر شروع کرنا چاہئے، اور اسی طرح راستہ میں بھی قصر کیا کریں)۔(اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

دوسری حدیث

2/2006 ۔ابو حرب ابن ابی اسود دیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ (سفر کا ارادہ کر کے) بصرہ سے نکلے (ابھی آپ آبادی ہی میں تھے، اور آبادی سے باہر نہیں نکلے تھے کہ ظہر کا وقت ہو گیا باوجود سفر کا ارادہ کرنے کے) ظہر کے چار رکعت پڑھائے (اور قصر نہیں کئے)اور فرمائے کہ اگر ہم اس جھونپڑی سے آگے بڑھ جاتے (جو کہ آبادی کا آخری حصّہ ہے) تو ہم ظہر کو قصر کر کے دو رکعت پڑھتے۔

(اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے اور عبدالرزاق نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

امن ہو یا خوف ہر حالت میں نمازوں میں قصر ضروری ہے

پہلی حدیث

3/2007 ۔حارثہ بن وھب خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حجۃ الوداع اداء فرمارہے تھے) جب منٰی میں پہونچے تو (وہاں چار رکعت والی نماز قصر کر کے) دو رکعت پڑھائے ، حالانکہ ہماری تعداد حجۃ الوداع میں اس قدر کثیر تھی کہ پہلے کبھی ایسی نہ تھی ، اور ہم کو کفار سے بھی کوئی خوف نہیں تھا۔ ہم بہت امن واطمینان سے تھے۔(باوجود اس کے پھر حضور ہم کو چار رکعت والی فرض نماز کو قصر کر کے دو رکعت پڑھائے ، اس سے معلوم ہوا کہ تعداد کا کم ہونا اور کفار سے خوف کا ہونا قصر کی شرط نہیں ہے ، بہر حال سفر میں قصر کرنا ضروری ہے ، اب رہا یہ کہ آیت کریمہ ''وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ'' اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ

، اِنۡ خِفۡتُمۡ اَنۡ یَّفۡتِنَکُمُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ؕ اِنَّ الۡکٰفِرِیۡنَ کَانُوۡا لَکُمۡ عَدُوًّا مُّبِیۡنًا ‘‘(مسلمانو!)
جب تم کہیں سفر کرو(جس کی مقدار تین منزل یعنی 48 میل (97 کیلومیٹر) ہوتو تم پر گناہ نہیں (بلکہ ضروری ہے کہ تم چار رکعت والی فرض نماز یعنی ظہر وعصر وعشاء میں) قصر کرو(یعنی چار کی جگہ دو پڑھا کرو) بے شک کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں اس آیت میں بظاہر قصر کے لئے خوف ہونے کی جو قید معلوم ہورہی ہے وہ اتفاقی قید ہے،ضروری قید نہیں ہے چونکہ سفر میں اکثر خوف رہا کرتا ہے،اس لئے اتفاقی طور پر آیۃً شریفہ میں خوف کی قید مذکور ہے اگر قصر کے لئے خوف ضروری ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر باوجود امن کے قصر نہ فرماتے۔حضور کا حجۃ الوداع کے موقع پر امن کی حالت میں قصر فرمانا اس سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ قصر کے لئے خوف ہونا ضروری نہیں ہے جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہے)۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

دوسری حدیث

4/2008۔یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ اگر تم کو خوف ہو کہ نماز پڑھنے کی حالت میں کفار تم پر حملہ کردیں گے تو تم (چار رکعت والی) فرض نمازوں میں قصر کیا کرو،اب (جبکہ کفار کے حملہ کا خوف باقی نہ رہا اور) لوگ امن وچین کی زندگی بسر کررہے ہیں (تو آیت شریفہ میں قصر کے لئے خوف کی جو قید تھی باقی نہ رہنے سے قصر کا حکم بھی باقی نہ رہنا چاہئے۔پھر نماز قصر سے کیوں پڑھی جارہی ہے)(یہ سن کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ تم جس چیز سے تعجب کر کے مجھ سے پوچھ رہے ہو، میں نے بھی اسی طرح تعجب کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا تھا تو حضور والا نے ارشاد فرمایا تھا کہ یہ خدائے تعالی کی عنایت اور احسان ہے کہ وہ اپنے فضل وکرم سے

تم پر آسانی کر رہے ہیں (تم کیوں سختی میں مبتلا ہو رہے ہو) ان کی اس آسانی کو قبول کرلو (سفر میں خوف ہو یا نہ ہو ہر حال میں قصر کیا کرو)۔ (اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے: "فَـاقْبَـلُوْا صَدَقَتَـهٗ" یعنی سفر میں قصر کرنے کی جو اجازت دی گئی ہے وہ اللہ تعالی کا صدقہ یعنی اس کا احسان ہے، تم اس احسان کو قبول کرلو، اس ارشاد گرامی میں "فَاقْبَلُوْا" امر کا صیغہ ہے اور عموماً امر وجوب کے لئے ہوتا ہے تو اس حدیث سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی تائید ہوتی ہے کہ سفر میں چار رکعت والی فرض نمازوں میں قصر کرنا واجب ہے اور قصر نہ کرکے پورے چار رکعت پڑھنا گناہ ہے۔ (یہ مرقات میں مذکور ہے۔)

سفر میں 15 دن سے کم قیام ہو تو وہ وطن اقامت نہیں ہوتا۔ اس لئے نمازوں میں قصر کرتے رہنا چاہئے

5/2009۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع کے لئے مدینہ شریف سے نکل کر مکہ معظّمہ پہونچے (مکہ معظّمہ سے عرفات مزدلفہ اور منٰی ہوتے ہوئے پھر مدینہ منورہ واپس ہوئے) اس سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار رکعت والی فرض نماز کو قصر کرکے دو رکعت ہی پڑھاتے رہے۔ انس رضی اللہ عنہ سے کسی نے دریافت کیا کہ مکہ معظّمہ میں (داخل ہونے کے بعد حج سے فارغ ہوکر مکہ معظّمہ سے نکلنے تک) کتنے دن کا قیام رہا تو حضرت انس نے جواب دیا کہ دس دن! (حضرت انس رضی اللہ عنہ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ اگر کسی مقام پر دس روز کے لئے قیام کیا جائے تو وہ وطن اقامت نہیں بنے گا اس لئے کہ حضور مکہ معظّمہ میں دس دن اقامت فرمائے اور چار رکعت والی فرض نمازوں کا قصر کرکے دو رکعت ہی پڑھتے رہے، اگر یہ وطن اقامت بن جاتا تو آپ قصر نہیں کرتے)۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کے لئے جب مکہ معظّمہ تشریف

لائے تو ذی الحجہ کی چوتھی تاریخ تھی، 6/5اور 7 تاریخ تک یہ تین دن آپ مکہ معظّمہ میں ٹھہرے۔ آٹھویں کو منیٰ روانہ ہوئے اور نویں کو عرفات پہونچے اور دسویں کو پھر منیٰ میں لوٹ آئے اور گیارہویں بارہویں کو وہاں رہے اور تیرہویں کو پھر مکہ معظّمہ لوٹ آئے اور چودھویں کو مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔اس سے بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف تین دن مکہ معظّمہ میں قیام فرمائے تھے، اس لئے نماز قصر کرتے رہے، اگر چار دن مکہ میں رہتے تو نماز قصر نہیں فرماتے بلکہ پوری نماز پڑھتے۔ یہ خیال اس وقت صحیح ہوتا کہ حضور تین دن مکہ میں رہ کر مدینہ کو مکہ ہی سے رخصت ہوجاتے حالانکہ ایسا نہیں ہوا حضور مکہ سے رخصت نہیں ہوئے۔عرفات جاکر منیٰ میں آئے۔اور منیٰ سے فرض طواف کے لئے پھر مکہ میں آئے۔فرض طواف سے فارغ ہوکر منیٰ میں تشریف لائے، منیٰ سے طواف وداع کے لئے پھر مکہ میں آئے اور اس کے بعد مکہ سے مدینہ شریف کو روانہ ہوئے، مکہ میں حضور کا بار بار تشریف لانا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مکہ سے رخصت نہیں ہوئے اسی لئے انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مکہ میں آپ کا قیام دس دن رہا۔مکہ میں (4) دن نہیں بلکہ (10) دن قیام فرمارہے اور نمازوں کو قصر کرتے رہے۔اس سے معلوم ہوا کہ (4) دن ہوں، یا(10) دن کسی مقام پر رہنے سے وہ مقام وطن اقامت نہیں بنتا۔اس لئے قصر پڑھنا چاہئے۔ چنانچہ اس کے بعد والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جبکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کسی مقام پر (15) دن یا (15) دن سے زائد رہنے کی نیت کرنے سے وہ مقام وطن اقامت ہوجاتا ہے اور وہاں نماز قصر نہیں کرنا چاہئے۔(مرقات۔اشعۃ اللمعات)۔

سفر میں 15 دن یا اس سے زائد قیام کریں تو وہ مقام وطن اقامت بن جاتا ہے وہاں نمازوں میں قصر نہیں کرنا چاہئے

6/2010۔مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب ابن عمر رضی اللہ عنہما (سفر میں) کہیں 15 دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرلیتے تو آپ (چار رکعت والی نمازوں کو) قصر نہ کرکے پوری چار رکعت پڑھتے تھے (اس سے ثابت ہوا کہ کسی مقام پر 15 دن یا اس سے زیادہ قیام کی نیت کرلینے سے وہ وطن اقامت بن جاتا ہے)۔(اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔)

کسی مقام پر اقامت کی نیت کئے بغیر مہینوں گزر جائیں تو وہ وطن اقامت نہیں بنتا وہاں قصر کرتے رہنا چاہئے

پہلی حدیث

7/2011۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب تم سفر کرتے ہوئے کسی مقام پر پہونچو، اور وہاں 15 دن (یا اس سے زائد) قیام کی نیت کرلو تو تم چار رکعت والی فرض نمازوں (میں قصر نہ کرو) بلکہ چار رکعت ہی پڑھا کرو اور اگر تم قیام کی مدت معین نہ کرسکو (اور مہینوں آج نکلیں گے کل نکلیں گے سوچتے سوچتے ہیں گزر جائیں) تو تم کو قصر ہی کرنا چاہئے۔

(اس کی روایت امام محمد نے ہمارے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کتاب الآثار میں کی ہے اور آثار السنن میں ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔)

دوسری حدیث

8/2012۔ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب تم سفر کرتے ہوئے کسی شہر میں پہونچو، اور وہاں 15 دن (یا اس سے زائد) قیام کی نیت کرلو تو تم چار رکعت والی فرض نمازوں میں (قصر نہ کرو) بلکہ چار رکعت ہی پڑھا کرو، اگر تم قیام کی مدت معین نہ کرسکو (اور مہینوں آج نکلیں گے یا کل نکلیں گے گزر جائیں) تو تم کو قصر ہی کرنا چاہئے۔

(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

دارالحرب وطن اقامت نہیں بنتا ہے

پہلی حدیث

9/2013۔جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم (جب غزوۂ تبوک کے لئے تشریف لے گئے تو) مقام تبوک میں بیس روز قیام فرمائے اور (چار رکعت والی فرض نمازوں میں) قصر فرماتے رہے (اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دارالحرب میں بحالت جنگ 15 دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا موقع ہو تو بھی وہ وطن اقامت نہیں بنے گا۔ اگر چیکہ اقامت کی نیت کی گئی ہو، اس لئے کہ دارالحرب محل اقامت اور سکونت نہیں ہے، کیونکہ ہمیشہ یہ احتمال رہتا ہے کہ مسلمانوں کو فتح حاصل ہونے سے یا اور ممالک کی فتح کے لئے آگے وہ بڑھ جائیں یا پھر مسلمان وہاں سے واپس ہو جائیں۔ اس لئے دارالحرب میں اقامت کی نیت کا اعتبار نہیں قصر ہی کرتے رہنا چاہئے)۔

(اس حدیث کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

10/2014 ۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ (ہم جہاد کرتے ہوئے آذر بائیجان پہونچے اس وقت آذر بائیجان دارالحرب تھا) برف باری شروع ہوئی جس کی وجہ سے راستے بند ہو گئے۔ چھ مہینے تک ہم کو وہیں رہنا پڑا۔ اور ہم قصر ہی کرتے رہے (حالانکہ چھ مہینے ایک مقام میں ٹھہرنا ہوا تھا مگر دارالحرب اور حالت جنگ ہونے کی وجہ سے نہ تو اقامت کا اثر ہوا اور نہ اقامت کی نیت کا اور ہم قصر ہی کرتے رہے)۔

(اس حدیث کی روایت بیہقی نے محرقہ میں سند صحیح کے ساتھ کی ہے۔)

بغیر اقامت کی نیت کے کسی مقام پر مہینوں گزر جائیں بھی تو وہ وطن اقامت نہیں بنتا

11/2015 ۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ عبدالملک بن مروان کے ساتھ ملک شام میں دو مہینے رہے (آپ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ کب واپسی ہوتی ہے اسی خیال میں دو مہینے گزر گئے اسی وجہ سے آپ اقامت کی نیت نہیں کئے اور قصر کر کے چار رکعت والی فرض نمازوں کو

دو دو رکعت پڑھتے رہے۔ (اس کی روایت عبدالرزاق نے کی ہے۔)

مغرب کے فرض میں قصر نہیں

12/2016 ۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ حضور نے اور میں نے سفر میں ظہر کے فرض دو رکعتیں پڑھیں اور ظہر کے فرض کے بعد کی دو سنتیں بھی پڑھے ہیں۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

13/2017 ۔اور ترمذی کی اور ایک روایت میں ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر اور حضر میں رہا ہوں اور میں آپ کے ساتھ نماز پڑھا ہوں، حضور نے اور میں نے حضر میں ظہر کے فرض چار رکعت پڑھے ہیں اور اس کے بعد دو رکعت سنت بھی اداء کئے ہیں اور سفر میں ظہر کے فرض حضور نے اور میں نے دو رکعت پڑھے ہیں اور فرض کے بعد دو رکعت سنت بھی اداء کئے ہیں، اور سفر میں حضور نے اور میں نے عصر کے فرض دو رکعت پڑھے ہیں اور حضور عصر کے فرض کے بعد کوئی نماز نہیں پڑھے، اور حضور نے اور میں نے حضر میں اور سفر میں مغرب کے فرض کے تین رکعتیں ہی پڑھے ہیں، مغرب کے فرض میں نہ تو حضر میں کمی ہوئی اور نہ سفر میں اور یہی دن کی وتر ہے اور حضور نے اور میں نے مغرب کے فرض کے بعد دو رکعت سنت اداء کئے ہیں۔

سفر میں نوافل اور سنن کا حکم

پہلی حدیث

14/2018 ۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ 18 سفر کیا ہوں میں نے حضور کو زوال کے بعد ظہر سے پہلے

زوال کے بعد پڑھی جانے والی دونفلیں ترک کرتے نہیں دیکھا۔(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ مسافر سنن مؤکدہ کو اطمینان ہو اور جلدی نہ ہو تو بغیر قصر کئے کے پوری پڑھے اور اگر جلدی ہو اور اطمینان نہ ہو یا ساتھیوں کے چھوٹ جانے کا خوف ہو تو پوری سنتوں کو ترک کرسکتا ہے۔سنن غیر مؤکدہ کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر جلدی نہ ہو اور اطمینان ہو تو ایسی نفلوں کو بھی پڑھ سکتا ہے، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر میں زوال کے بعد پڑھی جانے والی دونفلوں کو اداء فرمایا ہے اور اگر جلدی ہو اور اطمینان نہ ہو یا ساتھیوں سے چھوٹ جانے کا خوف ہو تو غیر مؤکدہ سنتوں کو بھی چھوڑ سکتا ہے۔(درمختار)12

دوسری حدیث

15/2019۔نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے فرزند جن کا نام عبیداللہ تھا تو سفر میں نوافل پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے اور ان کو منع نہیں فرماتے تھے۔اس کی روایت امام مالک نے کی ہے۔

ف:اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سفر میں نوافل اگر اطمینان ہو تو پڑھ سکتے ہیں اور اگر جلدی ہو تو چھوڑ سکتے ہیں، بہرحال قصر فرض کے واسطے ہے اور سنن مؤکدہ اور نوافل میں قصر نہیں ہے۔پڑھیں تو بغیر قصر کے پوری رکعتیں پڑھیں اور اگر نہ پڑھیں تو پوری رکعتیں ترک کردیں۔

تیسری حدیث

16/2020۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اور آپ کی امت کے لئے)(ظہر،عصر اور عشاء میں) حضر (حضر میں چار رکعت کا فرض ہونا آخری حالت کے لحاظ سے ہے، ورنہ ابتداء میں سفر اور حضر میں نماز دو رکعت فرض ہوئی تھی، جس کی تفصیل حدیث 380 میں مذکور ہے، اس حدیث کی روایت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمائی ہے۔12) میں چار رکعت فرض کئے گئے اور سفر میں (ان نمازوں میں ابتدا ہی سے دو رکعت ہی فرض کئے گئے اس لئے اگر کوئی بحالت سفر ظہر،عصر اور عشاء میں دو رکعت

زیادہ کر کے چار رکعت پڑھے گا تو گنہگار رہوگا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضر میں فرض کے پہلے اور فرض کے بعد جو سنت پڑھی جاتی ہیں سفر میں بھی فرض کے بعد کی، اور پہلے کی سنتیں (اگر اطمینان ہو اور جلدی نہ ہو تو بغیر قصر کئے کے) پوری پڑھا کرتے تھے (اگر جلدی ہو تو بغیر قصر کئے کے پوری رکعتوں کے ساتھ سنتوں کو ترک فرماتے تھے)۔(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

بجز خاص موقعوں کے جمع بین الصلاتین جائز نہیں ہے

پہلی حدیث

17/2021۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (نمازوں کے اداء کرنے میں بڑا اہتمام فرماتے تھے) ہر نماز کو اس کے وقت پر پڑھا کرتے تھے، کبھی کوئی نماز بے وقت اداء نہیں فرمائے (اور بے وقت کر کے کسی دوسری نماز کے ساتھ جمع بھی نہیں کئے۔آپ کیسے بے وقت نماز اداء کرتے جبکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے'' اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا '' (مومنوں پر ہر نماز کا وقت مقرر ہے، بے وقت کر کے نہیں پڑھنا چاہئے)۔حضور، اللہ تعالی کے اس ارشاد کا کیسا خلاف کرتے، اسی لئے ہر نماز کو اس کے وقت پر اداء فرماتے تھے، کبھی نماز کو بے وقت کر کے دوسری نماز کے ساتھ جمع نہیں فرماتے تھے، بعض حدیثوں سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ نماز کو بے وقت کر کے دوسری نماز کے ساتھ جمع کئے ہیں یہ صحیح نہیں ہے بلکہ آپ ایک نماز کو اس کے اخیر وقت میں اداء فرمائے ہیں اور دوسری نماز کو اس کے شروع وقت میں پڑھے ہیں، یوں ہر نماز اپنے وقت پر اداء فرمائے، جن حدیثوں سے دو نمازوں کا جمع ہونا معلوم ہوتا ہے اس کا یہ مطلب ہے، نہ کہ حقیقی طور پر جمع کرنا، بے وقت کر کے ایک نماز کو دوسری نماز کے ساتھ جمع کرنے کے دو قسم ہیں: **ایک قسم** یہ ہے کہ ایک نماز کا وقت گزرنے دے کر دوسری نماز کے ساتھ جمع کر کے پڑھنا۔کبھی حضور ایسی نماز اداء نہیں کئے ہیں) صرف مزدلفہ میں مغرب کا وقت

گزرنے کے بعد عشاء کے ساتھ ملا کر دونوں نمازیں پڑھی گئیں (حنفی بھی اس پر عمل کر کے اس طرح کا جمع مزدلفہ میں کیا کرتے ہیں، دوسری قسم یہ ہے کہ وقت ہونے کے پہلے ایک نماز کو دوسرے نماز کے ساتھ اداء کیا جائے۔ اس طرح سے بھی حضور کبھی نماز اداء نہیں فرمائے ہیں، صرف عرفات میں عصر کا وقت ہونے کے پہلے عصر (اس حدیث شریف میں مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو جمع کرنے کا ذکر ہے اور عرفات میں ظہر اور عصر کو جمع کرنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے، مگر راوی نے اس کی ذکر نہیں کیا ہے۔ چونکہ دوسری احادیث میں ظہر وعصر کو جمع کرنے کا ذکر موجود ہے، اس لئے یہاں اس کو بیان کیا گیا) کو ظہر کے ساتھ پڑھے ہیں۔ حنفی بھی ایسا ہی کر کے عرفات میں دونوں نماز ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھتے ہیں، بجز ان دو موقعوں کے کبھی کوئی نماز آپ بے وقت اداء نہیں فرمائے ہیں، بے وقت نماز اداء کرنا تو بڑی چیز ہے، کبھی نماز کو اس کے مستحب وقت کے سوا اداء نہیں فرمائے) صرف مزدلفہ میں صبح کے فرض کا مستحب وقت چھوڑ کر صبح صادق ہوتے ہی اوّل وقت ''غَلَس'' یعنی اندھیرے میں صبح کے فرض اداء فرمائے (اور منٰی کی طرف تشریف لے گئے۔ حنفی بھی ایسا ہی مزدلفہ میں صبح کی نماز کا مستحب وقت چھوڑ کر اوّل وقت ''غَلَس'' میں صبح کے فرض اداء کیا کرتے ہیں)۔

(اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے اور ابوداؤد اور طحاوی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے)

18/2022۔ اور ابوداؤد کی ایک دوسری روایت میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح مروی ہے۔

دوسری حدیث

19/2023۔ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خوب یاد رکھو کہ (کسی وقت) نیند کی وجہ سے کسی نماز کا وقت گزر جائے تو

کوئی قصور نہیں (بروقت نماز نہ پڑھنے کا گناہ تو نہیں ہوگا مگر اس نماز کی قضاء کرنا ضروری ہوگا) البتہ بیداری میں (سفر (جیسا کہ جامع الآثار میں مذکور ہے۔12) کی وجہ سے نماز نہ پڑھکر) اتنی دیر کیا کہ دوسری نماز کا وقت ہوگیا تو ایسا شخص قصوروار ہوگیا (اوراس پر اس نماز کی قضا بھی لازم ہوگی اور گنہگار بھی ہوگا) (اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

20/2024۔اور مسلم کی ایک اور روایت میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ہی سے اس طرح مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ کسی وقت نیند کی وجہ سے (اگر کسی نماز کا وقت گزر جائے) اورنماز قضا ہوجائے تو کوئی قصور نہیں ،قصور تو اس شخص کا ہے جو بیدار رہ کر (جیسا کہ جامع الآثار میں مذکور ہے۔12 (سفر کی وجہ سے) کسی نماز کو وقت پر نہ پڑھ کر اتنی دیر کیا کہ دوسری نماز کا وقت آ گیا (تو ایسا شخص گنہگار رہوگا اوراس کونماز کی قضا بھی کرنا پڑے گا ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ مسافرکوایک نماز بے وقت کرکے دوسری نماز کے ساتھ جمع کرنا ہرگز جائز نہیں۔اس طرح نمازوں کو جمع کرنے والا گنہگار رہوگا)۔(اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے بھی اسی طرح کی ہے۔)

تیسری حدیث

21/2025۔عثمان بن عبداللہ بن موھب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ (ہر چیز میں تفریط ہوتی ہے) نماز میں تفریط کرنے سے کیا مراد ہے تو ابوہریرہ رضی اللہ نے جواب دیا کہ نماز میں تفریط کرنا یہ ہے کہ ایک نماز کو (اس کے وقت پر نہ پڑھکر) اتنی دیر کرنا کہ دوسری نماز کا وقت آجائے،اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ مسافر کا ایک نماز کو بروقت نہ پڑھ کر اتنی دیر کرنا کہ دوسری نماز کا وقت آجائے اور دوسری نماز کے ساتھ اس نماز کواداء کرنا تفریط ہے اس لئے دونوں نمازوں کواس طرح جمع کرنا جائز نہیں)۔

(اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے کی ہے اوراس حدیث کی سند صحیح ہے۔)

چوتھی حدیث

22/2026۔ امّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں ہوتے تو ظہر کو (ایسے وقت) پڑھتے کہ وہ ظہر کا اخیر (جیسا کہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔12) وقت ہوتا تھا اور عصر کا وقت شروع ہوتے ہی عصر اداء فرماتے تھے، اور مغرب ایسے وقت پڑھتے جبکہ مغرب کا اخیر وقت ہوتا، اور عشاء کا وقت شروع ہوتے ہی نماز عشاء اداء فرماتے تھے۔

(اس کی روایت امام طحاوی اور امام احمد اور حاکم نے کی ہے، اور اس حدیث کی سند حسن ہے۔)

23/2027۔ اور امام احمد کی دوسری روایت ابن ابی شیبہ کی روایت کی جیسی اس طرح ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں ہوتے تو ظہر کو ایسے وقت پڑھتے کہ وہ ظہر کا آخر وقت ہوتا تھا اور عصر کا وقت شروع ہوتے ہی عصر کے فرض کو جلد اداء فرماتے اور مغرب ایسے وقت پڑھتے جبکہ مغرب کا آخر وقت ہوتا، اور عشاء کا وقت شروع ہوتے ہی نماز عشاء جلد اداء فرماتے تھے۔ (اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کسی نماز کو بے وقت کر کے دوسری نماز کے ساتھ جمع نہیں فرماتے تھے بلکہ ہر نماز کو اس کے وقت پر اداء فرما کر صورۃً دو نمازوں کو جمع کئے ہیں، واقعی طور پر ایک نماز کا وقت گزرنے کے بعد یا اس کا وقت ہونے کے پہلے دو نمازوں کو جمع نہیں کئے ہیں)

پانچویں حدیث

24/2028۔ ابن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ سالم رضی اللہ عنہ نے فرمایا (ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں تھے اور ان کو خبر پہونچی کہ ان کی بیوی صفیہ بنت ابی عبید کا انتقال ہو گیا ہے یہ خبر سن کر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہاں جلد پہونچنا چاہتے تھے، ایسے میں نماز مغرب کا وقت آ گیا) سالم کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے عرض کیا کہ نماز کا وقت

آ گیا ہے (نماز پڑھ لیجئے) تو آپ نے فرمایا آگے چلو (کچھ دیر چلنے کے بعد) میں نے پھر عرض کیا کہ نماز کا وقت جارہا ہے تو آپ نے فرمایا: چلے چلو! جب دو تین میل طے کر چکے (اور مغرب کا آخر وقت ہورہا تھا) تو سواری سے اتر کر مغرب کی نماز پڑھی، اس کے بعد فرمایا: میں نے دیکھا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سفر میں جلدی ہوتی تھی تو اسی طرح کرتے تھے یعنی مغرب کی اقامت کا حکم دے کر مغرب کے تین رکعت فرض پڑھا کر سلام پھیر دیتے، پھر تھوڑی دیر توقف فرماتے، اتنے میں عشاء کا وقت شروع ہوجاتا تھا تو عشاء کی اقامت کا حکم دیتے اور عشاء کو قصر کر کے دو رکعت پڑھاتے اور سلام پھیر دیتے (اس حدیث میں ''قَلَّمَا یَلْبَثُ'' پھر تھوڑی دیر توقف فرماتے) کے الفاظ ہیں اس سے معلوم ہوا کہ مغرب کا وقت ختم ہوکر عشاء کا وقت شروع ہونے کا انتظار فرماتے تھے، جس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغرب کو اس کے وقت پر اور نماز عشاء کو بھی اس کے وقت میں ادا فرماتے تھے۔ دو نمازوں کو حضور اس طرح جمع کئے ہیں نہ کہ ایک نماز کا وقت گزر جانے کے بعد دوسری نماز کے وقت میں دونوں نمازوں کو جمع (جیسا کہ عمدۃ القاری میں مذکور ہے۔12) فرمائے)۔(اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

چھٹی حدیث

25/2029۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے اپنے دور خلافت میں تمام ممالک محروسہ میں یہ گشتی جاری فرمادی تھی جس کا مضمون یہ تھا کہ مسلمانوں کو روکا جائے کہ (سوائے عرفات اور مزدلفہ کے) دو نمازیں بیک وقت (ایک نماز کو بے وقت کر کے دوسری نماز کے ساتھ) جمع کر کے نہ پڑھا کریں اور ان کو معلوم کروادیں کہ اس طرح دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا کبیرہ گناہ ہے۔

(اس کی روایت امام محمد نے مؤطا میں کی ہے اور اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔)

سواری پر نفل نماز پڑھنے کا بیان

پہلی حدیث

26/2030۔سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ عادت تھی کہ آپ نفل نماز سواری پر اداء فرماتے تھے، جب وتر اداء کرنا چاہتے تو سواری سے اتر کر زمین پر پڑھا کرتے تھے (اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں نفل نماز پڑھنا ثابت ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وتر واجب ہے، مثل فرض کے وتر کو بھی زمین پر اداء کرنا ضروری ہے، اگر وتر سنت ہوتی تو وتر کو بھی نوافل کی طرح سواری پر اداء کیا جاتا)۔(اس کی روایت دارقطنی اور امام احمد نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

27/2031۔نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی عادت تھی کہ وہ اپنی سواری پر نفل نماز پڑھا کرتے تھے (اس لئے کہ نفل نماز سواری پر جائز ہے) پھر جب وتر پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو سواری سے اتر کر زمین پر وتر اداء فرماتے تھے۔(اس لئے کہ فرض اور وتر بغیر ضرورت کے سواری پر جائز نہیں اور حضرت ابن عمر یقین سے فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی طرح نفل نماز سواری پر اور وتر زمین پر پڑھا کرتے تھے، حضرت ابن عمر کے اس طرح فرمانے سے حدیث مرفوع ہوگئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل سے بھی وتر کا وجوب اور سفر میں نفل نماز پڑھنے کا ثبوت مل گیا)۔(اس کی روایت امام طحاوی نے صحیح سند کے ساتھ کی ہے۔)

تیسری حدیث

28/2032۔مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں (ایک دفعہ) حضرت عبداللہ

ابن عمر رضی اللہ عنہ مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کا سفر کررہے تھے، اور میں بھی حضرت ابن عمر کے ساتھ تھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ نوافل سواری پر پڑھ رہے ہیں اور رکوع اور سجدہ اشارہ سے (اس طرح) اداء کررہے ہیں (کہ رکوع کے لئے سر تھوڑا جھکاتے تھے اور سجدہ کے لئے رکوع سے زیادہ سر جھکاتے تھے) مگر جب آپ فرض اور وتر پڑھتے تو ان نمازوں کو سواری سے اتر کر زمین پر اداء کرتے تھے، میں حضرت ابن عمر سے دریافت کیا: میں دیکھتا ہوں کہ آپ سواری پر نماز پڑھتے ہیں تو آپ کا رخ قبلہ کی طرف نہیں ہوتا ہے بلکہ مدینہ منورہ کی طرف ہوتا ہے (حالانکہ قبلہ رو ہونا تو نماز میں ضروری ہے) حضرت ابن عمر نے جواب دیا: جیسے تم مجھ کو دیکھ رہے ہو کہ قبلہ رخ چھوڑ کر جس طرف سواری چل رہی ہے اس طرف رخ کر کے نوافل پڑھتا ہوں، ایسا ہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہوں کہ آپ نفل نماز سواری پر اشارہ سے پڑھا کرتے تھے، خواہ سواری کا رخ کسی بھی سمت ہوتا۔

(اس کی روایت ہمارے امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے کی ہے اور امام محمد نے بھی مؤ طا میں اسی طرح روایت کی ہے۔)

ف: درمختار میں لکھا ہے کہ نفل نماز اشارہ کے ساتھ سواری پر مسافر اور مقیم دونوں پڑھ سکتے ہیں۔ بشرطیکہ شہر سے باہر ہوں، اور سواری پر نفل نماز پڑھنے کے لئے نہ تو شروع نماز میں قبلہ رو ہونا ضروری ہے اور نہ درمیان نماز میں۔

چوتھی حدیث

29/2033۔ محمد بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سواری پر نفل نماز پڑھا کرتے تھے اور سواری کا رخ قبلہ کی طرف نہ ہوتا تھا (نہ شروع نماز میں اور نہ درمیان نماز میں)۔

(اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

پانچویں حدیث

30/2034۔انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ جب وہ شام سے لوٹ کر (بصرہ کو) آرہے تھے تو ہم ان کے استقبال کے لئے نکلے جب ہم مقام عین التمر پہونچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ گدھے پر سوار ہیں اور نفل نماز پڑھ رہے ہیں اور آپ کا رخ (قبلہ کی طرف نہیں ہے بلکہ) قبلہ سے بائیں سمت کو ہے میں نے عرض کیا کہ آپ قبلہ کو چھوڑ کر اور طرف رخ کئے نماز پڑھ رہے تھے تو حضرت انس نے فرمایا کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (سواری پر) قبلہ کے سوا کسی اور طرف رخ کر کے نفل نماز پڑھتے نہ دیکھتا تو میں بھی ایسا ہی قبلہ کے سوا کسی اور طرف رخ کئے ہوئے نماز نہیں پڑھتا۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

چھٹی حدیث

31/2035۔جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنی کسی ضرورت سے بھیجا تھا جب میں واپس ہوا تو میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ اپنی سواری پر مشرق کی جانب رخ کئے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں (حالانکہ وہ سمت قبلہ کی نہیں تھی) اور آپ کے سجدہ کا اشارہ رکوع کے اشارہ سے کسی قدر نیچا ہوتا تھا۔(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

سفر میں قصر لازم ہے خواہ سفر کسی ضرورت سے ہو

پہلی حدیث

32/2036۔ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ (ابتداء) سفر اور حضر میں نماز دو رکعت فرض ہوئی تھی، پس سفر کی نماز تو اسی حال پر (دو رکعت ہی) رہی (اس لئے کوئی سفر میں چار رکعت پڑھے تو گنہگار رہوگا) اور حضر کی نماز کو اور دو رکعت بڑھا کر چار رکعت کر دیا گیا (سوائے مغرب کے کہ وہ شروع ہی سے تین رکعت ہیں، اس لئے کہ وہ دن کی

وتر ہے اور اسی لئے مغرب میں قصر نہیں ہے اور ایسا ہی صبح کے فرض ابتداء سے دو رکعت ہی ہیں)۔
(اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ ابتداء میں سفر اور حضر میں دو، دو رکعت فرض ہوئے تھے، سفر کی نماز اسی حال پر دو رکعت ہی رہی اور حضر کی نماز کو اور دو رکعت بڑھا کر چار رکعت کر دیا گیا۔

واضح ہو کہ مقیم پر حضر میں صرف اقامت کی وجہ سے چار رکعت فرض کئے گئے ہیں اور اسی طرح مسافر پر صرف سفر کی وجہ سے دو رکعت فرض کئے گئے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ مقیم پر حضر میں چار رکعت فرض ہونے کی علت صرف اقامت کی حالت ہے کوئی اور حالت نہیں نہ طاعت کی حالت اور نہ گناہ کی حالت یعنی مقیم پر حضر میں اس کے مقیم ہونے کی حیثیت سے چار رکعت فرض ہیں، اس کے مطیع ہونے کی حیثیت سے یا گناہ میں مبتلا ہونے کی حیثیت سے اس پر حضر میں چار رکعت فرض نہیں ہیں، اسی طرح مسافر پر سفر میں دو رکعت فرض ہونے کی علت صرف سفر کی حالت ہے کوئی اور حالت نہیں ہے، نہ طاعت کی حالت اور نہ گناہ کی حالت یعنی مسافر پر سفر میں اس کے مسافر ہونے کی حیثیت سے دو رکعت فرض ہیں، اس کے مطیع ہونے کی حیثیت سے یا گناہ میں مبتلا ہونے کی حیثیت سے اس پر سفر میں دو رکعت فرض نہیں ہیں، اقامت کی حالت میں مقیم پر چار رکعت فرض ہونے پر سب ائمہ کا اتفاق ہے، البتہ مسافر پر سفر میں جو دو رکعت فرض ہیں اس بارے میں بعض آئمہ کا اختلاف ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اگر مسافر کسی طاعت مثلاً حج کے لئے سفر کر رہا ہو تو اس کے لئے قصر کی اجازت ہونی چاہئے اور اگر مسافر کسی گناہ جیسے ڈاکہ زنی وغیرہ کے لئے سفر کر رہا ہو تو اس کو پوری نماز پڑھنا چاہئے اور اس کے لئے قصر کا حکم مناسب نہیں، ہمارے امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مقیم پر صرف اقامت کی وجہ سے جب چار رکعت فرض ہوئے ہیں اور اس چار رکعت کے فرض ہونے میں اقامت کی حالت کے سوا کسی اور حالت طاعت یا گناہ کی حالت کا لحاظ نہیں ہے تو پھر مسافر کے لئے کس بنا پر قصر کرنے کے لئے سفر کی حالت کے سوا طاعت یا گناہ کی حالت کا ہونا ضروری سمجھا جا رہا ہے مسافر پر بھی صرف سفر کی حالت کی وجہ سے ہی دو رکعت کا حکم دیا جانا ضروری ہے اگر قصر کے لئے مسافر پر حالت سفر کے سوا کسی اور حالت یعنی طاعت یا گناہ کی حالت کا لحاظ ضروری سمجھا جائے تو احادیث کے مطلق حکم کے خلاف ہوگا، چنانچہ مذکورۂ صدر کی حدیث شریف کے مطلق حکم سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مقیم کے لئے چار رکعت

کا حکم اس کی اقامت کی وجہ سے ہے، اور مسافر کے لئے دو رکعت کا حکم اس کے سفر کی حالت کی وجہ سے ہے۔ اسی لئے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ سفر خواہ طاعت کے لئے ہو یا گناہ کے لئے ہر دو حالتوں میں قصر کرنا ضروری ہے، اس کے بعد آنے والی حدیثوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے (یہ مضمون فتح القدیر اور طحاوی سے ماخوذ ہے)۔

دوسری حدیث

33/2037 ۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ جب اللہ تعالی نے نماز فرض کی تو (مغرب کے سوا باقی نمازوں کو سفر اور حضر میں) دو دو رکعتیں فرض کی تھیں، بعد میں حضر کی نماز (سوائے فجر کے) اور دو رکعت بڑھا کر چار رکعت کر دی گئیں مگر سفر جیسے دو رکعت فرض کی گئی تھی ویسے ہی دو رکعت باقی رہی۔
(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

تیسری حدیث

34/2038 ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے حضر میں چار رکعت (اس طرح) فرض کئے (کہ پہلے دو رکعت فرض کئے پھر اور دو رکعت بڑھا کر چار رکعت کر دئے) اور سفر میں دو رکعتیں فرض کئے (اور سفر کے یہ دو رکعت ہمیشہ کے لئے دو رکعت ہی رہے) اور خوف کی حالت میں (نماز اس طرح فرض کی گئی کہ (امام کے ساتھ) ایک رکعت (اور تنہا ایک رکعت)۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

35/2039 ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں دو رکعتیں فرض کئے (اور سفر کے یہ دو رکعت ہمیشہ کے لئے دو رکعت ہی رہے) جیسا کہ حضر میں (پہلے دو رکعت فرض کئے اور پھر دو بڑھا کر) چار رکعت فرض کر دئے۔
(اس کی روایت طبرانی نے کی ہے۔)

چوتھی حدیث

36-37/2040-2041 ۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مِنٰی میں سفر کی نماز کی طرح (چار رکعت والی فرض نمازوں میں قصر کرکے) دو رکعت پڑھے ہیں، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی مِنٰی میں مسافر کی نماز کی طرح قصر کرکے دو رکعت ہی پڑھتے رہے، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی مِنٰی میں مسافر کی طرح قصر کرکے دو رکعت ہی پڑھتے رہے، اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ بھی مِنٰی میں (6) سال یا 8 سال تک مسافر کی طرح قصر کرکے دو رکعت ہی پڑھتے رہے (اور جب حضرت عثمان (جیسا کہ مرقات میں امام احمد رحمۂ اللہ کے حوالہ سے مذکور ہے۔12) مکہ معظّمہ میں نکاح کرلئے تو آپ مِنٰی میں قصر نہیں کرتے تھے بلکہ چار رکعت پڑھا کرتے تھے)۔(اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

پانچویں حدیث

38/2042۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ میں سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا۔آپ (چار رکعت والی فرض نمازوں کو قصر کرکے دو رکعت اداء فرمائے) اور اس پر زیادتی نہیں فرمائے یہاں تک کہ اللہ تعالی نے آپ کو وفات دیدی، اور میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی رہا ہوں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اپنی وفات تک سفر میں (چار رکعت والی فرض نماز کو) دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھے، اور میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی رہا ہوں تو حضرت عمر بھی سفر میں (چار رکعت والی فرض نماز کو) دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھے۔ پھر میں حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا ہوں، آپ بھی اپنے انتقال کے وقت تک (چار رکعت والی فرض نماز کو سفر میں) دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھے۔

اس کے بعد حضرت ابن عمر نے فرمایا: اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورہ احزاب پ 21 ع 3،

آیت نمبر:21میں)''لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ''، مسلمانو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں تمہارے لئے پیروی کا بہترین نمونہ موجود ہے)۔

(اس حدیث کی روایت بخاری اور ابن ماجہ نے کی ہے اور مسلم اور ابوداؤد نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ صدر کی دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم چار رکعت والی فرض نمازوں کو ہمیشہ قصر ہی کرتے تھے۔ اور پورے چار رکعت نہیں پڑھتے تھے، اس کی وجہ یہی تھی کہ سفر میں یہ حضرات پورے چار رکعت پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے، اگر پورے چار رکعت کا پڑھنا عزیمت ہوتا اور قصر کرنا رخصت ہوتا تو یہ حضرات کرام قصر پر مداومت نہیں فرماتے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سفر میں قصر کرنا واجب ہے اور اگر کوئی قصر نہ کرے تو گنہگار ہوگا (جامع الآثار، اعلاء السنن۔)

چھٹی حدیث

39/2043۔سعید بن شفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ لوگ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں نماز کس طرح پڑھا کرتے تھے تو حضرت ابن عباس جواب دیتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنے اہل وعیال سے رخصت ہو کر بستی سے باہر ہوتے تو چار رکعت والی فرض نماز کو دو رکعت پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ سفر سے واپس ہو کر پھر اہل وعیال کے پاس تشریف لا لیتے۔(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

40/2044۔ابن ماجہ نے حضرت بشر بن حرب سے اس کی روایت کی ہے۔

ساتویں حدیث

41/2045۔عون بن ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے کہا (ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا) جس وقت آپ گھر

سے نکلنے پھر واپس ہونے تک (ہر چار رکعت والی فرض نماز کو قصر کر کے) دو رکعت ہی پڑھتے تھے (میں کبھی نہیں دیکھا کہ آپ فرض چار رکعت پڑھے ہوں)۔(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

آٹھویں حدیث

42/2046۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زبان مبارک سے میں سنا ہوں کہ سفر میں چار رکعت والی فرض نماز (ابتداء سے) دو رکعت ہی ہے۔ جیسے عید اضحیٰ کی نماز بھی ابتداء ہی سے دو رکعتیں ہیں۔ایسا ہی عیدلفطر کی نماز بھی ابتداء ہی سے دو رکعت ہیں،اوراسی طرح نماز جمعہ کے بھی (ابتداء ہی سے) دو رکعت ہیں۔ یہ چاروں نمازیں اسی طرح دو دو رکعت مقرر کئے گئے ہیں،اور یہ پوری نمازیں ہیں اوراتنی ہی فرض کی گئی ہیں۔ایسا نہیں ہوا کہ پہلے کچھ رکعات زیادہ تھے، پھر کم کر کے دو رکعت کر دئے گئے ۔(اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں چار رکعت والی فرض بھی دو رکعت ہی مقرر کئے گئے ۔ایسا نہیں ہوا کہ چار رکعت تھے بعد میں دو رکعت کر دئے گئے ۔اس لئے سفر میں چار رکعت والی نماز کو دو رکعت ہی پڑھنا چاہئے ۔ اگر چار رکعت پڑھے گا تو گنہگار ہوگا)

(اس حدیث کی روایت نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے اور ابن حبان نے اس کی روایت اپنی صحیح میں کی ہے،اور امام طحاوی نے بھی اس کی روایت اسی طرح کی ہے۔)

نویں حدیث

43/2047۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ ہم طرح طرح کی گمراہیوں میں مبتلا تھے۔(اللہ تعالی کا بڑا فضل ہم پر ہوا) کہ ہماری ہدایت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے (آپ کی تعلیم ایسی مکمل تعلیم تھی کہ ہم تمام گمراہیوں سے ایسے ہی نجات پائے، جیسے آفتاب نکلنے سے تمام اندھیریوں سے نجات مل جاتی ہے) منجملہ آپ کی تعلیمات کے

ایک تعلیم یہ بھی تھی کہ آپ کے ذریعہ سے اللہ تعالی نے ہم کو یہ حکم دیا کہ سفر میں (چار رکعت والی فرض نماز کو) دو رکعت ہی پڑھا کریں (اس پر اور رکعتیں زیادہ نہ کریں) اگر کوئی رکعتیں زیادہ کرے گا تو وہ اللہ تعالی کے حکم کا خلاف کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا)۔

(اس حدیث کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

سفر میں قصر نہ کرنے پر وعید

پہلی حدیث

44/2048۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سفر میں (دو رکعت پڑھنا چاہئے اگر) چار رکعت پڑھے تو وہ ایسا (ہی گنہگار ہوگا اور خدا اور رسول کے حکم کا خلاف کرنے والا) ہوگا جیسے حضر میں بجائے چار رکعت کے دو رکعت پڑھے (کہ وہ گنہگار ہوگا اور خدا رسول کے احکام کا خلاف کرنے والا بھی ہوگا)۔

(اس حدیث کی روایت دارقطنی نے اپنی سنن میں کی ہے۔)

دوسری حدیث

45/2049۔مؤرق عجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ سفر میں نماز کس طرح پڑھنا چاہئے تو حضرت ابن عمر نے ارشاد فرمایا (4 رکعت والی نماز کو) دو رکعت ہی پڑھنا چاہئے۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ سفر میں دو رکعت ہی پڑھا کرتے تھے) جو شخص (باوجود یہ کہ اس کو معلوم ہوا ہو کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سفر میں دو رکعت ہی پڑھا کرتے تھے۔کبھی چار رکعت نہیں پڑھے ہیں، یہ سن کر) پھر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلاف کرے گا تو وہ کافر ہوگا۔

(اس کی روایت عبدالرزاق نے کی ہے۔)

تیسری حدیث

46/2050۔مؤرق عجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ صفوان بن محرز نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ سفر میں نماز کس طرح پڑھنا چاہئے تو حضرت ابن عمر نے ارشاد فرمایا (کہ نماز جتنی زیادہ پڑھی جائے بہتر ہے) اگر میں کہوں (کہ سفر میں چار رکعت نہیں پڑھنا چاہئے، صرف دو رکعت پڑھا کریں (یہ سن کر تم کو یقین نہ آئے گا اور تم کہو گے کہ چار رکعت نماز پڑھنے سے روک رہے ہیں، اس لئے) مجھے خوف ہو رہا ہے کہ تم مجھ پر جھوٹ کا الزام لگاؤ گے۔(ایسا نہیں ہے میں یہ اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں۔حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سفر میں دو رکعت پڑھتے ہوئے دیکھا اور حضرت سے سنا بھی ہوں کہ سفر میں دو رکعت ہی پڑھنا چاہئے) پھر جو شخص حضرت کے قول وفعل کا قصداً خلاف کرے تو وہ کافر ہوگا۔(اس کی روایت امام طحاوی اور بیہقی نے کی ہے۔)

امام مسافر ہو اور مقتدی مقیم ہوں تو نماز کس طرح پڑھی جائے

47/2051۔ ہمام بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک دفعہ مکہ معظّمہ آئے اور (چار رکعت والی فرض نماز کو) دو رکعت پڑھائے (جب سلام پھیر چکے تو) فرمائے: اے اہل مکہ! آپ لوگ اپنی نماز پوری کرلیں، کیونکہ ہم مسافر ہیں۔(اسی لئے ردالمحتار میں لکھا ہے کہ جب امام مسافر ہو، اور مقتدی سب کے سے سب مقیم ہوں یا تھوڑے، ان میں سے مسافر ہوں تو امام کو چاہئے کہ سلام پھیر کر کہہ دے کہ تم اپنی نماز پوری کرلو، ہم مسافر ہیں)۔

(اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔12)

کتنی مسافت کا سفر ہو تو اس میں قصر کیا جائے

48/2052 ۔علی بن ربیعہ والبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ ہم کم از کم کتنی مسافت پر قصر کریں؟ آپ نے فرمایا:

کیا تم مقام سویداء کو جانتے ہو؟ میں نے کہا: دیکھا تو نہیں، ہاں سنا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ تین متوسط راتوں کی مسافت پر ہے (جس کے تین منزل ہوتے ہیں، ہر منزل 8 کوس تو تین منزل کے 24 کوس یعنی 48 میل ہوئے) پس جب ہم (48 میل یا اس سے زیادہ) کی مسافت کے ارادے سے نکلتے ہیں تو ہم (چار رکعت والی فرض) نماز کو قصر کر کے دو رکعت پڑھتے ہیں۔ اس حدیث میں قصر کے لئے جیسے تین منزل کا اندازہ بتلایا گیا ہے۔ ایسا ہی اور موقعوں پر بھی مسافر کے لئے تین کے عدد کا لحاظ کیا گیا ہے۔ مثلاً عورت تین منزل کا سفر کرنا چاہے تو اس کو محرم ساتھ رکھنا ضروری ہے۔ ایسا ہی مسافر کو تین دن رات تک موزوں پر مسح کرنے کا حکم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسافر کے لئے اور موقعوں پر بھی تین دن کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اس لئے سفر میں قصر کے لئے بھی تین منزل کا اعتبار کیا گیا) (تعلیق مجد میں ایسا ہی مذکور ہے۔12)

(اس حدیث کی روایت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الآثار میں کی ہے اور آثار السنن میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔)

(42/61)بَابُ الْجُمُعَةِ

(یہ باب جمعہ کے فضائل کے بیان میں ہے)

جمعہ کے فضائل، آداب اور احکام

ف: قرآن مجید اور احادیث متواترہ اور اجماع امّت سے ثابت ہے کہ نماز جمعہ فرض عین اور اعظم شعائر اسلام سے ہے اس کا منکر کافر اور بے عذر اس کا تارک فاسق ہے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالی کو نماز سے زیادہ کوئی چیز پسند نہیں اور اسی واسطے کسی عبادت کی اس قدر سخت تاکید اور فضیلت شریعت مقدسہ میں وارد نہیں ہوئی۔ اور اسی وجہ سے پروردگار عالم نے اس عبادت کو اپنے ان غیر متناہی نعمتوں کے ادائے شکر کے لئے جن کا سلسلہ ابتدائے پیدائش سے آخر وقت تک بلکہ موت کے بعد اور قبل پیدائش کے بھی منقطع نہیں ہوتا، ہر دن میں پانچ وقت مقرر فرمایا ہے اور جمعہ کے دن چونکہ تمام دنوں سے زیادہ نعمتیں فائز ہوئی ہیں، حتی کہ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام جو انسانی نسل کے لئے اصلِ اوّل ہیں اسی دن پیدا کئے گئے ہیں لہذا اس دن ایک خاص نماز کا حکم ہوا، اور ہم اس سے قبل جماعت کی حکمتیں اور فائدے بھی بیان کر چکے ہیں اور یہ بھی ظاہر ہو چکا ہے کہ جس قدر جماعت زیادہ ہو، اسی قدر ان فوائد کا زیادہ ظہور ہوتا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب مختلف محلوں کے لوگ اور اس مقام کے اکثر باشندے ایک جگہ جمع ہو کر نماز پڑھیں اور ہر روز پانچوں وقت یہ امر سخت تکلیف کا باعث ہوتا۔ ان سب وجوہ سے شریعت نے ہفتے میں ایک دن ایسا مقرر فرمایا ہے جس میں مختلف محلوں اور گاؤں کے مسلمان آپس میں جمع ہو کر اس عبادت کو اداء کریں، اور چونکہ جمعہ کا دن تمام دنوں میں افضل واشرف تھا۔ لہذا یہ تخصیص اسی دن کے لئے کی گئی ہے۔ اگلی امتوں کو بھی خدائے تعالی نے اس دن عبادت کا حکم فرمایا تھا۔ مگر انہوں نے اپنی بدنصیبی سے اس میں اختلاف کیا۔ اور اس سرکشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اس سعادت عظمٰی سے محروم رہے، اور یہ فضیلت بھی اسی امت کے حصہ میں آئی۔ یہود نے شنبہ کا دن مقرر کیا، اس خیال سے کہ اس دن میں اللہ تعالی نے تمام مخلوقات کے پیدا کرنے سے فراغت کی تھی۔ نصاریٰ نے اتوار کا دن مقرر کیا، اس خیال سے کہ یہ دن ابتدائے آفرینش کا ہے۔ چنانچہ اب تک یہ دونوں فرقے ان دونوں دنوں میں بہت اہتمام کرتے ہیں اور تمام دنیا کے کام چھوڑ کر

عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔نصرانی سلطنتوں میں اتوار کے دن اسی سبب سے تمام دفاتر میں تعطیل ہوجاتی ہے۔

(1) ہر مسلمان کو چاہئے کہ جمعہ کا اہتمام پنجشنبہ سے کرے، پنجشنبہ کے دن عصر کے بعد استغفار وغیرہ زیادہ کرے اور اپنے پہننے کے کپڑے صاف کرر کھے، اور خوشبو گھر میں نہ ہو اور ممکن ہو تو اسی دن لاکر رکھے، تاکہ پھر جمعہ کے دن ان کاموں میں اس کو مشغول ہونا نہ پڑے۔ بزرگانِ سلف نے فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ جمعہ کا فائدہ اس کو ملے گا جو اس کا منتظر رہتا ہو، اور اس کا اہتمام پنجشنبہ سے کرتا ہو، اور سب سے زیادہ بدنصیب وہ ہے جس کو یہ بھی نہ معلوم ہو کہ جمعہ کب ہے حتٰی کہ صبح کو لوگوں سے پوچھے کہ آج کون دن ہے، اور بعض بزرگ شبِ جمعہ کو زیادہ اہتمام کی غرض سے جامع مسجد ہی میں جاکر رہتے تھے (احیاء العلوم)۔

(2) پھر جمعہ کے دن غسل کرے، سر کے بالوں کو اور بدن کو خوب صاف کرے اور مسواک کرنا بھی اس دن بہت فضیلت رکھتا ہے (احیاء العلوم)۔

(3) جمعہ کے دن غسل کے بعد عمدہ کپڑے جو اس کے پاس ہوں پہنے اور ممکن ہو تو خوشبو لگائے اور ناخن وغیرہ بھی کتروائے (احیاء العلوم)۔

(4) جامع مسجد میں بہت سویرے جائے، جو شخص جتنے سویرے جائے گا اسی قدر اس کو ثواب زیادہ ملے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن فرشتے دروازے پر اس مسجد کے جہاں جمعہ پڑھا جاتا ہے کھڑے ہوتے ہیں اور سب سے پہلے جو آتا ہے اس کو پھر اس کے بعد دوسرے کو اسی درجہ بدرجہ سب کا نام لکھتے ہیں۔سب سے پہلے جو آیا اس کو ایسا ثواب ملتا ہے جیسے اللہ تعالی کی راہ میں اونٹ قربانی کرنے والے کا اس کے بعد پھر جیسے گائے کی قربانی کرنے کا، پھر جیسے بکرے کی قربانی کرنے کا، پھر جیسے اللہ تعالی کے واسطے مرغ کے ذبح کرنے کا، پھر جیسے اللہ تعالی کی راہ میں کسی کو انڈا صدقہ دیا جائے، پھر جب خطبہ ہونے لگتا ہے تو فرشتے وہ دفتر بند کرلیتے ہیں اور خطبہ سننے میں مشغول ہوجاتے ہیں۔(صحیح مسلم شریف وصحیح بخاری شریف)

اگلے زمانہ میں صبح کے وقت اور بعد فجر کے راستے گلیاں بھری ہوئی نظر آتی تھیں، تمام لوگ اتنے سویرے سے جامع مسجد جاتے تھے اور سخت اژدہام ہوتا تھا جیسے عید کے دنوں میں۔ پھر جب یہ

طریقہ جاتا رہا تو لوگوں نے کہا کہ پہلی بدعت ہے جو اسلام میں پیدا ہوئی یہ لکھ کر امام غزالی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں: کیوں نہیں شرم آتی مسلمانوں کو یہود اور نصاریٰ سے کہ وہ لوگ اپنی عبادت کے دن یعنی یہود شنبہ کو اور نصاریٰ اتوار کو اپنے عبادت خانوں اور گرجا گھروں میں کیسے سویرے جاتے ہیں اور طالبانِ دنیا کتنے سویرے بازاروں میں خرید وفروخت کے لئے پہنچ جاتے ہیں پس طالبانِ دین کیوں پیش قدمی نہیں کرتے (احیاء العلوم)

درحقیقت مسلمانوں نے اس زمانے میں اس مبارک دن کی بالکل قدر گھٹادی۔ان کو یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ آج کون دن ہے۔اوراس کا کیا مرتبہ ہے۔افسوس وہ دن جو کسی زمانہ میں مسلمانوں کے نزدیک عید سے بھی زیادہ تھا اور جس دن پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فخر تھا، اور جو دن اگلی امتوں کو نصیب نہ ہوا تھا آج مسلمانوں کے ہاتھ سے اس کی ایسی ذلت اور ناقدری ہورہی ہے خدائے تعالی کی دی ہوئی نعمت کو اس طرح ضائع کرنا سخت ناشکری ہے جس کا وبال ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ!

(5) جمعہ کی نماز کے لئے پیدل جانے میں ہر قدم پر ایک سال روزہ رکھنے کا ثواب ملتا ہے۔ (ترمذی شریف)۔

(6) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورہ الٓم سجدہ اور ''ہَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ''یعنی سورۂ دہر پڑھتے تھے۔لہذا ان سورتوں کو جمعہ کے دن فجر کی نماز میں مستحب سمجھ کر کبھی پڑھا کرے،کبھی کبھی ترک بھی کردے تاکہ لوگوں کو وجوب کا خیال نہ ہو۔

(7) جمعہ کی نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورہ جمعہ اور سورہ ''مُنَافِقُوْنَ'' یا ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِکَ الْاَعْلٰی ''اور'' ھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃِ''پڑھتے تھے۔

(8) جمعہ کے دن خواہ نماز سے پہلے یا پیچھے سورۂ کہف پڑھنے میں بہت ثواب ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن جو کوئی سورہ کہف پڑھے اس کے لئے عرش کے نیچے سے آسمان کے برابر بلند ایک نور ظاہر ہوگا کہ قیامت کے اندھیرے میں اس کے کام آوے گا اور اس جمعہ سے پچھلے جمعہ تک جتنے گناہ اس سے ہوئے تھے سب معاف ہوجائیں گے (شرح سفر السعادت)

(9) جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے میں بھی اور دنوں سے زیادہ ثواب ملتا ہے اسی لئے

احادیث میں وارد ہے کہ جمعہ کے دن درود شریف کی کثرت کرو۔

شرح سفر السعادت میں یہ بھی لکھا ہے کہ قیامت کے بعد جب اللہ تعالی مستحقین جنت کو جنت میں اور مستحقین دوزخ کو دوزخ میں بھیج دیں گے اور یہی دن وہاں بھی ہوں گے۔ اگر چہ وہاں دن رات نہ ہوں گے مگر اللہ تعالی ان کو دن اور رات کی مقدار اور گھنٹوں کا شمار تعلیم فرمادے گا۔ پس جب جمعہ کا دن آئے گا اور وہ وقت ہوگا کہ جس وقت مسلمان دنیا میں جمعہ کی نماز کے لئے نکلتے تھے ایک منادی آواز دے گا کہ اے اہل جنت مزید کے جنگل میں چلو وہ ایسا جنگل ہے جس کا طول وعرض سوائے خدائے تعالی کے کوئی نہیں جانتا۔ وہاں مشک کے ڈھیر ہوں گے آسمان کے برابر بلند انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام نور کے ممبروں پر بٹھلائے جائیں گے اور مومنین یاقوت کی کرسیوں پر، پس جب سب لوگ اپنے اپنے مقام پر بیٹھ جائیں گے حق تعالی ایک ہوا بھیجے گا جس سے وہ مشک جو وہاں ڈھیر ہوگا اڑے گا، وہ ہوا اس مشک کو ان کے کپڑوں میں لے جائے گی اور منھ میں اور بالوں میں لگائے گی اور ہوا اس مشک کے لگانے کا طریقہ اس عورت سے بھی زیادہ جانتی ہے جس کو تمام دنیا کی خوشبوئیں دی جائیں، پھر حق تعالی حاملان عرش کو حکم دے گا کہ عرش کو ان لوگوں کے درمیان میں لے جا کر رکھو، پھر ان لوگوں کو خطاب کر کے فرمائے گا کہ اے میرے بندو! جو غیب پر ایمان لائے ہو، حالانکہ مجھ کو دیکھا نہ تھا۔ اور میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی اور میرے حکم کی اطاعت کی، اب کچھ مجھ سے مانگو یہ دن مزید یعنی زیادہ انعام کرنے کا ہے۔ سب لوگ ایک زبان ہوکر کہیں گے کہ اے پروردگار ہم تجھ سے خوش ہیں تو بھی ہم سے راضی ہوجا۔ حق تعالی فرمائے گا اے اہل جنت میں اگر تم سے راضی نہ ہوتا تو تم کو اپنی بہشت میں نہ رکھتا اور کچھ مانگو، یہ دن مزید انعام دینے کا ہے، تب سب لوگ متفق اللسان ہوکر عرض کریں گے کہ اے پروردگار ہم کو اپنا جمال دکھادے کہ ہم تیری مقدس ذات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں، پس حق سبحانہ پردے اٹھادے گا اور ان لوگوں پر ظاہر ہوجائے گا اور اپنے جمالِ جہاں آرا سے ان کو گھیر لے گا۔ اگر اہل جنت کے لئے یہ حکم نہ ہو چکا ہوتا کہ جنتی کبھی نہ جلیں گے تو بے شک وہ اس نور کی تاب نہ لاسکتے اور جل جاتے، پھر ان سے فرمائے گا کہ اب اپنے اپنے مقامات پر واپس ہوجاؤ۔ اور ان لوگوں کا حسن و جمال اس جمال حقیقی کے اثر سے دوگنا ہوگیا ہوگا۔ یہ لوگ جب اپنی بیویوں کے پاس آئیں گے تو نہ بیبیاں ان کو دیکھیں گے نہ یہ بیویوں کو، تھوڑی دیر کے بعد جب وہ

نورجوان کو چھپائے ہوئے تھا ہٹ جائے گا، تب یہ آپس میں ایک دوسرے کو دیکھیں گے ان کی بیبیاں کہیں: گی جاتے وقت جیسی صورت تمہاری تھی وہ اب نہیں، یعنی ہزار ہا درجہ اس سے اچھی ہے' یہ لوگ جواب دیں گے کہ ہاں اس سبب سے کہ حق تعالی نے اپنی ذات مقدس کو ہم پر ظاہر کیا تھا اور ہم نے اس جمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھا (شرح سفرالسعادت) دیکھئے جمعہ کے دن کتنی بڑی نعمت ملی۔

(11) ہرروز دوپہر کے وقت دوزخ تیز کی جاتی ہے مگر جمعہ کی برکت سے جمعہ کے دن تیز نہیں کی جاتی۔(احیاءالعلوم)۔

(12) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جمعہ کو ارشادفرمایا کہ اے مسلمانو! جمعہ کے دن کو اللہ تعالی نے عید مقرر فرمایا ہے۔ پس جمعہ کے دن غسل کرو اور جس کو میسر ہو خوشبو لگائے اور مسواک کو اس دن لازم کرلو (ابن ماجہ)۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ''وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ o وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ '' اوراللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورہ بروج پ30 ع1، آیت نمبر:3-4 میں) اور (قسم ہے) اس دن کی جس کا وعدہ ہے (یعنی قیامت کے دن کی) اور (قسم ہے) حاضر ہونے والے دن کی اور (قسم ہے) اس (دن) کی جس میں لوگوں کی حاضری ہوتی ہے (ترمذی کی حدیث میں مرفوعاً مروی ہے کہ ''یوم موعو'' د قیامت کا دن ہے اور ''شاہد'' جمعہ کا دن ہے اور ''مشہود'' عرفہ کا دن ہے، جمعہ کو شاہد اور عرفہ کو مشہود شاید اس لئے فرمایا کہ جمعہ کے دن سب اپنی اپنی جگہ رہتے ہیں، تو گویا یہ دن خود آیا ہے اور عرفہ کے دن حجاج اپنے اپنے مقامات سے سفر کر کے عرفات میں اس یوم کے قصد سے جمع ہوتے ہیں تو گویا یہ دن مقصود اور دوسرے لوگ حاضری کا قصد کرنے والے ہیں۔12

اللہ تعالی نے مسلمانوں کو جمعہ دے کر سب قوموں پر ان کو فضیلت عطا فرمائی ہے

2055-2053/1-3 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: ہم (دنیا میں) سب سے پیچھے آئے اور قیامت کے دن سب سے پہلے (اس طرح ہوں گے) کہ قبروں سے سب سے پہلے اٹھائے جائیں گے اور سب سے

پہلے پل صراط پر سے گزر جائیں گے اور سب امتوں سے پہلے ہمارا فیصلہ ہوگا۔ انتظار کی تکلیف نہیں اٹھانا پڑے گا اور پھر جنت میں داخل ہونے میں سب امتوں سے پہلے ہم داخل جنت ہوں گے) ہاں یہ سچ ہے کہ اہل کتاب کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی اور ہم کو ان کے بعد کتاب عطا ہوئی۔ (کتاب کے پہلے دینے میں کوئی شرف کی بات نہیں ہے) نفس کتاب کے دینے میں ہم اور وہ مشترک ہیں، مگر قابل غور بات یہ ہے کہ ہماری کتاب ان کے کتابوں کی ناسخ ہے اور ان کے زمانے میں ان سے جو جو فضیحتیں ہوتی ہیں، ان کو ہماری کتاب ظاہر کرنے والی ہے اور ان پر جو جو عذاب آیا ان کو ظاہر کی ہے اس لحاظ سے ہم کو ان سے عبرت لینے کا موقع حاصل ہے اور ان کی سزاؤں سے نصیحت لینے کا بھی موقع ملتا ہے، ان کے حالات سنا کر ہم کو ادب دیا گیا ہے، اس لحاظ سے بھی ہمارا آخر میں آنا باعث شرف ہے منجملہ اہل کتاب کی کوتاہیوں کے ایک یہ بھی ہے کہ عبادت کرنے کے لئے کوئی خاص دن مقرر کرنا تھا) ان کو جمعہ کا دن مقرر کر کے دیا گیا (مگر اس جمعہ کے دن کی ان کو کچھ قدر نہ ہوئی) وہ جمعہ کے لینے میں اختلاف کر کے جمعہ کو قبول نہیں کئے (اپنی ٹھہرائی ہوئی مصلحتوں سے یہود نے شنبہ کو عبادت کے لئے اختیار کیا اور نصاریٰ نے اتوار کو۔) خدا کا شکر ہے کہ اللہ نے ہم کو جمعہ کے دن کے اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی۔ ہم جمعہ کو اختیار کئے اور اس دن کے لحاظ سے اہل کتاب ہم سے پیچھے ہوگئے۔ یہود (شنبہ کے دن کو اختیار کر کے) ایک دن پیچھے ہوگئے اور نصاریٰ (اتوار کو اختیار کر کے) دو دن پیچھے ہوگئے (یہ جمعہ کی نعمت ہم کو اور دوسرے دینی نعمتوں کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود مبارک سے حاصل ہوئی)۔

(اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

جمعہ کے فضائل

4/2056۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام دنوں سے بہتر جمعہ کا دن ہے (جس دن جو واقعات ظاہر ہوتے ہیں، ان واقعات سے اس دن کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ جمعہ کے دن بھی جو واقعات پیش آئے ہیں، ایسے واقعات کسی اور دن ظاہر نہیں ہوئے، ایک واقعہ تو یہ ہوا کہ اشرف المخلوقات) حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیدائش کی تکمیل جمعہ کے دن ہوئی (جمعہ کے دن ہی آپ کے جسم مبارک میں روح ڈالی گئی) پھر آپ کو جمعہ کے دن ہی جنت میں داخل کیا گیا۔ پھر آپ کو جمعہ کے دن ہی جنت سے باہر لایا گیا (حضرت آدم علیہ السلام کو جنت کے باہر لانے سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس میں حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہانت ہے بلکہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جنت سے نکالنے میں بڑی مصلحت یہ تھی کہ آدم علیہ السلام کو زمین کا خلیفۃ اللہ بنایا گیا تھا اس کا ظہور زمین پر لانے سے ہی ہوا، کتابوں کا نازل کرنا، اور پیغمبروں کا بھیجنا یہ بھی حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جنت سے نکلنے سے ہی ہوا۔ یہ اور اس طرح کے اور حالات جنت سے نکلنے کی وجہ سے ہوئے، اس لئے جنت سے نکلنا بھی ایک عظیم الشان کام تھا جو جمعہ کے دن ہوا۔ اس سے بھی جمعہ کی عظمت ظاہر ہوتی ہے) اور قیامت (یعنی نفخ ثانی جس سے تمام مخلوق زندہ ہوکر میدان حشر میں آئے گی) جمعہ کے دن ہی ہوگی (اس سے اہل جنت کو بڑے بڑے مراتب جنت ملیں گے، اس کے بعد ہی اسی کی وجہ سے جنت کی نعمتیں بھی ان کو حاصل ہوں گی، یہ معظم کام بھی جمعہ کے دن ہی ہوں گے، اس سے بھی جمعہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے)۔ (اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

جمعہ مسلمانوں کی عید کا دن ہے

5/2057۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی ہے کہ آپ (ایک دن یہ آیت پڑھے (سورۂ مائدہ پ6، ع1، آیت نمبر: 3) ''اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا '' (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) (مسلمانو!) آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کردیا اور میں نے تم پر اپنا انعام پورا کردیا۔ اور میں نے اسلام

کوتمہارا دین بننے کے لئے پسند کرلیا)۔ جب حضرت ابن عباس یہ آیت پڑھے تو اس وقت آپ کے پاس ایک یہودی (بیٹھا ہوا) تھا اس نے کہا اگر یہ آیت ہم پر اترتی تو آپ دیکھتے کہ ہم اس دن کو عید مناتے (مسلمانوں پر افسوس ہے کہ اس آیت کے اترنے کی کچھ قدر نہیں کئے، یہودی سے یہ سن کر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمائے: تم تو ایک عید مناتے ہم تو اس آیت کی خوشی میں دو عید مناتے ہیں (سالانہ بھی اور ہفتہ واری بھی) تم کو معلوم ہے کہ یہ آیت کب اتری ہے؟ یہ آیت عرفات میں عصر کے وقت جمعہ کے روز ذی الحجہ کی نویں تاریخ یعنی عرفہ کے روز نازل ہوئی ہے (عرفہ کے دن عرفات میں سالانہ عید ہوتی ہے جس میں تمام دنیا کے مسلمان جمع ہوتے ہیں اور جمعہ کے دن ہفتہ واری عید ہوتی ہے، جس میں شہر کے تمام لوگ ایک جگہ جمع ہوتے ہیں اس طرح اس آیت کے اترنے کے دن ہم دو خوشیاں منایا کرتے ہیں)۔ (اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن کے فضائل

6/2058۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب رجب کا مہینہ آتا تھا تو آپ یہ دعا پڑھا کرتے تھے: ''اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَ بَلِّغْنَا رَمُضَانَ'' اے اللہ! رجب آ گیا ہے، رجب اور شعبان میں ہمارے نیک اعمال میں برکت عطا فرمایئے (کہ بہت نیکیاں کر کے دل کو رمضان کے قابل بنائیں) پھر ہم کو رمضان تک پہونچایئے (کہ ہم رمضان میں روزے رکھ کر اور تراویح پڑھ کر دل کو خوب جلا دیں اور روشن کرلیں اور اللہ تعالی کی رحمتوں کے مستحق بن جائیں، راوی کہتے ہیں کہ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ (اللہ تعالی کے انوار جمعہ میں اس قدر برستے ہیں کہ) جمعہ کی رات نورانی رات ہوجاتی ہے اور اس کا دن روشن دن ہوجاتا ہے۔ (اس کی روایت بیہقی نے دعوات کبیر میں کی ہے۔)

جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے

7/2059۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (سورہ بروج کی تفسیر میں) ارشاد فرمایا کہ اَلْیَوْمُ الْمَوْعُوْدُ (وہ دن جس کا وعدہ ہے) سے مراد قیامت کا دن ہے اور اَلْیَوْمُ الْمَشْھُوْدُ (وہ دن جس دن میں لوگ تمام دنیا سے عرفات میں حاضر ہوتے ہیں) سے مراد عرفہ کا دن ہے اور شاہد سے مراد جمعہ کا دن ہے (کہ لوگ تو اپنی اپنی جگہ رہتے ہیں اور جمعہ ان پر حاضر ہوتا ہے) اور سب دنوں سے افضل دن جمعہ کا دن ہے، جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہے کہ جو بندۂ مومن اللہ تعالی سے اس وقت دعا خیر کرتا ہے تو اس کی دعا اللہ تعالی قبول فرما لیتے ہیں اور جس شر سے بچانے کی دعا کرتا ہے، تو اللہ تعالی اس کو اس شر سے بچائے رکھتے ہیں۔
(اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔)

جمعہ کے فضائل

8/2060۔ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کا دن سب دنوں کا سردار ہے، اللہ تعالی کے پاس سب دنوں سے زیادہ جمعہ کی عظمت ہے اور عید الفطر اور عید اضحیٰ سے بھی زیادہ اللہ کے نزدیک اس کی عظمت ہے، جمعہ میں پانچ عظیم الشان کام (کچھ ہوئے) ہیں (اور کچھ ہونے والے ہیں) اس لئے جمعہ کی سب دنوں سے زیادہ عظمت ہے (اشرف المخلوقات) حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی پیدائش کی تکمیل جمعہ کے دن ہوئی (جمعہ کے دن ہی آپ کے جسم مبارک میں روح ڈالی گئی) آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن ہی زمین کی طرف اتارا گیا (جس سے آدم علیہ السلام کی خلیفۃ اللہ ہونے کی تکمیل ہوئی، پیغمبر آئے، کتابیں اتاری گئیں، یہ سب جنت سے اترنے سے ہی ہوا۔ اس سے بھی جمعہ کی عظمت ثابت ہوتی ہے) اور جمعہ کے دن ہی حضرت آدم علیہ السلام کا انتقال ہوا (جس سے حضرت آدم علیہ

السلام پریشانیوں کے گھر سے نکل کر امن وعافیت کے گھر میں پہونچے، اس سے بھی جمعہ کی عظمت ثابت ہوتی ہے) اور جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہے جو بندۂ مومن اللہ تعالی سے اس وقت دعاء خیر کرتا ہے تو اس کی دعا اللہ تعالی قبول فرمالیتے ہیں، ہاں اس گھڑی میں اگر بندہ کوئی حرام اور ناجائز کام کی دعا کرے تو وہ دعا قبول نہیں ہوگی۔ (اس میں بندے کا ہی فائدہ ہے۔ وہ اپنی بے سمجھی سے ناجائز امور کا سوال کررہا تھا۔ اس لئے اس کی دعا قبول نہیں کئے۔ اور اس کو اسی دعا کے شر سے بچادئے۔ قیامت (کے نفخ ثانی کی طرح نفخ اول یہی) جمعہ کے دن ہوگا۔ اسی وجہ سے جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو (انسان کے سواء) مقرب فرشتے، آسمان وزمین، ہوائیں، پہاڑ، دریا سب ڈرے اور سہمے ہوئے رہتے ہیں (کہ شاید اسی جمعہ کو قیامت قائم ہوجائے، اور ہم تباہ ہوجائیں نفخ اول کا یہ عظیم الشان کام بھی جمعہ کے دن ہوگا)۔ (اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

9/2061۔ اور امام احمد کی روایت میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مذکور ہے) کہ ایک انصاری صحابی حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کئے کہ حضور جمعہ میں کیا کیا خیر و برکات ہیں ان کو بیان فرمائیے، آپ ان انصاری کو وہی پانچ بتلائے جن کا صدر میں ذکر ہوا ہے۔

جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہے جس میں دعاء قبول ہوتی ہے

پہلی حدیث

10/2062 ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اگر کسی مسلمان کو وہ مل جائے اور وہ اس میں اللہ تعالی سے کوئی بھلائی کی دعاء کرے تو اللہ تعالی اس کی دعاء قبول کرکے وہ بھلائی اس کو عطا فرماتے ہیں۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے اور مسلم میں اتنا اور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبولیت کی وہ ساعت

بہت تھوڑی ہے۔

11/2063۔اور بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن میں ضرور ایک ساعت ایسی ہے اگر ٹھیک اس ساعت میں کوئی مسلمان دعاء میں مشغول ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی وہ دعاء (اس ساعت کی برکت سے) ضرور قبول فرماتے ہیں۔

دوسری حدیث

12/2064۔ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ جمعہ کی وہ ساعت جس میں دعاء قبول ہوتی ہے امام کے (پہلے خطبہ کے لئے) منبر پر بیٹھنے کے وقت سے لے کر فرض جمعہ کے ختم ہونے کے درمیان میں کسی وقت آجاتی ہے۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ جمعہ کی وہ ساعت جس میں دعاء مقبول ہوتی ہے وہ امام کے خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھنے کے وقت سے لے کر فرض جمعہ کے ختم تک رہتی ہے حالانکہ خطیب کے خطبہ بیان کرنے کے وقت انصات یعنی چپ رہنے کا حکم ہے اور نماز میں تو بات کر ہی نہیں سکتے پھر دعا کا کیسا موقع ملے گا۔اس بارے میں صاحب مرقات نے علامہ بلقینی رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ دعاء کے لئے زبان سے تلفظ شرط نہیں ہے،صرف دل میں دعاء کا خیال رکھنا کافی ہے۔ایسا خیال رکھنے سے بھی قبول ہوجاتی ہے(مرقات)۔

جمعہ کے فضائل اور مقبول گھڑی کا ذکر

13/2065۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے طور جانے کا

اتفاق ہوا۔ وہاں کعب احبار سے ملاقات ہوئی، میں ان کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگا (چونکہ) وہ اس زمانہ میں یہودی تھے) اپنی توراۃ کے کچھ مضامین سنانے لگے، میں بھی ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احادیث سنارہا تھا منجملہ ان احادیث کے جو میں ان کو سنارہا تھا، ایک حدیث یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، یوں تو ہر دن آفتاب نکلتا ہے اور جمعہ کے دن بھی آفتاب نکلتا ہے، مگر جمعہ کے دن آفتاب نکلنے سے جمعہ کا جو ظہور ہوتا ہے اس دن جو خیر و برکات ظاہر ہوتے ہیں، ایسے کسی دن میں ظاہر نہیں ہوتے، اس لئے جمعہ کا دن سب دنوں میں افضل ہے۔ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی دن پیدا کئے گئے اور اسی دن (جنت) سے زمین پر اتارے گئے اور اسی دن ان کا قصور معاف ہوا۔ اور اسی دن انہوں نے وفات پائی۔ اسی دن قیامت قائم ہوگی (اور پہلی بار صور پھونکا جائے گا۔ جس سے سارا عالم فنا ہو جائے گا) جن و انس کے سوا ہر جاندار کو اس کی خبر ہے کہ جب کبھی قیامت آئے گی تو جمعہ کے دن صبح صادق سے طلوع آفتاب کے درمیان ہی آئے گی) اس لئے جن و انس کے سوا کوئی جانور ایسا نہیں جو جمعہ کے دن صبح صادق سے طلوع آفتاب تک قیامت قائم ہونے کے خوف سے صور پھونکے جانے کی آواز کی طرف کان نہ لگائے رکھتا ہو، جمعہ کے دن میں ایک ساعت ایسی ہے کہ کوئی مسلمان نماز پڑھ رہا ہو اور اتفاق سے وہ ساعت نماز میں آگئی (اور اس کے دل میں دعاء کا مضمون حاضر تھا) تو اللہ تعالی اس گھڑی کی برکت سے اس کی دعاء قبول فرما کر جو بھلائی وہ مانگ رہا تھا، اس کو عطا فرماتے ہیں (یہ سن کر) کعب احبار نے فرمایا کہ (ہمارے پاس بھی اس کا داخلہ ہے) یہ ساعت جس میں دعا قبول ہوتی ہے، سال میں ایک مرتبہ آتی ہے، میں نے ان سے کہا نہیں، یہ مقبول ساعت تو ہر جمعہ میں آتی ہے (یہ سن کر) کعب نے تورات کی تلاوت کی اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا (مجھے خیال نہیں رہا تھا) تورات میں بھی ویسا ہی ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر جمعہ کو وہ

مقبول ساعت آتی ہے۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میری ملاقات عبداللہ بن سلاّم رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو میری اور کعب احبار کی جمعہ کی مقبول ساعت کے متعلق جو گفتگو ہوئی تھی اس کو میں عبداللہ بن سلاّم کے سامنے دہرایا کہ کعب کہہ رہے تھے کہ یہ مقبول ساعت ہر سال ایک دن میں آتی ہے (یہ سن کر عبداللہ بن سلاّم کہے: کعب کو یاد نہ رہا ہوگا، وہ غلط کہے، پھر میں عبداللہ بن سلام سے کہا کہ کعب توراۃ پڑھنے لگے ان کو اپنی غلطی کا علم ہوگیا۔اس لئے پھر کعب نے کہا: سچ ہے وہ مقبول ساعت ہر جمعہ میں آتی ہے عبداللہ بن سلاّم یہ سن کر کہے: اب کعب نے سچ کہا، پھر عبداللہ بن سلاّم نے کہا کہ میں اس ساعت کو جانتا ہوں کہ وہ جمعہ کے دن کس وقت آتی ہے، تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن سلاّم سے کہا کہ مجھے وہ ساعت بتا دیجئے اور مجھ سے اس ساعت کو نہ چھپایئے تو عبداللہ بن سلاّم نے فرمایا کہ وہ جمعہ کے دن کی آخری ساعت ہے۔ابو ہریرہ کہتے ہیں کہا وہ جمعہ کے دن کی آخری ساعت کیسے ہوسکتی ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو مسلمان بندہ نماز پڑھتے ہوئے اس ساعت کو پالے، حالانکہ (عصر کے بعد) جمعہ کی آخری ساعت میں کوئی نماز نہیں پڑھی جاتی ہے یہ سن کر عبداللہ بن سلام نے فرمایا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں سنے کہ حضور فرمائے ہیں کہ جو شخص نماز کے انتظار میں بیٹھا ہو تو سمجھا جائے گا کہ وہ نماز ہی میں ہے، میں نے کہا ہاں بیشک میں نے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا ہی فرمائے ہیں! تو عبداللہ بن سلام نے کہا: بس اب سمجھ لو کہ نماز پڑھتے ہوئے وہ ساعت پانے سے مطلب یہ ہے کہ جو بندۂ مومن نماز کے انتظار میں ہو تو وہ نماز میں ہی سمجھا جاتا ہے) ایسے نماز کے انتظار کی حالت میں اس کو وہ ساعت ملی تو سمجھا جائے گا کہ نماز میں ہی اس کو وہ ساعت ملی۔اس وقت وہ جو دعاء کرے قبول ہوتی ہے)۔

(اس حدیث کی روایت امام مالک، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے کی ہے اور امام احمد نے بھی

اس کے قریب قریب روایت کی ہے۔)

جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہے جس میں دعاء قبول ہوتی ہے

پہلی حدیث

14/2066 ۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ ساعت جس میں دعاء مقبول ہوتی ہے۔ جمعہ کے دن عصر کے بعد سے لے کر سورج کے غروب ہونے تک کسی وقت آتی ہے، اس لئے اس مقبول ساعت کو اس وقت میں تلاش کرو۔(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

جمعہ کے فضائل

15/2067 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ حضور جمعہ کے دن کو جمعہ کیوں کہتے ہیں؟ کون چیزیں اس میں جمع کی گئی ہیں۔جس کی وجہ سے اس کو جمعہ کہتے ہیں: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے: سنو! (اس دن میں بہت سے اہم اور عظیم الشان امور جمع ہوتے ہیں) جمعہ میں ایک بات تو یہ ہوئی کہ آدم علیہ السلام کو بنانے کے لئے مٹی کو خمیر کیا گیا، جمعہ کے دن ہی پہلا صور پھونکا جائے گا (جس سے تمام عالم فنا ہوجائے گا) اور جمعہ کے دن ہی (دوسرا صور پھونکا جائے گا جس سے) تمام عالم پھر زندہ ہوجائے گا۔ جمعہ کے دن ہی میدان قیامت (میں وہ ہنگامہ) قائم ہوگا (جس کی دہشت سے بچے بوڑھے ہوجائیں گے) جمعہ کے دن آخری حصہ میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ اس گھڑی میں جو کوئی دعاء کرے اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرماتے ہیں۔(اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن عصر سے مغرب تک کے درمیان مقبول ساعت آتی ہے اس لئے عصر سے مغرب تک کے وقت کو اور دنیوی امور میں ضائع نہ کریں بلکہ عبادات اور دعاء میں مشغول رہیں)۔(اس حدیث کی روایت

امام احمد نے کی ہے۔)

جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھنے کی فضیلت

پہلی حدیث

16/2068 ۔اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم جن دنوں کو افضل سمجھتے ہو منجملہ ان کے جمعہ کا دن بھی ایک افضل دن ہے، جمعہ کے دن ہی آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بنانے کے لئے مٹی کو خمیر کیا گیا اور جمعہ کے دن ہی آپ کی وفات ہوئی اور جمعہ کے دن ہی دوسرا صور پھونکا جائے گا (جس سے تمام عالم پھر زندہ ہوگا) اور جمعہ کے دن ہی پہلا صور پھونکا جائے گا (جس سے تمام عالم فنا ہوگا) (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر ارشاد فرمائے کہ جب تم سن چکے کہ) جمعہ افضل دنوں میں سے ہے تو اس دن (افضل عبادات یعنی) مجھ پر درود کی کثرت کیا کرو، کیونکہ جمعہ کے دن درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے (چونکہ جمعہ افضل ایام سے ہے تو اس دن میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں درود پڑھنا نہایت مناسب ہے، جمعہ کے دن درود شریف کثرت سے پڑھنے کے لئے اس لئے ارشاد ہورہا ہے کہ اور دنوں میں فرشتوں کے ذریعہ سے حضور کی خدمت میں درود پیش کیا جاتا ہے مگر) جمعہ کے دن ایک خاص (کشف کا یہ مضمون مرقات میں مذکور ہے۔) کشف کی کیفیت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ظاہر ہوتی ہے جس کی وجہ سے درود پڑھنے والے کے درود کو حضور بلا واسطہ خود سماعت فرماتے ہیں (جیسے ہدیہ دینے والے کے ہدیہ (جیسا کہ سندھی حاشیہ نسائی میں مذکور ہے۔12) کو ہدیہ لینے والا خود لیتا ہے) صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ہمارے درود آپ پر کس طرح پیش کئے جائیں گے (اور آپ کو کیسا کشف ہوگا) جبکہ حضور کا جسم مبارک (بعد وصال کے) محفوظ نہ رہے گا۔(یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجلّ نے انبیاء

کے جسم زمین پر حرام کردئے ہیں (کہ مٹی انبیاء کے جسم کو نہیں کھاتی بلکہ جسم صحیح و سالم رہتے ہیں)۔ (ایسا ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم مبارک بھی زمین پر حرام کردیا گیا ہے اور آپ کے جسم کی کوئی نظیر عالم برزخ میں نہ ہونے سے اسی جسم مطہر میں روح اقدس واپس کردی گئی ہے، آپ قبر شریف میں زندہ تشریف فرما ہیں اور کشف جسم مطہر پر ہی ہوتا ہے اس لئے حضور جمعہ کے دن اپنی امت کے درود کو جسم مطہر ہی سے سنتے ہیں، خواہ امتی دنیا کے کسی حصہ سے بھی درود پڑھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جمعہ کے دن اپنے امتی کے درود کو فرشتہ کے واسطے کے بغیر سن لینا کوئی تعجب کی بات نہیں، جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا واقعہ ہوا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں جمعہ کا خطبہ دیتے ہوئے ایران کے میدان جنگ میں حضرت ساریہ سپہ سالار کو دیکھے اور ان کو صحیح جنگ کرنے کا اعلان کئے، اس اعلان کو حضرت ساریہ بھی سینکڑوں میل کے فاصلہ سے سن لئے۔اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب سینکڑوں میل دور سے کشف ہوا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بدرجہ اولیٰ امتی کے درود کا خواہ دنیا کے کسی حصہ سے بھی ہو کشف ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں بلکہ امر یقینی ہے)۔(اس حدیث کی روایت ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے اور بیہقی نے بھی اس کی روایت دعوات کبیر میں کی ہے۔)

دوسری حدیث

17/2069۔ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، اس وجہ سے کہ جمعہ کا دن (بہت متبرّک دن ہے۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث 399 سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ شاہد ہے، اس لئے کہ لوگ تو اپنی اپنی جگہ رہتے ہیں، جمعہ ان لوگوں کے پاس ان کو فیض پہونچانے خود حاضر ہوتا ہے، ایسا ہی جمعہ) مشہود بھی ہے، اس لئے کہ جمعہ کے دن رحمت کے

فرشتے کثرت سے آتے ہیں اور رحمت پھیلاتے ہیں (کسی دن میں ایسی رحمت نازل نہیں ہوتی، جیسے جمعہ کے دن نازل ہوتی ہے صلوٰۃ یعنی درود بھی رحمت ہی ہے اس لئے کثرت سے بھیجا کرو) (تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ جمعہ کے دن درود بھیجنے میں اور دوسرے دنوں میں درود بھیجنے میں بڑا فرق ہے اور دنوں میں تم جو درود بھیجتے ہو وہ درود فرشتے میرے پاس لاکر پیش کرتے ہیں، بخلاف) جمعہ کے کہ اس دن مجھے ایسا کشف ہوجاتا ہے کہ بغیر فرشتوں کے واسطوں کے تمہارا درود کشف کے ذریعہ سے مجھ پر ظاہر ہوجاتا ہے (یہ پورا مضمون مرقات میں مذکور ہے۔) (میں تمہارے درود کو خود سنتا ہوں اور یہ کشف تمہارا درود پڑھنا ختم ہونے تک باقی رہتا ہے (گو کتنی ہی دیر ہو اور کتنی ہی دور سے پڑھا جائے، یہ بات اور دنوں میں حاصل نہیں ہوتی ہے، اس لئے تم کو تاکید سے کہتا ہوں کہ جمعہ کے دن کثرت سے مجھ پر درود بھیجا کرو) ابو درداء کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: حضور یہ کشف ہونا آپ کی زندگی تک ہی ہے یا آپ کے وصال کے بعد بھی ایسا ہی آپ کو جمعہ کے دن درود پڑھے جانے کا کشف ہوتا رہے گا: یہ سن کر حضور ارشاد فرمائے سنو: ابو درداء (پیغمبروں کا تم عوام پر قیاس نہ کرنا) اللہ تعالی نے پیغمبروں کے جسم زمین پر حرام کردئے ہیں کہ پیغمبروں کے جسم کو (عوام کے جسم کی طرح) مٹی نہیں کھاتی ہے، وہ اپنے جسموں کے ساتھ اپنی قبروں میں زندہ موجود ہیں (ایسا ہی میں اپنی قبر میں اپنے جسم کے ساتھ زندہ رہوں گا۔ ابو درداء تم سمجھتے ہوں گے صرف روحانی زندگی ہوگی، نہیں نہیں بلکہ روح جسم کے ساتھ ایسی موجود رہے گی جیسے دنیا میں ہے، اس لئے) وہاں رزق بھی دیا جائے گا۔ (اس لئے میں قبر میں زندہ رہوں گا اور مجھے کشف بھی ہوتا رہے گا اور میں امتیوں کے درود کو خود سنوں گا۔ اس خصوص کی وجہ سے کہتا ہوں کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو)۔

(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں انتقال کی فضیلت

18/2070 ۔عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو مرتا ہے تو اللہ تعالی ہر ایسے مسلمان کو (ہمیشہ (مرقات ۔12) کے لئے) قبر کے عذاب اور سوال سے محفوظ رکھتے ہیں۔

(اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔)

(43/62) بَابُ وُجُوبِهَا

(اس باب میں نماز جمعہ کا فرض عین ہونا ثابت کیا گیا ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ''یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ'' اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورہ جمعہ پ28 ع2، آیت نمبر:9 میں) اے ایمان والو! جب جمعہ کے روز نماز جمعہ کے لئے (پہلی) اذان دی جائے تو تم اللہ کی یاد یعنی نماز اور خطبہ کی طرف فوراً چل پڑا کرو۔ (جیسا کہ تفسیرات احمد یہ اور درمختار میں مذکور ہے۔12)

نماز جمعہ ترک کرنے کی وعید

پہلی حدیث

1/2071 ۔عبداللہ بن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ ہم کو خوب یاد ہے کہ اسی منبر شریف پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے اور ہم سن رہے تھے کہ لوگ جمعہ کی نماز چھوڑنے سے باز آ جائیں (اور پابندی سے جمعہ پڑھا کریں) ورنہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالی جمعہ کی نماز ترک کرنے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیں گے (جس سے ان کو عبادت کی توفیق نہیں ہوگی) (اصل مہر تو کافروں کے دل پر لگائی جاتی ہے، جمعہ چھوڑنے والوں کے لئے بھی کافروں کا سا برتاؤ کیا جائے گا کہ ان کے دلوں پر بھی مہر لگائی جائے گی، جس سے ان کے دلوں پر بھی ایسا زنگ آئے گا کہ یہ بھی) غافلین کے گروہ میں شمار کئے جائیں گے (اور کافروں کے جیسے اخلاق ان سے ظاہر ہوں گے)۔ (اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

2/2072۔ابوالجعد ضمیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص (بغیر عذر کے) محض سستی اور غفلت کی وجہ سے تین نماز جمعہ (متواتر) ترک کردے تو اللہ تعالی اس کے دل پر مہر لگا دیتے ہیں (جس سے اللہ تعالی کا فیض اس کے دل سے رُک جاتا ہے اور جہل، غفلت اور نفاق سے اس کا دل بھر جاتا ہے اور ایمان کا نور اس کے دل سے جاتا رہتا ہے) (جیسا کہ مرقات اور زرقانی میں مذکور ہے۔12)

(اس حدیث کی روایت ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔)

3/2073۔اور امام مالک نے اس کی روایت صفوان بن سلیم سے کی ہے

4/2074۔اور امام احمد نے بھی اس کی روایت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔

تیسری حدیث

5/2075۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بغیر کسی ناگزیر ضرورت کے جمعہ کی نماز ترک کردیتا ہے وہ منافق لکھ دیا جاتا ہے، ایسی کتاب میں جو تغیر و تبدل سے محفوظ ہے (یعنی اس کے نفاق کا حکم ہمیشہ رہے گا۔ ہاں اگر توبہ کرلے یا ارحم الراحمین محض اپنی عنایت سے معاف فرمادیں تو یہ دوسری بات ہے) ایک روایت تو ایسی ہے اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ جو بغیر کسی ناگزیر ضرورت کے تین جمعہ چھوڑ دے تو اس کا نام منافقوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔(یہ دونوں روایتیں امام شافعی رحمہ اللہ نے کی ہیں۔)

چوتھی حدیث

6/2076۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے نماز جمعہ میں شریک نہ ہونے والے لوگوں کے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ میرا پختہ ارادہ ہوا تھا کہ کسی شخص کو نماز جمعہ پڑھانے پر مامور کر کے خود جا کر نماز جمعہ سے غیر حاضر رہنے والے لوگوں کو مکانوں سمیت جلا ڈالوں۔ (لیکن حضور رحمتہ اللعالمین ہیں ایسا نہیں کئے۔ اس سے نماز جمعہ کی اہمیت تاکید اور فرضیت معلوم ہوتی ہے کہ جو نماز جمعہ کا تارک ہوگا وہ ایسے عذاب کا مستحق ہوگا)۔ (اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث شریف میں نماز جمعہ میں شریک نہ ہونے والے لوگوں کے متعلق ارشاد ہے کہ کسی شخص کو نماز جمعہ پڑھانے پر مامور کر کے خود جا کر نماز جمعہ سے غیر حاضر رہنے والے لوگوں کو مکانوں سمیت جلا ڈالوں۔ یہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ فرض جمعہ کو ترک کر کے گھروں کے جلانے میں مشغولیت کیسے اختیار کی جائے گی۔ اس بارے میں صاحب مرقات نے فرمایا ہے کہ کسی کو قائم مقام بنا کر جانے میں جانے والے سے فرض جمعہ ترک نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ وہ دوسری جگہ جمعہ اداء کر سکتا ہے اور دوسری جگہ جمعہ اداء کرنا اسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ شہر میں متعدد جگہ جمعہ اداء ہو رہا ہو۔ اور جمعہ کا شہر میں متعدد جگہوں پر جائز ہونا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا راجح قول ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول بھی اسی طرح ہے اور اسی قول راجح یعنی ایک شہر میں کئی مقامات پر جمعہ کے قائم کرنے پر فتویٰ ہے۔ علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ نے امام سرخسی رحمہ اللہ کا یہ قول لکھا ہے کہ مذہب حنفی میں فتویٰ اس پر ہے کہ جمعہ شہر کی دو یا دو سے زائد مسجدوں میں جائز ہے (مرقات۔ درمختار) 12

نماز جمعہ ترک کرنے سے جو کفارہ آتا ہے اس کا بیان

7/2077۔ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بغیر کسی عذر کے (سستی اور کاہلی سے) نماز جمعہ ترک کرتا ہے (سابقہ وعید کی حدیثوں سے بھی متاثر نہیں ہوتا ہے) تو اس کو چاہئے کہ ایک دینار یا نصف دینار خیرات کرے (مال کا خرچ کرنا نفس پرست پر بہت گراں ہوتا ہے (یہ ایک دینار ساڑھے چار ماشہ

سونے کا ہوتا ہے۔12) مال کے بچانے کے خیال سے، مال کے خرچ کا باراس پر نہ پڑنے کے خوف سے بھی وہ جمعہ ترک کرنا چھوڑ دے گا،اس لئے نماز جمعہ ترک کرنے کا ایک یہ بھی علاج بتایا گیا ہےاس میں دوسرا فائدہ یہ بھی مضمر ہے کہ یہ نحر باد پروریں کا بھی ذریعہ ہے)۔

(اس حدیث کی روایت امام احمد، ابوداؤداور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

تمہید

نماز جمعہ کے واجب ہونے کی شرطیں یہ ہیں:

(1) مقیم ہونا، مسافر پر نماز جمعہ واجب نہیں (2) تندرست ہونا، مریض پر نماز جمعہ واجب نہیں (3) آزاد یعنی غلام نہ ہونا، غلام پر نماز جمعہ واجب نہیں (4) مرد ہونا، عورت پر نماز جمعہ واجب نہیں (5) عاقل ہونا، دیوانہ پر جمعہ واجب نہیں (6) بالغ ہونا، بچوں پر جمعہ واجب نہیں۔

جمعہ واجب ہونے کے یہ شرائط ہیں۔ ان شرائط کے نہ پائے جانے کے باوجود اگر کوئی شخص نماز جمعہ پڑھ لے، مثلاً مسافر یا مریض جمعہ پڑھ لے تو ان کا جمعہ اداء ہوجائے گا اور فرض ظہر کی ادائی ان سے ساقط ہوجائے گی۔

نمازِ جمعہ کے اداء یعنی صحیح ہونے کی شرطیں یہ ہیں:

1۔ مصر (یعنی جس جگہ جمعہ اداء کیا جارہا ہے اس کا مصر یعنی شہر ہونا - فقہ حنفی کی رو سے ضروری ہے - مصر سے مراد وہ مقام جہاں کے لوگ جمع ہوں تو وہاں کی بڑی مسجد میں نہ سماسکیں) یا فناءِ مصر (حدود مصر کے بعد سے ایک فرسخ یعنی تین میل کا علاقہ فناء مصر کہلاتا ہے) یا چھوٹے قصبہ، کھیڑے یا جنگل میں نماز جمعہ درست نہیں۔

2۔ ظہر کا وقت۔ وقت ظہر کے پہلے اور ظہر کا وقت نکل جانے کے بعد نماز جمعہ درست نہیں۔

3۔ خطبہ۔ بغیر خطبہ کے نماز جمعہ نہ ہوگی۔

4۔ خطبہ کا نماز سے پہلے ہونا۔ نماز کے بعد خطبہ پڑھا جائے تو نماز نہیں ہوگی۔

5۔ خطبہ وقت ظہر کے اندر ہونا، وقت ظہر شروع ہونے سے پہلے خطبہ پڑھ لیا جائے تو نماز جمعہ نہ ہوگی۔

6۔ جماعت یعنی امام کے سوا کم از کم تین آدمیوں کا شروع خطبہ سے پہلی رکعت کے پہلے سجدہ تک موجود ہونا۔ اگر سجدۂ اولیٰ سے پہلے ان تین آدمیوں میں سے ایک بھی چلا جائے تو نماز فاسد ہوجائے گی، ہاں اگر پہلی رکعت کا سجدہ اولیٰ کرنے کے بعد چلا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

7۔ ایسے مقام پر نماز جمعہ پڑھنا جہاں نماز جمعہ کے لئے آنے کی لوگوں کو عام اجازت ہو، اگر کسی ایسے مقام میں نماز جمعہ پڑھی جائے جہاں لوگوں کو آنے کی عام اجازت نہ ہو یا مسجد کے دروازے بند کرکے نماز جمعہ پڑھی جائے تو نماز جمعہ نہ ہوگی، جمعہ کے اداء یعنی صحیح ہونے کے یہ شرائط ہیں، ان شرائط کے نہ پائے جانے کے باوجود اگر کوئی شخص نماز جمعہ پڑھ لے، مثلاً جنگل میں پڑھے تو اس کی نماز جمعہ صحیح نہ ہوگی۔ اور اس کو فرض ظہر پڑھنا ہوگا۔ الحاصل جمعہ کے وجوب اور جمعہ کے اداء میں فرق یہ ہے کہ وجوب کے شرائط نہ پائے جانے کے باوجود اگر کوئی نماز جمعہ پڑھ لے تو نماز جمعہ اداء ہوجائے گی اور ظہر کے فرض اس سے ساقط ہوجائیں گے اس کے برخلاف اگر کوئی شخص جمعہ کے اداء کے شرائط نہ پائے جانے کے باوجود جمعہ پڑھ لے تو نماز جمعہ درست نہ ہوگی اور اس کو فرض ظہر پڑھنا ہوگا (ردالمحتار، ہدایہ، شرح وقایہ ملتقی) جمعہ کے وجوب کے شرائط اور جمعہ کے اداء یعنی صحت کے شرائط تو آپ سن چکے مگر عام طور پر ایک غلطی ہورہی ہے اس کا ازالہ بھی ضروری ہے۔ عموماً یہ سمجھا جارہا ہے کہ جمعہ کے شرائط میں دارالاسلام کا ہونا بھی ضروری ہے۔ دارالحرب میں جمعہ قائم کرنا صحیح نہیں ہے، اس بارے میں کوب دُرّی میں لکھا ہے: معلوم نہیں کہ یہ شرط عوام نے کہاں سے نکال لی ہے۔ فقہ میں اس کا کہیں تذکرہ نہیں ہے، دارالحرب ہو یا دارالامن ان میں جمعہ قائم کرنا صحیح ہے، جمعہ اداء ہوجاتا ہے، پھر ظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں، شائد عوام کو اس سے دھوکا ہورہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظّمہ میں جبکہ وہ دارالحرب تھا جمعہ نہیں اداء فرمائے۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکہ مکرمہ میں جمعہ نہ پڑھنا دارالحرب ہونے کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اس وجہ سے جمعہ نہیں

پڑھا گیا کہ کفار جمعہ قائم کرنے ہی نہیں دیتے تھے۔ اس لئے دارالاسلام کی طرح دارالحرب اور دارالامن میں جمعہ قائم کرنا چاہئے اور ظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اس تمہید کو ذہن نشین رکھ کر ذیل کے احادیث کو پڑھئے:

نماز جمعہ کی ادائیگی کی ایک شرط

پہلی حدیث

8/2078 ۔ ابوعبدالرحمٰن سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (نماز جمعہ کی ادائیگی کے شرائط میں سے یہ ہے کہ) نماز جمعہ مصر جامع (یعنی ایسے مقام پر) اداء کی جائے (کہ اگر وہاں کے لوگ اس مقام کی بڑی مسجد میں جمع ہوں تو اس مسجد میں نہ سماسکیں، مصر سے کم از کم ایسا مقام مراد ہے اور اس سے زیادہ خواہ کتنا ہی بڑا مقام ہو وہ مصر ہی کہلائے گا) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ تکبیرات تشریق بھی مصر جامع میں ہی پڑھی جائیں ۔ (اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ کی ہے ۔)

9/2079۔ اور عبدالرزاق، بیہقی اور ابوعبید نے بھی اس کی روایت کی ہے۔

10/2080۔ اور مروزی نے اس کی روایت کتاب الجمعہ میں اسی طرح کی ہے اور علامہؒ عینی رحمۃ اللہ نے ابوزید رحمۃ اللہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کی روایت حضرت معاذ اور حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہما نے مرفوعاً کی ہے۔

دوسری حدیث

11/2081 ۔ حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (نماز جمعہ کے اداء کرنے کے شرائط میں سے یہ ہے کہ) نماز جمعہ (کم سے کم) مصر جامع میں اداء کی جائے ۔ (جس کی تعریف ابھی گزر چکی ہے) (زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد

نہیں) بڑے سے بڑے شہر میں بھی جمعہ قائم ہوتا ہے (اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ) تکبیرات تشریق، نماز عیدالفطر اور نماز عیداضحٰی بھی (کم سے کم) مصر جامع میں اداء کرنا چاہئے۔ (ان کے لئے بھی زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد نہیں) ان نمازوں کو بڑے سے بڑے شہر میں بھی اداء کرنا چاہئے۔ (اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے اور ابن حزم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔)

تیسری حدیث

12/2082۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (کہ جمعہ کے اداء کرنے کے شرائط میں سے یہ ہے کہ نماز جمعہ مصر میں اداء کی جائے گی، اگر کوئی جنگل یا کھیڑے میں جمعہ ادا کرے تو اس کا جمعہ صحیح نہیں ہوگا۔ اس کو ظہر پڑھنا پڑے گا اب رہا فنائے مصر تو) فناءِ مصر میں (بھی مصر کی طرح) جمعہ صحیح ہوتا ہے (ظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں، فنائے مصر سے کیا مراد ہے اس کو اس حدیث میں بتلایا گیا ہے کہ وہ مقام جس کو فنائے مصر کہتے ہیں، وہ مصر سے اتنے فاصلہ پر ہو کہ) اگر کوئی وہاں سے نماز جمعہ کے لئے مصر میں آئے تو وہ اطمینان کے ساتھ نماز جمعہ کے بعد اپنے مقامات کو رات سے پہلے پہونچ سکے (جس کی مقدار ایک فرسخ یعنی تین میل ہے)۔ (اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

چوتھی حدیث

13/2083۔قباء کے رہنے والوں میں سے ایک شخص اپنے والد سے جو وہ صحابی ہیں روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے کہا کہ ہم لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ (وجوب کے طور پر نہیں بلکہ ثواب حاصل کرنے) ہم مسجد نبوی میں جمعہ اداء کرنے کے لئے قباء سے مدینہ منورہ آیا کریں (اس سے معلوم ہوا کہ فناءِ مصر میں جمعہ قائم کرنا صحیح ہے، ظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں، اگر کوئی فناءِ مصر سے جمعہ اداء کرنے کے لئے مصر آنا چاہے تو یہ اس کے لئے واجب نہیں بلکہ مستحب ہوگا)

اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔(جیسا کہ کوکب دری میں مذکور ہے۔12)

پانچویں حدیث

14/2084 ۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو خطبہ دئے (اس خطبہ میں) ارشاد ہوا کہ لوگو! موت آنے سے پہلے توبہ کرلو ورنہ (موت آنے کے بعد توبہ نہ کرسکوگے) اور دوسرے کاموں میں پھنس جانے سے پہلے نیک کاموں کے کرنے میں جلدی کرو (کیا معلوم کہ پھر تم سے نیک کام نہ ہوسکے، اللہ تعالی سے بے تعلق ہوکر دنیا سے نہ جاؤ) تم اللہ تعالی سے اپنا تعلق مضبوط کرلو، اللہ تعالی سے تعلق مضبوط کرنے کے لئے (ایک تو) اللہ تعالی کا کثرت سے ذکر کرنا چاہئے۔(اور دوسرے) علانیہ اور چھپا کر کثرت سے خیرات کیا کرو کہ اللہ تعالی کا ذکر اور خیرات اللہ تعالی سے تمہارے تعلق کو مضبوط کردیں گے (جب اللہ تعالی سے تمہارا تعلق قوی ہوگا تو تم کو رزق کی فکر کی ضرورت نہیں) ہوگی، غیب سے تم کو رزق دیا جائے گا اور اللہ تعالی تمہاری مدد فرمائیں گے اور تمہاری تائید کی جائے گی اور تمہاری شکستہ حالت کو درست کیا جائے گا (یقین مانو کہ اللہ تعالی سے تمہارا تعلق جن امور سے مضبوط ہوتا ہے منجملہ ان کے ایک نماز جمعہ بھی ہے) اور نماز جمعہ میرے اسی مقام، میرے اسی دن، میرے اسی ماہ اور میرے اسی سال میں تم سب پر قیامت تک کے لئے فرض قرار دی گئی ہے پس میری زندگی میں یا میرے بعد خلیفۂ وقت کے ہوتے ہوئے چاہے وہ عادل ہو یا ظالم کوئی نماز جمعہ کو حقیر سمجھ کر یا جمعہ کا منکر بن کر نماز جمعہ ترک کردے تو اللہ تعالی اس کی پریشان حالی کو دور نہ کرے اور اس کے کاموں میں برکت نہ دے، سنو! جب تک کہ وہ توبہ کرکے نماز جمعہ کا پابند نہ ہوجائے۔اس وقت تک نہ تو اس کی نماز قبول ہوگی اور نہ اس کی زکات اداء ہوگی اور نہ اس کا حج مقبول ہوگا اور نہ روزہ اور نہ اس کی کوئی نیکی قبول ہوگی۔ پھر اگر وہ توبہ کرکے نماز جمعہ پابندی سے پڑھا کرے تو اللہ تعالی اس کی توبہ قبول فرمائیں گے

(اور اس کے دوسرے عبادات بھی قبول فرمائیں گے)۔

(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے اور بیہقی نے اس کی روایت سنن میں کی ہے اور بزّار نے بھی اس کی روایت کی ہے۔)

15/2085۔ اور طبرانی نے اس کی روایت اوسط میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح کی ہے۔

ف: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز جمعہ کے اداء کرنے کے شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ نماز جمعہ کو سلطان قائم کرے یا سلطان کے اذن اور اجازت سے قائم ہو، عمدۃ الرعایہ میں لکھا ہے کہ فقہاء کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ نماز جمعہ کے لئے سلطان کا ہونا یا سلطان کی اجازت کا ہونا اَوْلَوِیَّت کے لئے ضروری نہیں ہے۔ خواہ یہ شرط اولویت کے واسطے ہو یا ضروری ہو اب یہ شرط باقی نہیں رہی۔ اس وجہ سے کہ 945 ہجری میں خلیفۂ وقت نے تمام دنیا کے مسلمانوں کے لئے اذن عام دے دیا ہے کہ نماز ہر امام اور خطیب پڑھا سکتا ہے اس لئے اب مزید کسی سلطان یا خلیفہ کی اجازت کی ضرورت ہی نہیں اور درمختار میں لکھا ہے کہ مجمع الانہر نے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔ 12

چھٹی حدیث

16/2086۔ طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز جمعہ کی فرضیت (قرآن وحدیث سے) ثابت ہے اور (نماز جمعہ) ہر مسلمان پر فرض ہے اور (نماز جمعہ کے اداء یعنی صحت کی شرائط میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ نماز جمعہ) جماعت سے پڑھی جائے (اگر نماز جمعہ جماعت سے نہ پڑھی جائے تو نماز جمعہ صحیح نہ ہوگی جماعت سے مراد امام کے سوا کم سے کم تین آدمیوں کا ہونا ضروری ہے) (صدر میں ہر مسلمان پر جمعہ کا فرض ہونا جو کہا گیا ہے وہ عام حکم نہیں ہے، اس سے کئی شخص مستثنیٰ ہیں) ایک غلام جو کسی کے مِلک میں ہو (اس پر جمعہ واجب نہیں) دوسری عورت (اس پر بھی جمعہ واجب نہیں) تیسری بچہ (اس پر بھی جمعہ واجب نہیں۔ اس کے حکم میں مجنون بھی ہے کہ اس پر بھی جمعہ واجب نہیں) چوتھا (ایسا) بیمار

(جس کو جامع مسجد تک آنے میں دقت ہو، اس پر بھی جمعہ واجب نہیں) اسی کے حکم میں مسافر بھی ہے کہ اس پر بھی جمعہ واجب نہیں۔ ان سب پر جمعہ واجب تو نہیں اور اگر یہ جمعہ کے لئے مسجد میں آجائیں اور جمعہ پڑھ لیں تو ان کا جمعہ اداء ہوجائے گا اور ان کو ظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں)۔

(اس حدیث کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

17/2087۔اور صاحب شرح السنۃ نے مصابیح کے الفاظ سے بنو وائل کے ایک صاحب سے اس کی روایت کی ہے۔

نماز جمعہ کے واجب ہونے کی شرطیں

18/2088۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو اللہ پر اور قیامت کے آنے پر ایمان ہے اس پر جمعہ کے دن جمعہ کی نماز فرض ہے (اس سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان پر نماز جمعہ فرض ہے مگر یہ حکم عام نہیں ہے، چند لوگ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں) ایک (ایسا) بیمار (جس کو جامع مسجد تک آنے میں دقّت ہو اس پر جمعہ فرض نہیں) ایسا ہی مسافر پر، عورت پر یا بچہ پر یا ایسے غلام پر جو کسی کی ملک میں ہے جمعہ فرض نہیں، جو شخص (نماز جمعہ چھوڑ کر) لہو ولعب میں مشغول ہوگیا ہو، یا تجارت میں لگا ہوا ہے تو اس کی یہ بے پرواہی بتاتی ہے کہ وہ اللہ سے بے پروا ہوگیا تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے بے پروا ہوجاتے ہیں، نہ دنیا میں اس کی مدد فرمائیں گے اور نہ آخرت میں اس کو نجات دیں گے۔ نماز جمعہ چھوڑنے والو! تم کو یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہاری پروا نہیں، وہ سب سے بے پروا ہے) سب اسی کے محتاج ہیں، سب اسی کی تعریف کرتے رہتے ہیں (اے بے نمازی تیرے نماز نہ پڑھکر اللہ کی تعریف نہ کرنے کی اللہ کو کچھ پروا نہیں)۔ (اس حدیث کی روایت دارقطنی نے کی ہے۔)

(44/63) بَابُ التَّنْظِيْفِ وَالتَّبْكِيْرِ

(اس باب میں جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لئے غسل کرنا، اپنے پاس جو بہترین کپڑے ہوں وہ پہننا اور خوشبوئیں لگانا اور گھر سے جہاں تک ہوسکے نماز جمعہ کے لئے جلد نکلنا مذکور ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: " فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ " اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ جمعہ پ28 ع2، آیت نمبر:9میں) (نماز جمعہ کے لئے) جہاں تک ہوسکے جلد سے جلد نکلا کرو، اور خرید وفروخت اور دوسرے مشاغل کو چھوڑ دیا کرو۔

نماز جمعہ کے آداب

1/2089۔ابوسعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا، اور اس کے پاس جو کپڑے ہیں، اور ان میں سے جو اچھے کپڑے ہیں (اور جو شریعت میں ناجائز نہیں ہیں) وہ پہنا اگر اس کے پاس خوشبو ہو تو اس کو لگایا پھر نماز جمعہ کے لئے مسجد میں آیا، اور (مسجد میں) لوگوں کی گردنوں پر سے پھلانگتے ہوئے نہیں گزرا (بلکہ جہاں جگہ ملی وہیں بیٹھ گیا) پھر جو نماز اس کو پڑھنا ہے پڑھا اور پھر جب امام خطبہ کے لئے اٹھا تو اس وقت سے نماز ختم کرنے تک خاموش رہا تو ایسے شخص کے وہ سب گناہ جو گزشتہ جمعہ سے اس جمعہ تک ہوئے ہیں وہ سب بخش دئے جاتے ہیں۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور امام طحاوی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔ابوداؤد اور امام طحاوی کی روایت میں مذکور الصدر الفاظ تھے۔)

2/2090۔اور امام احمد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ جب مسجد میں آیا تو کسی کو ایذا نہ دیا (جہاں جگہ ملی وہیں بیٹھ گیا اور دیکھا کہ) امام ابھی خطبہ کے لئے نہیں نکلا ہے تو جو نماز اس کو پڑھنا

ہے پڑھ لیا، اور اگر دیکھا کہ امام خطبہ دینے کے لئے نکل چکا ہے تو (بغیر کوئی نماز پڑھے کے اپنی جگہ) بیٹھ گیا اور خطبہ سنتا رہا، (اگر اس کو ایسی جگہ ملی کہ وہاں اس کو امام کے خطبہ کی آواز نہیں پہونچ رہی ہے تو) خاموش رہا (اس کا خاموش رہنا بھی خطبہ سننے کے حکم میں ہیں) یہاں تک کہ امام نے خطبہ اور نماز ختم کرلی۔ (اس حدیث کے راوی صحیح کے راوی ہے۔)

نماز جمعہ کی فضیلت

3/2091 ۔عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز جمعہ کے لئے (مسجد میں) آنے والے تین طرح کے ہوتے ہیں، ایک تو ایسا شخص ہے کہ (خطبہ ہورہا ہے) لوگوں کی گردنوں پر سے پھلانگتا ہوا ایذا دیتا ہوا آرہا ہے، پھر بیٹھا بھی ہے تو کچھ باتیں کررہا ہے یا اشارہ کررہا ہے، ایسے شخص کو جمعہ سے کوئی حصہ نہیں۔ دوسرا شخص ایسا ہے کہ (خطبہ ہورہا ہے تو وہ لوگوں کی گردنوں پر سے پھلانگتے ہوئے نہیں آیا اور نہ کسی کو ایذا دیا، مگر یہ سمجھ کر کہ یہ دعاء کی قبولیت کا وقت ہے (زبان سے) دعاء کررہا ہے (دل میں دعا کا خیال رہنا کافی تھا یہ زبان سے دعاء میں مشغول رہنے کی وجہ سے خطبہ برابر نہیں سن رہا ہے، اس وجہ سے اس کو بھی جمعہ کا ثواب نہیں ملے گا۔ اب رہی دعاء تو اللہ کو اس کا اختیار ہے کہ چاہے قبول کرے یا نہ کرے۔ تیسرا شخص وہ ہے کہ خطبہ سے پہلے حاضر ہوکر بغیر کسی کو ایذا دئے ہوئے بیٹھا ہے یا خطبہ کے وقت آیا تو کسی کو ایذا نہیں دیا، جہاں جگہ ملی وہاں بیٹھ گیا، اور بہت توجہ سے خطبہ سن رہا ہے تو یہ شخص جمعہ کی غرض پوری کررہا ہے اسی کو یہ صلہ ملے گا کہ اس جمعہ سے لے کر گذشتہ جمعہ تک کے اس کے تمام گناہ معاف ہوجائیں گے، چونکہ اس کو اللہ کی رضامندی مقصود تھی اور کوئی غرض نہ تھی اس لئے نیکیوں کے ثواب کا اللہ تعالی کے پاس جو قاعدہ مقرر ہے کہ ایک نیکی کو دس گنا کرکے دیتے ہیں، اس لئے (7) دن کے سوا اور تین دن کے گناہ معاف کردیتے ہیں۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

خطبہ کے آداب

پہلی حدیث

4/2092۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ (جمعہ کے دن جہاں تک ہوسکے جلد مسجد پہونچے) اگر کوئی (اتفاق سے) ایسے وقت آیا کہ امام منبر پر بیٹھا ہے (اور خطبہ شروع کرنا چاہتا ہے) تو اس کو چاہئے کہ امام کے خطبہ سے فارغ ہونے تک (خاموش بیٹھا رہے) اور دونوں خطبوں کے وقت) کوئی نماز نہ پڑھے اور نہ کوئی کلام کرے۔

(اس کی روایت طبرانی نے کی ہے۔)

ف: درمختار میں لکھا ہے کہ جب امام خطبہ شروع کردے تو حاضرین کو اس کا سننا واجب ہے خواہ امام کے نزدیک بیٹھے ہوں یا دور اور کوئی ایسا فعل کرنا جو خطبہ سننے میں مخل ہو مکروہ تحریمی ہے، اور کھانا پینا، بات چیت کرنا، چلنا، پھرنا، سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا، سبحان اللہ یا اسی قسم کا کوئی اور وظیفہ پڑھنا، یا کسی کو شرعی مسئلہ بتانا، یا اگر کوئی باتیں کررہا ہو تو اس کو خاموش رہو کہنا۔ یہ سب چیزیں جیسا کہ حالت نماز میں ممنوع ہیں، ویسا ہی شروع خطبہ سے لے کر دونوں خطبوں کے ختم ہونے تک ممنوع ہیں)۔

دوسری حدیث

5/2093۔حضرت علی، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کی گئی ہے کہ خطیب (جس مصلی پر بیٹھا ہے) خطبہ دینے کے لئے جب اپنے مصلی سے اٹھے (تو اس وقت سے دونوں خطبوں کے ختم ہونے تک) کسی نماز کے پڑھنے یا کلام کرنے کو یہ سب حضرات مکروہ (تحریمی) سمجھتے تھے۔(اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔)

6/2094۔اور امام طحاوی نے بھی ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اسی طرح روایت کی ہے۔

تیسری حدیث

7/2095۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ ایسا شخص (جس کو معلوم ہے کہ جمعہ کے دونوں خطبوں کے وقت کلام کرنا مکروہ تحریمی ہے باوجود اس کے پھر وہ) ایسے وقت کہ جمعہ کا خطبہ ہورہا ہو، کوئی کلام کرے تو اس کی مثال اس گدھے کی طرح ہے جس پر مسائل کی کتابیں لدی ہوئی ہوں (کہ اس گدھے کو ان کتابوں سے کوئی فائدہ نہیں (ایسا ہی وہ شخص ہے جو مسئلہ کے واقف ہونے کے باوجود پھر کلام کرے تو اس مسئلہ کے واقف ہونے سے اس کو کوئی فائدہ نہیں) اور اگر کسی نے خطبہ کی حالت میں باتیں کرنے والے کو (زبان سے کہا) چپ رہو، تو یہ چپ رہو کہنے والے کو جمعہ کا ثواب نہیں ملے گا۔ (اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

نماز جمعہ کے آداب

پہلی حدیث

(شروع اسلام میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی مسجد میں جمع ہوتی تھیں، ایسے موقع پر کوئی شخص آنکھوں کو روک سکتا ہے) مگر دل کا روکنا اس کے قابو سے باہر ہے، نماز میں کھڑا ہے بے اختیار عورت کا خیال آرہا ہے، جب اگر بیوی سے جماع کرلے تو شہوت کے وساوس اور خطرات دل سے سب نکل جاتے ہیں، اور یکسوئی دل میں پیدا ہوتی ہے، اس یکسوئی کے حاصل کرنے ارشاد ہورہا ہے کہ جمعہ کی تیاری میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بیوی سے جماع کرلے تاکہ شہوت کے خیالات دل سے نکل جائیں، دل سب خطرات سے پاک ہوجائے اس لئے)۔

8/2096۔اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن بیوی سے جماع کرکے خود بھی غسل کیا اور بیوی

کو بھی غسل کرایا (اور سارے خطرات شہوت سے پاک دل لے کر) مسجد کی طرف چلا، اور بہت سویرے مسجد میں پہونچ گیا تا کہ خطبہ ابتداء ہی سے اسکو مل سکے (عذر سے اگر سوار ہو کر جائے تو وہ اور بات ہے، بغیر عذر کے سواری میں جانے سے غرور اور نخوت پیدا ہوتی ہے، اس سے بھی دل کو پاک وصاف کرنے کے لئے ارشاد ہو رہا ہے کہ) مسجد کو پیدل جائے اور سوار نہ جائے اور امام سے قریب بیٹھے۔ (اول وقت جانے کی وجہ سے قریب جگہ مل گئی) اور خطبہ کو بہت دل لگا کر غور سے سنے اور کوئی ایسی حرکت نہ کرے کہ جس سے خطبہ کا ثواب ضائع جائے تو ایسے شخص کو اس کے ہر ہر قدم کے بدلے ایک سال کے روزے اور ایک سال کی شب بیداری کا ثواب ملے گا (یہ ہے خدا کی دین، وہ بڑے قدر دان ہیں، تھوڑی سی عبادت پر بہت بڑا ثواب دیتے ہیں)۔

(اس حدیث کی روایت ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

9/2097۔عبید بن سباق تابعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ کو یہ حدیث اس طرح پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جمعہ میں ارشاد فرمائے: مسلمانو! (جمعہ کا دن بڑا عظمت والا دن ہے) اللہ تعالی نے اس دن کو مسلمانوں کے لئے عید بنایا ہے (عید کے دن تم غسل کیا کرتے ہو، جمعہ بھی عید کا دن ہے) جمعہ کے دن بھی غسل کیا کرو، اگر کسی کے پاس خوشبو موجود ہو تو اس کو چاہئے کہ خوشبو لگالے اور تم اس دن ضرور مسواک کیا کرو (تا کہ اس سے منھ کی بو باقی نہ رہے، اور طہارت کامل ہو جائے)۔(اس حدیث کی روایت امام مالک نے کی ہے۔)

10/2098۔اور ابن ماجہ نے بھی عبید بن سباق کے واسطے سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسا ہی سنا ہے۔

جمعہ کے دن غسل کرنے کی فضیلت

11/2099 ۔ براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کا غسل ثابت ہے یعنی ہر مسلمان کے لئے مشروع ہے (جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لئے غسل کرے کہ یہ مستحب ہے) (غیروں سے خوشبو مانگنے کی ضرورت نہیں، اپنے پاس یا) اپنے گھر والوں کے پاس خوشبوئی ہو تو اس کو لگالیوے، اگر خوشبو نہ پائے تو اس کے لئے پانی ہی خوشبو ہے (یعنی غسل کرنا ہی خوشبو کے برابر ہے کہ اس سے خوشبو کا مقصد ایک حد تک پورا ہو جائے گا کیونکہ پانی سے میل کچیل اور جسم کی بدبو اور پسینہ دور ہو جاتا ہے)۔ (اس حدیث کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔)

گھر سے وضو کر کے نماز جمعہ کو جانے کی فضیلت

12/2100 ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (اگرچہ غسل کرنا جمعہ کے دن مستحب تھا، کسی وجہ سے نہ کر سکا تو خیر) وضو ہی کرلے (وہی کافی ہے) اور وضو کو (گھر ہی سے) مستحبات اور سنن کی پابندی کے ساتھ کیا، پھر جمعہ کے لئے مسجد (اول وقت) آیا اور (امام کے نزدیک ہو کر بیٹھا) غور سے اور خاموشی کے ساتھ خطبہ سنتا رہا تو اس کو یہ صلہ ملے گا کہ اس جمعہ سے لے کر گذشتہ جمعہ تک کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور تین دن کے گناہ بھی معاف کردئے جائیں گے) اور جو (خطبہ کی حالت میں بجائے دل لگا کر خطبہ سننے کے) کنکریاں الٹ پلٹ کرتا رہا تو اس نے لغو فعل کیا (اور اس لغو فعل کی وجہ سے اس کو خطبہ کا کامل ثواب نہیں ملے گا)۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نماز جمعہ کے لئے جہاں تک ہو سکے جلد جانے کا ثواب

13/2101 ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے (جامع) مسجد کے ہر دروازہ پر صبح ہی سے ٹھیرتے ہیں اور ترتیب وار ہر آنے والے کا نام لکھتے رہتے ہیں، جمعہ کے دن سویرے اول وقت

جو لوگ مسجد میں آتے ہیں ان میں سے ہر ایک کو وہ ثواب ملتا ہے جو ثواب کہ مکہ معظّمہ کو قربانی کے لئے اونٹ بھیجنے والے کو ملتا ہے اس کے بعد جو لوگ مسجد میں آتے ہیں ان کو وہ ثواب ملتا ہے جو ثواب کہ مکہ معظّمہ کو قربانی کے لئے گائے بھیجنے والے کو ملتا ہیاس کے بعد جو لوگ مسجد میں آتے ہیں ان کو وہ ثواب ملتا ہے جو ثواب کہ مکہ معظّمہ میں قربانی کے لئے مینڈھا بھیجنے والے کو ملتا ہے اوراس کے بعد جو لوگ مسجد میں آتے ہیں ان کو وہ ثواب ملتا ہے جو ثواب کہ مکہ معظّمہ میں خیرات کے لئے مرغ بھیجنے والے کو ملتا ہے، اوراس کے بعد جو لوگ مسجد میں آتے ہیں ان کو وہ ثواب ملتا ہے جو ثواب کہ مکہ معظّمہ میں خیرات کے لئے انڈا بھیجنے والے کو ملتا ہے (اسی طرح یہ ثواب بٹتا رہتا ہے) یہاں تک کہ خطیب خطبۂ جمعہ کے لئے اٹھتا ہے تو فرشتے اپنے دفتر کو لپیٹ لیتے ہیں (یعنے امام خطبہ کے لئے اٹھنے کے بعد جو لوگ مسجد میں آتے ہیں ان کا نام فرشتے فہرستوں میں لکھنا بند کردیتے ہیں) اور فرشتے خطبہ سننے (کے لئے مسجد میں آجاتے ہیں اور خطبہ سننے) میں لگ جاتے ہیں۔

(اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نماز کے لئے کسی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود بیٹھنے کی ممانعت

پہلی حدیث

14/2102۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص جمعہ کے دن اپنے بھائی کو خود اس کی جگہ بیٹھنے کے لئے ہرگز اس کی جگہ سے نہ اٹھائے بلکہ یہ کہے کہ ذرا ذراہٹ کر مجھے بھی جگہ دو۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

15/2103۔ نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی شخص کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود

اس کی جگہ بیٹھنے سے منع فرمایا ہے، نافع سے دریافت کیا گیا کہ کیا یہ ممانعت صرف جمعہ کے لئے ہے؟ تو حضرت نافع جواب دئے نہیں، یہ ممانعت جمعہ کے لئے بھی ہے اور جمعہ کے سوا دوسری نمازوں کے لئے بھی ہے (ہاں) اگر کوئی شخص ایثار کے طور پر خود اٹھ کر دوسرے کو اپنی جگہ بٹھائے تو اس شخص کا بیٹھنا جائز ہے۔ (ردالمحتار میں ایسا ہی لکھا ہے اور مرقات میں لکھا ہے کہ کسی کو اس کی مرضی کے خلاف جگہ سے اٹھا کر خود اس کی جگہ بیٹھ جانا حرام اور ناجائز ہے)۔

(اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

جمعہ کے دن اچھا کپڑا پہننے کی فضیلت

16/2104۔ عبداللہ بن سلّام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم میں سے کسی کو گنجائش ہے تو وہ اپنے روزانہ استعمال کے کپڑوں کے علاوہ جمعہ کے لئے ایک جوڑا (خاص) بنائے رکھے۔

(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

17/2105۔ اور امام مالک نے اس کی روایت یحیٰی بن سعید سے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں جمعہ کے لئے ایک خاص جوڑا بنائے رکھنے کا جو حکم ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ کی عزت کرے، اور مقدور کے موافق صاف وستھرے عمدہ کپڑے پہنے، جیسے کوئی دربار میں جاتا ہے تو کس اہتمام اور شان سے جاتا ہے۔ غرض جمعہ کے دن ایک خاص جوڑا بنائے رکھے اور جمعہ کے دن اس کو پہنا کرے (مرقات) 12

جمعہ کے دن امام سے قریب رہنے کی فضیلت

18/2106۔ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (جمعہ کے دن مسجد میں اوّل وقت آیا کرو صف اوّل میں بیٹھا کرو) جہاں تک ہو سکے (بغیر کسی کو ایذا دئے) امام سے قریب رہا کرو (تا کہ تم آسانی سے خطبہ سن سکو)

(بعضوں کی عادت ہوتی ہے کہ وسیع جگہ ملنے کے لئے امام سے دور رہا کرتے ہیں۔ان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ جنت میں داخل تو ہوں گے مگر جنت کے جانے میں ان کو پیچھے رکھا جائے گا، ایسا ہی جنت کے مراتب ودرجات کے دینے میں بھی ان کو پیچھے ہی رکھا جائے گا۔(اس کی روایت ابوداؤ نے کی ہے۔)

خطبہ کے وقت پھلانگتے ہوئے جانے کی ممانعت

پہلی حدیث

19/2107۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب امام کھڑا ہوا (جمعہ کا) خطبہ دے رہا ہو، ایسے وقت کوئی شخص آیا اور لوگوں کی گردنوں پر سے پھلانگتے ہوئے چلا۔ایسا شخص گھر ہی میں بیٹھے رہتا تو اچھا ہوتا (کہ وہ خطبہ کے وقت گردنوں پر سے پھلانگنے کے ناجائز عمل کا مرتکب نہ ہوتا، جب وہ دیر سے آیا تھا تو پھلانگتے ہوئے آگے جانے کے بجائے اس کو چاہیئے تھا کہ گرم پتھروں پر ہی بیٹھتا اور وہیں نماز پڑھتا)۔اس کے لئے گرم پتھروں پر ہی نماز پڑھ لینا لوگوں کی گردنوں پر سے پھلانگتے ہوئے آگے جانے سے بہتر تھا۔(اس کی روایت امام مالک نے مؤطا میں کی ہے۔)

دوسری حدیث

20/2108۔جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب جمعہ کے دن مسجد میں ایسے وقت آئے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، وہ صاحب لوگوں کی گردنوں پر سے پھلانگتے ہوئے آگے بڑھنے لگے (یہ دیکھ کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے فرمائے! وہیں بیٹھ جاؤ (کیا جمعہ کے لئے آنے کا یہ وقت ہے) تم بہت دیر کرکے آئے ہو (خطبہ شروع ہونے کے بعد بغیر ایذاء (جیسا کہ درمختار اور ردالمحتار میں مذکور ہے۔12) دینے کے بھی پھلانگ کر آنا ناجائز ہے) تم تو ایذاء دیتے ہوئے پھلانگ کر آرہے ہو۔(یہ تو بہت ہی برا ہے، یوں بھی خطبہ شروع ہونے کے بعد کوئی عمل ہو، ناجائز ہے، پھلانگ کر آنا بھی عمل ہے اس طرح سے

بھی تم ناجائز کام کررہے ہو۔ ہاں خطبہ شروع ہونے کے پہلے بغیر کسی کوایذاء دئے کہ اگلی صفوں میں خالی جگہ کو پُر کرنے کے لئے پھلانگتے ہوئے جانے میں مضائقہ نہیں، مگراس کا اندازہ کرنا کہ پھلانگتے ہوئے جانا بغیر ایذاء دئے کے ہے بہت مشکل ہے،اس لئے پھلانگ کر نہ جائیں بھی تو اچھا ہے)(جیسا کہ درمختاراور ردالمختار میں مذکورہے۔12)۔(اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

تیسری حدیث

21/2109۔اَبُو زَاهِرِيَّةَ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم جمعہ کے دن صحابی رسول عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے (وہ ہم کواحادیث سنا رہے تھے) ایک شخص لوگوں کی گردنوں پر سے پھلانگتے ہوئے ہمارے پاس آرہا تھا اس کو دیکھ کر عبداللہ بن بسر فرمائے (مجلسوں میں بغیر ایذاء دئے کے پھلانگتے ہوئے اگر کوئی آئے تو یہ جائز ہے، اگر ایذاء دیتے ہوئے پھلانگ کر آئے تو ناجائز ہے،ان صاحب کے پھلانگتے ہوئے آنے پر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کا واقعہ یاد آیا) ایک وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے،ایک صاحب ایسا ہی گردنوں پر سے پھلانگتے ہوئے آرہے تھے ان کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے (کہ خطبہ کی حالت میں تمہارا پھلانگتا ہوا آنا ہی ناجائز ہے، پھر ایذاء دیتے ہوئے پھلانگ کر آنا اور بھی برا ہے اس لئے) تم جہاں جگہ ملی وہیں بیٹھ جاؤ۔تمہارے پھلانگ کر آنے سے لوگوں کو ایذاء پہونچتی ہے۔(اس کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔)

22/2110۔اور امام احمد کی روایت میں اس طرح مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب امام اپنی جگہ سے اٹھ کر جمعہ کا خطبہ دینے کے لئے جارہا ہو،اس وقت اگر کوئی شخص لوگوں کی گردنوں پر سے پھلانگتا ہوا جائے اور (صف میں بیٹھے ہوئے) دوشخصوں کو چیرتے ہوئے چلے تو اس کو کچھ خبر ہے کہ وہ کیسے عذاب کا مستحق ہورہا ہے، یادرکھو کہ مکہ معظّمہ میں جو شخص بت پرستی کا

آغاز کیا تھا، وہ دوزخ میں اپنی آنتیں کھینچتا ہوا جیسے سزا پائے گا ویسے ہی یہ شخص بھی جو گردنوں پر سے پھلانگتے ہوئے ایذاء دیتے ہوئے جاتا ہے اسی طرح کی سزا پائے گا۔

23/2111۔اور طبرانی کی ایک روایت میں امام احمد کی صدر کی روایت کی طرح مذکور ہے مگر طبرانی کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ (ایک شخص خطبہ کی حالت میں لوگوں کی گردنوں پر سے پھلانگتا ہوا گزر رہا تھا، اس کو دیکھ کر حضور نے ارشاد فرمایا) میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگوں کی گردنوں پر سے پھلانگتے ہوئے ایذاء دیتے ہوئے جارہے ہو تم اس کو معمولی بات سمجھ رہے ہو، (ایسا نہیں ہے تم مسلمانوں کو جو ایذاء دیتے ہوئے جارہے ہو) سنو کہ جو مسلمانوں کو ایذاء دیتا ہے سمجھو کہ وہ مجھے ایذاء دے رہا ہے اور جو مجھے ایذاء دیتا ہے تو اس کو سمجھنا چاہئے کہ وہ اللہ تعالی کو ایذاء دے رہا ہے (اور جو اللہ کو ایذاء دیتا ہے اس کا کیا انجام ہوگا تم کو معلوم ہے)۔

خطبہ سننے کے لئے جس طرح چاہیں بیٹھ سکتے ہیں کوئی خاص بیٹھک مسنون نہیں ہے

24/2112۔یعلی بن شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیت المقدس حاضر ہوا۔حضرت معاویہ نے ہم کو نماز جمعہ پڑھائی، میں نے دیکھا کہ مسجد میں جتنے لوگ ہیں ان میں سب سے بڑی تعداد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام کی ہے، میں نے دیکھا کہ امام خطبہ دے رہے تھے اور وہاں جتنے صحابہ کرام موجود تھے وہ سب احتباء کئے ہوئے بیٹھے ہیں۔اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

اور ابوداؤد نے کہا ہے کہ عبداللہ بن عمر، انس بن مالک، شریح، صعصعہ ابن صوحان، سعید بن المسیب، ابراہیم نخعی، مکحول، اسمٰعیل بن محمد بن سعد اور نعیم بن سلامہ یہ سب حضرات امام کے خطبہ دینے کی حالت میں احتباء کئے ہوئے بیٹھا کرتے تھے اور ابوداؤد نے یہ بھی کہا ہے کہ جمعہ کے دن امام کے خطبہ دینے کے وقت احتباء کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔اسی واسطے عمدۃ الرعایہ میں جامع المضمرات

کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام کے خطبہ دینے کی حالت میں مصلیوں کے لئے کوئی بیٹھک خاص نہیں ہے، چاہے تو احتباء کئے ہوئے بیٹھے، چاہے چوزانو بیٹھیں، یا جس حالت میں آسانی اور سہولت ہو اس حالت میں بیٹھیں۔

اب احتباء کے معنی سنئے۔ احتباء یہ ہے کہ مصلی پر اس طرح بیٹھے کہ دونوں گھٹنے کھڑے ہوں اور پیروں کے دونوں تلوے زمین پر جمے ہوئے ہوں اور دونوں ہاتھوں سے دونوں گھٹنوں کو گھیرے ہوئے ہو، یا کپڑا کمر سے لے کر گھٹنوں سمیت باندھے اور زمین پر ٹک کر بیٹھے۔

مسجد میں کسی کو اونگھ آجائے تو جگہ بدل دینا چاہئے لیکن خطبہ کی حالت میں جگہ نہ بدلے

25/2113۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص جمعہ کے دن ہو (یا کوئی اور دن مسجد میں ہو) اور اس کو نیند آئے اور اونگھنے لگے تو اسے چاہئے کہ اپنی جگہ سے اٹھ کر وہ جگہ بدل دے (تاکہ حرکت سے نیند اچاٹ ہو جائے اور نیند کا غلبہ جاتا رہے۔ بخلاف اس کے کسی کو جمعہ کا خطبہ ہوتے وقت نیند آئے تو اٹھ کر جگہ نہیں بدلنا چاہئے۔ اس لئے کہ خطبہ سنتے وقت کوئی حرکت جائز نہیں ہے) (جیسا کہ بذل المجہود میں مذکور ہے۔12)۔

(اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

(45/64) بَابُ الْخُطْبَةِ وَالصَّلَاةِ

(اس باب میں خطبۂ جمعہ اور نمازِ جمعہ کے احکام مذکور ہیں)

ف(1): واضح رہے کہ نماز جمعہ کا خطبہ فرض ہے کہ خطبہ کے بغیر نماز جمعہ صحیح نہیں اور خطبہ کے فرائض دو ہیں: (1) وقت۔یعنی خطبہ زوال کے بعد ہو۔اگر زوال سے پہلے خطبہ پڑھا جائے تو نماز نہ ہوگی (2) خطبہ نماز جمعہ سے پہلے ہو، اگر نماز کے بعد خطبہ پڑھا جائے تو نماز نہ ہوگی۔

جمعہ کے خطبہ میں (15) سنتیں ہیں:

(1) خطیب کا طہارت کی حالت میں خطبہ دینا، جُنبی اور بے وضو شخص کا خطبہ دینا مکروہ ہے۔

(2) خطبہ کے وقت خطیب کو چاہئے کہ وہ پہلے منبر پر بیٹھ جائے، پھر مؤذن اس کے سامنے کھڑے ہوکر اذان کہے، اذان کے بعد فوراً خطیب کھڑا ہوکر خطبہ شروع کردے۔

(3) پہلا خطبہ ختم کرنے کے بعد دوسرا خطبہ شروع کرنے سے پہلے خطیب تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار بیٹھے۔

(4) خطبہ پڑھنے کی حالت میں خطیب کا کھڑا رہنا۔

(5) خطبہ پڑھنے کی حالت میں خطیب کا رخ لوگوں کی طرف رہنا اور لوگوں کا رخ خطیب کی طرف رہنا۔

(6) خطبہ اولیٰ شروع کرنے سے پہلے اپنے دل میں ''اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ'' پڑھنا۔

(7) خطبہ کو حمد و ثناء الٰہی سے شروع کرنا اور ایسے الفاظ سے حمد و ثنا کا بیان کرنا جو شان اور

عظمت الٰہی کے لائق ہو۔

(8) شہادۃ کے دونوں کلمے یعنی ’’اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ‘‘ کہنا۔

(9) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا۔

(10) بُرے کاموں سے بچنے کی نصیحت اور نیک کاموں کے کرنے کی ترغیب ایسے الفاظ میں بیان کرنا جو نہایت مؤثر ہیں۔

(11) قرآن مجید کی آیتوں کا یا کسی سورت کا پڑھنا۔

(12) دوسرے خطبہ میں پھر ان سب چیزوں کا اعادہ کرنا اور بجائے وعظ و نصیحت کے مسلمانوں کے لئے دعاء کرنا۔

(13) دوسرے خطبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آل واصحاب وازواج مطہرات خصوصاً خلفائے راشدین اور حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم کے لئے دعاء کرنا۔

(14) خطبہ کو زیادہ طول نہ دینا بلکہ نماز سے کم رکھنا۔

(15) خطیب کا خطبہ کے لئے اپنی جگہ سے اٹھنے کے وقت سے لے کر نماز شروع کرنے تک نہ تو کسی کو سلام کرنا اور نہ کسی سے کلام کرنا (عینی، ہدایہ)۔

ف(2): مسئلہ 1: کتاب ارکان اربعہ میں مذکور ہے کہ جمعہ کی پہلی اذان کے بعد حسب عادت دعائے اذان پڑھنا چاہئے اور جمعہ کی دوسری اذان جو خطیب کے سامنے خطبہ شروع ہونے سے پہلے دی جاتی ہے، اس اذان کے بعد اذان کے بعد کی دعاء نہ تو خطیب پڑھے نہ نمازی، اس لئے کہ خطیب جب اپنی جگہ سے خطبہ دینے کے لئے اٹھ جاتا ہے تو نماز شروع کرنے تک سلام، کلام اور دعاء سب ناجائز ہیں، جب کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک لیا جائے تو ایک بار درود شریف زبان

سے ضرور پڑھے جو نام مبارک سن کر درود شریف نہ پڑھے اس کو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخیل فرمائے ہیں۔ مگر دو خطبوں کے دوران میں نام مبارک آئے بھی تو زبان سے درود نہ پڑھے، ہاں دل سے درود پڑھ لیا کرے، مگر خطیب جب دوسرے خطبے میں آیت "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا" پڑھے تو سب نمازیوں کو چاہئے کہ آہستہ زبان سے ایک بار درود شریف پڑھیں۔

مسئلہ 2: دونوں خطبوں کے درمیان جب امام بیٹھے تو اس وقت امام کو یا مقتدیوں کو ہاتھ اٹھا کر یا بغیر ہاتھ اٹھائے کے زبان سے دعاء مانگنا جائز نہیں (درمختار)۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: " فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ " اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورہ جمعہ پ 28 ع 2، آیت نمبر: 9 میں) نماز اور خطبہ جمعہ کے لئے جہاں تک ہو سکے جلد سے جلد نکلا کرو اور خرید وفروخت اور اسی طرح دوسرے مشاغل جو نماز جمعہ اور خطبہ کے لئے جانے میں مانع ہوں، انہیں چھوڑ دیا کرو (اس لئے کہ اذانِ اوّل کے بعد نماز کے لئے جانے کے سوا دوسرے اور کام اگر چہ وہ حلال ہوں سب ناجائز ہو جاتے ہیں۔

وَقَوْلُهٗ: "وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا" (جمعہ کی نماز فرض ہو کر تھوڑے ہی دن ہوئے تھے لوگ ابھی جمعہ کے پورے احکام سے واقف نہیں ہوئے تھے، اس لئے بڑے درجہ کے قدیم صحابہ کے سوا چند صحابہ جو ابھی اسلام لائے تھے۔ تجارت یا مشغولی کی چیز کو دیکھ کر اس کی طرف نکل گئے، اس بارے میں ارشاد ہے۔ سورۂ جمعہ پ 28 ع 2، آیت نمبر: 9 میں) اور آپ کو (خطبہ دیتے ہوئے) کھڑا ہوا چھوڑ گئے۔ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ جو ثواب خدا کے پاس ہے۔ وہ ایسے مشغلہ یا تجارت سے بدرجہا بہتر ہے (یہ سننے کے بعد پھر صحابہ کبھی ایسا نہیں کئے)

وَقَوْلُهٗ: "فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ" (یہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ پہلی اذان کے بعد سوائے نماز جمعہ کے لئے جانے کے کوئی اور کام خواہ وہ جائز ہی کیوں نہ ہو ناجائز

ہوجاتا ہے، اب اس آیت شریفہ میں یہ بتایا جارہا ہے کہ اذانِ اوّل کے بعد جن کاموں سے منع کیا گیا تھا ان سے رکے رہنے کی حد کیا ہے) اس لئے ارشاد ہورہا ہے (سورہ جمعہ پ 28 ع2 ،آیت نمبر: 10 میں) جب تم نماز جمعہ اداء کرلوتو پھر تم کو اختیار ہے کہ جو کام چاہو کرو اور جہاں چاہو چلے جاؤ۔

نماز جمعہ کو اوّلِ وقت پڑھنا مستحب ہے

1/2114 ۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کی نماز آفتاب کے ڈھلنے کے بعد یعنی ظہر کا وقت شروع ہونے کے بعد ہی پڑھا کرتے تھے۔ (اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جمعہ زوال کے بعد ہی اداء فرمایا کرتے تھے۔ اسی لئے علامہ شامی رحمتہ اللہ علیہ نے الاشباہ کے فن احکام کے حوالہ سے لکھا ہے کہ نماز جمعہ کی ادائی کے لئے گرمی کا موسم ہو یا کوئی اور موسم ظہر کی طرح تاخیر کرنا مسنون نہیں۔ نماز جمعہ کو ہر موسم میں زوال کے بعد ہی اولِ وقت پڑھنا چاہئے اور جمہور علماء کا بھی یہی قول ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ نماز جمعہ بخلاف نماز ظہر کے بہت بڑی تعداد کے ساتھ اداء کی جاتی ہے۔ اگر ظہر کی طرح اس میں تاخیر کی جائے تو حرج کا باعث ہوگا اور علامہ عینی رحمہ اللہ نے نماز جمعہ کے اوّل وقت اداء کرنے کے مستحب ہونے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی ہے کہ لوگ نماز جمعہ کے لئے اہتمام کرکے جلد آیا کرتے ہیں، اگر جمعہ کو ظہر کی طرح تاخیر سے اداء کیا جائے تو موسم گرما میں لوگوں کو زحمت اور گرمی کی تکلیف اٹھانی پڑے گی۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زوال سے پہلے نماز جمعہ جائز نہیں، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ زوال کے بعد نماز جمعہ اداء فرمائے ہیں۔

نماز جمعہ کے لئے جلد جانے کا اہتمام کرنا چاہئے

2/2115 ۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم (نماز جمعہ کے لئے بہت جلد جانے کا اس قدر اہتمام کرتے تھے) کہ جمعہ کی نماز کے پہلے نہ قیلولہ کرتے نہ صبح کا

کھانا کھاتے (بلکہ یہ کام نماز جمعہ کے بعد کرتے تھے)۔

(اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

جمعہ کی پہلی اذان کی تحقیق

3/2116 ۔ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت میں جمعہ کے روز پہلی اذان اس وقت ہوتی تھی جبکہ امام منبر پر بیٹھ جاتا تھا (اور دونوں خطبوں کے ختم ہونے کے بعد نماز جمعہ کے پہلے دوسری اذان یعنی اقامت کہی جاتی تھی) لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب آبادی بڑھ گئی (اور لوگوں کی کثرت ہونے لگی اور لوگ دور دور تک پھیل گئے تو سب کو اطلاع دینے کے لئے آپ نے جمعہ کے روز جمعہ کا وقت شروع ہونے کے بعد) تیسری اذان کا اضافہ فرمایا جو مقام زوراء میں دی جاتی تھی (اور یہ وہی اذان ہے جو جمعہ کا وقت شروع ہونے کے بعد ہی دی جاتی ہے جس کو اب پہلی اذان کہنا مناسب ہے، یہ اذان اجماع صحابہ سے ثابت ہوئی ہے اور احکام، قرآن اور حدیث کی طرح اجماع سے بھی ثابت ہوتے ہیں)۔ (اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

جمعہ کے دونوں خطبوں کی کیفیت

4/2117 ۔ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (جمعہ اور عیدین میں) دو، دو خطبے دیا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ آپ دو خطبوں کے درمیان (تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار) بیٹھا کرتے تھے (اور ان دونوں خطبوں کے درمیان حضور دعا نہیں فرماتے تھے) دونوں خطبوں میں کچھ قرآن پڑھتے تھے اور خطبوں میں حضور لوگوں کو ایسی نصیحت فرماتے تھے (جس سے ترغیب وترہیب ظاہر ہوتی اور

خوف اور امید پیدا ہوتی تھی) اور حضور کی نماز بھی متوسط ہوتی تھی اور خطبہ بھی متوسط ہوتا تھا۔ (نہ زیادہ طویل نہ بہت مختصر)۔ (اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

خطبہ مختصر اور نماز طویل ہونی چاہئے

5/2118۔ عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ یقیناً نماز کو طویل اور خطبہ کو مختصر پڑھنا انسان کی دانشمندی کی علامت ہے (اس وجہ سے کہ خطبہ میں توجہ الی اللہ کی تعلیم دی جاتی ہے اور نماز میں توجہ الی اللہ حاصل ہوجاتی ہے، توجہ الی اللہ کی تعلیم مختصراً کافی ہے اور توجہ الی اللہ جب نماز میں حاصل ہوجاتی ہے تو نماز میں جس قدر دیر تک رہے وہ بہتر ہے۔ اس لئے خطبہ مختصر اور نماز طویل ہونی چاہئے۔ اسی مصلحت سے ارشاد ہورہا ہے کہ خطبہ مختصر دیا کرو، نہ اتنا کم کہ خطبہ کا مقصود حاصل نہ ہو، نہ اتنا طویل کہ سننے والے اکتا جائیں، بلیغ انداز سے ضرورت کے موافق خطبہ دیا کرو اور جب نماز کی نوبت آئے تو جس قدر ہوسکے توجہ الی اللہ میں رہا کرو، تم کو معلوم ہے کہ بعض بیان جادوئی اثر رکھتے ہیں اور اگر تم مؤثر اور مختصر خطبہ دیا کروتو وہ کافی ہے بے اثر طویل خطبہ دینے سے، اس لئے تم کو نصیحت کی جارہی ہے کہ) تم نماز طویل پڑھا کرو (اس لئے کہ نماز مقصود ہے اور جو چیز مقصود ہوتی ہے وہی طویل ہونی چاہئے اور خطبہ (موثر) مختصر دیا کرو، اس لئے کہ بعض بیان جادوئی اثر رکھتے ہیں۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

حضور کے خطبہ دینے کی کیفیت

6/2119۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دیتے تھے تو (کیا کہوں حضور کی اس وقت کیسی حالت ہوتی تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالی کی شانِ قہاریت اور اللہ تعالی کے جلالی صفات آپ کے پیش نظر ہیں اور امّت

کے قصور اور ان کی کوتاہیوں کا بھی خیال آ رہا ہے اور میدان قیامت اور وہاں کی پریشانیاں حضور کو یاد آ رہی ہیں اس لئے) غضب کی جیسی حالت آپ پر طاری ہوجاتی تھی اور آواز بلند ہوجاتی تھی اور آنکھیں سرخ ہوجاتی تھیں (اس وقت پھر آپ جو تقریر فرماتے تھے اس کا عجیب موثر انداز ہوتا تھا سارے سامعین کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے غنیم چڑھ آنے کی کیفیت سنی جائے کہ وہ صبح یا شام حملہ کرنے کی تیاری کررہا ہے تو جو ہیبت طاری ہوتی ہے، ایسا ہی آپ کے خطبہ ارشاد فرمانے سے ہیبت طاری ہوتی تھی (اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب عذاب آتا ہے کہ جب عذاب آتا ہے، چونکہ میدان قیامت بھی خطبہ کے وقت حضور کے پیش نظر رہتا تھا، اس لئے ارشاد فرمارہے ہیں، تم یہ نہ سمجھنا کہ قیامت دور ہے (میرا آنا قیامت کے آنے کی خبر دے رہا ہے، کلمہ کی انگلی اور بیچ کی انگلی دکھا کر ارشاد فرماتے تھے کہ میرے بعد قیامت ہی ہے (بیچ میں کوئی اور پیغمبر نہیں، اس لئے قیامت کو دور نہ سمجھنا، اس حدیث سے امّت کے خطیبوں کو ارشاد ہورہا ہے۔ اے خطبائے امّت یہ خطبہ کے آداب ہیں جو اس حدیث سے ظاہر ہورہے ہیں، تم کو خطبہ ایسے انداز سے دینا چاہئے)۔(اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

خطبہ میں قرآن کی آیتیں پڑھنا مسنون ہے

پہلی حدیث

7/2120۔یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (خطبہ میں سورہ زخرف پ25 ع7 ، آیت نمبر: 77 کی) یہ آیت منبر پر پڑھتے ہوئے سنا ہے:

"وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ' قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ".

(کفار نجات سے جب بالکل مایوس ہوجائیں گے تو موت کی تمنا کریں گے) اور دوزخ کے

داروغہ مالک نامی فرشتے کو پکاریں گے کہ اے مالک تم ہی دعاء کرو کہ تمہارا پروردگار ہم کو موت دے کر ہمارا کام ہی تمام کردے۔ وہ فرشتہ جواب دے گا کہ تم ہمیشہ اسی حال میں رہو گے (نہ نکلو گے نہ مرو گے)۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف:۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خطبہ میں قرآن کی آیتوں کا پڑھنا مسنون ہے (مرقات)

دوسری حدیث

8/2121۔ام ہشام بنت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں نے سورۂ ''**ق والقرآن المجید** ''رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے سن کر یاد کرلی۔ حضور ہر جمعہ کو منبر پر خطبہ میں سورۂ ق کی تلاوت (اکثر) فرماتے تھے۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر جمعہ کو خطبہ میں سورہ ق پڑھا کرتے تھے۔اس بارے میں اشعۃ اللمعات اور مرقات میں اس طرح مذکور ہے کہ حضور کا سورہ ق کو ہر جمعہ میں پڑھنا اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ ام ہشام مسجد نبوی میں جمعہ کے لئے حاضر ہوا کرتی تھیں، نہ کہ حضور عمر بھر ہمیشہ سورۂ ق کو ہر جمعہ میں پڑھا کئے ہیں، دوسرے یہ کہ حضور سورہ ق کی پوری سورت ہر جمعہ میں تلاوت نہیں فرماتے تھے بلکہ ام ہشام کے حاضر ہونے کی مدّت میں مختلف خطبوں میں سورہ ق کو تھوڑا تھوڑا کر کے پڑھا کئے ہیں، اس حدیث سے بھی حضور سے خطبہ میں قرآن کی آیتوں کا پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔

خطبہ کے آداب

9/2122۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (جمعہ کے دن) دو خطبے پڑھا کرتے تھے (اس کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے) آپ منبر پر تشریف فرما ہوتے تھے اس کے بعد جب مؤذن (آپ کو منبر پر بیٹھے ہوئے دیکھ کر) اذان کہنے سے فارغ ہوتا تو آپ کھڑے ہو کر (پہلا) خطبہ پڑھتے۔ پھر خطبہ اولیٰ سے فارغ ہو کر بیٹھ جاتے تھے اور اس

وقت کچھ کلام نہیں کرتے تھے، پھر دوبارہ کھڑے ہوکر دوسرا خطبہ دیا کرتے تھے۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوکر خطبہ دیا کرتے تھے۔اس بارے میں درمختار میں لکھا ہے کہ ایسے شہر میں جس کو مسلمانوں نے تلوار کے زور پر فتح کیا ہو، جیسے مکہ معظّمہ تو وہاں امام تلوار پر ٹیکہ دے کر خطبہ دیا کرے اور ایسے شہر میں جہاں کے لوگ برضا ورغبت مسلمان ہوئے ہوں جیسے مدینہ منورہ، امام وہاں تلوار پر ٹیکہ دے کر خطبہ نہ دے بلکہ ایسے مقام پر عصا پر ٹیکہ دے کر خطبہ دیا کرے اور قہستانی نے محیط کے باب العید کے حوالہ سے اس طرح لکھا ہے کہ جیسے امام کو کھڑے ہوکر خطبہ دینا سنت ہے اسی طرح امام کو خطبہ کے وقت عصا پر ٹیکہ دے کر خطبہ دینا بھی سنت ہے۔

خطبہ کے وقت سامعین کا امام کی طرف رُخ کئے ہوئے رہنا سنت ہے

10/2123 ۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دینے کے لئے منبر پر تشریف رکھے اور ہم سامعین (کسی قدر قبلہ کی طرف سے مڑکر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رخ کئے ہوئے بیٹھے رہے۔

اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف: ملتقی میں لکھا ہے "وَاسْتَقْبَلُوْهُ مُسْتَمِعِيْنَ" یعنی خطبہ سنتے وقت سننے والے امام کی طرف رخ کئے ہوئے بیٹھے رہیں اور بحر میں لکھا ہے "**ان السنةَ فی المستمع استقبالُ الامامِ یخالف کما علیه عملُ الناسِ من استقبالِ المستمعِ للقبلة**" یعنی سنت یہ ہے کہ سامعین خطبہ سنتے وقت امام کی طرف رخ کئے ہوئے رہیں اور آج کل جو عمل درآمد ہے کہ سامعین قبلہ رُخ رہتے ہیں یہ خلاف سنت ہے۔اور علامہ عینی رحمہ اللہ نے عمدۃ القاری میں ابن المنذر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ خطبہ سنتے وقت سامعین کا امام کی طرف رخ کئے رہنے پر امام اعظم، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام مالک اور امام اوزاعی وغیرہ اور دوسرے فقہاء کا بھی اجماع ہے۔12

خطیب کو خطبہ میں امر بالمعروف کے سوائے کوئی اور بات کرنا جائز نہیں ہے

11/2124 ۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ) جمعہ کے دن خطبہ دینے کے لئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف رکھے اور (ملاحظہ کئے کہ کچھ لوگ کھڑے ہوئے ہیں) تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے حضرات سے فرمائے کہ بیٹھ جاؤ (اگرچہ خطبہ کے وقت خطیب کا بات کرنا جائز نہیں ہے مگر امر بالمعروف کرنا جائز ہے، یہاں چونکہ جو صحابہ کھڑے ہوئے تھے ان کا امام کے منبر پر آجانے کے بعد کھڑا رہنا ناجائز تھا، اس لئے حضور امر بالمعروف کے لئے بیٹھ جاؤ ارشاد فرمائے) حضور کا یہ ارشاد جو بیٹھ جانے کے لئے ہوا تھا، اس وقت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد کے دروازے کے پاس تھے، یہ ارشاد سنتے ہی ابن مسعود رضی اللہ عنہ حکم کی تعمیل کے لئے دروازے کے پاس ہی بیٹھ گئے (مگر مسجد میں جو لوگ کھڑے ہوئے تھے ان کے بیٹھنے کے لئے حکم ہوا تھا، دروازے کے پاس والے لوگوں کے لئے بیٹھنے کا حکم نہیں ہوا تھا اس لئے) عبداللہ بن مسعود کو ارشاد ہوا (یہ میرا حکم تم سے متعلق نہیں ہے) تم مسجد میں آجاؤ (ابن مسعود کو بلانا بھی امر بالمعروف تھا)۔ (اس حدیث کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

عمامہ باندھ کر خطبہ دینا مسنون ہے

12/2125 ۔ عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن سیاہ رنگ کا عمامہ سر پر باندھے خطبہ دئے اور اس عمامہ کے دونوں کنارے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان لٹکے ہوئے تھے۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ عمامہ کے دونوں کنارے کندھوں کے درمیان لٹکے ہوئے تھے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ عمامہ کا ایک کنارہ تو معمولاً دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا رہتا ہے اور دوسرا کنارہ بھی عمامہ باندھنے کے بعد عمامہ میں ٹوبنے کے بجائے عمامہ سے لے کر

نیچے اتار دیا جائے جو دونوں کندھوں کے درمیان پہلے کنارہ کے ساتھ لٹکا ہوا رہے۔

دونوں خطبوں کے وقت نماز پڑھنا جائز نہیں ہے

پہلی حدیث

13/2126۔عبداللہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے معاویہ بن صالح رضی اللہ عنہ سے سنا ہے اور وہ ابو الزاھریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ابو الزاھریہ عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، ابوالزاھریہ کہتے ہیں کہ میں جمعہ کے دن عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔عبداللہ بن بسر مجھ سے فرمائے (کہ میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کا ایک واقعہ سناتا ہوں، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے) کہ ایک شخص لوگوں کی گردنوں کو پھلانگتا ہوا آ رہا تھا تو اس شخص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے جہاں جگہ مل جائے وہیں بیٹھ جاؤ۔ (تمہارے پھلانگ کر آنے سے) لوگوں کو ایذاء پہنچتی ہے تم بہت دیر کرکے آئے ہو۔اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے اور نسائی اور ابوداؤد نے بھی اسی طرح بہترین سند سے اس کی روایت کی ہے اور امام طحاوی نے کہا ہے، صاحبو! دیکھ رہے ہو کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھلانگتے ہوئے آنے والے شخص کو صرف بیٹھ جانے کا حکم فرماتے ہیں، اگر خطبہ کی حالت میں نماز پڑھنا جائز ہوتا تو نماز پڑھ کر بیٹھ جانے کا حکم دیتے، صرف بیٹھ جانے کا حکم دینے سے معلوم ہوا کہ خطبہ کی حالت میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

تمہید

حنفی مذہب میں خطبہ کے متعلق دو قول ہیں، صاحبین فرماتے ہیں کہ دونوں خطبے ہوتے وقت صلاۃ وکلام ناجائز ہے، خطبہ شروع ہونے کے پہلے یا خطبہ ختم ہونے کے بعد کلام وغیرہ کرسکتے ہیں، اس وجہ سے کہ خطبہ سننا فرض ہے خطبہ کی حالت میں صلاۃ وکلام ہوتو خطبہ سننے میں خلل پڑتا ہے، بخلاف اس کے اگر خطبہ کے پہلے اور خطبہ کے بعد کلام کیا جائے تو خطبہ سننے میں کوئی خلل نہیں واقع ہوتا۔اس لئے خطبہ شروع کرنے سے پہلے کلام جائز ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خطیب جب اپنی جگہ سے خطبہ دینے کے لئے اٹھے جب ہی سے صلاۃ وکلام ناجائز ہے، یہاں تک کہ خطبہ ختم کرکے نماز جمعہ شروع کرے اس لئے کہ بعض وقت کلام طویل ہوجاتا ہے اور خطبہ سننے میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہوجاتا ہے، امام زہری کا بھی ایسا ہی قول ہے۔ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں حضرات علی، ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ خطیب کے اپنی جگہ سے خطبہ کے لئے اٹھنے کے بعد یہ سب حضرات صلاۃ اور کلام کو مکروہ سمجھتے ہیں ان حضرات کے قول سے بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی تائید ہوتی ہے۔اس تمہید کو پیش نظر رکھ کر ذیل کی حدیثوں کو پڑھئے۔

دوسری حدیث

14/2127۔جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ (جمعہ کے دن مسجد میں) ایسے وقت حاضر ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (خطبہ دینے کے لئے) منبر پر تشریف فرما تھے اور ابھی خطبہ شروع نہیں فرمائے تھے تو (ایسا ہی نسائی نے سنن کبیر میں اس حدیث کے باب کا عنوان ''باب الصلاة قبل الخطبة'' قائم کیا ہے۔12) سلیک نماز پڑھے

بغیر بیٹھ گئے یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے فرمائے: کیا تم دو رکعت نماز پڑھ چکے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: جی نہیں! تو حضور نے ارشاد فرمایا: اٹھو اور دو رکعت پڑھ لو۔ اس کی روایت نسائی نے سنن کبیر میں کی ہے (اس حدیث سے صاحبین کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ خطبہ شروع کرنے سے پہلے صلاۃ و کلام جائز ہے، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلیک کو اس وقت نماز پڑھنے کا حکم دیا جبکہ ابھی آپ خطبہ شروع نہیں فرمائے تھے)۔

تیسری حدیث

15/2128۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں (جمعہ کے دن) ایسے وقت داخل ہو کر بیٹھ گیا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے کہ اٹھو دو رکعت پڑھ لو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کے نماز سے فارغ ہونے تک خطبہ دینے سے رکے رہے۔

(اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے۔)

16/2129۔اور دارقطنی کی ایک اور روایت جو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے مروی ہے اور وہ معتمر سے روایت کرتے ہیں اور معتمر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، ان کے والد نے کہا کہ ایک شخص (جمعہ کے دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبہ دینے کی حالت میں مسجد میں آ کر بیٹھ گیا تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ان سے فرمایا کہ کیا تم نے نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: جی نہیں، اس پر حضور نے ان سے فرمایا: اٹھو اور نماز پڑھ لو، پھر حضور ان کے نماز سے فارغ ہونے تک انتظار فرمائے، یعنی خطبہ دینے سے رکے رہے۔

چوتھی حدیث

17/2130۔محمد بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے جب ان کو دو رکعت نماز پڑھنے کے لئے حکم دیا تھا تو ان کے دو رکعت پڑھ کر فراغت حاصل کرنے تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دینے سے رکے رہے اوراس کے بعد خطبہ دینے میں مشغول ہوگئے۔اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔

ف: ان تینوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ خطبہ کی حالت میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اگر خطبہ کی حالت میں نماز پڑھنا جائز ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دینے سے رکے ہوئے نہیں رہتے ،حضور کا خطبہ دینے سے رکے رہ کران سے نماز پڑھوانے سے معلوم ہوا کہ خطبہ کی حالت میں نماز جائز نہیں ہے۔

پانچویں حدیث

18/2131 ۔عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب امام (خطبہ دینے کے لئے)منبر پرآجائے تواس وقت نماز پڑھنا گناہ ہے۔

اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

چھٹی حدیث

19/2132 ۔ثعلبہ بن ابی مالک قرظی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب امام (خطبہ کے لئے)منبر پر بیٹھ جائے تو اس وقت اگر نماز پڑھی جائے بھی تو نہیں ہوتی۔

(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

ف: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ امام کے منبر پر بیٹھ جانے کے بعد نماز جائز نہیں،اس سے ثابت ہوا کہ عین خطبہ ہوتے وقت نماز بدرجہ اولیٰ جائز نہیں ہے اس لئے کہ نماز پڑھنے سے خطبہ سننے میں خلل واقع ہوتا ہے اوراسی لئے خطبہ ہوتے وقت نماز پڑھنا ممنوع ہے۔

ساتویں حدیث

20/2133 ۔ابن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ ان سے ایسے شخص کے متعلق سوال

کیا گیا جو جمعہ کے دن ایسے وقت مسجد میں آئے جبکہ امام خطبہ دے رہا ہوتو وہ کیا کرے؟ تو ابن شہاب نے جواب دیا کہ وہ شخص بیٹھ جائے اور نماز نہ پڑھے (اس لئے کہ خطبہ ہوتے وقت نماز پڑھنا جائز نہیں ہے) اس کی روایت امام طحاوی نے سند صحیح سے کی ہے اور امام طحاوی نے کہا ہے کہ ہم کو ایسی روایتیں پہونچی ہیں۔جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امام جب اپنی جگہ سے خطبہ کے لئے نکلے تو ایسے وقت اگر نماز پڑھی جائے تو نماز نہیں ہوتی۔اس لئے ایسے وقت نماز پڑھنا جائز نہیں بلکہ جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جانا چاہئے، امام طحاوی یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس پر میں تم کو صحابہ کے زمانہ کا ایک واقعہ سناتا ہوں۔عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے، ایسے میں عبداللہ بن صفوان رضی اللہ عنہ آئے اور بغیر نماز پڑھے بیٹھ گئے۔عبداللہ بن صفوان کے نماز پڑھے بغیر بیٹھ جانے کو عبداللہ بن زبیر نے دیکھا اور اس پر کسی قسم کا انکار نہیں فرمایا اور اس وقت وہاں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے تھے اور جو تابعین وہاں موجود تھے، ان سب حضرات نے بھی اس پر انکار نہیں فرمایا (اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ کی حالت میں بغیر نماز پڑھے بیٹھنا چاہئے۔اس لئے کہ اس وقت نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور قاضی شریح بھی کبھی خطبہ ہوتے وقت مسجد میں آجاتے تو نماز پڑھے بغیر بیٹھ جایا کرتے اور اس وقت نماز پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔

نماز جمعہ میں کوئی شخص تشہد میں آکر شریک ہوا تو اس کو جمعہ مل گیا اور وہ امام کے سلام کے بعد جمعہ ہی کی تکمیل کرے

پہلی حدیث

21/2134۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب نماز کی اقامت ہوجائے تو تم میں سے کوئی (نماز میں شریک ہونے کے لئے) دوڑتے ہوئے نہ آئے بلکہ سکون واطمینان کے ساتھ آئے، اب نماز کا جتنا حصہ تم کو امام کے ساتھ مل جائے اس کو امام کے ساتھ پڑھ لو اور جتنا حصہ تم کو امام کے ساتھ نہ ملے اس کی

قضاء کرلو۔ (مثلاً جمعہ کی نماز میں کسی کو دوسری رکعت کا سجدہ یا تشہد ملا تو اس کو سمجھنا چاہئے کہ مجھے جمعہ مل گیا، جو نماز ملی ہے اس کو تو امام کے ساتھ پڑھ لے اور جو حصہ چھوٹ گیا ہے یعنی جمعہ کی دونوں رکعتیں جو امام کے ساتھ اس کو نہیں ملی ہیں ان کو امام کے سلام پھیرنے کے بعد اٹھ کر ادا کرلے)۔

(اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

22/2135۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نماز کو (معمولی رفتار سے) اطمینان کے ساتھ آیا کرو، جو کچھ نماز تمہیں مل جائے (جماعت کے ساتھ) پڑھ لو اور جو باقی رہ جائے اس کو بعد میں پورا کرلو۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

23-24/2136-2137۔ اور ابوداؤد کی ایک اور روایت اور امام احمد کی روایت بھی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح ہے۔

25/2138۔ اور ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے بھی اس کی روایت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔

خطبہ کے وقت سامعین کا امام کی طرف رخ کئے ہوئے رہنا سنت ہے

پہلی حدیث

26/2139۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (خطبہ دینے کے لئے جب) منبر پر تشریف رکھتے تو ہم (سامعین کسی قدر قبلہ کی طرف سے مڑکر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رخ کئے ہوئے بیٹھتے۔

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔ اور مبسوط میں مذکور ہے کہ سامعین کے لئے مستحب یہ ہے کہ امام خطبہ دیتے وقت سب امام کی طرف رخ کئے ہوئے رہیں۔

27/2140۔اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو دیکھا گیا کہ جب موذن اذان سے فارغ ہوجاتا تو آپ امام کی طرف اپنا رخ کئے ہوئے خطبہ سنتے تھے۔

دوسری حدیث

28/2141۔علی بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خطبہ دیا کرتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (کسی قدر قبلہ کی طرف سے مڑکر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رخ کئے ہوئے بیٹھتے تھے۔ابنِ بطال نے اس کو شرح بخاری میں ذکر کیا ہے۔

خطبہ کے وقت خطیب کو تفہیم کے لئے صرف کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرنا سنت ہے

29/2142۔عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے بشیر بن مروان کو دیکھا کہ (خطبہ دیتے ہوئے لوگوں کو خطبہ کی تفہیم کرتے وقت) دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر (اشارہ کرکے خطبہ کی تفہیم کررہا تھا جیسا کہ اکثر واعظوں کا طریقہ ہے کہ تقریر کے وقت ہاتھوں سے اشارہ کیا کرتے ہیں، چونکہ بشیر کی یہ حرکت سنت کے خلاف تھی اس لئے عمارہ رضی اللہ عنہ کو ناگوار گزری) انہوں نے بددعا دی کہ ان ہاتھوں کا خدا برا کرے (کہ خلاف سنت ان ہاتھوں سے اشارہ ہورہا ہے) پھر کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرکے کہنے لگے، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (خطبہ کے وقت تفہیم کے لئے) بس اس طرح کلمہ کی انگلی سے اشارہ کیا کرتے تھے (اس لئے خطبہ کے وقت تفہیم کے لئے صرف کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرنا سنت ہے)۔

(اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

(46/65)بَابُ صَلَاةِ الْخَوْفِ

(اس باب میں یہ بیان ہے کہ خوف کے وقت نماز کس طرح پڑھنا چاہئے)

ف: درمختار میں لکھا ہے کہ جب کسی دشمن کا سامنا ہونے والا ہو، خواہ دشمن انسان ہو یا درندہ جانور یا کوئی اژدہا وغیرہ اور ایسی حالت میں سب مسلمان یا بعض لوگ بھی مل کر جماعت سے نماز نہ پڑھ سکیں اور سواریوں پر سے اترنے کی مہلت نہ ہو تو سب لوگوں کو چاہئے کہ سواریوں پر بیٹھے بیٹھے اشاروں سے تنہا نماز پڑھ لیں، استقبال قبلہ بھی اس وقت شرط نہیں، ہاں اگر دو آدمی ایک ہی سواری پر بیٹھے ہوں، تو وہ دونوں جماعت کرلیں، اگر اس کی بھی مہلت نہ ہو تو معذور ہیں کہ اس وقت نماز نہ پڑھیں، اطمینان کے بعد اس کی قضا پڑھیں اور اگر یہ بھی ممکن ہو کہ کچھ لوگ مل کر جماعت سے نماز پڑھ سکیں، اگرچہ بہت آدمی نہ پڑھ سکتے ہوں تو ایسی حالت میں ان کو جماعت نہ چھوڑنا چاہئے بلکہ اس طریقہ پر نماز پڑھیں کہ تمام مسلمانوں کے دوحصّے کردئے جائیں، ایک حصہ دشمن کے مقابلہ میں رہے اور دوسرا حصہ امام کے ساتھ نماز شروع کردے، اگر تین یا چار رکعت والی نماز ہو (جیسے ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور یہ قصر نہ کررہے ہوں) تو جب امام دو رکعت نماز پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہونے لگے تو یہ حصہ دشمن کے مقابلہ میں چلا جاوے اور دوسرا حصہ وہاں سے آکر امام کے ساتھ بقیہ پڑھے۔ امام کو ان لوگوں کے آنے کا انتظار کرنا چاہئے، پھر جب بقیہ نماز امام تمام کرچکے تو امام سلام پھیردے اور یہ لوگ سلام پھیرے بغیر دشمن کے مقابلے میں چلے جائیں اور پہلے لوگ یہاں آکر اپنی بقیہ نماز بغیر قرأت کے تمام کرلیں اور سلام پھیردیں، اس لئے کہ یہ لاحق ہیں، پھر یہ لوگ دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں اور دوسرا حصہ یہاں آکر اپنی نماز قرأت کے ساتھ تمام کرلے اور سلام پھیردے، اس لئے کہ یہ لوگ مسبوق ہیں، بغیر قصر کے صلاۃ خوف کی یہ صورت تھی اور اگر یہ لوگ قصر کرتے ہوں یا دو رکعت والی نماز ہو، جیسے فجر، جمعہ، عیدین تو جماعت کا پہلا حصہ امام کے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھنے کے بعد دشمن کے مقابلہ میں چلا جائے اور بقیہ نماز کی تکمیل مذکورہ طریقہ پر کی جائے۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ''وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ

مِّنۡهُمۡ مَّعَكَ وَ لۡيَاۡخُذُوۡۤا اَسۡلِحَتَهُمۡ ۚ فَاِذَا سَجَدُوۡا فَلۡيَكُوۡنُوۡا مِنۡ وَّرَآئِكُمۡ وَلۡتَاۡتِ طَآئِفَةٌ اُخۡرٰى لَمۡ يُصَلُّوۡا فَلۡيُصَلُّوۡا مَعَكَ وَلۡيَاۡخُذُوۡا حِذۡرَهُمۡ وَاَسۡلِحَتَهُمۡ ۚ وَدَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَوۡ تَغۡفُلُوۡنَ عَنۡ اَسۡلِحَتِكُمۡ وَاَمۡتِعَتِكُمۡ فَيَمِيۡلُوۡنَ عَلَيۡكُمۡ مَّيۡلَةً وَّاحِدَةً ‘‘ ۔

اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے (پ5 سورہ نساء ع15 ، آیت نمبر: 102 میں) اور جب آپ ان میں تشریف رکھتے ہوں (اور اسی طرح آپ کے بعد جو اور امام ہو) پھر آپ ان کو نماز پڑھانا چاہیں (اور اندیشہ ہو کہ اگر سب لوگ نماز میں لگ جاوینگے تو کوئی دشمن موقع پا کر حملہ کر بیٹھے گا) تو ایسی حالت میں یوں چاہئے کہ (جماعت کے دوگروہ ہوجائیں پھر) ان میں سے ایک گروہ تو آپ کے ساتھ نماز میں کھڑے ہوجائے (اور دوسرا گروہ نگہبانی کے لئے دشمن کے مقابل کھڑا ہوجاوے تا کہ دشمن کو دیکھتا اور حفاظت کرتا رہے)اور وہ لوگ (جو آپ کے ساتھ نماز میں شامل ہیں وہ بھی مختصر مختصر) ہتھیار لے لیں (یعنی نماز سے پہلے لے کر ہمراہ رکھیں، شاید مقابلہ کی ضرورت پڑ جاوے تو ہتھیار لینے میں دیر نہ لگے، فوراً قتال کرنے لگیں، گو نماز قتال سے ٹوٹ جاوے گی مگر گناہ نہیں) پھر جب یہ لوگ (آپ کے ساتھ) سجدہ کر چکیں (یعنی ایک رکعت پوری کرلیں) تو یہ لوگ (نگہبانی کے لئے) تمہارے پیچھے ہوجاویں (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرا گروہ جو کہ اب نماز میں شامل ہوں گے جن کا بیان آگے آتا ہے، پہلا گروہ ان سب کے پیچھے ہوجاوے) اور دوسرا گروہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی (یعنی شروع بھی نہیں کی وہ بجائے اس پہلے گروہ کے امام کے قریب آجاوے اور آپ کے ساتھ نماز (کی ایک رکعت جو باقی رہی ہے اس کو) پڑھ لیں، اور یہ لوگ بھی اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار لے لیں ۔ (سامان اور ہتھیار ہمراہ لینے کا اس لئے سب کو حکم کیا ہے کہ) کافر لوگ یوں چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں اور سامانوں سے (ذرا) غافل ہوجاؤ تو تم ایکبارگی حملہ کر بیٹھیں (سو ایسی حالت میں احتیاط اور ہوشیاری ضروری ہے) ۔

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰی: ''فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا '' اوراللہ تعالی کاارشاد ہے(پ2 سورہ بقرہ ع 31،آیت نمبر:239 میں) اگر تم کسی دشمن وغیرہ کے خوف سے باقاعدہ نماز نہیں پڑھ سکتے ہو تو تم کھڑے کھڑے یا سواری پر بیٹھے ہوئے (جس طرح بن سکے خواہ قبلہ کی طرف رخ بھی نہ ہو،اور گو رکوع اور سجود صرف اشارے ہی سے ممکن ہو) نماز پڑھ لیا کرو (ایسے نازک وقت میں بھی نماز نہ چھوڑو۔نماز کی خوب حفاظت کیا کرو) (اگر میدان جنگ میں چلتے چلتے تو نماز پڑھ سکتا ہے،کسی ایک جگہ کھڑے رہنے کا موقع نہیں مل رہا ہے تو چلتے ہوئے نماز پڑھنے میں عمل کثیر ہوتا ہے،اس لئے نماز ملتوی کرنا چاہئے ، بعد میں اطمینان کے وقت قضاء کرے جیسا کہ غزوہ احزاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھڑے ہوئے نماز پڑھنے کا موقع نہیں ملا تو آپ نماز ملتوی کردئے بعد میں اطمینان کے وقت جتنی نمازیں رہ گئیں تھیں،ان کی قضاء فرمائے۔

صلاۃ خوف پڑھنے کی کیفیت

1/2143۔سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اپنے والد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں ان کے والد حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ (ایک بار) مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شریک ہونے کا اتفاق ہوا جو نجد کی طرف ہورہا تھا۔جب ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوا تو ہم ان کے مقابلہ میں صف آرا ہوئے (اتنے میں نماز کا وقت آگیا) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو نماز پڑھانے کا ارادہ فرمائے تو (ہماری فوج کے دوحصّہ ہوئے) ایک حصّہ حضور کے ساتھ نماز میں شریک ہوا۔اور دوسرا حصّہ دشمن کے مقابلہ میں (اس کو روکنے کے لئے) کھڑا رہا۔آپ ان صحابہ کو جو آپ کے ساتھ نماز میں شریک تھے ایک رکعت اس طرح پڑھائے کہ اس رکعت کا رکوع اور دوسجدے اداء کرکے دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوگئے۔پھر یہ حصّہ جو حضور کے ساتھ نماز کی ایک رکعت پڑھ چکا تھا دشمن کے مقابلہ پر جا کھڑا رہا۔اور دوسرا حصّہ جو ابھی نماز نہیں

پڑھا تھا وہ آ کر دوسری رکعت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کیا تو ان کو بھی حضور ایک رکعت پڑھائے۔ رکوع اور دو سجدے کر کے (قعدہ سے فارغ ہوکر) حضور سلام پھیر دئے۔ اس کے بعد ہر حصّہ اپنی اس رکعت کو جو رہ گئی تھی (اس طرح) اداء کیا (کہ دوسرا حصّہ دشمن کے مقابلہ کے لئے چلا گیا۔ اور پہلا حصّہ دشمن کے مقابلہ سے واپس آ کر لاحق کی طرح بغیر قرأت کے ایک رکعت اداء کرلیا اور سلام کے بعد دشمن کے مقابلہ کے لئے چلا گیا اور دوسرا حصّہ جو دشمن کے مقابلہ پر کھڑا تھا وہ واپس آ کر اپنی دوسری رکعت مسبوق کی طرح قرأت کے ساتھ پوری اداء کر کے سلام پھیر دیا۔ اسی طرح ہر حصّہ کے دو رکعت پورے ہوئے حنفی مذہب میں یہ مشہور روایت ہے)۔

(اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

2-3/2144-2145۔ حضرت ابن عمر سے دو روایتیں آئی ہیں ایک کی سالم بن عبداللہ روایت کئے ہیں جو ابھی صدر میں مذکور ہوئی ہے۔ دوسری روایت حضرت ابن عمر سے نافع بعینیہ سالم کی روایت کی طرح روایت کر کے اس میں اتنا اضافہ کئے ہیں کہ اگر اس قدر خوف ہو کہ صدر کے طریقہ کے موافق امام فوج کے دو حصہ کر کے ایک ایک حصہ کو لے کر نماز پڑھا سکتا ہے تو وہ مذکورہ طریقہ پر نماز پڑھائے۔ اگر خوف اس سے کہیں زیادہ ہے (مثلاً حملہ ہو رہا ہو اور جماعت اور صف نہ کرسکیں) تو ہر شخص اکیلا اکیلا اس طرح نماز پڑھے کہ ایک جگہ کھڑا ہوا ہو یا سواری پر ہو اور رکوع اور سجدہ اشارہ سے کر رہا ہو، خواہ قبلہ رخ رہنے کا موقع ملے یا نہ ملے (بہر حال نماز پڑھ لینی چاہئے۔ اگر جنگ کی وجہ سے ایک جگہ کھڑا ہوکر نماز نہیں پڑھ سکتا ہے بلکہ چلتے ہوئے پڑھ سکتا ہے تو چلتے ہوئے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ چلتے ہوئے نماز پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور ایسی صورت میں اطمینان کے بعد اس کی قضاء پڑھ لے۔ بخلاف اس کے سواری پر ہو، اور سواری چل رہی ہے تو ایسے خوف کی حالت میں سواری پر فرض اور واجب نمازیں

پڑھنا جائز ہے۔ اس کے برخلاف اگر خوف کی حالت نہ ہو تو سواری پر صرف نفل نمازیں جائز ہیں، فرض اور واجب نمازیں سواری پر جائز نہیں۔ سواری سے اتر کر زمین پر فرض اور واجب پڑھنا چاہئے)۔(نافع کی یہ روایت بھی بخاری میں مذکور ہے۔)

صلاۃ خوف پڑھنے کی دوسری کیفیت

4/2146۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز خوف پڑھائے تو (فوج کے دو حصہ کئے) ایک حصہ حضور کے ساتھ نماز میں شریک ہوا، اور دوسرا حصہ دشمن کے مقابلہ پر (اس کو روکنے کے لئے کھڑا رہا۔ آپ نے پہلے حصہ کو ایک رکعت نماز پڑھائی۔ پھر دوسرا حصہ آ کر ان کی جگہ کھڑا ہو گیا اور (فوج کا) یہ حصہ (جو ایک رکعت پڑھ چکا تھا) دشمن کے مقابلہ میں جا کر کھڑا ہو گیا، اور دوسرا حصہ جو ابھی نماز نہیں پڑھا تھا، اس نے دوسری رکعت میں حضور کی اقتداء کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دوسرے حصہ کو ایک رکعت نماز پڑھا کر سلام پھیر دئے۔ دوسرے حصہ کے لوگ جو حضور کے ساتھ دوسری رکعت پڑھے تھے (دشمن کے مقابلہ پر نہیں گئے) بلکہ وہیں کھڑے ہوئے علحدہ علحدہ (مثل مسبوق کے قرأت کے ساتھ) دوسری رکعت پوری اداء کر کے سلام پھیرنے کے بعد دشمن کے مقابلہ پر جا کھڑے ہو گئے اور پہلے حصہ کے لوگ دشمن کے سامنے سے اسی جگہ پر جہاں پہلی رکعت پڑھے تھے آ کر تنہا ہر ایک (مثل لاحق کے بغیر قرأت کے) دوسری رکعت پڑھ کر سلام پھیر دئے۔ (شرح نقایہ میں لکھا ہے کہ حنفی مذہب میں اس طرح بھی ایک روایت آئی ہے)۔

(اس حدیث کی روایت ابوداؤد اور بیہقی نے کی ہے۔)

صلاۃ خوف کی یہ روایت بھی حضرت سالم بن عبداللہ کی روایت کی طرح ہے

5/2147۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ جب امام

(خوف کی حالت میں مثلاً میدان جنگ میں ہو) اپنے ساتھی فوج کو نماز پڑھانے کا ارادہ کرے (تو فوج کے دو حصے کرے) ایک حصہ کو امام اپنے ساتھ نماز میں کھڑا کرے، اور دوسرے حصہ کو دشمن کے مقابلہ میں (اس کو روکنے کے لئے) کھڑا کرے اور امام اس حصہ کو جو اس کے ساتھ نماز میں شریک ہے، ایک رکعت پڑھائے، پھر یہ حصہ جو امام کے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھا ہے بغیر بات کئے (دشمن کے مقابلہ پر) جا کھڑا رہے اور دوسرا حصہ جو امام کے ساتھ نماز نہیں پڑھا ہے۔ وہ آکر امام کی دوسری رکعت میں اس کی اقتداء کرے (اور امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ لے امام تو سلام پھیر دے گا اور یہ دوسرا حصہ جو امام کے ساتھ دوسری رکعت پڑھا ہے) کسی سے کلام کئے بغیر دشمن کے مقابلہ پر چلا جائے اور پہلا حصہ دشمن کے مقابلہ سے واپس آکر (اسی جگہ جہاں پہلی رکعت پڑھا ہے کھڑا ہو جائے اور ہر شخص لاحق کی طرح بغیر قرأت کے تنہا) علحدہ علحدہ (دوسری رکعت پڑھ کر دشمن کے مقابلہ پر چلا جائے، اور دوسرا حصہ دشمن کے مقابلہ سے واپس آکر اسی جگہ کھڑا رہے جہاں پہلی رکعت پڑھا تھا، اور (ہر شخص مسبوق کی طرح قرأت کے ساتھ تنہا) علحدہ علحدہ اپنی بقیہ دوسری رکعت کو پڑھ لے (حنفی مذہب میں یہ مشہور روایت ہے)۔

(اس کی روایت امام محمد رحمہ اللہ نے ہمارے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے کتاب الآثار میں کی ہے)

صلاۃ خوف کی روایت بھی حضرت سالم بن عبداللہ کی روایت کی طرح ہے

6/2148۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ (مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان دو مقام ہیں ایک کا نام ضَجْنَانُ ہے اور دوسرے کا نام عُسْفَانُ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں کے مشرکین کا محاصرہ کئے تھے) مشرکین آپس میں مشورہ کئے کہ ان مسلمانوں کی ایک نماز ہے جو ان کے پاس ان کے ماں باپ اور اولاد سے زیادہ پیاری ہے اور وہ عصر کی نماز ہے (جب یہ نماز شروع کریں تو) تم ان سے لڑنے کا پکا ارادہ کر کے ان پر (ان کی حالت نماز میں)

یکبارگی حملہ کردو (تو یہ بہت بری طرح سے مارے جائیں گے) کفار کے اس مشورہ کی جبرئیل علیہ الصلوۃ والسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آکر خبر کئے) اور اللہ تعالی کا یہ حکم پہونچائے کہ آپ اپنے صحابہ کو دو حصوں میں تقسیم کردیجئے اور اس طرح نماز پڑھائیے کہ ان میں سے ایک حصہ کو آپ نماز پڑھائیں، اور دوسرا حصہ (کفار کے سامنے) ان کو روکنے کے لئے کھڑے رہے) اور چاہئے کہ اپنے بچاؤ کے سامان اور ہتھیار کو ساتھ رکھ لیں تو حضور ایک ایک حصہ کو ایک ایک رکعت پڑھائے (جیسا کہ سالم کی روایت میں مذکور ہے) اب رہی دوسری رکعت تو ہر حصہ اپنی دوسری رکعت کو اس طرح اداء کیا جیسا کتاب الآثار میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما صراحت فرمائے ہیں جو ابھی اوپر گزرچکی ہے) اس طرح ہر حصہ کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک ایک رکعت ہوئی اور حضور کے دو رکعتیں ہوئے ۔ (اس کی روایت ترمذی اور نسائی نے کی ہے ۔)

(47/66)بَابُ صَلٰوةِالْعِيْدَيْنِ

(اس باب میں عیدالفطر کی نماز اور عیدالاضحیٰ کی نماز اور ان کے متعلقات کا بیان ہے)

ف۔شوال کے مہینے کی پہلی تاریخ کو عیدالفطر کہتے ہیں اور ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو عیدالاضحیٰ۔ یہ دونوں دن اسلام میں عید اور خوشی کے دن ہیں ان دونوں دنوں میں دو دو رکعت نماز بطور شکریہ کے پڑھنا واجب ہے۔ جمعہ کی نماز کی صحت اور وجوب کے لئے جو شرائط اوپر مذکور ہو چکے ہیں، وہی سب عیدین کی نماز میں بھی ہیں، سوائے خطبہ کے کہ جمعہ کی نماز میں خطبہ فرض اور شرط ہے اور نماز سے پہلے پڑھا جاتا ہے، اور عیدین کی نماز میں شرط یعنی فرض نہیں سنت ہے۔اور نماز کے بعد پڑھا جاتا ہے مگر عیدین کا خطبہ سننا بھی مثل جمعہ کے خطبہ کے واجب ہے یعنی اس وقت بولنا چالنا نماز پڑھنا سب حرام ہے۔

عیدالفطر کے دن تیرہ چیزیں مسنون ہیں: شرع کے موافق اپنی آرائش کرنا یعنے غسل کرنا، مسواک کرنا، عمدہ سے عمدہ کپڑے جو پاس موجود ہوں پہننا، خوشبو لگانا، صبح کو بہت سویرے اٹھنا، عیدگاہ میں بہت سویرے جانا، عیدگاہ جانے کے قبل کوئی شیریں چیز مثل چھوہارے وغیرہ کھانا، عیدگاہ جانے قبل صدقہ فطر (فطرہ) دے دینا، عید کی نماز عیدگاہ میں جا کر پڑھنا یعنی شہر کی مسجد میں بلا عذر نہ پڑھنا، ایک راستہ سے جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا، پیدل جانا، راستہ میں " اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ " آہستہ آواز سے پڑھتے ہوئے جانا۔

عیدالاضحیٰ میں بھی وہ سب چیزیں مسنون ہیں جو عیدالفطر میں ہیں، فرق اس قدر ہے کہ عیدالفطر میں عیدگاہ جانے سے پہلے کوئی چیز کھانا مسنون ہے یہاں نہیں۔عیدالفطر میں راستہ میں آہستہ تکبیر کہنا مسنون ہے اور عیدالاضحیٰ میں بلند آواز سے، عیدالفطر کی نماز دیر کر کے پڑھنا مسنون ہے اور عیدالاضحیٰ کی سویرے اور عیدالاضحیٰ میں صدقہ فطر نہیں بلکہ نماز کے بعد اہل وسعت پر قربانی ہے، اذان واقامت نہ یہاں ہے اور نہ وہاں ہے۔(نورالایضاح، درمختار)12

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: "وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○

اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورہ بقرہ پ 2 ع 23، آیت نمبر: 185 میں) (اور اللہ تعالی کا بہت بڑا

احسان ہے کہ رمضان المبارک میں روزے رکھنے کا حکم دیا۔جس سے دل کی طہارت اور نفس کی اصلاح ہوتی ہے،اس لئے اے مسلمانو!)رمضان المبارک کے بعد عید کی نماز جس میں اللہ اکبر زیادہ تعداد میں کہے جاتے ہیں پڑھ کر اللہ کی بزرگی بیان کرو اور شکریہ اداء کرو کہ (اس نے ہم کو رمضان المبارک میں روزہ رکھنے کی ہدایت کر کے ہماری اصلاح فرمائی)۔

وَقَوْلُهٗ: ''فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ '' اوراللہ تعالی کا ارشاد ہے(سورۂ کوثر پ30 ع1، آیت نمبر: 2 میں) مسلمانو! تمہارے ساتھ کے مسلمان حج کے لئے مکہ معظّمہ جا کر مکہ معظّمہ میں نمازیں پڑھ رہے ہیں اور منٰی میں قربانی دے رہے ہیں،تم اس سے محروم اپنے وطن میں ہو،اس سے تم دل شکستہ نہ ہو) عیدگاہ جا کر عیدالاضحٰی کی نماز پڑھو،اس کے بعد قربانی کرو(تو حج میں حجاج جو کر رہے ہیں،تم اس کو اپنے وطن میں اداء کر کے حاجیوں کی مشابہت پیدا کرو)۔

ف: ان دونوں آیتوں میں عیدین کی نماز کا حکم امر کے صیغہ سے ارشاد ہوا ہے اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے اس لئے عیدین کی نماز کا پڑھنا واجب ہے۔جیسا کہ عمدۃ القاری میں مذکور ہے۔12

عید کی نماز عیدگاہ میں اداء کرنا سنت مؤکدہ ہے

1/2149 ۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدالفطر اور عیدالاضحٰی کے دن عیدگاہ کو جایا کرتے تھے(اس لئے عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھنا سنت مؤکدہ ہے مسجدوں میں جو عید کی نماز پڑھی جاتی ہے نماز تو ہوجاتی ہے مگر مسجدوں میں بلا عذر عید کی نماز پڑھنے والا تارک سنت مؤکدہ ہے(ایسا ہی عمدۃ الرعایہ میں مذکور ہے۔12) اور عیدگاہ پہونچنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلا عمل یہ ہوتا کہ آپ نماز عید اداء فرماتے (نماز عید سے پہلے عیدگاہ میں کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے اور نہ نماز عید سے پہلے خطبہ ارشاد فرماتے بلکہ پہلے نماز عید سے فارغ ہوکر خطبہ دینے کے لئے) لوگوں کی طرف متوجہ

ہوکر کھڑے رہتے اور لوگ اپنی اپنی صفوں میں خطبہ سننے کے لئے حضور کی طرف رخ کئے بیٹھتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو (خطبہ میں) وعظ ونصیحت فرماتے اور جس کام کی نصیحت کرنی (اس وقت کے لحاظ سے) مناسب ہوتی، اس کی نصیحت فرماتے اور احکام صادر فرماتے تھے اور کہیں لشکر بھیجنا ہوتا تو (ضرورت کے موافق) لشکر کا ایک حصہ علحدہ فرماتے یا کسی چیز کے متعلق حکم دینے کا ارادہ ہوتا تو اس وقت اس کا حکم دیتے، اس کے بعد (عیدگاہ سے) گھر واپس ہوجاتے تھے۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

عیدین میں پہلے نماز اور پھر خطبہ دینا مسنون ہے

2/2150۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز عید پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے؟ تو حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہاں (میں نماز عید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پڑھا ہوں) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا) حضور گھر سے نکل کر عیدگاہ تشریف لائے پہلے عید کی نماز پڑھائے، پھر نماز کے بعد (دو) خطبے ارشاد فرمائے۔حضرت ابن عباس اذان اور اقامت کا کچھ ذکر نہیں کئے (اسی لئے نماز عید کے لئے اذان اور اقامت ثابت نہیں ہے) عورتیں دور بیٹھی ہوئی تھیں اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کو خیال ہوا کہ خطبہ کی آواز ان تک نہیں پہونچی ہے، اسی لئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر) عورتوں کی صفوں تک تشریف لے گئے، عورتوں کو وعظ ونصیحت فرمائے اور جو عورتوں کے خاص احکام ہیں ان کو بھی ان کے سامنے بیان فرمائے اور خیرات کرنے کی ترغیب دئے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ عورتیں اپنے کانوں کی بالیاں اور گلوں کے ہار اتار اتار کر حضرت بلال کو دے رہی تھیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت بلال عیدگاہ سے گھر واپس ہوئے۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف(1): اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ عورتیں اپنے زیورات بغیر شوہر کی اجازت کے خیرات کررہے تھے۔ اس مسئلہ کے متعلق تحقیق یہ ہے، دیکھنا چاہئے کہ عورت اپنے مال میں سے خیرات کررہی ہے یا شوہر کے مال میں سے؟ اگر اپنے مال میں سے خیرات کررہی ہے جیسے اس حدیث میں مذکور ہے کہ عورتیں اپنا مال خیرات کئے ہیں تو عورتوں کو شوہروں کی اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ اس لئے اس حدیث شریف میں بغیر شوہروں کی اجازت کے عورتیں اپنا مال خیرات کردئے ہیں ہاں اگر عورتیں راشدہ نہیں ہیں بے سمجھ ہیں، مال کی ان کے پاس قدر نہیں ہے تو ایسی عورتوں کو اپنا مال بھی خیرات کرنے کے لئے شوہروں کی اجازت کی ضرورت ہے اور اگر شوہر کا مال ہے اور رواج کے موافق کچھ تھوڑی چیز مثلاً روٹی اور پیسہ دو پیسہ خیرات کررہی ہے تو اس کے لئے بھی شوہر کی اجازت کی ضرورت نہیں، ایسا ہی اگر شوہر عورت کے ہم خیال ہے عورت کے کسی کام سے ناراض نہیں ہوتا ہے تو ایسی عورت بھی شوہر کی اجازت کے بغیر شوہر کے مال کو خیرات کرسکتی ہے، شوہر سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں، اگر شوہر ایسا ہے کہ وہ اپنے مال کی خیرات کرنے سے ناراض ہوتا ہے تو ایسی عورت کو شوہر کی اجازت کے بغیر خیرات کرنا جائز نہیں ہے (مرقات، ملتقی، درمختار)

ف(2): اس حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عیدگاہ میں عورتیں خیرات دئے ہیں، حالانکہ مسجد میں خیرات دینا جائز نہیں ہے مکروہ ہے۔ پھر عیدگاہ میں یہ خیرات دینا کیسے جائز ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عیدگاہ مثل مسجد کے ہے، صرف جماعت کا ثواب حاصل ہونے کے لحاظ سے باقی دوسرے احکام میں عیدگاہ مثل مسجد کے نہیں ہے، اس لئے عیدگاہ میں خیرات دینا جائز ہے۔

(دیکھو ردالمحتار جلد اول باب بابعد الصلوٰۃ وما یکرہ فیھا کا آخری حصہ اور مرقاۃ۔)

عیدین کی نماز میں اذان اور اقامت نہیں ہے

پہلی حدیث

3/2151۔ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دو مرتبہ نہیں بلکہ بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عیدین کی نماز بغیر اذان واقامت کے پڑھی ہے (اس اسے ثابت ہوا کہ عیدین کی نماز میں اذان واقامت نہیں ہے)۔ (اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

4/2152 ۔عطاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے میں نے سنا ہے، یہ دونوں حضرات نے فرمایا ہے کہ عیدالفطر اور عیدالاضحٰی کی نمازوں کے لئے اذان نہیں دی جایا کرتی تھی۔عطاء کہتے ہیں کہ ایک مدت کے بعد میں نے حضرت جابر بن عبداللہ سے اس بارے میں سوال کیا تو حضرت جابر نے مجھے یہ حدیث سنائی کہ عیدالفطر کے دن (اوراسی طرح عیدالضحٰی کے دن) نماز عید کے لئے کوئی اذان نہیں ہے، نہ امام کے نکلنے کے وقت اذان ہے اور نہ نکلنے کے بعد اذان ہے اور نہ نماز عید کے لئے اقامت ہے اور نہ کسی طرح کی نداء ہے اور نہ کوئی اعلان ہوا کرتا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں (نماز عید کے لئے) نہ اذان دی جاتی تھی اور نہ اقامت۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

عید کا خطبہ نماز عید کے بعد پڑھنا چاہئے

پہلی حدیث

5/2153 ۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوراسی طرح حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پہلے عیدالفطر کی نماز اور عیدالضحٰی کی نماز ادا فرماتے اور نماز کے بعد عید کے خطبے دیا کرتے تھے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

دوسری حدیث

6/2154۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ عیدالفطر اور عیدالضحٰی کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (عیدگاہ کو) جایا کرتے تھے، سب سے پہلے نماز عید پڑھتے اور جب نماز عید سے فارغ ہوجاتے تو لوگوں کی جانب رخ کرکے (خطبہ دینے کے لئے)

کھڑے ہوجاتے اور لوگ اس وقت اپنی اپنی جائے نماز پر (خطبہ سننے کے لئے) بیٹھے رہتے تھے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہیں فوج روانہ کرنے کی حاجت ہوتی تو اس کا تذکرہ حضورؐ صحابہ سے فرمادیتے یا کوئی اور ضرورت ہوتی تو اس کا حکم دیتے اور فرماتے: خیرات کرو، خیرات کرو، خیرات کرو۔ اور خیرات کرنے والوں میں سب سے زیادہ تعداد عورتوں کی ہوتی تھی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (عیدگاہ سے) واپس ہوتے تھے۔ مروان بن الحکم کے زمانہ تک یہی عمل رہا (کہ نماز عید پہلے ہوتی تھی اور خطبہ بعد میں دیا جاتا تھا اور خطبہ زمین پر کھڑے ہوکر بعد نماز ہوتا تھا اور عیدگاہ میں منبر نہیں بنایا گیا تھا) ابوسعید فرماتے ہیں کہ مروان کے دور حکومت میں مروان کے ساتھ (نہایت اتحاد ظاہر کرنے کے لئے) میں اور مروان ایک دوسرے کے کمر پر ہاتھ رکھے ہوئے عیدگاہ پہونچے، وہاں پہونچنے کے بعد میں کیا دیکھتا ہوں کہ (ایک بات تو خلافِ سنت یہ ہوئی ہے کہ) کثیر بن ا لصلت نے عیدگاہ میں مٹی اور خام اینٹوں کا ایک منبر بنا رکھا ہے (خلافِ سنت یہ دیکھ کر میں بہت ناراض ہوا۔ پھر دیکھا کہ نماز سے پہلے خطبہ دینے کے لئے مروان منبر کی طرف جارہا تھا۔ اس کا یہ فعل مجھے بہت ناگوار گزرا) میں اس کو کھینچ کر نماز پڑھانے کے لئے لارہا تھا اور وہ میرا ہاتھ چھڑا کر منبر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ (مروان کی اس کشمکش کو میں دیکھا تو) میں نے مروان سے کہا کہ عید کی نماز پہلے پڑھنا اور خطبہ بعد میں دینا (جو سنت ہے) وہ عمل کہاں گیا۔ مروان نے جواب دیا: نہیں۔ ابوسعید آپ جس بات کو سنت سمجھ رہے ہیں وہ اب متروک ہوگئی ہے، میں نے کہا: ہرگز نہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے (میرے معلومات کے حد تک تم یہ خیر کا کام نہیں کررہے ہو) جو مسنون طریقہ مجھے معلوم ہے اس سے بہتر کوئی دوسرا طریقہ تم نہیں پیش کرسکتے (آخر یہ سنت کو اٹھانے والی کونسی چیز ہے، تمہارے نفسانی خواہشات سے سنت متروک نہیں ہوسکتی) میں اس جملہ کو (3) بار دہرایا (اور دیکھا کہ وہ اپنی ہٹ سے باز نہیں آرہا ہے تو ہمارا جو اتحاد تھا وہ سب ختم

ہو گیا۔امر بالمعروف جو میرے ذمہ تھا وہ پورا کرکے) میں اپنی جائے نماز پر آ کر بیٹھ گیا (اس کے سوا میں اور کیا کرسکتا تھا۔مروان کا یہ فعل مجھے بہت ناگوار گزر رہا تھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو اس طرح مٹتے ہوئے مجھ سے نہیں دیکھا جارہا تھا)۔

(اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نماز عید سے پہلے یا بعد کوئی نفل نماز عید گاہ میں پڑھنا جائز نہیں ہے

7/2155 ۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (عید کے دن) عید کی نماز سے پہلے (کوئی نفل) نماز نہ (گھر میں) پڑھا کرتے تھے (اور نہ عید گاہ میں اور اسی طرح نماز عید کے بعد بھی عید گاہ میں کوئی نفل نماز نہیں پڑھا کرتے تھے) اور جب نماز عید سے فارغ ہو کر گھر واپس تشریف لاتے تو گھر میں دو رکعت نفل نماز پڑھا کرتے تھے۔اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

(درمختار اور ردالمحتار میں بھی ایسی ہی تفصیل مذکور ہے)۔

تمہید

اسلام میں نہ کلب تھا نہ جمع ہونے کے لئے کوئی مقام۔ لے دے کر صرف مسجد ہی تھی جس میں ابتداء اسلام میں مرد اور عورتیں اللہ تعالی کی عبادت کے لئے جمع ہوتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث مروی ہے جو ذیل میں اس حدیث کے بعد آ رہی ہے۔ اس حدیث میں عورتوں کو مسجد میں آنا مناسب نہیں سمجھا گیا۔ عورتوں اور مردوں کا ایک جگہ جمع ہونا مصلحت کے خلاف تھا اس لئے عورتوں کو مسجدوں سے اور عیدگاہ سے روک دیا گیا۔ جس پر آج تک عمل درآمد ہے۔ اس لئے اس حدیث کا جو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اسی طرح ترجمہ کیا جاتا ہے:

عورتوں کو مسجدوں میں اور عیدگاہ میں آنے کی ممانعت

پہلی حدیث

8/2156 ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے: لوگو تم اپنی عورتوں کو زیب و زینت کا لباس پہن کر ناز و انداز کے ساتھ گھروں سے باہر نکلنے سے منع کرو (وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ، امہات المومنین حضرت کی بیبیوں کو حکم ہو رہا ہے کہ گھروں ہی میں ٹھیرو باہر مت نکلو، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بی بیوں کو یہ حکم ہو رہا ہے تو پھر مسلمان عورتیں کس گنتی میں۔ ان کو تو ضرور گھروں میں رہنا چاہئے، اس لئے مسلمان عورتوں کو چاہئے کہ گھروں ہی میں رہا کریں، اگر کسی ضرورت سے باہر نکلیں تو میلے کچیلے کپڑے پہن کر برقع اوڑھ کر نکلیں) دیکھو بنی اسرائیل کی عورتیں زیب و زینت کا لباس پہن کر ناز و انداز سے باہر نکلا کرتی تھیں تو ان پر لعنت اتاری گئی، اسی طرح مسلمان عورتوں کو زیب و زینت کا لباس پہن کر ناز و انداز کے ساتھ نکلنے سے روکو تاکہ وہ بھی لعنت

کے مستحق نہ ہو جائیں۔(اس کی روایت ابن عبدالبر نے تمہید میں اپنی سند سے کی ہے۔)

دوسری حدیث

9/2157۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملاحظہ فرماتے کہ عورتوں نے آپ کے بعد کیا کیا نئی باتیں پیدا کر رکھی ہیں تو بنی اسرائیل کی عورتوں کی طرح ان کو بھی مسجد میں آنے سے ضرور منع فرما دیتے۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

اور مزامیر کی طرح دف کی بھی ممانعت

10/2158۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ عید الاضحیٰ کے دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے۔میرے پاس دو لڑکیاں دف بجاتے ہوئے وہ اشعار گا رہی تھیں جو جنگ بعاث کے متعلق انصار نے کہے تھے۔

11/2159۔اور بخاری کی ایک روایت ہے کہ یہ لڑکیاں گانے کا پیشہ رکھنے والیاں نہ تھیں اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چہرۂ انور پر کپڑا اڈھانکے ہوئے تھے،حضرت ابوبکر نے ان لڑکیوں کو جھڑک دیا۔

12/2160۔اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر نے یہ بھی فرمایا کہ شیطان کا گانا بجانا رسول اللہ کے گھر میں ہونا تعجب کی بات ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چہرۂ مبارک سے کپڑا اٹھا کر فرمایا: ابوبکر! ان کو اپنی حالت پر چھوڑ دو (یہ چھوٹی لڑکیاں ہیں) اور عید کا زمانہ ہے، یہ اس طرح خوشی کا اظہار کر رہے ہیں۔

13/2161۔اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے: ابوبکر! ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں جَــارِيَةٌ کا لفظ ہے، ''جاریہ'' کہتے ہیں چھوٹی لڑکی کو۔ اسی لئے مرقات میں ''جَارِيَتَانِ'' کے ساتھ '' صَغِيْرَتَانِ''، یعنی دو چھوٹی لڑکیاں مذکور ہے کہ وہ دف بجا کر عید کی خوشی کا اظہار کر رہی تھیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان لڑکیوں کو منع کر رہے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' ابوبکر صدیق کو ان لڑکیوں کے دف بجانے سے منع کرنے سے روک دیئے، اس لئے کہ چھوٹی لڑکیاں بلوغ کے پہلے جو کچھ کریں ان کا قول وفعل قابل استدلال نہیں ہوتا۔

اب رہا دف بجانا تو یہ اس زمانہ کی بات ہے جبکہ دف کا بجانا منسوخ نہیں ہوا تھا اس کے بعد دف بجانا منسوخ ہوگیا۔ جس حدیث سے منسوخ ہوا ہے اس کو خطیب اس طرح روایت کئے ہیں

''عَـنْ عَـلِـيٍّ رَضِـيَ الـلّٰـهُ عَـنْـهُ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَنْ ضَـرْبِ الـدَّفِّ وَلَـعِبِ الصَنْجِ وَضَرْبِ الزَّمَّارَةِ'' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرے مزامیر کی طرح دف بجانے سے بھی منع فرمائے ہیں۔

اسی واسطے حضرت شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ نے حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ دف بجانا مسلمانوں کا طریقہ نہیں ہے۔ اور علامہ تورپشتی رحمہٗ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ابتدائے اسلام میں دف بجانے کی اجازت تھی، بعد میں اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا۔ اس لئے ظاہر الروایۃ میں ہے کہ حنفی مذہب میں مثل مزامیر کے دف بجانا بھی حرام ہے۔ ردالمحتار میں لکھا ہے کہ ''استماع ضرب الدف والمز مار وغیر ذ لک حرام'' ردالمحتار میں لکھا ہے کہ مزامیر اور دف بجا کر سننا بھی حرام ہے۔

عیدالفطر کی نماز کے لئے کچھ کھا کر عیدگاہ کو جانا سنت ہے

14/2162۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدالفطر کے دن کچھ کھجور کھائے بغیر عیدگاہ کو نہیں جاتے تھے اور ان کھجوروں کی تعداد طاق ہوتی تھی (اس سے معلوم ہوا کہ عیدالفطر میں کچھ کھا کر نماز عید کے لئے جانا مسنون ہے)

(اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث شریف میں نماز سے پہلے کھجور کھانے کا جو ذکر ہے اس میں حکمت یہ ہے کہ کوئی گمان نہ کرے کہ اس دن بھی عید کی نماز تک سواپہر کا روزہ رکھنا واجب ہے۔(فتح الباری)

عیدالاضحٰی کی نماز کے لئے بغیر کچھ کھائے عیدگاہ کو جانا سنت ہے

15/2163۔ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدالفطر کے دن کھانا کھا کر عیدگاہ جایا کرتے تھے۔ بخلاف اس کے عیدالاضحٰی کے دن بھوکے عیدگاہ تشریف لے جاتے، عیدالاضحٰی کی نماز سے واپس آکر (بھی کچھ نہیں کھاتے تھے قربانی کرکے) قربانی کے گوشت سے کھانے کو شروع کرتے تھے۔(اس میں فقراء کی خاطر منظور تھی کہ عیدالفطر میں فطرہ پہلے دیا جاتا ہے، نماز عید بعد میں ہوتی ہے، فطرہ کو کھا کر فقراء عیدگاہ جاتے تھے، اس لئے حضور بھی کچھ کھا کر عیدگاہ جاتے۔ بخلاف عیدالفطر کے عیدالاضحیٰ میں قربانی ہونے تک فقراء کو کچھ کھانے کو نہیں ملتا تھا۔ نماز عید سے واپس آکر قربانی ہونے کے بعد جب قربانی کا گوشت تقسیم ہوتا تو اس وقت فقراء کو کچھ کھانے کو ملتا تھا، اس لئے فقراء کا ساتھ دینے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی صبح سے بھوکے رہتے تھے، نماز عید کے بعد قربانی کرکے قربانی کے گوشت سے کھانے کی ابتداء کرتے تھے۔

(اس حدیث کی روایت ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔)

عیدگاہ کو ایک راستہ سے جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا سنت ہے

پہلی حدیث

16/2164۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید کے دن ایک راستہ سے عیدگاہ کو تشریف لے جاتے اور دوسرے راستہ سے گھر واپس ہوتے تھے۔

(اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

17/2165 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید کے روز عیدگاہ کو تشریف لے جاتے تو جاتے وقت ایک راستہ سے عیدگاہ تشریف لے جاتے اور واپسی میں دوسرے راستہ سے گھر تشریف لاتے تھے۔

(اس کی روایت ترمذی اور دارمی نے کی ہے۔)

قربانی نمازِ عید کے بعد ہونی چاہئے

پہلی حدیث

18/2166 ۔ براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھائے، نماز عید کے بعد خطبہ دے رہے تھے، اثنائے خطبہ میں) ارشاد فرمائے کہ :یوم النحر یعنی دسویں ذی الحجہ کے دن دو عبادتیں ہیں: ایک نماز عید پڑھنا، دوسرے قربانی کرنا۔ جو نماز عید پڑھ کر (خطبہ-جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے۔12-سننے کے بعد) گھر جاکر قربانی کیا تو اس کو قربانی کا ثواب ملے گا، جس نے ایسا کیا وہ ہماری سنت پر عمل کیا۔ بخلاف اس کے جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کیا (تو اس کو قربانی کا ثواب نہیں ملے گا) سمجھا جائے گا کہ اس نے اپنے اہل وعیال کے لئے گوشت حاصل کرنے کے واسطے ذبح کیا ہے عبادت کا ثواب اس کو نہیں ملے گا۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: حدیث شریف میں نماز عید کے بعد گھر جاکر قربانی دینے کا ذکر اس طرح ہے۔ ''ان نصلی ثم نرجع فَنَنْحَرُ یعنی نماز پڑھی، گھر لوٹا اور قربانی کی'' حالانکہ نماز پڑھنے کے بعد خطبہ بھی ہونا ضروری ہے۔ اس بارے میں صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ اس جگہ نماز کے بعد خطبہ کا ذکر اس لئے نہیں ہے کہ خطبہ نماز کے تابع ہے اور نماز کے ساتھ ہی پڑھا جاتا ہے۔ یہاں صرف یہ بیان کرنا مقصود

ہے کہ نماز اور قربانی میں سے نماز پہلے ہونا اور قربانی نماز کے بعد ہونا چاہئے۔ اسی لئے حدیث میں نماز اور قربانی ان دونوں ہی کا ذکر کیا گیا ہے۔

19/2167۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بخاری کی ایک اور روایت اس طرح کئے ہیں کہ عیدالاضحٰی کے دن نمازِ عید پڑھ کر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دئے (خطبہ میں یہ) ارشاد فرمائے: جو شخص ہمارے جیسی نمازِ عید پڑھا اور (نماز کے بعد) قربانی کیا تو اس کو قربانی کا ثواب ملے گا اور جس نے نمازِ عید سے پہلے قربانی اداء کیا تو نماز سے پہلے قربانی اداء کرنے سے اس کو قربانی کا ثواب نہیں ملے گا۔

دوسری حدیث

20/2168۔ جندَب بن عبداللہ بَجَلِی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جس شخص نے عیدالاضحٰی کی نماز سے پہلے قربانی کرلیا ہو تو (اس کی قربانی قبول نہیں ہوئی نماز عید کے بعد اس کو مکرر) قربانی کرنا چاہئے اور جو نماز عید سے پہلے قربانی نہیں کیا تو اس کو چاہئے کہ نماز عید کے بعد ''بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہہ کر قربانی کرے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

تیسری حدیث

21/2169۔ براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جس نے عیدالاضحٰی کی نماز سے پہلے قربانی کی تو اس نے اپنے لئے (گوشت حاصل کرنے کے واسطے) قربانی کی ہے اور جس نے نماز عید کے بعد قربانی کی تو اس کی قربانی پوری ہوئی اور (نماز کے بعد قربانی کرنا جو مسلمانوں کا طریقہ ہے) اس نے اس طریقہ پر صحیح طور سے عمل کیا۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

چوتھی حدیث

22/2170۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ (نماز عید کے بعد) عیدگاہ میں قربانی کیا کرتے تھے۔ (عیدگاہ میں قربانی کرکے یہ ظاہر کیا جاتا تھا کہ لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہوجائے کہ قربانی کا وقت نمازِ عید کے بعد ہے۔ اور مجمع عام میں قربانی کرنے سے لوگوں کو قربانی کرنے کی ترغیب بھی ہوجائے) (اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ اس حدیث شریف میں قربانی کرنے کے لئے دو الفاظ لائے گئے ہیں: ایک یذبَحُ ، دوسرا ''یَنْحَرُ'' ان کا ترجمہ قربانی کرنا کیا گیا ہے، ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ اونٹ کی قربانی کرنے کو نحر کہتے ہیں اور اونٹ کے سوا بکرے اور گائے کی قربانی کرنے کو ذبح کہتے ہیں۔ کیونکہ ذبح حلق پر ہوتا ہے اور نحر اونٹ کے سینے پر ہوتا ہے، اونٹ کے ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اونٹ کو قبلہ رو کھڑا کرکے اس کے اگلے دونوں پاؤں کے بیچ میں سینہ پر برچھے سے زخم لگاتے ہیں جس سے خون نکل کر اونٹ زمین پر گر جاتا ہے اور اس طریقہ سے دم سیال نکل جاتا ہے اور ذبح کرنے کی غرض حاصل ہوجاتی ہے (عمدۃ القاری اور مرقات)۔

اللہ تعالی کی نعمتوں کا شکر اداء کرنے کے لئے عید الفطر اور عید الاضحٰی مقرر ہوئے ہیں

23/2171۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مکہ معظّمہ سے ہجرت کرکے) مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھے کہ مدینہ والوں کے لئے دو دن مقرر تھے، جن میں وہ عید مناتے تھے اور عید کی خوشی کو) لہو ولعب سے کھیل کود سے ظاہر کرتے تھے تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: یہ دو دن جن کو تم عید مقرر کئے ہو، ان سے کیا غرض ہے؟ تو مدینہ والوں نے کہا کہ یہ وہی دن ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ہم ان میں کھیلا کرتے تھے اور خوشیاں مناتے تھے، اگر حضور فرمائیں تو یہ دو دنوں میں ہم عید منانا چھوڑ دیتے ہیں اور

جن دو دنوں میں خوشی منانے کا حکم ہوگا، ان میں خوشی منائیں گے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے (عید ایسے دنوں میں مقرر کرنا چاہئے جن میں ہم پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہوئی ہوں۔ ان نعمتوں کے بدلہ میں عید منا کر شکریہ اداء کرنا چاہئے۔ جن دنوں میں تم عید مناتے تھے، وہ دن ستاروں کی تحویل کے تھے۔ مسلمانوں کے پاس ستاروں کی تحویل کوئی چیز نہیں جو کچھ کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ ستارے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں آلۂ کار ہیں۔ مستقل ان میں کوئی اثر نہیں) اللہ تعالیٰ ان دو دنوں کے بدلہ میں جن میں تم عید مناتے ہیں۔ دوسرے دو دن عید منانے کے لئے مقرر کئے ہیں۔ ایک تو عید الاضحیٰ اور دوسرے عید الفطر، عید الاضحیٰ تو وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیل اللہ پر بڑا فضل کیا کہ ان کے فرزند کو ذبح ہونے سے بچالیا۔ ہم کو حضرت خلیل اللہ کی پیروی کرنے کا حکم ہوا ہے، جو دن حضرت خلیل اللہ کی خوشی کا ہے ہم کو بھی ان کی پیروی کر کے اس میں خوشی کر کے عید منانا چاہئے۔ دوسرا دن عید الفطر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو رمضان شریف دے کر نفس کی اور دل کی اصلاح فرمایا۔ روزے پورے ہوگئے۔ کتنا بڑا احسان ہے اللہ کا جس نے ہم سے پورے روزے کروائے۔ اس نعمت کے شکریہ میں بھی ختم رمضان کے بعد عید الفطر کے دن کو عید منا کر اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا شکریہ اداء کرتے ہیں۔ مسلمان ہمیشہ لہو ولعب سے بچا کرتے ہیں، اس لئے ان دونوں عیدوں کو بھی کفار کی طرح لہو ولعب کھیل کود میں نہ گزاریں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کے عید کی خوشی کا اظہار کریں، مسلمان کے پاس عبادت سے بڑھ کر کوئی چیز خوشی کے قابل نہیں)۔

(اس حدیث کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

عیدین کی زائد تکبیرات کا بیان

پہلی حدیث

24/2172۔سعید بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدالاضحیٰ کی نماز اور عیدالفطر کی نماز میں کس طرح تکبیرات فرماتے تھے؟ حضرت ابو موسیٰ نے جواب دیا کہ جنازہ کی تکبیروں کی طرح دونوں عیدوں کی پہلی رکعت میں چار تکبیرات فرماتے تھے (جس میں سے پہلی تکبیر تکبیر تحریمہ ہوتی تھی، اس کے بعد ثنا پڑھتے پھر تین تکبیرات زائد فرماتے تھے، ہر دو تکبیروں کے بیچ میں تین تسبیحات کے موافق فصل کرتے تھے، اور ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین بھی کرتے تھے اور تیسری تکبیر کے بعد قیام کے لئے ہاتھ باندھ لیتے تھے ایسا ہی دوسری رکعت میں بھی نماز جنازہ کی طرح چار تکبیر فرماتے۔جس میں سے پہلے تین تکبیرات زائد ہوتے ہر دو تکبیر کے بیچ میں تین تسبیحات کی مقدار فصل ہوتا تھا۔ ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین بھی کرتے تھے چوتھی تکبیر کے ساتھ بغیر رفع یدین کئے رکوع میں چلے جاتے تھے) حضرت حذیفہ نے ان کی تصدیق کی (اور فرمائے: ابوموسیٰ جیسا کہے ہیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے) یہ سن کر حضرت ابوموسیٰ کہنے لگے کہ میرا اسی طرح عمل درآمد رہا ہے، جس وقت میں بصرہ کا حاکم تھا (میں دونوں عیدوں میں اسی طرح تکبیر کہا کرتا تھا)۔

اس حدیث کی روایت ابوداؤد اور طحاوی نے کی ہے اور ابوداؤد نے سکوت اختیار کیا ہے اور ابوداؤد کا سکوت حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے اور منذری نے بھی اپنی مختصر میں اس کی روایت کی ہے۔

25/2173۔ اور عبدالرزاق نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت سند صحیح کے ساتھ کی ہے۔

دوسری حدیث

26/2174 ۔ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی نے مجھ سے حدیث بیان فرمائی (کل صحابہ عدول ہیں، اس لئے صحابی کا نام معلوم نہ ہونے سے حدیث کی صحت میں کچھ اثر نہیں پڑتا ہے) وہ صحابی فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو عید کی نماز پڑھائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے) ساتھ چار تکبیرات کہے (جن میں پہلی تکبیر کے بعد ثنا پڑھے اس کے بعد تین تکبیرات زائد فرمائے اور تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لئے) ایسا ہی دوسری رکعت میں تکبیر رکوع کے ساتھ چار تکبیر فرمائے (جن میں سے تین تکبیرات تو عید کی تھیں اور چوتھی تکبیر کے بعد رکوع میں چلے گئے) پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضور ہماری جانب متوجہ ہوکر فرمائے (جیسے تم اب دیکھ لئے ہو کہ اب میں عید کے جس طرح تکبیرات کہا ہوں، ایسا ہی تم بھی عید کے تکبیرات کہا کرو) تکبیرات کی تعداد بھولو مت، پھر تم کو یاد رکھنے کے لئے کہتا ہوں (کہ ہر رکعت میں چار چار تکبیر ہیں) مثل نماز جنازہ کی تکبیرات کے (جس کی تفصیل تم ابھی سن چکے) ہمارے یاد رہنے کے لئے ہاتھ پھیلا کر انگوٹھا بند کر کے چار انگلیاں کھڑا کر کے بتلائے۔ دیکھو عید کی ہر رکعت میں چار چار تکبیرات ہیں)۔

(اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے کی ہے اور امام طحاوی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔)

تیسری حدیث

27/2175 ۔انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ عید کے زائد تکبیرات مع تکبیراتِ نماز کے (9) ہیں: پانچ تکبیرات پہلی رکعت میں اور چار تکبیرات دوسری رکعت میں ہیں (فتح القدیر میں اس کی تفصیل اس طرح کی گئی ہے کہ پہلی رکعت کے پانچ تکبیرات اس طرح

ہیں کہ پہلی تکبیر تو تکبیر تحریمہ ہے جس کے بعد ثنا پڑھی جاتی ہے، پھر تین تکبیرات عید کے زائد تکبیرات ہیں اور پانچویں تکبیر رکوع کی ہے، اس طرح پہلی رکعت کے شروع میں پانچ تکبیرات ہوئے اور دوسری رکعت میں (4) تکبیرات اس طرح ہیں کہ تین تکبیرات عید کے زائد تکبیرات ہیں اور چوتھی تکبیر رکوع کی ہے۔اس طرح دوسری رکعت میں چار تکبیر ہوئے ،خلاصہ یہ ہے کہ عید کی نماز میں زائد تکبیرات (6) چھ ہیں۔ پہلی رکعت میں تین تکبیرات عید کے زائد تکبیرات ہیں اور دوسری رکعت میں بھی عید کے تین زائد تکبیرات ہیں)۔(اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

چوتھی حدیث

28/2176۔حمزہ ابوعمارۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام شعبی رضی اللہ عنہ کوفرماتے سنا ہے کہ عید کی نماز کی ہر رکعت میں تین تین عید کی زائد تکبیرات ہیں جو نماز کی تکبیرات کے علاوہ ہیں۔(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

پانچویں حدیث

29/2177۔ عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تکبیراتِ عیدین کے متعلق متفقہ رائے یہ ہے کہ جملہ تکبیرات (9) نو ہیں: پہلی رکعت میں پانچ تکبیرات (اس طرح) ہیں (کہ پہلی تکبیر تو تکبیر تحریمہ ہے جس کے بعد ثناء پڑھی جاتی ہے، پھر تین تکبیرات عید کے زائد تکبیرات ہیں اور پانچویں تکبیر رکوع کی ہے) اور دوسری رکعت میں چار تکبیرات (اس طرح) ہیں (کہ تین تکبیرات عید کے زائد تکبیرات ہیں اور چوتھی تکبیر رکوع کی ہے) اور اس پر بھی دونوں حضرات کی متفقہ رائے ہے کہ (پہلی رکعت کی قرأت کے ختم پر رکوع و سجدہ ہو اور دوسری رکعت تکبیرات عید سے شروع نہیں کرنا چاہئے بلکہ دوسری رکعت کو حسب دستور قرأت سے شروع کریں اور ختم قرأت پر تکبیرات عید کہے جائیں، اس سے) پہلی رکعت کی قرأت اور دوسری

رکعت کی قرأت میں تکبیرات عید سے فصل نہ ہوگا بلکہ دونوں قرأت پے در پے ہوں گے) پہلی رکعت کے شروع میں قرأت سے پہلے تکبیراتِ عیدین ہوں گے اور دوسری رکعت کے آخر میں قرأت کے بعد تکبیراتِ عیدین ہوں گے)۔(اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

چھٹی حدیث

30/2178۔عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہما اپنے والد قیس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، ان کے والد قیس نے کہا کہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے عید کے دن حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت ابن مسعود اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم کو بلوا بھیجا اور ان حضرات سے کہا کہ آج مسلمانوں کی عید کا دن ہے بتلایئے کہ میں عید کی نماز کس طرح پڑھاؤں۔حضرت حذیفہ نے فرمایا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری سے پوچھئے اور حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود سے دریافت کیجئے تو عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تکبیر تحریمہ کہہ کر تم نمازِ عید شروع کرو (تکبیر تحریمہ کے بعد تم کو کیا کرنا چاہئے اس کے لئے میں تم کو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح نماز عید پڑھائے ہیں، میں اس کو بعینہ بیان کرتا ہوں (سنو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے تکبیر تحریمہ فرما کر نماز عید شروع کرتے، پھر (ثناء پڑھتے، ثناء کے بعد) عید کے تین زائد تکبیرات اداء فرماتے۔اس کے بعد سورۂ فاتحہ اور ضم سورہ فرماتے، پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جاتے۔ پھر سجدہ کرتے، دوسرے سجدہ کے بعد اٹھ کر دوسری رکعت کا قیام کرتے۔اس قیام میں دوسری رکعت کو قرأت سے شروع کرتے (تکبیرات عیدین سے ابتداء نہیں فرماتے تھے) حسب عادت سورۂ فاتحہ اور ضم سورہ کرکے ضم سورہ کے بعد عید کے تین زائد تکبیرات فرماتے۔تکبیراتِ عیدین کے بعد ''اللّٰہ اکبر'' کہہ کر رکوع میں جاتے۔

(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے اور عبدالرزاق نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

31/2179۔اورامام طحاوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مذکورالصدرحدیث کی روایت اسی طرح کی ہے۔

ساتویں حدیث

32/2180۔علقمہ اور اسود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے یہ دونوں حضرات کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ عیدین کی نماز میں (9) نوتکبیر کہا کرتے تھے: چارتکبیرات (پہلی رکعت میں) قرأت سے پہلے کہا کرتے تھے(جن میں سے ایک تکبیر تو تکبیر تحریمہ ہوتی۔اس کے بعد ثناء پڑھتے تھے،ثناء کے بعد تین تکبیر عید کے زائد تکبیر کہتے تھے،تین تکبیرات کے بعد قرأت یعنی سورۂ فاتحہ اور ضم سورہ کرتے،پھرضم سورہ کے بعد پانچویں مرتبہ)''اللّٰہ اکبر'' کہہ کر رکوع میں جاتے۔ پھر دوسری رکعت کو(حسب دستور) حضرت ابن مسعود قرأت یعنی سورۂ فاتحہ اور ضم سورہ سے شروع کرتے۔جب ضم سورہ سے فارغ ہوتے تو (اس طرح) چارتکبیر کہتے (کہ تین تکبیر تو عید کے زائد تکبیر ہوتے تھےاور چوتھی تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں جاتے تھے)۔

(اس حدیث کی روایت عبدالرزاق نے کی ہےاوراس حدیث کی سند صحیح ہے۔)

33/2181۔اور ترمذی نے بھی حضرت ابن مسعود سے اسی طرح روایت کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود کی روایت کی طرح متعدد صحابہ کرام سے بھی ایسی ہی روایتیں آئی ہیں اورابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں بھی اسی طرح مروی ہےاور فتح القدیر میں کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود کی یہ حدیث صحیح حدیث ہےاورحضرت ابن مسعود نے اس حدیث کو جس میں عید کے زائد تکبیرات کا ذکر ہے۔صحابہ کرام کی ایک جماعت کے سامنے بیان کیا اور کسی صحابی نے اس کی تردید نہیں کی۔اور صحابہ کے سامنے کوئی حدیث بیان کی جائے اور وہ اس کو رد نہ کریں تو ایسی حدیث مرفوع حدیث کے حکم میں ہوتی ہے اور جب یہ حدیث بھی صحابہ کے سامنے بیان کی

گئی اور کسی صحابی نے انکار نہیں فرمایا تو یہ حدیث بھی مرفوع حدیث کے حکم میں ہوئی۔

رفع یدین کن موقعوں پر کیا جائے

34/2182۔ ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رفع یدین صرف سات موقعوں پر کیا جاتا ہے:

(1) جب نماز شروع کی جاتی ہے تو تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا جاتا ہے۔ (2) دوسرے وتر میں دعائے قنوت کے لئے جب ''اللّٰہ اکبر'' کہا جاتا ہے تو اس وقت بھی رفع یدین کرنے کا حکم ہے (3) تیسرے عیدین کی نماز میں چھ زائد تکبیرات کہتے وقت بھی رفع یدین کرنے کا حکم ہے۔(4) حجر اسود کا بوسہ لیتے وقت بھی رفع یدین ہے (ان مذکورہ چار رفع یدین کے وقت ہاتھوں کی پیٹھ اپنے منھ کی طرف ہوتی ہے)(5) پانچواں رفع یدین وہ ہے جو سعی میں صفا اور مروہ پر کیا جاتا ہے۔ (6) چھٹا رفع یدین وہ ہے جو مزدلفہ اور عرفات میں کیا جاتا ہے۔ (7) ساتواں رفع یدین وہ ہے جو منیٰ میں پہلے اور دوسرے جمرہ پر کنکریاں مارتے وقت کیا جاتا ہے۔(آخر کے ان تین رفع یدین مثل دعاء کے ہتھیلیاں اپنے چہرہ کی طرف رہیں)۔

(اس حدیث (یہ حدیث معانی الآثار ''باب رفع الیدین عند رؤیة البیت''(ج ا ص 391) میں مذکور ہے۔12) کی روایت امام طحاوی نے کی ہے اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔)

خطبہ کے وقت کسی چیز پر ٹیکہ دینے کا بیان

پہلی حدیث

35/2183۔ براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کسی شخص نے عید کے روز (نماز عید کے بعد) ایک کمان نذر دی تو آپ نے اس پر سہارا دے کر عید کا خطبہ پڑھا۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

36/2184۔عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں (ایسا بھی ہوا ہے) کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دیتے وقت چھوٹے نیزہ پر ٹیکا دے کر خطبہ دئے ہیں۔(اور اس نیزہ کو جب ضرورت ہوتی تو سُترہ کے لئے بھی زمین میں گاڑ دیا جاتا تھا)۔

(اس حدیث کی روایت امام شافعی رحمہ اللہ نے مرسلاً کی ہے۔)

تیسری حدیث

37/2185۔جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (یوں تو) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عید کی نمازوں میں رہا ہوں (مگر) ایک عید کا واقعہ ایسا ہوا کہ آپ (حسب عادت) خطبہ سے پہلے عید کی نماز بغیر اذان اور اقامت کے پڑھائے، نماز کے بعد خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے خطبہ کے وقت (عصاء وغیرہ پر ٹیکا نہیں دئے بجائے عصا کے) حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر ٹیکا دے کر خطبہ ارشاد فرمائے (کیا کہوں) وہ خطبہ کیسا تھا) اس خطبہ میں آپ اللہ تعالی کی حمد وثناء بیان فرمائے اور لوگوں کو وعظ ونصیحت کئے اور مرنے کے بعد جو واقعات پیش آنے والے ہیں وہ یاد دلائے اور اطاعت الٰہی کی ترغیب دئے۔اس کے بعد حضرت بلال کے ساتھ عورتوں کے پاس جا کر ان کو خدا ترسی کا حکم دئے اور وعظ ونصیحت فرمائے۔اس حدیث کی روایت نسائی نے کی ہے۔

ف:ان احادیث میں مذکور ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دیتے وقت کبھی کمان پر ٹیکا دئے ہیں اور کبھی عصا (جیسا کہ ابوداؤد کی ایک روایت میں مذکور ہے۔12) پر اور کبھی چھوٹی برچھی پر اور کبھی ان میں سے کسی چیز پر ٹیکا نہ دے کر کسی انسان پر ٹیکہ دئے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ کے وقت عصا وغیرہ پر ٹیکا دینا سنت غیر موکدہ ہے۔اگر عصاء وغیرہ پر ٹیکا دئے بغیر خطبہ دیا جائے تو بھی جائز ہے۔(اعلاء السنن)۔

عید کی نماز عیدگاہ میں اداء کرنا سنت مؤکدہ ہے

38/2186۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) عید کے دن بارش ہورہی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید کی نماز مسجد میں پڑھائے۔

(اس حدیث کی روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ نماز عید کے لئے عیدگاہ کو تشریف لے جایا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی میں جس کی بڑی فضیلت ہے صرف ایک مرتبہ عذر کی وجہ سے نماز عید اداء فرمائی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو حضرات بلا عذر نماز عید کے لئے عیدگاہ نہیں جاتے اور اپنے محلوں میں الگ الگ مسجدوں میں عید کی نماز پڑھ لیتے ہیں یہ خلاف سنت ہے۔ اگرچہ کہ محلّہ کی مسجد میں نماز عید اداء ہوجاتی ہے مگر ایسا کرنے والے تارک سنت مؤکدہ ہیں۔ (عمدۃ الرعایۃ)۔

عیدالاضحیٰ کی نماز جلد اور عیدالفطر کی نماز تاخیر سے پڑھنے کا بیان

39/2187 ۔ ابوالحویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرو بن حزم حاکم نجران کو لکھے کہ عیدالاضحیٰ کی نماز اولِ وقت پڑھا کرو (تاکہ لوگوں کو قربانی کرنے کا جلد موقع ملے) اور عیدالفطر کی نماز بہ نسبت عیدالاضحیٰ کے) دیر کرکے پڑھا کرو (تاکہ فطرہ تقسیم ہوجائے اور غربا فطرہ حاصل کرکے اطمینان سے عیدگاہ آسکیں) اور خطبہ میں وعظ ونصیحت کیا کرو (خصوصاً فطرہ دینے کی اور قربانی کرنے کی ترغیب دلاؤ)۔ (اس حدیث کی روایت امام شافعی رحمہ اللہ نے کی ہے۔)

عیدین کی نماز عذر کی وجہ نہ پڑھ سکے تو کب تک پڑھنا جائز ہے

پہلی حدیث

40/2188۔ابوعمیر بن انس رضی اللہ عنہ کے کئی چچا تھے اور وہ سب کے سب صحابی ہیں ان سے ابوعمیر روایت کرتے ہیں کہ ایک سال مدینہ منورہ میں رمضان شریف کی تیسویں شب کو ہلال نظر

نہ آیا۔اس لئے سب صحابہ روزہ رکھ لئے (زوال کے بعد) ایک قافلہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا جو اونٹوں پر سوار تھے۔انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے گواہی دی کہ ہم تیسویں شب کو ہلال دیکھ کر آرہے ہیں (اس سے معلوم ہوا کہ رمضان المبارک 29 دن میں ہی ختم ہوگئے ہیں آج رمضان کی تیسویں نہیں ہے بلکہ شوال کی پہلی ہے۔قافلہ کے سب لوگ رویت ہلال کی گواہی دینے کی وجہ سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب لوگوں کو حکم دئے کہ سب افطار کرلیں (کہ ان کا روزہ لاعلمی سے عید کے دن واقع ہوا ہے جو ناجائز ہے،عید کی نماز کا وقت زوال تک ہی ہے،زوال کے بعد عید کی نماز نہیں ہوسکتی،اس لئے آج عید کی نماز نہ پڑھیں) کل صبح سب کے سب عیدگاہ میں آجائیں (آج کے بدلہ کل عید کی نماز اداء کی جائے گی۔اگر کبھی ایسا اتفاق ہو کہ دوسرے دن بھی عیدالفطر کی نماز نہ پڑھ سکیں تو تیسرے دن عیدالفطر کی نماز نہیں پڑھنا چاہئے، عیدالفطر پڑھنے کا وقت نہ رہا۔ہاں عیدالضحیٰ کسی وجہ سے دوسرے دن نہ پڑھ سکیں تو تیسرے دن بھی عیدالاضحیٰ پڑھ سکتے ہیں)۔

(اس حدیث کی روایت ابوداؤد نسائی،دارقطنی اور ابن ماجہ نے کی ہے اور دارقطنی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے اور عبدالحق اور بیہقی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔)

دوسری حدیث

41/2189۔ابوعمیر بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرے کئی چچا جو انصار تھے انھوں نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ (ایک سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ منوّرہ میں) ہلال تیسویں شب کو نظر نہ آیا،اس لئے سب کے سب صحابہ روزہ کی نیت کرلئے (سمجھے کہ یہ رمضان کی تیسویں تاریخ ہے) ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں زوال کے بعد آکر گواہی دی کہ انھوں نے گزشتہ شب جس کو صحابہ رمضان کی تیسویں سمجھ رہے

تھے۔ ہلال کو بچشم خود دیکھا ہے اس وجہ سے سب لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم دئے کہ افطار کرلیں (روزہ پورا نہ کریں آج عیدالفطر کا دن ہے لاعلمی سے روزہ رکھ لیا گیا ہے، عیدالفطر کے دن روزہ جائز نہیں ہے) یہ ارشاد سن کر سب صحابہ اسی وقت روزہ توڑ دئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرے دن سب کو لے کر عیدگاہ نکلے اور نماز عیدالفطر پڑھائے۔

(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

(48/67) بَابٌ فِی الْاُ ضْحِیَّةِ

(یہ باب قربانی کے بیان میں ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ''فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ'' وراللہ تعالی کاارشاد ہے(سورۂ کوثر پ30 ،آیت نمبر:2میں) (قربانی سے پہلے) نماز عید پڑھ لو اور (نماز عید کے بعد) قربانی کرو (اگر نماز عید سے پہلے قربانی کروگے تو اس سے قربانی اداء نہ ہوگی پھرتم کو دوبارہ قربانی کرنا ہوگا اس لئے اللہ تعالی پہلے''فَصَلِّ''فرمائے ہیں یعنی نماز عید پڑھو، پھر''وَانْحَرْ''فرمائے ہیں یعنی نماز عید کے بعد قربانی کرو۔اس آیت میں نماز عید کا اور قربانی کا حکم امر کے صیغوں سے ہوا ہے اور امر کا صیغہ عموماً وجوب کے لئے ہوتا ہے اس لئے نماز عید اور قربانی واجب ہے۔)

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰی: ''وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ 'اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے(سورۂ حج پ17 ع12 ،آیت نمبر:32میں) جو چیزیں اللہ تعالی کے نام سے نامزد ہیں اور دین اسلام میں اللہ تعالی کے لئے خاص طور پر کئے جاتے ہیں (جیسے قربانی تو قربانی کے لئے) جو اس طرح کا ادب ملحوظ رکھے، (کہ قربانی میں عیب دار جانور کو ذبح نہ کرے صحیح وسالم جانور کی قربانی کرے) تو سمجھا جائے گا اس کے دل میں اللہ تعالی کا خوف ہے (جو صحیح وسالم قربانی کے لئے اس کو آمادہ کیا ہے تو اللہ تعالی ایسے شخص سے راضی ہوں گے اور اس کی قربانی قبول فرمائیں گے) (تفسیرات احمدیہ)12

قربانی کے جانور کو ذبح کرتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَر کہنے کی تحقیق

1/2190۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (عیدالاضحیٰ تھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دومینڈھے قربانی دئے یہ دومینڈھے ابلق یعنی چتکبرے تھے ان کا رنگ سفید

تھا اور بعض بعض جگہ سیاہ رنگ کے دھبے تھے۔اب دونوں کے سینگ مڑے ہوئے تھے (میں نے خود دیکھا کہ) حضور والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دست مبارک سے بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَر کہہ کر ان کو ذبح کررہے تھے،حضرت انس فرمائے میں نے یہ بھی دیکھا کہ حضور ان کے پہلوؤں پر قدم مبارک رکھ کر بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَر فرماتے ہوئے ذبح فرمائے۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف(1): واضح ہو کہ ذبح کے وقت '' بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَر '' واؤ کے ساتھ قدیم سے کہنے کی عادت ہے۔اور بعض فقہاء کے قول سے معلوم ہوا کہ ذبح کے وقت '' بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَر '' بغیر واؤ کے کہنا چاہئے ،اس کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ فقہاء میں سے اکثر فقہاء جیسے امام لقابی،علامہ عینی،علامہ اتقانی،صاحب الجمع،علامہ خیرالدین ایلی اور علامہ اترازی وغیر کو ہم نے بسم الله والله اکبر واؤ کے ساتھ کہنے کو ترجیح دی ہے۔وہ کہتے ہیں کہ ذبح کے وقت '' بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَر '' واؤ کے ساتھ کہنا چاہئے لیکن تنہا امام حلوانی '' بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَر '' بغیر واؤ کے کہنے کو ترجیح دیتے ہیں،اس لئے متقدمین پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ سلف سے خلف تک سب کے پاس متداول اور متوارث لفظ '' بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَر '' واؤ کے ساتھ ہے اس کی تائید احادیث سے بھی ہوتی ہے کہ احادیث میں بھی '' بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَر '' واؤ کے ساتھ ہے،اور مرفوع احادیث میں مسلم،ابوداؤد،ترمذی نسائی،ابن ماجہ،طحاوی اور خصاص بھی '' بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَر '' واؤ کے ساتھ ہی روایت کئے ہیں حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم بھی '' بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَر '' واؤ کے ساتھ کہنے کے قائل ہیں،اس لئے مرقات میں لکھا ہے کہ ذبح کے وقت '' بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَر '' واؤ کے ساتھ کہنا اولی اور افضل ہے۔

ف(2): ایک ضروری مسئلہ یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جانور کے ذبح کرنے والوں میں ایک شریک ہوتا ہے اور ایک معین۔شریک مثلاً ذبح کرنے والے کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتا ہے اور دونوں مل کر ذبح کررہے ہیں تو دونوں کو '' بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَر '' کہنا چاہئے۔اور اگر دونوں میں سے ایک نے '' بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَر '' کہا اور دوسرا نہ کہا تو جانور حلال نہ ہوگا۔اس لئے دونوں کو ذبح کے

وقت " بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَر " کہنا چاہئے۔بخلاف اس کے جوذبح کرنے والے کا معین ہے،مثلاً بکرے کوگرایا ہے اوراس کوتھام کرذبح کرنے والے کی مدد کررہا ہے تواس مدد کرنے والے کو" بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَر " کہنا ضروری نہیں ہے۔

قربانی کے لئے فربہ مینڈھے کاانتخاب کرناافضل ہے

2/2191۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ(مینڈھوں میں سے چن کرایسے مینڈھے کی قربانی کرتے تھے جس کے سینگ مڑے ہوئے ہوتے اور جوموٹا تازہ اورنر ہوتا تھا اورابلق یعنے چتکبرا ہوتا یعنے اس کا تمام جسم سفید ہوتا،اورآنکھوں کے اطراف سیاہی اورمنھ سیاہ اورپیر بھی سیاہ ہوتے تھے(اس سے معلوم ہوا کہ ایسا تیاراورفربہ مینڈھا چن کرقربانی دیناافضل اورسنت ہے)۔

(اس حدیث کی روایت ترمذی،ابوداؤدونسائی اورابن ماجہ نے کی ہے۔)

واجب اورنفل قربانی کانصاب

3/2192۔جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ(عیداضحیٰ تھی) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دومینڈھے قربانی دئے جن کے جسم پرکثرت سے بال تھے اوریہ دونوں ابلق یعنے چتکبرے تھے ان دونوں مینڈھوں میں سے ایک مینڈھا تواپنے اپنے طرف سے قربانی دئے اوردوسرا مینڈھا اپنی تمام امت کی طرف سے(آپ کی امت دوقسم کی ہے،ایک امتِ دعوت ہے جن میں کفاربھی شامل ہیں توآپ یہ قربانی امتِ دعوت کی طرف سے نہیں دئے بلکہ امتِ اجابت کی طرف سے یہ قربانی دئے ہیں۔یعنی اس قربانی کاثواب امتِ اجابت کوپہنچائے ہیں، جوتوحید کے اورحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے قائل ہیں جن کومسلمان کہتے ہیں)۔

(اس کی روایت ہمارے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کی ہے اورامام محمد نے بھی کتاب الآثار میں اس کی روایت کی ہے اورحاکم،ابن ماجہ اورامام احمد نے بھی اسی طرح اس کی روایت کی ہے اورحاکم

نے اس حدیث کو مسلم کی شرط کے موافق صحیح قرار دیا ہے۔)

ف: واضح ہو کہ بکری کی قربانی کے متعلق مختلف روایتیں آئی ہیں۔ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو بکریوں کی قربانی کئے تھے ایک بکری اپنی طرف سے قربانی کئے اور دوسری بکری تمام امت کی طرف سے ایک اور روایت میں اس طرح مروی ہے کہ ایک بکری آپ قربانی کئے اپنی طرف سے اور تمام گھر والوں کی طرف سے اور عبدالرزاق کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بکری کی قربانی ایک ہی شخص کی طرف سے ہونا چاہئے۔

4-5/2193-2194۔اس کی تائید ابن ماجہ کی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ ایک شخص حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھ کو سات شخصوں کی طرف سے قربانی کرنا ہے، میں ایک اونٹ قربانی کرنا چاہتا ہوں، اور اس وقت اونٹ نہیں مل رہا ہے کیا کیا جائے؟ تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے (اگر اونٹ نہ مل رہا ہو تو) سات بکریاں خرید کر انہیں ذبح کردے (ایک ایک بکری ایک ایک کی طرف سے قربانی کے لئے کافی ہوگی، اگر ایک بکری سارے گھر والوں کی طرف سے کافی ہوتی تو حضور فرماتے اگر اونٹ نہ ملے تو ایک بکری خرید لو، ساتوں کی طرف سے ایک بکری کافی ہو جائے گی ایسا نہ فرما کر سات بکریاں خریدنے کا جو حکم دئے اس سے معلوم ہوا کہ ایک بکری ایک ہی شخص کی طرف سے قربانی دی جانی چاہئے۔ایک سے زیادہ کی طرف سے ایک بکری کی قربانی جائز نہیں)۔

ان مختلف روایات پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ قربانی دو قسم کی ہوتی ہے: **ایک نفل** جو محض ثواب کے لئے کی جاتی ہے اور جو قربانی کرنے والے پر واجب نہیں ہوتی، اور دوسری قربانی وہ ہے جو قربانی کرنے والے پر صاحب نصاب ہونے کی وجہ سے واجب ہوتی ہے۔وہ احادیث جن میں ایک بکری کا سارے گھر والوں کی طرف سے قربانی دیا جانا منقول ہے وہ نفل قربانی سے متعلق ہیں جو محض ثواب کے لئے کی گئی ہے، واجب کے طور پر نہیں کی گئی۔بخلاف اس کے جو قربانی واجب ہو

اس میں ایک بکرا ایک ہی شخص کی طرف سے قربانی میں دیا جائے گا، ایک سے زیادہ کی طرف سے نہیں دیا جائے گا۔ اس لئے کہ جس طرح واجب زکات کا نصاب مقرر ہے۔ مثلاً اگر کسی کے پاس دوسو (200) درہم ہوں تو اس پر ہر چالیس (40) درہم پر ایک درہم زکات واجب ہوتی ہے بخلاف نفل خیرات کے اس کے لئے کوئی نصاب مقرر نہیں کہ جس قدر چاہے اور جب چاہے نفل خیرات دے سکتا ہے، ایسا ہی نفل قربانی کے لئے انسانوں کی کوئی تعداد مقرر نہیں جتنے انسانوں کی طرف سے چاہیں، ایک بکرا قربانی دے کر اس کے ثواب میں سب کو شریک کر لے سکتے ہیں، بخلاف واجب قربانی کے کہ اس کے لئے بھی تعداد مقرر ہے کہ اونٹ اور گائے سات سات شخصوں کی طرف سے، اور بکرا ایک شخص کی طرف سے واجب قربانی میں دیا جائے، اس سے معلوم ہو کہ جن حدیثوں سے ایک بکرا سارے گھر والوں کی طرف سے دیا جانا ثابت ہے وہ نفل قربانی تھی جو محض ثواب کے لئے کی گئی اور سب کو ثواب میں شریک کیا گیا۔

جیسا کہ امام محمد رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ ایک بکرے کی قربانی سارے گھر والوں کی طرف سے ہونا اس وقت پر محمول ہے کہ کوئی شخص محتاج ہوتا اور اس پر قربانی واجب نہیں ہوتی تھی تو وہ اپنی جانب سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکرا قربانی کرتا اور سب کو ثواب میں شریک کر لیتا، اور جن حدیثوں سے ایک بکرا ایک کی طرف سے دیا جانا معلوم ہوتا ہے وہ واجب قربانی ہے، اس لئے ایک سے زیادہ کی طرف سے ایک بکرا قربانی میں نہیں دیا جاسکتا۔

جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ ایک بکری واجب قربانی میں پورے گھر والوں کی طرف سے کافی ہے تو ان کا یہ قول اس لئے صحیح نہیں ہے جبکہ سب کا اتفاق اس بات پر ہے کہ ایک اونٹ یا ایک گائے تو سات شخصوں سے زائد کے لئے کافی نہ ہو، اور ایک بکری پورے گھر والوں کی طرف سے مثلاً اگر گھر میں بیس آدمی ہوں تو ان کے لئے واجب قربانی میں کافی ہو جائے یہ خلاف عقل اور نقل ہے

(تعلیق مجد)۔

عین ذبح کے وقت صرف اللہ ہی کا نام یعنی بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَر ہی کہنا چاہئے

(جب کوئی شخص قربانی میں جانور ذبح کرنا چاہے اورابھی جانورکو ذبح کے لئے لٹایا نہیں ہے تو جودعاء چاہے پڑھ سکتا ہے،ایسا ہی لٹانے کے بعد''بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَر'' کہنے سے پہلے بھی جو دعاء چاہے پڑھ سکتا ہے اوراسی طرح ذبح کے بعدبھی جو دعاء چاہے کرسکتا ہے، جانورکو زمین پر لٹا کر عین ذبح کرنے کے وقت صرف اللہ ہی کا نام''بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَر ''لینا چاہئے۔عین ذبح کے وقت)کسی انسان کا نام کسی حیثیت سے بھی لینے کو چاہے''بِسْمِ اللّٰہِ تَقَبَّلْ مِنْ فُلَانٍ'' (اللہ کے نام سے قربانی شروع کررہا ہوں،اس کوفلاں کی طرف سے قبول فرما)ہی کیوں نہ کہے۔

6/2195۔حضرت ابراہیم نخعی مکروہ (تحریمی) جانتے تھے،اس کی تائید حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی ہوتی ہے جس کوصاحب ہدایہ نے بیان کیا ہے۔

7/2196۔حضرت ابن مسعودفرماتے ہیں کہ ذبح کے وقت جو''بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَر'' کہا جاتا ہے،اس میں کسی انسان کا نام کسی حیثیت سے بھی شریک کرنے سے باز رہو بلکہ''بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَر''،ہی کہا کرو۔

نفل قربانی میں سب کوشریک کرسکتے ہیں

8/2197۔ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قربانی کیا کرتے تھے تو وہ بڑے بڑے ابلق مینڈھے خرید فرمایا کرتے تھے،اور نمازِعید کے بعدعیدگاہ میں خطبہ دینے سے فارغ ہوجاتے اورآپ عیدگاہ ہی میں کھڑے رہتے تو اس وقت مذکورہ دومینڈھوں میں سے ایک مینڈھا لایا جاتا اور(حضور جب اس مینڈھے کو ذبح کرنا چاہتے تو ذبح کے وقت کوئی دعاء نہیں پڑھتے تھے)صرف''بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَر'' کہہ کر

ذبح کرتے، ذبح سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا عَنْ اُمَّتِیْ جَمِیْعًا مَنْ شَھِدَ لَکَ بِالتَّوْحِیْدِ وشَھِدَ لِیْ بِالْبَلَاغِ ط

اے اللہ! یہ قربانی میری امت کی طرف سے قبول فرمایئے یعنی میری امت میں سے ہر شخص کی طرف سے قبول فرمایئے جو آپ کی توحید کی گواہی دیتا ہو، اور اس بات کی بھی گواہی دیتا ہو کہ میں پورے پورے احکام پہونچا دیا ہوں۔

پھر دوسرا مینڈھا آپ کے پاس لایا جاتا تو اس کو بھی '' بسم اللہ و اللہ اکبر '' کہنے کے بعد ذبح فرماتے اور یہ دعا پڑھتے: اَللّٰھُمَّ ھٰذَا عَنْ مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

اے اللہ یہ قربانی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والوں کی طرف سے ہے۔ (اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ صدر میں حاکم، ابن ماجہ اور امام احمد، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کئے ہیں ''اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ ضَحّٰی بِکَبْشَیْنِ اَشْعَرَیْنِ اَمْلَحَیْنِ، اَحَدَھُمَا عَنْ نَفْسِہٖ'' کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مینڈھا اپنی طرف سے اپنے لئے قربانی کئے یہ واجب قربانی تھی، جس کو آپ اپنی طرف سے اداء کئے، اور اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو بکروں کی قربانی دئے: ایک بکرا تو تمام امت کی طرف سے، اور دوسرا بکرا اپنے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے قربانی دیئے آپ اپنے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے جو قربانی دیئے وہ حضرت کے گھر والوں پر واجب قربانی نہیں بلکہ وہ نفل قربانی تھی کہ سب گھر والوں کو ثواب میں شریک کر لئے تھے، سب گھر والوں کی طرف سے جو قربانی دی گئی تھی وہ ایسی ہی قربانی تھی جیسے امت کی طرف سے قربانی دی گئی تھی کہ ثواب میں امت کو شریک کر لیا گیا تھا نہ کہ امت کی طرف سے واجب اداء کیا گیا تھا۔

ذبح کے پہلے پڑھی جانے والی دعاء

9/2198۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدالاضحیٰ کے دن دو مینڈھوں کی قربانی دئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذبح کرنے کے لئے دونوں بکروں کو قبلہ رخ کئے تو (سورہ انعام، پ 7، ع9، آیت نمبر: 79) یہ دعا پڑھے: وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ o

میں نے ایک ہی کا ہوکر اپنا رخ اسی ذات پاک کی طرف کرلیا ہے جس نے زمین اور آسمان کو بنایا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

اور ابوداوٗد کی روایت میں اس دعاء کے ساتھ ذیل کی دعاء کا اضافہ بھی کیا گیا ہے:

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَبِذَالِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

میری نماز میری تمام عبادتیں (اور میری قربانی) میرا جینا اور مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو سارے جہاں کا پروردگار ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور مجھ کو ایسا ہی حکم دیا گیا ہے اور میں اس کے فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

اور حضور اس کے بعد یہ دعاء بھی پڑھے: ''اَللّٰهُمَّ مِنْکَ وَلَکَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَّاُمَّتِهٖ''

اے اللہ یہ قربانی آپ ہی کی دی ہوئی ہے اور یہ آپ ہی کی رضا جوئی کے لئے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی طرف سے پیش کی جارہی ہے۔

حضور پھر ''بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ'' کہہ کر ذبح کئے۔ (اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے، اور امام احمد، ابوداوٗد، ابن ماجہ اور دارمی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

مُسِنّہ کی تعریف

10/2199 ۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشادفرمائے ہیں کہ (قربانی میں) مُسِنّہ ذبح کیا کرو۔ (مُسِنّہ سے کم ذبح کروگے تو قربانی قبول نہیں ہوگی ۔ (مُسِنّہ یہ ہے کہ اونٹ ہوتو پانچ سال ختم ہوکر چھٹا شروع ہو، اگر گائے ہوتو دوسال ہوکر تیسرا شروع ہو، اور مینڈھا یا بکرا ہوتو پورا ایک سال کا ہو) (ہدایہ میں ایسا ہی مذکور ہے۔12) اور اگرتم کو یہ تینوں قسموں کا ملنا دشوار ہے اور صرف بکروں میں جذعہ مل سکتا ہے تو (ایک آدمی کی طرف سے) چھ مہینہ کا جذعہ یعنی ایسا دنبہ یا مینڈھا بھی قربانی کرسکتے ہو جو اتنا موٹا تازہ ہو کہ ایک سال بھر کا معلوم ہوتا ہو، اور سال بھر والے دنبوں یا مینڈھوں میں چھوڑ دو تو کچھ فرق نہ معلوم ہو۔(اگر چھ مہینہ کا ایسا مینڈھا نہ مل سکے تو پھر سال بھر کا ہی ہونا چاہئے)۔(اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

11/2200 ۔مجاشع جو قبلہ بنی سلیم میں سے تھے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ چھ مہینہ کا ایسا مینڈھا (جو اتنا فربہ ہو کہ ایک سال کا معلوم ہوتا ہے) قربانی کے لئے ایسا ہی کافی ہے، جیسا کہ ایک سال کا مینڈھا کافی ہوتا ہے۔
(اس کی روایت ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

تیسری حدیث

12/2201 ۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشادفرماتے سنا ہے کہ چھ مہینہ کا (ایسا فربہ مینڈھا جو ایک سال کا معلوم ہوتا ہو) قربانی کے لئے بہت بہتر ہے (اگر ایسا نہ ملے تو پھر قربانی کے لئے ایک سال کا مینڈھا ہونا چاہئے)۔(اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

ایک خاص واقعہ

13-14/2202-2203 ۔عُقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ بکریاں مجھے عنایت کئے تاکہ میں صحابہ میں قربانی کے لئے تقسیم کردوں، اخیر میں عَتُود رہ گیا (عتود بکروں اور چھیلوں میں ایسا ہی ہے جیسے جذعہ مینڈھوں میں کہ جزعہ (6) مہینہ سے زیادہ اور سال سے کم کا ہوتا ہے اور عتود بھی ایسا ہی بکروں میں (6) مہینہ سے زیادہ اور سال سے کم کا ہوتا ہے، جذعہ اگر فربہ ہوتو ایک سال سے کم کا بھی ہو، قربانی دے سکتے ہیں اور عتود اگرچہ فربہ ہو (6) مہینہ سے زیادہ اور سال سے کم ہوتو اس کی قربانی نہیں دی جاتی ایک سال کا ہونا ضروری ہے) اس لئے عقبہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کئے کہ میرے حصہ میں عتود یعنے ایک سال سے کم کا بکری کا بچہ رہ گیا ہے (اور بکری کا بچہ ایک سال سے کم کا ہوتو اس کی قربانی جائز نہیں) تو میں قربانی کس طرح کروں تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے سنو عقبہ! سال سے کم جو بکری کا بچہ رہ گیا ہے، اسی کی تم قربانی کرو، اور یہ حکم خاص تمہارے لئے ہے۔ دوسروں کو سال بھر سے کم کا بکرا اگرچہ کہ وہ فربہ ہو قربانی میں جائز نہیں (بخلاف مینڈھے کہ اگر وہ سال سے کم کا بھی ہو اور فربہ ہو تو اس کی قربانی سب کے لئے جائز ہے) (اس حدیث کا ترجمہ اشعۃ اللمعات کے لحاظ سے کیا گیا ہے۔12)۔

(اس حدیث شریف کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

قربانی نمازِ عید کے بعد ہونی چاہئے

15/2204 ۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ (نماز عید کے بعد) عیدگاہ ہی میں قربانی کرتے تھے (اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ قربانی کا وقت نمازِ عید کے بعد ہے، نمازِ عید سے پہلے قربانی

کرنے سے قربانی اداءنہیں ہوتی اور یہ بھی لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ قربانی کرنے کی جگہ عید گاہ ہی ہے عید گاہ میں قربانی کرنا افضل ومستحب ہے، اگرچیکہ گھروں میں قربانی کرنا بھی جائز ہے)۔

(اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث شریف میں قربانی کرنے کے لئے دوالفاظ لائے گئے ہیں: ایک ''یذبح'' اوردوسرے ''ینحر'' اس کی تحقیق اس بات سے پہلے باب صلاۃ العیدین میں امام بخاری کی حدیث 480 جوحضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اس کے فائدہ میں گزرچکی ہے ملاحظہ کرلی جائے۔

اونٹ اورگائے کی قربانی کا بیان

16/2205 ۔جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشادفرمائے ہیں کہ گائے کی قربانی (زیادہ سے زیادہ) سات آدمیوں کی طرف سے اوراونٹ کی قربانی بھی (زیادہ سے زیادہ) سات آدمیوں کی طرف سے ہوسکتی ہے۔اس حدیث کی روایت مسلم اورابوداؤدنے کی ہے۔

قربانی کرنے والے کے لئے ہدایت

پہلی حدیث

(جومسلمان اپنے وطن میں ہیں ان کو حاجیوں سے مشابہت پیدا کرکے مشابہت کا ثواب دینے کے لئے جیسے حاجی مکہ معظّمہ میں نماز پڑھتے ہیں اورمنٰی میں قربانی کرتے ہیں اسی طرح مسلمانوں کوحکم دیا گیا کہ عید گاہ میں عید کی نماز پڑھیں اورنماز کے بعد قربانی کریں، اس طرح حاجیوں سے مشابہت ہوجاتی ہے)

17-18-19/2206-2207-2208 ۔ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشادفرمائے ہیں (کہ جوقربانی

کر کے حاجیوں سے مشابہت پیدا کرتے ہیں تو ان کو چاہئے کہ جیسے حاجی جب سے احرام باندھتے ہیں حجامت نہیں بنواتے، بال اور ناخن نہیں کترواتے، ایسے ہی حاجیوں سے پوری مشابہت پیدا کرنے کے لئے) ذی الحجہ کا چاند دیکھتے ہی جو قربانی کرنے والے ہیں وہ (حجامت نہ بنوائیں) ناخن اور بال قربانی کرنے تک نہ کتروائیں (تا کہ حاجیوں سے پوری پوری مشابہت ہو جائے اگر چیکہ حاجیوں کے لئے بال اور ناخن نہ کتروانا فرض ہے، بخلاف قربانی کرنے والوں کے کہ ان کو حجامت نہ بنوانا اور بال اور ناخن نہ کتروانا مستحب ہے)۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

دوسری حدیث

20/2209 ۔ یزید بن عبداللہ بن قسیط رضی اللہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ عطاء بن یسار، ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام اور ابوبکر بن سلیمان رضی اللہ عنہم یہ سب حضرات (قربانی کرنے والے کے لئے) ذی الحجہ کے پہلے دہے میں بال اور ناخن کتروانے کو جائز قرار دیتے تھے اور ناخن ترشوانے اور بال کتروانے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے (اسی لئے علماء نے فرمایا ہے کہ ذی الحجہ کے پہلے دھے میں قربانی کرنے والے کے لئے بال اور ناخن نہیں کتروانا مستحب ہے، واجب نہیں ہے)۔

(اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

تیسری حدیث

21/2210۔ محمد بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ذُوالْحُلَیْفَہ میں مجھے دیکھا کہ میں اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر حج کے ارادے سے جا رہا ہوں (اس وقت میں ابھی احرام نہیں باندھا تھا اور ذی الحجہ کا پہلا دہا شروع ہو چکا تھا اسی لئے بال

کتروانے کو جائز نہیں سمجھنے کی وجہ سے) میری مونچھ کے بال بڑھے ہوئے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ میں مونچھوں کو کتروا دوں تو میں نے اسی وقت تعمیل کی اور مونچھیں کتر دیں (اس سے معلوم ہوا کہ ذی الحجہ کے پہلے دھے میں بال اور ناخن نہ کتروانا مستحب ہے، واجب نہیں ہے)۔(اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

قربانی کے واجب ہونے کا ثبوت

پہلی حدیث

22/2211 ۔ جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں (ایک وقت) عید الاضحی کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک تھا جوں ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عید پڑھ کر فارغ ہوئے اور سلام پھیرے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان قربانیوں کا گوشت لایا گیا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ذبح کی گئیں تھیں (یہ دیکھ کر) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے جو شخص نماز عید پڑھنے سے پہلے قربانی کر چکا ہو، وہ اس کی بجائے پھر دوسری قربانی کرے (اس لئے کہ نماز عید سے پہلے جو قربانی کی گئی ہے وہ قربانی ادا نہیں ہوئی) ایک اور روایت میں ہے کہ جو نماز عید کے پہلے قربانی نہیں کیا ہے تو اس کو معلوم ہونا چاہئے کہ اب نماز عید کے بعد قربانی کرنے کا وقت ہے بسم اللہ اب قربانی کرے اور قربانی کے وقت ''بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَر '' کہے (یہاں حضور کے دوبارہ قربانی کرنے کے حکم دینے سے معلوم ہوا کہ قربانی واجب ہے، اگر قربانی واجب نہ ہوتی تو حضور دوبارہ قربانی کرنے کا حکم نہیں دیتے۔(جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے۔12)۔(اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

دوسری حدیث

23/2212 ۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں دس سال رہے اور اس تمام عرصہ میں ہر سال برابر قربانی کرتے رہے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمیشہ قربانی کرتے رہنے سے ثابت ہوا کہ قربانی کرنا واجب ہے، اس لئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کسی کام کو ہمیشہ کرتے رہنا اس کام کے واجب ہونے کی دلیل ہے)۔(اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

قربانی کرنے کا وجوب اور اس کے نہ کرنے پر وعید

24/2213۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص (صاحب نصاب ہے اور وہ) قربانی کرنے کی استطاعت رکھتا ہو، باوجود اس کے پھر قربانی نہ کرے تو ایسا شخص ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔(اس لئے کہ عیدگاہ کے نمازیوں پر اللہ تعالی کی رحمت نازل ہوتی ہے قربانی نہ کرنے والا رحمت کا مستحق نہیں ہوتا ہے، اسی لئے ایسا شخص عیدگاہ میں نہ آئے، حضور کا اس طرح ارشاد فرمانا قربانی نہ کرنے والے پر اللہ تعالی اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غضب کی علامت ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قربانی نہیں کرنے والا اس وعید کا مستحق ہے۔ واجب ہی کے ترک پر وعید آئی ہے، اگر قربانی کرنا واجب نہ ہوتا تو ایسی وعید نہ آتی)(جیسا کہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔12)۔

(اس حدیث کی روایت ابن ماجہ، حاکم اور امام احمد نے کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔)

ف: واضح ہو کہ نصاب دو طرح کا ہوتا ہے ایک نصاب زکات کا ہے اور دوسرا نصاب فطرہ اور قربانی کا، جو شخص زکات کے نصاب کا مالک ہے تو اس پر زکات بھی آئے گی اور فطرہ اور قربانی کرنا بھی واجب ہوگا اور جو شخص زکات کے نصاب کا مالک اس طرح سے نہیں ہے کہ اس کے پاس سونا چاندی اور تجارت کا مال وغیرہ نہیں ہے بلکہ فطرہ اور قربانی کا نصاب اس پر اس طرح واجب ہے کہ ضروری اسباب جو رات دن کے برتاوے میں رہتا ہے اس کے سوا اس کے پاس اور اسباب بھی ہے جو کبھی کبھی

کام میں آتا ہے اوران سب کی قیمت اتنی ہے کہ جس پر زکوٰۃ واجب ہوجاتی ہوتو اس پر عیدالفطر کے دن فطرہ اورعیدالضحٰی کے دن قربانی واجب ہے۔فطرہ اورقربانی کے لئے ایسے مال پر سال گزرنے کی شرط بھی نہیں ہے۔(ردالمحتار)۔

دوسری حدیث

25/2214۔ مِخْنَفُ بن سُلَيمُ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم (حجۃ الوداع میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وقوف عرفہ کرکے عرفات میں ٹھیرے ہوئے تھے میں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشادفرماتے سنا ہے کہ لوگو! (قربانی سنت نہیں ہے کہ کوئی گھر والا کرے اورکوئی گھر والا نہ کرے بلکہ) قربانی واجب ہے، ہرگھر والا (جوقربانی اورفطرہ کے نصاب کا مالک ہو) اس کو چاہئے کہ وہ اپنی طرف سے ہرسال قربانی کیا کرے (ہاں اس کے چھوٹے بچوں کی طرف سے اور جوان بچوں کی طرف سے اور بیوی کی طرف سے قربانی اس پر واجب نہیں ہے، اگران سے اجازت لے کرقربانی کرے تو قربانی ان کے طرف سے بھی اداء ہوسکتی ہے)۔

(اس حدیث کی روایت ترمذی، ابوداؤد، نسائی اورابن ماجہ نے کی ہے۔)

جوصاحب نصاب نہیں اس پرقربانی واجب نہیں

26/2215۔عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشادفرماتے ہیں مجھے حکم دیا گیا کہ دسویں ذی الحجہ کو (قربانی کرکے) عید منایا کروں، ایک مجھ ہی کونہیں بلکہ میری ساری امّت کوحکم دیا گیا ہے کہ وہ دسویں ذی الحجہ کوقربانی کرکے عیدمنایا کریں۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سن کرکہ آپ کوقربانی کرنے کا حکم دیا گیا ہے ایک صحابی (سمجھے کہ قربانی واجب ہے اور ہرایک کے ذمہ اس کی ادائی ضروری ہے اس لئے وہ) عرض کئے یارسول اللہ مجھے استطاعت تونہیں ہے کہ قربانی کرسکوں، البتہ مجھے دودھ پینے کے

لئے ایک صاحب بکری دیئے ہیں میں واجب کی ادائی کے لئے اسی دی ہوئی بکری کی قربانی کردیتا ہوں (پھر جب مجھ کو گنجائش ہوگی تو میں ان کا قرض اداء کردوں گا) یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ تم سمجھے نہیں، تم جیسے محتاج شخص پر قربانی واجب نہیں ہے، خواہ مخواہ لوگوں کی دی ہوئی بکری بغیر ان کی اجازت کے ذبح کرکے پھر اداء کرنے کا خیال رکھنا اس طرح حکم نہیں ہے، قربانی اس شخص پر واجب ہے جو صاحب نصاب ہے، تم کو بال، ناخن دور کرکے غسل کرکے اور میل کچیل دور کرکے مسلمانوں کے ساتھ عید کی خوشی منانا یہی کافی ہے (تمہاری نیت قربانی کرنے کی تھی مگر مجبوری سے نہ کرسکے تو تمہاری نیت کی وجہ سے تم کو قربانی کا ثواب دیا جائے گا)۔

(اس حدیث کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔)

ذوالحجہ کے عشرۂ اول کی فضیلت

27/2216 ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں (ذی الحجہ کے عشرۂ اولیٰ کی بڑی فضیلت ہے) جس قدر ان دنوں میں نیک عمل کرنے کا ثواب ہے، اتنا ثواب کسی اور دنوں کے نیک عمل کرنے میں نہیں ہے صحابہ عرض کئے: حضور! کیا اور دنوں میں جہاد کرنے کے ثواب سے ان دنوں میں نیک عمل کرنے کا ثواب زیادہ ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے: ہاں ان دنوں میں نیک عمل کرنے کا ثواب اور دنوں کے جہاد کے ثواب سے بھی زیادہ ہے، مگر ایک ایسا شخص جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے جان و مال لے کر نکلا (اور ایسا دل توڑ کر جہاد کیا) کہ اس کی جان بچی نہ مال (جان اور مال سب اللہ کی راہ میں قربان کردیا) ایسے شخص کے عمل کا ثواب ذی الحجہ کے عشرۂ اولیٰ میں نیک عمل کرنے کے ثواب سے اللہ کے پاس زیادہ محبوب ہے۔

(اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

قربانی کی فضیلت اور اس کا ثواب

28/2217 ۔ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ دسویں ذی الحجہ کے دن قربانی کے جانور کا خون بہانا جیسے اللہ تعالی کے پاس محبوب ہے ایسا کوئی نیک عمل اس دن میں ایسا محبوب نہیں ہے اور یہ قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، اپنے بالوں اور اپنے کھروں کے ساتھ (صحیح وسالم) آئے گا (تاکہ قربانی کے ہر عضو کے بدلہ میں قربانی کرنے والے کو ثواب ملے، پُل صراط پر سواری کے کام آئے اور میزان میں نیک اعمال کے پلڑے میں قربانی کے جانور کو رکھا جائے تاکہ نیکیوں کا پلڑا اس سے بھاری ہوجائے) (قربانی کے جانور کا خون بہانا اللہ تعالی کو ایسا اچھا معلوم ہوتا ہے کہ) قربانی کے جانور کا خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ تعالی قربانی کو قبول فرمالیتے ہیں (جب تم کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ قربانی اللہ تعالی کو کس قدر محبوب ہے اور اللہ تعالی سب اعمال خیر سے زیادہ قربانی کو پسند کرتے ہیں اور بہت جلد قربانی کو قبول فرمالیتے ہیں تو اب تم پر قربانی کرنا گراں نہیں ہونا چاہئے) خوشی خوشی سے قربانی کیا کرو۔ (اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

ذوالحجہ کے عشرۂ اول میں روزہ رکھنے اور شب بیداری کا ثواب

29/2218 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ (یوں تو نیک اعمال خواہ کسی مہینہ میں ہوں اللہ تعالی کو نہایت محبوب ہیں) مگر ذی الحجہ کے پہلے دہے میں جو نیک اعمال کئے جاتے ہیں وہ اللہ تعالی کو جیسے محبوب ہیں اور دنوں کے اعمال ایسے محبوب نہیں ہیں (اس سے آپ کو اندازہ لگے گا کہ ان دنوں کے نیک اعمال اللہ تعالی کو کس قدر محبوب ہیں کہ دسویں ذی الحجہ کے سوا کہ اس دن کا روزہ تو حرام ہے باقی) نویں تک کا ہر روزہ ثواب میں ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور ان دنوں میں شب بیداری کا ثواب شب

قدر کی شب بیداری کے ثواب کے برابر ہے۔(اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

قربانی کے ثواب کا بیان

30/2219۔زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحابہ دریافت کئے: یارسول اللہ قربانی کیا چیز ہے اور اس کی بناء کب سے ہوئی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ (قربانی کی بناء حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰہ والسلام کے زمانے میں پڑی اس لئے) قربانی تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰہ والسلام کی سنت ہے،(حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام شریعتوں میں جاری رہی۔ پھر شریعت اسلام نے بھی اس کو قائم رکھی) صحابہ عرض کئے: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قربانی کی بناء کب سے ہوئی یہ تو ہم کو معلوم ہوگیا۔مگر یہ نہیں معلوم ہوا) کہ قربانی کرنے میں کیا ثواب ہے؟ حضور ارشاد فرمائے: قربانی کے جانور کے ہر بال کے بدلہ میں ایک ایک نیکی ملتی ہے،صحابہ عرض کئے: حضور! (شعر یعنی بال تو گائے،بکروں اور چھیلوں میں ہوتے ہیں ان کے ہر بال کے بدلہ میں ایک ایک نیکی کا ملنا معلوم ہوا۔مگر مینڈھے اور اونٹ قربانی کرنے میں جو ثواب ہے وہ نہیں معلوم ہوا۔حضور (فرمائے: مینڈھوں اور اونٹوں کے بال کو صوف یعنی اون کہتے ہیں) اون کے بھی ہر بال کے بدلہ میں ایک ایک نیکی ملتی ہے۔مسلمانو! سونچو،قربانی کا کیا ثواب ہے ایک ایک بال کے بدلہ ایک ایک نیکی ملتی ہے کس قدر بال ہیں اور کس قدر نیکیاں ملتی ہیں اس کا کچھ اندازہ کر سکتے ہو،عمر بھر بھی نیکیاں کروگے تو (اتنی نیکیاں نہیں کر سکتے۔قربانی کر کے اتنے بے شمار نیکیاں بہت آسانی سے حاصل کرلو)۔(اس حدیث کی روایت امام احمد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

مُردوں کی طرف سے قربانی دینے کا بیان

31/2220۔حنش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی

اللہ عنہ کو دو مینڈھے ذبح کرتے ہوئے دیکھ کر دریافت کیا کہ حضرت آپ یہ دو مینڈھے کیوں ذبح کر رہے ہیں؟ (ایک مینڈھا ایک آدمی کی طرف سے قربانی کے لئے کافی ہے) تو حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ میں حضور کی طرف سے قربانی کیا کروں (اس لئے میں ایک بکرا تو اپنی طرف سے قربانی کر رہا ہوں اور دوسرا بکرا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے قربانی دے رہا ہوں)۔

(اس حدیث کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور ترمذی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

ف: واضح رہے کہ جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے قربانی دئے ہیں ایسا ہی ہم بھی اپنے مُردوں کی طرف سے قربانی دے سکتے ہیں، مگر مُردوں کی وصیت کی وجہ سے قربانی دی گئی ہے تو اس پوری قربانی کو خیرات کر دینا چاہئے خود اس کو نہیں کھانا چاہئے اور اگر بغیر مُردوں کی وصیت کے خود مُردوں کو ثواب پہونچانے کے لئے قربانی کی گئی ہے تو اس قربانی کو مثل اپنی قربانی کے خود بھی کھا سکتا ہے اور دوسروں کو بھی کھلا سکتا ہے۔ (درمختار)۔

یہ عیب جن جانوروں میں پائے جائیں ان کی قربانی جائز نہیں

پہلی حدیث

32/2221۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کن کن جانوروں کی قربانی نہ دی جائے (یعنی قربانی کے جانور میں وہ کونسے عیب ہیں جن کی وجہ سے ان کی قربانی دینا جائز نہیں ہے) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگلیوں کے اشارے سے فرمایا کہ (چار عیب ہیں، ان چار عیبوں میں سے جو عیب جس جانور میں پایا جائے اس کی قربانی نہ دی جائے): (1) اس لنگڑے جانور کی قربانی نہ کی جائے جس کا لنگڑا ہونا اس طرح ظاہر ہو کہ وہ چل نہ سکے (اگر معمولی لنگ ہو تو کچھ حرج نہیں) (2) اور نہ اس کانے جانور کی قربانی کی جائے جس کا کانا پن ظاہر ہو، یعنی ایک آنکھ سے بالکل دکھائی نہ دے، یا

اس ایک آنکھ میں آدھے سے زیادہ بینائی نہ ہو۔ (3) اور نہ اس بیمار جانور کی قربانی کی جائے جس کا بیمار ہونا (اس طرح) ظاہر ہو (کہ وہ چارہ نہ کھا سکے) (4) اور نہ اس دبلے جانور کی قربانی کی جائے جو اتنا دبلا ہو کہ جس کی ہڈی تک میں گودا نہ ہو۔ (اور اس کی وجہ سے وہ کھڑا نہ رہ سکتا ہو)۔

(اس حدیث کی روایت امام مالک، امام احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی اور طحاوی نے کی ہے۔)

دوسری حدیث

33/2222۔ ابوالضحاک عبید بن فیروز مولی بنی شیبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے براء رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ مجھے قربانی کے جانوروں کے متعلق حدیث سنایئے کہ کن جانوروں کی قربانی کرنے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منع فرمائے ہیں۔ براء رضی اللہ عنہ جواب دئے کہ (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ایسا ہی دریافت کیا گیا تھا) اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت کھڑے ہوئے تھے، آپ اپنی انگلیوں سے اشارہ فرمائے: (کیا کہوں حضرت کا دستِ مبارک کیسا تھا۔ حضرت کا دست مبارک ایسا خوبصورت نظر آرہا تھا کہ) میرا ہاتھ حضور کے دست مبارک کے سامنے چھوٹا اور حقیر معلوم ہو رہا تھا۔ حضور فرمائے کہ (چار عیب ہیں ان میں سے کوئی عیب جس جانور میں پایا جائے اس کی قربانی نہ دی جائے): (1) ایک اس کانے جانور کی قربانی نہ کی جائے جس کا کانا پن ظاہر ہو یعنی ایک آنکھ سے بالکل دکھائی نہ دے یا اس ایک آنکھ میں آدھے سے زیادہ بینائی نہ ہو۔ (2) دوسرے اور نہ اس بیمار جانور کی قربانی کی جائے جس کا بیمار ہونا (اس طرح) ظاہر ہو (کہ وہ چارہ نہ کھا سکے) (3) تیسرے ایسے لنگڑے جانور کی قربانی کی جائے جس کا لنگڑا ہونا (اس طرح) ظاہر ہو (کہ وہ چل نہ سکے) (4) چوتھے اس دبلے جانور کی بھی قربانی نہ کی جائے جو اتنا دبلا ہو کہ اس کی ہڈی تک

میں گودا نہ ہو۔ (جس کی وجہ سے وہ کھڑا نہ رہ سکتا ہو)۔ براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور سے عرض کیا کہ میں قربانی میں ایسے جانور کو بھی ناپسند کرتا ہوں جس کے سینگ میں نقص ہو، یعنی اس کے سینگ ٹوٹ گئے ہوں اور ایسے جانور کو بھی ناپسند کرتا ہوں جس کے دانتوں میں نقص ہو۔ یعنی اس کے کچھ دانت گر گئے ہیں (اور جتنے گرے ہیں ان سے زیادہ باقی ہیں) اور میں ایسے جانور کو بھی قربانی کے لئے پسند نہیں کرتا جس کے کان میں نقص ہو یعنی کان کا کچھ حصہ کٹا ہوا ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواب دئے کہ جس جانور کو تم قربانی میں پسند نہیں کرتے تو تم اس کو چھوڑ دو۔ اور دوسرا جانور جو ایسا نہ ہو۔ اس کی قربانی کرلو، یہ تمہارے لئے تقوی کی بات ہے مگر) دوسروں کو ایسے جانور کے حرام اور ناجائز ہونے کا فتوی نہ دو۔ (اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

34/2223۔ اور ابن ماجہ نے صرف کان کے متعلق روایت کی ہے اور امام طحاوی نے بھی نسائی اور ابن ماجہ دونوں کی طرح روایت کی ہے۔

ف: واضح رہے کہ قربانی کے جانور کے سینگ، دانت اور کان کے متعلق کچھ احکام تو آپ اس حدیث شریف کے ترجمہ میں سن لئے ہیں، باقی احکام اب سنئے:

(1) جس جانور کے پیدائش ہی سے سینگ نہیں اس کی قربانی درست ہے البتہ جس جانور کے پیدائش سے سینگ تو تھے مگر بعد میں بالکل جڑ سے ٹوٹ گئے تو اس کی قربانی درست نہیں۔

(2) جس جانور کے بالکل دانت نہیں، اس کی قربانی درست نہیں۔

(3) جس جانور کے پیدائش ہی سے دو کان نہ ہوں یا صرف ایک کان نہ ہو اس کی قربانی درست نہیں ہے۔ یا ایسا ہی جس جانور کا ایک کان پورا کٹا ہوا ہو اس کی قربانی بھی درست نہیں مگر کان تو ہیں لیکن بالکل ذرا ذرا سے چھوٹے چھوٹے ہیں تو اس کی قربانی درست ہے۔ (ردالمحتار) 12

تیسری حدیث

35/2224۔ حُجَیَّہ بن عدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی

اللہ عنہ فرمارہے ہیں کہ ایک گائے کی قربانی (زیادہ سے زیادہ) سات آدمیوں کی طرف سے ہوسکتی ہے، اگر سات آدمیوں سے کم بھی ہوں تو ایک گائے ان کی طرف سے قربانی دی جاسکتی ہے اگر سات آدمیوں سے زیادہ ہوں اور ایک گائے ان سب کی طرف سے قربانی دی جائے تو سات آدمیوں کی طرف سے تو قربانی اداء ہوجائے گی اور سات آدمیوں سے جو زیادہ ہیں ان کی طرف سے قربانی نہیں ہوگی) راوی کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ قربانی کے لئے جو گائے خریدی گئی تھی، وہ گابھن تھی، اگر قربانی سے پہلے وہ بچہ جنے تو اس بچہ کو کیا کیا جائے، یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرمائے: (کہ اس بچہ کو تم اپنی ملک نہ سمجھنا، تم اپنے تصرف میں نہ لانا) ماں کے ساتھ اس بچہ کو ذبح کردو (قربانی کا جانور تو ماں سمجھی جائے گی۔ اس کو تم کھانا، البتہ قربانی کے جانور کی جو عمر بتلائی گئی ہے بچہ اس عمر کا نہ ہونے سے بچہ کو قربانی کے لئے ذبح نہیں کیا گیا، صرف خالص عبادت ہی ہے، اس لئے اس بچہ کا گوشت نہ کھایا جائے اس کے گوشت کو خیرات کردیا جائے اگر قربانی کرنے والا اس بچہ کے گوشت سے کچھ کھائے تو جتنا گوشت کھایا ہے اس کی قیمت خیرات کردے۔ عالمگیری اور ردالمحتار میں ایسا ہی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اگر قربانی کا جانور لنگڑا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرمائے: (قربانی کے جانور میں لنگڑاپن ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے۔ مگر لنگڑے پن سے مراد یہ ہے کہ اس کا لنگڑاپن اس طرح ظاہر ہو کہ وہ چل نہ سکے، بخلاف اس کے) وہ لنگڑا ہونے کے باوجود قربانی کی جگہ تک چل سکتا ہے تو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے۔ (اس کا ایسا لنگڑاپن قربانی سے مانع نہیں ہے) میں نے پھر عرض کیا کہ جس قربانی کے جانور کا سینگ ٹوٹا ہوا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایسے سینگ ٹوٹے ہوئے جانوروں کی قربانی کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں (ہاں اگر سینگ جڑ سے ٹوٹ گئے ہوں تو ایسے جانوروں کی قربانی درست نہیں) پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمائے کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ حکم دئے ہیں کہ ہم اچھی طرح قربانی کے جانور کی آنکھوں کو اور کانوں کو دیکھ لیا

کریں (اگر آنکھ اور کان اچھے ہوں تو قربانی کریں، ایسا ہی آنکھ میں نصف سے کم خرابی ہو تو اس جانور کی بھی قربانی کرسکتے ہیں، اگر نصف یا نصف سے زیادہ خرابی ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے)۔ ایسا ہی اگر نصف سے کم کان کٹے ہوئے ہوں تو اس جانور کی قربانی جائز ہے، ہاں اگر نصف یا نصف سے زیادہ کان کٹے ہوئے ہوں یا پورا کان کٹا ہوا ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے)۔

(اس حدیث کی روایت دارمی، نسائی، ابن ماجہ، دارقطنی، بیہقی، ابوداؤد، طیالسی اور ترمذی نے کی ہے اور اس کی روایت حاکم نے بھی مستدرک میں کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

چوتھی حدیث

2226-2225/37-36 ۔قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ (حدیثوں میں اعضب کی قربانی سے منع کیا گیا ہے اعضب کس کو کہتے ہیں؟ تو سعید بن المسیب نے فرمایا کہ اعضب وہ جانور ہے جس کا کان یا سینگ آدھا یا آدھے سے زائد کٹا ہوا ہو۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور ترمذی اور طحاوی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

پانچویں حدیث

2227/38 ۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے قربانی دینے کے لئے ایک دنبہ خریدا تو بھیڑئے نے اس کی دُم کے دونوں حصوں میں سے کچھ اور کان کے بھی کچھ حصہ کو کتر کھایا (جو نصف سے کم تھا) ہم نے اس طرح کے دنبہ کی قربانی کرنے کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حکم دریافت کیا تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم دئے کہ ہم اس طرح کے دنبہ کی قربانی کردیں (اس لئے کہ اس کی دم اور کان کے نصف سے کم کا نقصان ہوا

ہے اور دم اور کان کا اکثر حصہ صحیح وسالم ہے اور اکثر کا حکم کُل کا ہے، اس لئے سمجھا جائے گا کہ کُل دم اور کُل کان صحیح وسالم ہیں، اس لئے قربانی درست ہے)۔(اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

قربانی مسافر پر واجب نہیں

39/2228۔ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مقیم پر قربانی واجب ہے (مسافر پر واجب نہیں) مگر حاجیوں پر قربانی واجب نہیں ہے (اس لئے کہ عموماً حاجی مسافر ہوتے ہیں، اگر اہل مکّہ جو مکّہ میں مقیم ہیں وہ حج کریں تو ان پر بھی قربانی واجب ہوگی اس لئے کہ وہ مقیم ہیں)۔(اس حدیث کی روایت ہمارے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کی ہے۔)

قربانی کتنے دنوں تک کی جائے

پہلی حدیث

40/2229۔ نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمائے ہیں کہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ عید قربانی ہوتی ہے اس دن قربانی کی جاتی ہے اس کے بعد اور دو دن یعنی گیارہ اور بارہ تاریخ کو بھی قربانی کر سکتے ہیں (بارہ تاریخ کے سورج ڈوبنے سے قربانی کرنے کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

(اس حدیث کی روایت امام مالک نے کی ہے اور امام مالک نے کہا ہے کہ مجھے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت پہونچی ہے۔)

ایضاً دوسری حدیث

41/2230۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ قربانی کرنے کی دن صرف تین ہیں۔ ایک تو یوم النحر یعنی عید کا دن ہے اور عید کے دن کے بعد دو دن اور یعنی گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ کو بھی قربانی کر سکتے ہیں (اس طرح قربانی کرنے کے جملہ تین دن

ہوئے۔(اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے جیّد سند کے ساتھ کی ہے۔)

42/2231۔اور ہمارے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت کی ہے۔

ایضاً تیسری حدیث

43/2232۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ دسویں ذی الحجہ کو قربانی کرنے کا دن ہے اس کے بعد گیارہ اور بارہ کے غروب تک بھی قربانی کر سکتے ہیں، بارہ کے غروب کے بعد پھر قربانی کرنے کا وقت باقی نہیں رہتا)۔(اس حدیث کی روایت بیہقی نے کی ہے۔)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(49/68)بَابُ الْعَتِيْرَةِ

(اس باب میں عتیرہ کا بیان ہے)

وَقَوۡلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ''فَذَرۡهُمۡ وَمَا يَفۡتَرُوۡنَ ''اوراللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے(سورۂ انعام ،پ:8، ع:16،آیت نمبر:138، میں)(مشرکین شرک کے کام مثل عتیرہ وغیرہ کرکے کہتے ہیں کہ ایک ایسا ہی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہےتو) آپ ان کی ان افترا پردازیوں کو(اللہ پر) چھوڑ دیجئے (وہ ان کوسمجھ لے گا،ان افتراء پردازیوں کوسزادے گا۔

تمہید

ایامِ جاہلیت میں مشرکین جوشرک کے کام کیا کرتے تھے منجملہ ان کے ایک فرع ہے،فرع کی تفصیل یہ ہے کہ مشرکین اونٹنی کو جب پہلا بچہ ہوتا تھا اس بچہ کو بتوں کے سامنے بتوں کے نام سے بتوں کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ذبح کرتے تھے اور اس فعل کو اونٹنی کی نسل کے واسطے خیر و برکت کا سبب جانتے تھے اور اس مذبوحہ بچّہ کا نام فرع تھا،اور دوسرا رسم جاہلیت میں یہ تھا کہ رجب کے پہلے دہے میں جانور کو بتوں کے نام سے بتوں کے تقرب کے لئے قربانی کرتے تھے اور اس کو عتیرہ کہتے تھے، جب اسلام کا زمانہ آ گیا تو مسلمان بجائے بتوں کے نام سے قربانی کرنے کے اللہ تعالیٰ کے نام سے فرع اور عتیرہ کیا کرتے تھے، گو اسلام میں اللہ تعالیٰ کے نام سے یہ دونوں رسم کئے جاتے تھے مگر پھر بھی مشرکین سے مشابہت باقی تھی، اس لئے اسلام فرع کو اور عتیرہ کو منسوخ کردیا کہ اللہ کے نام سے بھی فرع اور عتیرہ نہ کئے جائیں تا کہ مشرکین سے مشابہت باقی نہ رہے۔فرع

اورعتیرہ جن حدیثوں سے منسوخ کیا گیا ہے ان میں پہلی حدیث یہ ہے جس کو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

فرع اورعتیرہ منسوخ ہونے کا بیان

پہلی حدیث

1/2233 ۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشادفرمائے ہیں کہ: فرع اورعتیرہ اب باقی نہ رہے، یہ دونوں منسوخ کردئے گئے ہیں۔ (کوئی مسلمان ان دونوں کوخواہ نیت کیسی ہی خالصاً لِـلّٰہ ہونہ کرے۔)اس حدیث کی روایت بخاری اورمسلم نے متفقہ طورپرکی ہے۔

دوسری حدیث

2/2234 ۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،آپ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشادفرمائے ہیں کہ زکات (جوصدقۂ فطراورعُشر کوبھی شامل ہے)جب یہ فرض ہوئی تو قرآن میں جو جو خیرات زکات فرض ہونے کے پہلے واجب تھے ان کا وجوب منسوخ ہوگیا (اب اس خیرات کا دینا مستحب باقی رہا)اوررمضان کے روزے فرض ہونے کے پہلے دوسرے مہینوں میں جن روزوں کا روزہ رکھنا فرض تھا مثلاً دسویں محرم کا روزہ، رمضان کے فرض ہونے سے ایسے سب روزوں کا وجوب منسوخ ہوگیا (اب ان روزوں کا مستحب ہونا باقی رہا)اورغسلِ جنابت فرض ہونے سے دوسرے غسل مثلاً جمعہ وغیرہ کا وجوب منسوخ ہوگیا (اب دوسرے غسل مستحب رہے)اورقربانی واجب ہونے سے اورجانورجوعبادت کے طورپرذبح کئے جاتے تھے،مثلاً عقیقہ اورفرع اورعتیرہ کا وجوب بھی منسوخ ہوگیا (عقیقہ،فرع اورعتیرہ کا مستحب ہونا باقی رہا،عقیقہ کرنے میں کوئی شرعی ممانعت نہیں تھی، اس لئے عقیقہ کرنا مستحب رہا،مگرفرع اورعتیرہ کہ اس میں مشرکین کے ساتھ

مشابہت ہورہی تھی، گو مشرکین بتوں کے لئے کرتے تھے اور مسلمان اللہ تعالیٰ کے لئے ذبح کرتے تھے مگر مشرکین کی مشابہت کی وجہ سے فرع اور عتیرہ کا مستحب ہونا بھی منسوخ ہوگیا، اسی وجہ سے ملا علی قاری رحمۂ اللہ نے مرقات میں فرع اور عتیرہ کا منسوخ ہونا ظاہر کیا ہے اور ابوداؤد نے بھی اپنی سنن میں عتیرہ کا منسوخ ہونا لکھا ہے۔) اس حدیث کی روایت دارقطنی اور بیہقی نے کی ہے۔

(50/69)بَابُ صَلَاةِ الْخُسُوْفِ

(اس باب میں سورج گہن کی نماز اور چاند گہن کی نماز کا بیان ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ:" وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا'' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورۂ بنی اسرائیل، پ:15، ع:6، آیت نمبر:59، میں) اور ہم قدرت کی نشانیوں کو جیسے سورج گہن اور چاند گہن صرف بندوں کے ڈرانے کے لئے ہی بھیجا کرتے ہیں۔

سورج گہن کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کا بیان

1/2235 ۔عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانہ میں (ایک بار) جب سورج گہن ہوا تو (نماز کے لئے اذاں اور اقامت نہیں دی گئی بلکہ) منادی کو حکم دیا گیا کہ وہ ''اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ'' (نماز جماعت سے ہو رہی ہے) کہہ کر لوگوں کو (سورج گہن کی) نماز کے لئے بلائے۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

2/2236 ۔اور ابوداؤد نے بھی اسی طرح اس کی روایت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کی ہے۔

تمہید

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام فرائض، سنن اور نوافل میں کوئی نماز ایسی نہیں ہے کہ جس کی ہر رکعت میں متعدد رکوع ہوں، نماز کسوف بھی منجملہ ان نمازوں کے ہے اس لئے اس کی ہر رکعت میں متعدد رکوع کا ہونا صحیح نہیں ہے، مثل اور نمازوں کے نماز کسوف میں بھی ہر رکعت میں ایک ہی رکوع ہونا چاہئے، اسی واسطے:

سورج گہن کی نماز کی ہر رکعت میں مثل اور نمازوں کے ایک رکعت اور دو سجدہ ہیں

پہلی حدیث

3/2237۔ابو قلابہ رضی اللہ عنہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرمائے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورج گہن کی نماز (کی ہر رکعت کو ایک رکوع اور دو سجدوں کے ساتھ) ایسا ہی پڑھے تھے جیسے آپ لوگ (تمام نمازوں کی) ہر رکعت کو ایک رکوع اور دو سجدوں کے ساتھ اداء کرتے ہیں۔

اس کی روایت امام طحاوی، ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔12

دوسری حدیث

4/2238۔ابو قلابہ رضی اللہ عنہ، قبیصہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قبیصہ بجلی رضی اللہ عنہ فرمائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانے میں جب سورج گہن ہوا تھا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورج گہن کی نماز (ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدوں سے پڑھا کرتے۔) اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

تیسری حدیث

5/2239۔ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ سورج گہن ہوا (کیا کہوں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کس قدر خوف طاری تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضور یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ یہ کسوف عذابِ الٰہی کا پیش خیمہ ہے، یا اس کسوف کے ساتھ ہی قیامت قائم ہونے والی ہے) حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلدی سے کھڑے ہوئے اسی خوف کی حالت میں مسجد کی طرف چلے (اس وقت حضور پر ایسا خوف

طاری تھا کہ چادر مبارک سنبھالنے کی بھی سُدھ نہ تھی) چادر مبارک کو گھسیٹتے ہوئے مسجد کی طرف چلے اور آپ کے ساتھ سب صحابہ حضور کے خوف کی حالت دیکھ کر خود بھی خوف زدہ ہوکر مسجد میں پہونچ گئے قربان نبی امیؐ پر کہ کسوف شمس سے خوف زدہ ہوکر ہم کو سینکڑوں برس پہلے وہ بات بتلائے جو آج سائنس داں بڑی تحقیق کے بعد کہتے ہیں کہ کسوف شمس کے وقت کشش سیارہ گان متاثر ہونے سے نظام شمسی کے درہم برہم ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے کسوف شمس کے وقت دنیا تباہی کے کنارے آجاتی ہے نظام شمسی میں اگر ایسے ہی خلل پڑ جائے تو سارے کُرّے آپس میں ٹکرائیں گے اور دنیا ختم ہوجائے گی، پھر جب کسوف شمس کا انجلاء ہونے لگتا ہے تو کشش سیارگان بحال ہوجاتی ہے اور نظام شمسی اپنے حال پر قائم ہوجاتا ہے اور دنیا تباہی سے بچ جاتی ہے اسی وجہ سے کسوف شمس کے وقت حضور بے حد خوف زدہ تھے) راوی کہتے ہیں کہ اسی خوف کی حالت میں نماز کسوف (ہر رکعت میں ایک رکوع اور دوسجدوں کے ساتھ) ایسے ہی اداء فرمائے جیسے تم اور نمازوں کو (ہر رکعت میں ایک رکوع اور دوسجدوں سے) اداء کرتے ہو۔ اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے، امام بخاری نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

6/2240۔ اور ابن حبّان کی ایک روایت میں اور حاکم ایک کی روایت میں ہے کہ کسوف کی نماز حضور دورکعت پڑھائے۔ (اور ہر رکعت کو ایک رکوع اور دوسجدوں سے ایسے ہی پڑھائے) جیسے تم دوسرے نمازوں کی ہر رکعت کو ایک رکوع اور دوسجدوں سے پڑھتے ہو اور حاکم نے کہا ہے کہ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق ہے اگر چہ کہ انہوں نے اپنی اپنی کتابوں میں اس کی روایت نہیں کی ہے، اور امام ذھبی نے بھی اس کا اعتراف اور اقرار کیا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق ہے۔

(اس لئے بخاری اور مسلم کی حدیثوں کی طرح یہ حدیث بھی صحیح ہے)

چوتھی حدیث

7/2241۔نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورج گہن کی نماز آپ لوگوں کی نماز کی طرح ہر رکعت کو ایک رکوع اور دوسجدوں کے ساتھ پڑھائے ہیں۔اس کی روایت امام احمد اور نسائی نے کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

8/2242۔اور نسائی کی ایک اور روایت بھی اس طرح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسوف شمس کے وقت جو نمازِ کسوف اداء فرمائے ہیں اس کی ہر رکعت میں ایک رکوع اور دوسجدے تھے جیسے ہماری اور نمازوں کی ہر رکعت میں ایک رکوع اور دوسجدے ہوتے ہیں۔

پانچویں حدیث

9/2243۔ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جن جن صحابہ اور تابعین سے میں ملاقات کیا ہوں وہ (سورج گہن کے متعلق) فرمایا کرتے تھے کہ جب سورج گہن ہو جائے تو گہن چھوٹ کر سورج صاف ہونے تک تم ہمیشہ جیسے دوسرے نمازوں کی (ہر رکعت کو ایک رکوع اور دوسجدوں سے) پڑھا کرتے ہو، ایسا ہی سورج گہن کی نماز (کی ہر رکعت کو ایک رکوع اور دوسجدوں کے ساتھ ہر رکن کو طویل اداء کرکے) پڑھا کرو۔اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ کی ہے۔

چھٹی حدیث

10/2244۔عطاء رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ (عبداللہ بن عمرو فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر نماز (کی ہر رکعت) میں ایک ہی رکوع ہوا کرتا تھا (متعدد رکوع ہونا نہیں دیکھا گیا، اس لئے سورج گہن کی نماز کی ہر رکعت میں بھی متعدد رکوع ہونا ثابت نہیں۔) اس کی روایت ابوداؤد، نسائی اور حاکم نے کی ہے اور ترمذی نے اس کی روایت شمائل میں کی ہے اور حاکم نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

ساتویں حدیث

11/2245۔محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانہ میں سورج گہن ہوا اور اتفاق سے اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات بھی ہوئی تھی تو لوگوں نے یہ سمجھا کہ آپ کے فرزند حضرت ابراہیم کی وفات کی وجہ سے سورج گہن ہوا ہے، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے: سنو! کسی کے مرنے، جینے سے چاند یا سورج گہن نہیں ہوتے، بلکہ چاند اور سورج خدا کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں (جن کی روشنی سلب فرما کر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈرایا کرتے ہیں کہ اتنی بڑی اور روشن مخلوق کو ہم یوں سیاہ اور تاریک کر سکتے ہیں، اور تمہارے گناہوں کے سبب سے تم کو جو کچھ کریں کم ہے) جب سورج یا چاند کو گہن لگتے دیکھو تو خوفزدہ ہو جاؤ (کیا معلوم کہ نظام شمسی ختم ہو کر عذابِ الٰہی آجائے، یا قیامت برپا ہو جائے اس لئے) گھبرائے ہوئے مسجدوں میں جا کر پناہ لو (خدا کی طرف متوجہ رہو) یہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ کسوف کے لئے کھڑے ہوگئے اور جہاں تک ہمارا خیال ہے وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''سورہ الر کتاب'' کا ایک حصہ پڑھے پھر رکوع کئے اور رکوع سے اٹھ کر سیدھے کھڑے ہوئے (اور دوبارہ رکوع کئے بغیر) سجدہ میں چلے گئے اور دو سجدے کئے پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوگئے اور تیسری رکعت کو بھی پہلی رکعت کی طرح (ایک رکوع اور دو سجدوں سے ادا فرما کر نماز ختم کئے۔)

اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے، اور اس کی سند حسن ہے اور ھیثمی نے ''مجمع الزوائد'' میں کہا ہے کہ اس حدیث کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

نمازِ کسوف کے ہر رکن کو طویل اداء کرنا چاہئے

پہلی حدیث

12/2246 ۔ عطاء بن سائب رضی اللہ عنہ، اپنے والد سائب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سائب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانہ میں (ایک دفعہ) سورج گہن ہوا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کسوف پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے (کیا کہوں کیسی نماز تھی کہ جب) آپ قیام فرمائے تو قیام میں (اس قدر طویل قرأت فرمارہے تھے) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ اب رکوع ہی نہ کریں گے، پھر جب آپ رکوع کئے تو رکوع میں اس قدر دیر تک رہے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضور رکوع سے اب سر مبارک اٹھائیں گے ہی نہیں، پھر آپ جب رکوع سے سر اٹھائے (اور قومہ کئے) تو قومہ میں اتنی دیر تک رہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب آپ سجدہ کو جائیں گے ہی نہیں، پھر آپ (دوسرا رکوع کئے بغیر) سجدہ میں چلے گئے اور اس قدر دیر تک سجدہ میں رہے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ سجدہ سے سر اٹھائیں گے ہی نہیں، پھر جب آپ سجدہ سے سر اٹھائے اور جلسہ کئے تو جلسہ میں اس قدر دیر تک رہے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ دوسرے سجدہ کو جائیں گے ہی نہیں، پھر آپ دوسرا سجدہ کئے اور دوسرے سجدہ میں بھی اس قدر دیر تک رہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ دوسرے سجدہ سے دوسری رکعت کے لئے نہیں اٹھیں گے، پھر آپ سجدہ سے سر مبارک اٹھا کر دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے اور دوسری رکعت کے بھی ہر رکن کو پہلی رکعت کی طرح طویل فرماتے رہے (اور دوسری رکعت کو بھی پہلی رکعت کی طرح ایک ہی رکوع سے اداء کئے۔) اس حدیث کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے اور ترمذی نے اس کی روایت شمائل میں کی ہے، اور حاکم اور طحاوی نے بھی اس کی روایت کی ہے، اور اس حدیث کی سند حسن ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اگر چہ کہ بخاری اور

مسلم نے اس کی روایت نہیں کی ہے لیکن،

13/2247۔ امام ابن الہمام نے اپنی تحقیق سے کہا ہے کہ بخاری نے بھی اسی طرح اس کی روایت کی ہے۔

دوسری حدیث

14/2248۔ ابو قلابہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ قبیصہ بَجَلی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قبیصہ بَجَلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانہ میں (ایک دفعہ) سورج گہن ہوا (اس وقت سورج طلوع کرکے (جیسا کہ سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے جو آگے آرہی ہے (فتح القدیر)12۔) دو نیزہ برابر بلند ہوا تھا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورج گہن سے بیحد خوف زدہ تھے (خوف کی وجہ سے چادر اوڑھنے کی سدھ نہ تھی) چادر گھسیٹتے ہوئے مسجد کی طرف چلے، میں بھی اس وقت حضور کے ساتھ تھا اور یہ واقعہ مدینہ منورہ کا ہے، حضور دو رکعت نماز سورج گہن کی پڑھائے اس دونوں رکعتوں میں آپ بہت طویل قرأت کئے، پھر جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو کسوف ختم ہوکر آفتاب روشن ہوگیا تھا (نماز کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے (صاحبو سنو!) شمس وقمر اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں (ان کی روشنی سلب کرکے) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈرایا کرتے ہیں (کہ اتنی بڑی روشن مخلوق کو ہم یوں تاریک کردیتے ہیں تو تم کس گنتی میں ہیں، ہم چاہیں تو تم پر بھی ایسا ہی عذاب اتار سکتے ہیں) جب تم سورج یا چاند کو گہن لگتا ہوا دیکھو تو تم قریب میں جو ابھی ابھی فجر کے فرض کی دو رکعتیں (ہر رکعت ایک رکوع سے پڑھ چکے ہوا ایسا ہی گہن کی نماز کو بھی دو رکعت (ہر رکعت ایک رکوع سے) پڑھا کرو۔ اس کی روایت ابوداؤد، طحاوی اور نسائی نے کی ہے اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

نماز کسوف دودو کر کے چار رکعت یا اس سے زائد بھی پڑھ سکتے ہیں

15/2249 ۔نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانہ میں (ایک دفعہ) سورج گہن ہوا تھا تو حضور سورج گہن کی نماز دو دو رکعت پڑھاتے تھے (ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیر کر دوسرے دو رکعت کو نئی تکبیر تحریمہ سے شروع کرتے) اور ہر دو رکعت پڑھنے کے بعد لوگوں سے دریافت فرماتے تھے کیا کسوف ختم ہو گیا؟ لوگ عرض کرتے ابھی کسوف باقی ہے، یارسول اللہ، ابھی کسوف باقی ہے تو آپ اور دو رکعت پڑھاتے، جب کسوف کا ختم ہونا معلوم ہوتا تو نماز بھی ختم کر دیتے تھے۔

ف: نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے کئی طریقوں سے نماز کسوف کی روایت آئی ہے ابوداؤد کے دوسرے طریق میں مروی ہے کہ حضور دو رکعت نماز پڑھ کر کسوف ختم ہونے کے بعد دعاء فرمارہے تھے، اس روایت میں صرف دو رکعت پڑھنے کا ذکر ہے اور حاکم کی روایت میں بھی نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور کسوف کی نماز دو رکعت پڑھائے، اور حاکم کی اس روایت میں بھی نماز کسوف صرف دو رکعت پڑھانے کا ذکر ہے دو رکعت نماز کسوف پڑھانے کی روایت کر کے حاکم کہتے ہیں کہ صرف دو رکعت پڑھانے کی روایت صحیح ہے اور بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق ہے، گو بخاری اور مسلم اس کو اپنی کتابوں میں روایت نہیں کئے ہیں، نسائی کی روایت میں بھی نماز کسوف صرف دو رکعت ہونے کو اس طرح بیان کئے ہیں کہ فجر کی نماز کی طرح کسوف شمس کی نماز حضور دو رکعت ہی پڑھے ہیں، زیلعی سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلوٰۃ کسوف صرف دو رکعت ہی پڑھے ہیں، یہ سب بذل المجہود سے لیا گیا ہے، اس کے سوا دوسری روایتوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلوٰۃ کسوف دو رکعت ہی پڑھے ہیں، اسی لئے ردالمحتار میں ظاہر الروایہ سے نقل کئے ہیں کہ صلاۃ کسوف کے دو رکعت ہی ہیں اور ظاہر الروایہ کے سوائے دوسرے حنفی کتابوں میں مذکور ہے کہ دودو رکعت صلوٰۃ کسوف کے پڑھ کر چار رکعت یا اس سے زائد پڑھ سکتے ہیں، اس کی تائید صدر کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس کا ترجمہ ابھی کیا گیا ہے، یعنی حضور صلوٰۃ کسوف کو دودو رکعت پڑھتے جاتے تھے اور کسوف کے ختم ہونے کو دریافت

فرماتے جاتے تھے، اس روایت سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃِ کسوف دو رکعت سے زیادہ پڑھنا بھی جائز ہے۔12

نماز کسوف میں قرأت کرنے کی کیفیت

پہلی حدیث

16/2250 ۔سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں اور ایک انصاری لڑکا تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے یہاں تک کہ جب آفتاب (طلوع کر کے) دیکھنے میں افق میں دو یا تین نیزہ کے مقدار بلند ہوا تو آفتاب کو (گہن لگا) ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ تنومہ نامی سیاہ گھاس کی طرح سیاہ ہو گیا ہے (یہ دیکھ کر) ہم نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ مسجد چلو، خدا کی قسم آفتاب کی یہ حالت ہونے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے لئے کوئی نہ کوئی نئے احکام آئیں گے (چلو دیکھیں مسجد میں کیا ہو رہا ہے) سمرہؓ فرماتے ہیں کہ جیسے ہی ہم مسجد میں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے ہیں اور آگے بڑھ کر کسوف کی نماز پڑھا رہے ہیں، (پہلی رکعت میں) قیام اتنا طویل فرمائے کہ ایسا طویل قیام ہم نے حضور کو کسی نماز میں کرتے نہیں دیکھا (اور آپ قرأت (ایسی) آہستہ فرما رہے تھے (جیسے دوسری سرّی نمازوں میں آہستہ قرأت فرمایا کرتے تھے جس کی وجہ سے) ہم حضور کی قرأت نہیں سن سکے، سمرہؓ فرماتے ہیں کہ پھر رکوع فرمائے اور ایسا طویل رکوع فرمائے جو کسی نماز میں ایسا طویل رکوع نہیں فرمائے تھے اور حضور رکوع میں جو کچھ پڑھے تھے ہم اس کو نہیں سن سکے، پھر حضور سجدہ فرمائے اور ایسا طویل سجدہ فرمائے جو کسی نماز میں ایسا طویل سجدہ نہیں فرمائے تھے اور حضور سجدہ میں جو کچھ پڑھے تھے ہم اس کو بھی نہیں سن سکے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسری رکعت کے ہر رکن کو پہلی رکعت کے ہر رکن کی طرح بیحد طویل اداء فرمائے، سمرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور دوسری

رکعت پڑھ کر قعدہ میں تھے کہ سورج کا گہن ختم ہوگیا۔اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے،اور ترمذی اور نسائی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے،اور اس کی سند صحیح ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

دوسری حدیث

17/2251 ۔سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو سورج گہن کی نماز پڑھائے (تو آپ قرأت ایسی آہستہ پڑھ رہے تھے جس کی وجہ سے) ہم کو آپ کی قرأت سنائی نہیں دے رہی تھی۔اس کی روایت ترمذی،ابوداؤد،نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

تیسری حدیث

18/2252 ۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے،وہ فرماتے ہیں کہ جس دن سورج گہن ہوا تھا (اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورج گہن کی نماز پڑھا رہے تھے) تو میں بھی حضور کے پہلو میں کھڑا ہوا نمازِ کسوف پڑھ رہا تھا (حضور قرأت ایسی پڑھ رہے تھے جیسے سرّی نمازوں میں پڑھا کرتے تھے) اس لئے میں حضرت کی قرأت کو نہیں سن سکا۔اس کی روایت طبرانی اور بیہقی نے کی ہے،اور اس حدیث کی سند حسن ہے اور امام احمد،ابویعلی اور ابونعیم نے اسی طرح روایت کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ ان مذکورہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسوف شمس کی نماز مثل سرّی نمازوں کے آہستہ قرأت کر کے پڑھے ہیں،امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ بھی نمازِ کسوف میں سرّی قرأت کے قائل ہیں مگر ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت آئی ہے کہ ام المومنین فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسوفِ شمس کی جو نماز پڑھائے تو جہری نمازوں کی طرح کسوف کی نماز میں جہر سے قرأت اداء فرمائے،حضرت ام المومنین کی اس حدیث کی وجہ سے صاحبین فرمائے ہیں کہ کسوف کی نماز مثل جہری نمازوں کے جہری قرأت سے پڑھنا چاہئے اس

سے معلوم ہوا کہ حنفی مذہب میں دو قول ہیں، ایک قول میں آہستہ قرأت کرنا ہے اور دوسرے قول میں جہری قرأت کرنا آیا ہے۔

ردالمحتار اور دوسرے فقہ کی کتابوں میں ایسا ہی ہے۔

سورج یا چاند کسی کے مرنے یا پیدا ہونے سے گہن نہیں ہوتے

19/2253۔ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانہ میں (ایک دفعہ) سورج گہن ہوا تھا (کسوف شمس ہونے سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوف زدہ ہوکر کھڑے ہوگئے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سمجھ رہے ہیں، (کہ کسوف شمس کی وجہ سے نظام شمسی ختم ہوکر ممکن ہے) کہ قیامت قائم ہوجائے، اسی طرح گھبرائے ہوئے مسجد میں تشریف لائے اور نماز کسوف کے لئے کھڑے ہوگئے اور اتنے طویل قیام، طویل رکوع اور طویل سجدوں سے نماز پڑھائے کہ اتنے طویل قیام، طویل رکوع اور طویل سجدوں سے آپ کو نماز پڑھاتے میں نے کبھی نہیں دیکھا (نماز ایسے وقت ختم ہوئی کہ کسوف شمس کا انجلاء ہوگیا تھا اس وقت خطبہ کے طور پر نہیں فرمائے، اس لئے کہ اگر خطبہ کے طور پر تقریر ہوتی تو کسوف کی حالت میں ہوتی، اب کسوف انجلاء کے بعد ارشاد فرمارہے ہیں، ان لوگوں کی عقائد کی اصلاح کے لئے جو یہ سمجھ رہے تھے کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی موت کی وجہ سے کسوف شمس ہوا ہے اس لئے حضور فرمائے لوگو سنو! (تم جو سمجھ رہے ہو کہ کسوف حضرت ابراہیم کی موت کی وجہ سے ہوا ہے ایسا نہیں ہے۔) اس طرح اعتقاد نہ رکھنا بلکہ یہ کسوف شمس وقمر قدرت الٰہی کی نشانیاں ہیں ان کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرتے ہیں یہ کسی کے مرنے جینے سے نہیں ہوتے بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈرانے کے لئے بھیجا کرتے ہیں (کہ اتنی بڑی مخلوق کو ہم سیاہ کردئے ہیں تم کس گنتی میں ہو، اگر ہم چاہیں تو تم پر بھی عذاب بھیج سکتے ہیں اس لئے) جب تم سورج گہن یا چاند گہن ہوتا ہوا دیکھو تم بہت

ہی خوف زدہ ہوکر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو، اللہ کو یاد کرو، اور اسی سے دعاء مانگو، (کہ الٰہی ہم کو اپنے عذاب سے بچائیے اور اس کسوف کو ہمارے عذاب کا ذریعہ نہ بنائیے) اور اپنے گناہوں کی اللہ ہی سے مغفرت مانگو (گناہوں کی مغفرت مانگنے سے اللہ کا غضب رحمت سے بدل جاتا ہے۔) اس حدیث کی روایت طحاوی نے کی ہے اور بخاری اور مسلم نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

20/2254 ۔اور بخاری اور مسلم کی ایک دوسری روایت میں اس طرح مروی ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانہ میں ایک دفعہ سورج گہن ہوا تھا حضور سورج گہن کی نماز ایسی طویل اداء فرمائے کہ (میں کبھی ایسی طویل نماز جس کا رکوع بیحد طویل ہو، اور سجدہ بیحد طویل ہو، نہ خود پڑھی اور نہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کبھی پڑھی، جیسے کسوف کی نماز کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طویل رکوع اور طویل سجدوں سے پڑھائے ہیں۔

21/2255 ۔بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورج گہن کی نماز سے فارغ ہوئے اور اس وقت کسوف شمس کا انجلاء ہوگیا تھا تو مسلمانوں کو مخاطب کرکے فرمائے مسلمانو! سنو، چاند اور سورج خدا کی قدرت کے نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، یہ کسی (نیک انسان کے مرنے یا کسی (برے) شخص کے پیدا ہونے سے گہن نہیں ہوتے، جب تم شمس وقمر کو گہن ہوتا ہوا دیکھو تو اللہ کی طرف رجوع کرو، اللہ کو یاد کرو (اور سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ) کہا کرو، اور کسوف کی نماز پڑھا کرو اور خیرات کرو (کہ خیرات رد بلا ہوتی ہے۔)

22/2256 ۔(بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے اے امت

محمدی تم کو جس طرح اپنے کسی غلام یا باندی کے زنا کرنے سے غیرت آتی ہے،(اور سخت غصہ آتا ہے)اللہ کی قسم اس سے بڑھ کر غیرت (اور غصہ) خدائے تعالیٰ کو اس وقت آتا ہے جب اس کا کوئی بندہ یا بندی زنا کے مرتکب ہوں،اے امت محمدی خدا کی قسم جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم اس کو جانتے تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔

23/2257۔بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورج گہن کی نماز سے ایسے وقت فارغ ہوئے جب کہ کسوفِ شمس کا انجلاء ہو گیا تھا،(تو مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمائے (مسلمانو! سنو) چاند اور سورج خدا کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں یہ کسی (نیک) انسان کے مرنے یا کسی (برے) شخص کے پیدا ہونے سے گہن نہیں ہوتے، جب تم شمس وقمر کو گہن ہوتا ہوا دیکھو تو (اللہ کی طرف رجوع کرو اور) اللہ کو یاد کرو، صحابہ عرض کئے یا رسول اللہ ہم (ایک عجیب بات) دیکھے (کہ جب آپ نماز سے فارغ ہو کر نصیحت فرمارہے تھے تو اس وقت ہم آپ کو دیکھے) کہ آپ ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز لے رہے ہیں پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم آپ کو دیکھے کہ آپ (کسی ہیبت ناک چیز کو دیکھ کر) پیچھے ہٹ رہے ہیں (یہ کیا بات تھی ہم اس کو کچھ نہیں سمجھ سکتے) حضور فرمائے کہ جب تم مجھ کو دیکھے میں ہاتھ بڑھا کر کچھ لے رہا ہوں تو سنو میرے سامنے اس وقت جنت پیش کی گئی تھی، میں جنت میں سے انگور کا ایک خوشہ لینا چاہ رہا تھا (مگر خدا کو منظور نہیں تھا (اس لئے میں انگور کا خوشہ نہ لے سکا) اگر میں وہ خوشہ لے لیتا جب تک دنیا باقی رہے تم اس میں سے کھاتے رہتے) اور وہ کبھی ختم نہ ہوتا (لیکن اللہ تعالیٰ کو جو منظور ہے کہ تمہارا ایمان بالغیب رہے اور اس سے تمہاری آزمائش ہوتی رہے، جنتی میوہ تم دیکھ لیتے تو تمہارا ایمان بالشہود ہو جاتا، پھر تم کو ایمان بالغیب کا اجر نہیں ملتا تھا) اور جب تم مجھے دیکھے کہ میں پیچھے ہٹ رہا ہوں تو اس وقت میرے سامنے دوزخ پیش کی گئی تھی کیا کہوں

(وہ کیسا ہیبت ناک منظر تھا کہ ایسا ہیبت ناک منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا اور دوزخ میں جو جو عذاب ہوا ہے تو وہ مجھے دکھائے گئے مجھے بڑا افسوس تو اس سے ہوا) کہ دوزخ میں کثرت سے عورتیں تھیں، صحابہ عرض کئے: عورتیں ایسا کونسا عمل کئے ہیں جس کی وجہ سے وہ کثرت سے دوزخ میں تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے: عورتیں ناشکری کرنے کی وجہ کثرت سے دوزخ میں تھیں، صحابہ عرض کئے: حضور ناشکری کرنا ہماری سمجھ میں نہ آیا، کیا عورتیں اللہ تعالی کی ناشکری کی وجہ سے کثرت سے دوزخ میں ہوں گی؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے: نہیں بلکہ وہ اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی ہیں اور شوہروں کے احسان کا انکار کرتی ہیں (اس وجہ سے کثرت سے دوزخ میں ہوں گی) کیا تم نہیں دیکھتے کہ مرد عورت سے اگر ہمیشہ بھلائی کرتا رہے، پھر اس کی جانب سے کوئی بات ناگوار پیش آئے، اور اس کے خلافِ مرضی ہو، (تو وہ سارے احسانوں کو بھول جاتی ہے اور کہنے لگتی ہے کہ میں تم سے کبھی کوئی آرام نہیں دیکھی۔ (یہ ہے عورتوں کی ناشکری جو دوزخ میں کثرت سے ہونے کا سبب بنی ہے۔)

24/2258۔اور نسائی کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (خوف کی حالت میں) بہت جلدی جلدی مسجد میں ایسے وقت تشریف لائے کہ سورج کو گہن لگ گیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آفتاب روشن ہونے تک نماز کسوف پڑھتے رہے، (نماز کسوف کے بعد خطبہ کے طور پر نہیں بلکہ ان لوگوں کی عقائد کی اصلاح کے لئے فرمائے) جو جاہلیت کے زمانہ میں یہ سمجھا کرتے تھے کہ سورج گہن ہو یا چاند گہن، یہ روئے زمین کی بڑی شخصیتوں میں سے کسی بڑے آدمی کی مرنے کی وجہ سے ہوا کرتا ہے حالانکہ (ایسا نہیں ہے بلکہ) سورج گہن ہو یا چاند گہن کسی کے مرنے جینے سے نہیں ہوتے بلکہ سورج اور چاند یہ دونوں اللہ کی مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں جیسا چاہے تغیر کرتے ہیں، تو چاند یا سورج ان میں سے جب کسی کو گہن لگ جائے تو اس وقت گہن ختم

ہونے تک نماز پڑھا کرو، ہاں اگر کوئی ایسی بات ظاہر ہو جائے جس کی وجہ سے نماز نہیں پڑھ سکتے ہیں (جیسے گہن لگا ہوا آفتاب ڈوبنے لگے یا گہن ایسے وقت ہو جبکہ اس وقت نفل نماز پڑھنا جائز نہ ہو تو ایسے وقت نماز نہیں پڑھنا چاہئے بلکہ انجلاء تک دعاء اور استغفار میں مشغول رہے۔ جیسا کہ ردالمختار میں مذکور ہے۔)

کسوف کے وقت خیرات کرنے کا بیان

25/2259۔ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ (جب کسوف شمس ہو تو کیا معلوم کہ یہی عذابِ الٰہی کا ذریعہ بنے اس لئے) حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم دئے ہیں کہ کسوفِ شمس کے وقت باندی یا غلام آزاد کیا کرو (تاکہ اس کی وجہ سے عذابِ الٰہی ٹل جائے۔) اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

(51/70)بَابٌ فِیْ سُجُوْدِ الشُّكْرِ

(اس باب میں سجدۂ شکر کا بیان ہے)

ف: جس شخص کو نئی نعمت ملے یا اس کو مال ملے یا اولاد ہو یا اس سے کوئی مصیبت دور ہوگئی ہو تو اس طرح کی جب نعمتیں ملیں تو اس کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا اس طرح شکریہ اداء کرے کہ بغیر نماز کے صرف ایک ہی سجدۂ شکر اداء کرے، اس طرح کا سجدۂ شکر اداء کرنا حنفی مذہب میں مستحب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، نماز اور سجدۂ تلاوت کے جو شرائط ہیں وہ سارے شرائط سجدۂ شکر کے لئے بھی ہیں، یعنی وضوء کا ہونا، جگہ کا پاک ہونا، بدن اور کپڑے کا پاک ہونا، ستر عورت کا ہونا، قبلہ کی طرف رخ کرنا اور نیت کرنا وغیرہ، ہاں نماز میں تکبیر تحریمہ جس کے لئے کان تک ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں، وہ سجدہ تلاوت کے لئے بھی نہیں، اور سجدۂ شکر کے لئے بھی نہیں ہے بلکہ سجدۂ شکر کو باوضوء قبلہ رو ہوکر دو قیام اور دو اللہ اکبر کہنے کے بیچ میں اداء کرنا چاہئے، یعنی پہلے کھڑے ہوکر تکبیر تحریمہ کے لئے ہاتھ اٹھائے بغیر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدۂ شکر کے لئے سجدۂ میں جائے اور سجدہ میں کم از کم تین بار سبحان ربی الا علی کہے اور اللہ اکبر کہکر کھڑا ہو جائے، یہ ہے سجدۂ شکر اس کے لئے تشہد اور سلام بھی نہیں ہے۔ ترانی الفلاح، نورالایضاح، طحطاوی، اور درمختار۔12

سجدۂ شکر اداء کرنے کا طریقہ

1/2260۔ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب کوئی خوشی ہوتی یا کہیں سے کوئی خوش خبری آتی (یا کوئی نئی نعمت حاصل ہوتی یا کوئی بلاء ٹل جاتی تو اس کا شکر اداء کرنے کے لئے (مثل سجدۂ تلاوت کے) شکر کا سجدہ (اس طرح) اداء فرماتے (کہ باوضوء قبلہ کی طرف رخ کر کے کھڑے ہوکر ''اللہ اکبر'' کہتے ہوئے سجدہ میں جاتے اور سجدہ میں حمد وثناء کر کے پھر ''اللہ اکبر'' کہتے ہوئے کھڑے ہوجاتے۔) اس کی روایت ابوداؤد اور

ترمذی نے کی ہے۔

کسی مصیبت سے محفوظ رہنے پر سجدۂ شکر کرنا

2/2261 ۔ابوجعفر یعنی حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص کو دیکھے جو بونا (ناقص الخلقت تھا) اس کو دیکھ کر (اس طرح) آپ سجدۂ شکر اداء کئے (کہ بونے کو اس کی خبر نہ ہوئی اور آہستہ فرمائے۔''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ'') الٰہی میں آپ کا کیا شکر اداء کروں کہ جس بلاء میں اس بونے کو مبتلاء کئے ہیں مجھے آپ اس سے بچائے ہیں۔(آہستہ اس لئے کہے تاکہ خبر نہ ہو، اور اس طرح کہنے سے اس کی دل شکنی نہ ہو۔) اس حدیث کی روایت دارقطنی نے مرسلاً کی ہے اور شرح السنہ میں مصابیح کے الفاظ سے اس کی روایت کی گئی ہے۔

تمہید

گزشتہ قوموں پر جو دنیوی عذاب آیا تھا، مثلاً کوئی مسخ کئے گئے، کوئی غرق کئے گئے، کسی کو زمین میں دھنسایا گیا، کسی پر کچھ دنیوی عذاب آیا، اور کسی پر کچھ، یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیش نظر تھا، اور یہ بھی آپ کو معلوم ہوا کہ کفار دائمی طور پر دوزخ میں رہیں گے، آپ سراپا رحمت تھے، چاہتے تھے کہ اپنی امت پر نہ ویسا دنیوی عذاب آئے نہ اخروی دوزخ کا دائمی عذاب رہے، ہمیشہ امت آپ کے پیش نظر رہتی تھی، اپنی امت کو اس طرح کے دنیوی اور اخروی دائمی عذاب سے بچانے کی فکر رہتی تھی، اس وجہ سے آپ کبھی رات رات بھر روتے رہتے کہ کس طرح میں اپنی امت کو اس طرح کے دنیوی عذاب اور اخروی دائمی عذاب سے بچاؤں؟

کسی نعمت کے ملنے پر سجدۂ شکر کرنا

3/2262 ۔سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ہم حضور صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کی طرف چلے جب ہم مقام عزوزاء میں پہونچے تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا کہ رحمتِ الٰہی اس وقت جوش پر ہے حضور اس وقت کو غنیمت سمجھ کر اپنی سواری سے اتر کر کھڑے ہوگئے اور اپنے دونوں ہاتھ دعاء کے لئے اٹھا کر بہت دیر تک دعاء کرتے رہے، پھر سجدہ میں جا کر طویل سجدہ کئے اور پھر سجدہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور کھڑے رہ کر پھر دعاء کے لئے دونوں ہاتھ اٹھا کر (بہت دیر تک) دعاء کرتے رہے، پھر قیام سے سجدہ میں گئے اور بہت دیر تک سجدہ میں رہے پھر سجدہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور بہت دیر تک دعاء کے لئے ہاتھ اٹھائے رہے، پھر قیام سے سجدہ میں گئے اور بہت دیر تک سجدہ میں رہے، پھر سجدہ سے اٹھنے کے بعد صحابہ سے ارشاد فرمائے میں اس وقت کئی مرتبہ کھڑے ہو کر دعاء کیا پھر سجدہ میں گیا، پھر دعاء کے لئے کھڑا ہوا پھر سجدہ میں گیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت رحمتِ الٰہی جوش پر تھی، میں چاہا کہ اپنی امت کے لئے قدیم آرزو پوری کرنے کے لئے دعاء کروں، میں کھڑے ہو کر دعاء کیا، الٰہی اور قوموں کی طرح میری امت کو دنیوی عذاب نہ دینا اور گناہوں کی شامت سے دوزخ میں ڈالیں بھی تو ہمیشہ دوزخ میں نہ رکھنا، سزا بھگتنے کے بعد دوزخ سے نجات دینا تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا: میں تمہاری تہائی امت کے لئے یہ دعاء قبول کرتا ہوں، آپ کی تہائی امت پر یہ دنیوی عذاب نہیں آئے گا، گناہوں کی شامت سے دوزخ میں جائیں گے بھی تو ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے یہ سن کر میں سجدۂ شکر اداء کیا: پھر کھڑے ہو کر دعاء کیا: الٰہی! میری باقی امت کو بھی دنیوی عذاب سے بچایئے، گناہوں کی شامت سے دوزخ میں ہمیشہ نہ رکھئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا: اچھا میرے محمد! تمہاری امت کے دوسرے تہائی حصے کو بھی دنیوی عذاب سے بچائے رکھوں گا، گناہوں کی شامت سے اگر دوزخ میں جائیں گے بھی تو ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے، دوزخ سے ان کو نجات دوں گا، یہ سن کر میں پھر سجدۂ شکر اداء کیا سہ بارہ پھر کھڑے ہو کر عرض کیا: الٰہی! میری امت کے تیسرے حصہ کو بھی

دنیوی عذاب سے بچایئے گناہوں کی شامت سے اگر دوزخ میں جائیں بھی تو ان کو ہمیشہ دوزخ میں نہ رکھئے ! تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا: اچھا میرے محمد ! مجھے تمہاری خاطر منظور ہے، تمہاری امت کے تیسرے حصہ کو بھی دنیوی عذاب سے بچائے رکھوں گا، گناہوں کی شامت سے اگر دوزخ میں جائیں بھی تو ہمیشہ ان کو دوزخ میں نہیں رکھوں گا، تمہاری تمام امت دنیوی عذاب سے بھی محفوظ رہے گی، اور دوزخ کے ہمیشہ کے عذاب سے بھی محفوظ رہے گی، کیوں محمد اب خوش ہوئے یہ سن کر میں تیسرے بار پھر سجدۂ شکر ادا کیا۔ اس کی روایت امام احمد اور ابوداؤد نے کی ہے۔

(52/71)بَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ

(اس باب میں استسقاء کا بیان ہے یعنے بارش رک گئی ہو تو بارش ہونے کے لئے دعاء کرنا)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ''اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا. يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا'' ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (سورۂ نوح، پ:29، ع:1، آیت نمبر:11-10، میں) اپنے پروردگار سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو کہ وہ بڑا بخشنے والا ہے تمہارے قصور بھی معاف کردے گا اور گناہوں کی شامت سے جو بارش رک گئی ہے تمہارے استغفار کی وجہ سے تم پر موسلا دھار بارش برسائے گا۔

ف: اس آیت سے معلوم ہوا کہ بارش رک گئی ہو تو بارش آنے کے لئے صرف توبہ اور استغفار کافی ہے ذیل کی فصلِ اول کے احادیث اور آثار سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، اسی لئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بارش رک گئی ہو تو بارش آنے کے لئے بغیر نماز کے صرف توبہ واستغفار سنت ہے، بعض حدیثوں میں استسقاء کے لئے نماز پڑھنا بھی آیا ہے اگر استسقاء کے لئے نماز پڑھنا سنت ہوتا تو سب حدیثوں میں نماز پڑھنے کا ذکر ہوتا، اکثر حدیثوں میں اور آیتوں میں نماز پڑھنے کا ذکر نہیں آیا، کبھی استسقاء کے لئے نماز پڑھنا اور کبھی ترک کرنا نماز استسقاء کے سنت ہونے پر دلالت نہیں کرتا، اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمۂ اللہ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ استسقاء کے لئے نماز ناجائز ہے بلکہ وہ صرف یہ فرماتے ہیں کہ استسقاء کے لئے نماز پڑھنا سنت نہیں ہے بلکہ جائز ہے پڑھنا چاہیں تو پڑھ سکتے ہیں۔(عمدۃ القاری)۔

فصلِ اوّل

استسقاء کے لئے بغیر نماز کے صرف دعاء کرنے کا بیان

پہلی حدیث

1/2263 ۔شریک بن عبداللہ بن ابی نمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے سنے ہیں،انس بن مالک فرماتے ہیں کہ (بارش نہ ہونے سے لوگ بہت پریشان تھے ایسے موقع پر) جمعہ کے دن ایک صاحب منبر کے سامنے والے دروازے سے مسجد نبوی میں داخل ہوئے اس وقت حضور منبر پر کھڑے خطبہ ارشاد فرمارہے تھے، یہ آنے والے صاحب حضور کے طرف رخ کرکے کھڑے ہوگئے اور عرض کئے: یارسول اللہ (بارش نہ آنے سے جو قحط پڑا ہے اس کی وجہ سے) مویشی ہلاک ہوگئے (اور اونٹوں کے مرنے کی وجہ سے) آمدورفت کے ذرائع کم ہوگئے اس لئے راستے بند پڑے ہیں آپ دعاء کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر بارش برسائے (یہ سنتے ہی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مبارک ہاتھوں کو اٹھا کر دعاء کئے:۔

اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا الٰہی ہم پر بارش برسایئے۔ **اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا** الٰہی ہم پر بارش برسایئے۔ **اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا** الٰہی ہم پر بارش برسایئے

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خدا کی قسم (حضور کے دعا،فرمانے سے پہلے) بارش کے کوئی آثار ظاہر نہ تھے، نہ تو ابر گھیرا ہوا تھا نہ ابر کے ٹکڑے اِدھر اُدھر پھر رہے تھے بلکہ آسمان بالکل صاف تھا،کوہ سلع تک ہماری نظر پہونچ رہی تھی، ہمارے اور کوہ سلع کے درمیان میں نہ کوئی مکان تھا اور نہ کوئی عمارت،کوہ سلع اور اس کے پیچھے کا حصہ ہم کو صاف نظر آرہا تھا اور کہیں ابر کا پتہ نہیں تھا

(حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعاء فرماتے ہیں) کوہ سلع کے پیچھے سے ابر کا چھوٹا ٹکڑا مثل ڈھال کے اٹھا (اور ہم کو دکھائی دیا، دیکھتے ہی دیکھتے تمام آسمان پر پھیل گیا اور برسنا شروع کیا اور خوب بارش ہونے لگی اور اتنی بارش ہوتی رہی کہ بخدا ایک ہفتہ تک سورج نظر نہ آیا (اسی طرح پورا ہفتہ گزر گیا اور دوبارہ جمعہ کا دن آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ ایسے میں ایک صاحب اسی دروازے سے مسجد میں داخل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوکر عرض کرنے لگے: یارسول اللہ (کثرت بارش سے) مویشی تباہ ہوگئے اور راستے بھی بند ہوگئے، آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اب ہم پر بارش نہ ہو (جہاں ضرورت ہو وہاں بارش ہو) حضرت انس فرمائے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مبارک ہاتھوں کو اٹھائے پھر دعاء فرمانے لگے:

اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا، اَللّٰهُمَّ عَلَى الْآكَامِ وَالْجِبَالِ وَالظِّرَابِ وَالْاَوْدِيَةِ وَ مَنَابِتِ الشَّجَرِ ط

الٰہی ہمارے آس پاس بارش ہو ہم پر نہ ہو۔ الٰہی ٹیلوں، پہاڑوں، پہاڑیوں اور نالوں پر اور جہاں درخت پیدا ہوتے ہیں ان مقامات پر پانی برسایئے۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دعاء فرمانا ہی تھا کہ ابر پھٹ گیا (بارش ختم ہوگئی) اور جب ہم (مسجد سے واپس ہوئے) ہم دھوپ میں چلتے ہوئے واپس ہوئے۔ شریک جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس سے دریافت کیا کہ یہ بعد میں آنے والے صاحب جو بارش کے بند ہونے کی دعاء کروائے کیا وہی صاحب تھے جو بارش ہونے کی دعاء کروائے تھے؟ تو انس رضی اللہ عنہ فرمائے کہ: مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

2/2264۔شرحبیل بن السمط رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کعب بن مرّ ہ رضی اللہ عنہ سے کہا: ائے کعب! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہم کو کوئی حدیث سنایئے (آج کل لوگ موضوع حدیثیں سنا رہے ہیں) آپ بہت احتیاط سے وہی الفاظ سنایئے جو حضرت سے آپ سنے ہیں، حضرت کعب فرمائے (میں وہی الفاظ سناتا ہوں جو میں نے حضور سے سنے ہیں، ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ بارش رک گئی تھی لوگ بہت پریشان تھے ایسے موقع میں) ایک صاحب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کئے: یارسول اللہ بارش نہ ہونے سے لوگ بہت پریشان ہیں) آپ بارش آنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعاء فرمایئے! یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعاء کے لئے اپنے دونوں مبارک ہاتھوں کو اٹھائے اور یہ دعاء فرمانے لگے: **اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثاً مَرِيْئًا مَرِيْعًا طَبَقًا عَاجِلًا غَيْرَ رَائِثٍ ، نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ .**

اے اللہ! ہم پر ایسی بارش برسایئے جس سے ہم کو فائدہ ہی فائدہ ہو، کوئی ضرر نہ ہو، الٰہی ایسی بارش برسایئے جس سے چوطرف سرسبزی ہی سرسبزی ہو جائے اور ایسی بارش ہو (جو حسب ضرورت ہوتی رہے ایسا نہ ہو کہ ضرورت پر پھر رک جائے) اب دیر نہ کیجئے جلدی سے بارش برسایئے اس سے زیادہ انتظار نہ کروایئے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (یہ جمعہ کا واقعہ ہے) حضور دعاء کرنے کے بعد لوگ ابھی جمعہ کی نماز سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ کثرت سے بارش ہونے لگی (اور دوسرے جمعہ تک بارش ہوتی رہی) پھر لوگ حضور کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور کثرت بارش کی شکایت کرتے ہوئے عرض کئے: حضور (اس کثرت سے بارش ہوئی ہے کہ) مکانات گرنے لگے ہیں پھر حضور دعاء کرنے لگے: **اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا.**

الٰہی! ہمارے آس پاس (جہاں ضرورت ہو وہاں) بارش ہو (ہم کو اب ضرورت نہیں رہی ہے اس لئے اب) ہم پر بارش نہ ہو۔

کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور یہ دعاء فرماتے ہی ہم دیکھ رہے تھے کہ ابر پھٹ گیا ہے اور آبادی کے سیدھے جانب یا بائیں جانب چلا جا رہا ہے۔اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

تیسری حدیث

3/2265 ۔جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ بارش رک گئی تھی اور بارش نہ ہونے سے لوگ بہت پریشان تھے ایسے وقت) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنے مبارک ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے یہ دعاء فرما رہے تھے۔(مرقات میں بھی ایسے ہی معنیٰ مذکور ہے۔12) اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُغِیْثًا مَرِیْئًا مَرِیعًا نافِعًا غَیْرَ ضَارٍّ، عَاجِلاً غَیْرَ آجِلٍ .

اے اللہ! ہم پر ایسی بارش برسایئے جو قحط دور کرنے میں ہمارے امداد کرے اور جس سے ہم کو فائدہ ہی فائدہ ہو کوئی ضرر نہ ہو، الٰہی ایسی بارش برسایئے جس سے چوطرف سرسبزی ہی سرسبزی ہو جائے، اب دیر نہ کیجئے جلدی سے بارش برسایئے اس سے زیادہ انتظار نہ کروایئے۔

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ دعا فرماتے ہی ہم کیا دیکھتے ہیں کہ ابر اٹھا اور ہمارے چوطرف چھا گیا۔اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

استسقاء میں بھی ویسے ہی ہاتھ اٹھانا چاہئے جیسے اور دعاؤں کے وقت ہاتھ اٹھاتے ہیں

4/2266 ۔عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مقام زوراہا کے قریب احجارالزیت ہے اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھڑے ہوئے استسقاء کی دعاء فرماتے ہوئے میں دیکھا ہوں آپ اس طرح دعاء فرما رہے تھے کہ (حسب عادت) آپ کے دونوں دست

مبارک سینہ کے مقابل تھے ۔اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں حضور کے چہرے کے سامنے تھیں اور ہاتھوں کی پشت زمین کی طرف تھی اور میں نے بہت غور سے دیکھا ہے کہ آپ کے دونوں دست مبارک (دعاء کے وقت) سر سے اونچے اٹھے ہوئے نہیں تھے۔اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور ترمذی اور نسائی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

بغیر نماز کے بارش آنے کی ایک اور دعاء

5/2267 ۔عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے دادا نے فرمایا کہ (بارش جب رک جاتی تھی تو بارش آنے کے لئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعاء فرمایا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَکَ وَبَهِيْمَتَکَ وَانْشُرْ رَحْمَتَکَ ، وَاَحْیِ بَلَدَکَ الْمَيِّتَ .

الٰہی آپ کے بندے اور جانور آپ کی رحمت کے منتظر ہیں اس سے زیادہ ان کو انتظار نہ کرایئے آپ کی رحمت کا صدقہ) ان پر بارش برسایئے (آپ کی رحمت سب پر عام کیجئے جس کا یہ نتیجہ ہو کہ چوطرف سرسبزی ہوجائے (کھیت ہرے بھرے ہوجائیں اور جانوروں کو چارہ ملنے لگے بارش سے) مردہ شہروں کو زندہ کیجئے یعنی چوطرف زمینیں جو خشک ہوگئی ہیں ان پر بارش برسایئے جس سے یہ سرسبز ہوکر لہلہانے لگیں۔

اس کی روایت امام مالک اور ابوداؤد نے کی ہے اور بیہقی اور طبرانی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

دعائے استسقاء کے لئے شہر سے باہر جانا اور بغیر نماز کے دعائے استسقاء کرنے کا بیان

پہلی حدیث

6/2268 ۔عطاء بن ابی مروان اسلمی رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان

کے والد کہتے ہیں کہ (حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک دفعہ بارش رک گئی تھی لوگ پریشان تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بارش آنے کے لئے دعاء کرنے شہر سے باہر نکلے) ہم بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے (مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ بارش آنے کے لئے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ (نماز استسقاء نہیں پڑھے تھے) صرف دعائے استغفار پر اکتفاء فرماتے تھے۔ اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے اور سعید بن منصور نے بھی اپنی سنن میں جیّد سند کے ساتھ اسی طرح اس کی روایت کی ہے۔

دوسری حدیث

7/2269۔ ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ واقعہ صحیح سند سے روایت کیا گیا ہے کہ (آپ کے زمانہ میں ایک وقت بارش رک گئی تھی لوگ پریشان تھے) پانی آنے کی دعاء کرنے کے لئے آپ مغیرہ بن عبداللہ ثقفی کے ساتھ (شہر سے باہر جنگل میں تشریف لے گئے تھے وہاں جاکر) مغیرہ بن عبداللہ ثقفی نماز استسقاء پڑھنا شروع کئے جب حضرت ابراہیم نخعی دیکھے کہ مغیرہ نماز استسقاء پڑھنا شروع کئے تو آپ (نماز میں شریک ہوئے بغیر اس وجہ سے) واپس ہوئے (کہ پانی آنے کے لئے صرف دعاء اور استغفار سنت ہے، نماز پڑھنا سنت نہیں ہے، جب مغیرہ سنت کے خلاف کئے تو حضرات ابراہیم نخعی سنت کے خلاف کرتے ہوئے نہیں دیکھ سکے اور واپس ہوگئے۔) اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔

آبادی میں دعائے استغفار ہو تو چادر الٹنا اور قبلہ رو ہونا مسنون نہیں ہے

8/2270۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ (بارش رک جانے سے قحط کے آثار ظاہر ہورہے تھے ایسے وقت) ایک صاحب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کئے: یا رسول اللہ بارش رک جانے سے مال یعنی اونٹ (جیسا کہ تاج

العروس میں مذکور ہے کہ عرب میں مال سے مراد بالعموم اونٹ لئے جاتے ہیں۔12)(جن پر عرب کی زندگی کا دارومدار ہے) ہلاک ہورہے ہیں، اہل وعیال سخت تکلیف میں ہیں (حضور بارش کے لئے دعاءفرمائیں) یہ سن کر بارش آنے کے لئے حضور دعاءفرمائے۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت انس اس حدیث میں (دعاءاستسقاء کے وقت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استقبال قبلہ اور چادر الٹنے کا ذکر نہیں کئے اس سے معلوم ہوا کہ استقبال قبلہ اور چادر الٹنا دعائے استسقاء کے وقت سنت نہیں ہے، اگر یہ دونوں سنت ہوتے تو حضرت انس ان دونوں باتوں کا ضرور ذکر فرماتے، اسی لئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چادر الٹنا دعائے استسقاء میں سنت نہیں ہے اگرچیکہ بعض حدیثوں میں استسقاء میں چادر الٹنے کا ذکر ہے، اگر چادر الٹنا سنت ہوتا تو سب حدیثوں میں اس کا ذکر آتا، بعض حدیثوں میں چادر الٹنے کا ذکر ہونا اور بعض میں نہ ہونا استسقاء میں چادر الٹنے کے سنت ہونے پر دلالت نہیں کرتا، اب رہا استقبال قبلہ یعنی دعائے استسقاء کے وقت قبلہ رو ہونا تو اس بارے میں عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ اگر دعائے استسقاء آبادی میں ہو رہی ہوتو استقبال قبلہ اور چادر الٹنا دونوں دعائے استسقاء کے وقت متفقہ طور پر ثابت نہیں ہیں، اگر صحرا میں آبادی کے باہر دعائے استسقاء ہورہی ہوتو چادر الٹنا اور استقبال قبلہ صاحبین کے پاس سنت ہے، (جیسا کہ ردالمحتار میں مذکور ہے۔12) مقتدی طویل رداء نہ کریں صرف قبلہ رو ہوکر بیٹھیں اور دعاء کے وقت آمین کہتے رہیں، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے صحرا میں دعائے استسقاء کرتے وقت قبلہ رو ہونے کے متعلق باوجود تحقیق کے کوئی روایت نہیں ملی۔) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دعائے استسقاء کے وقت چادر الٹنے کی کیفیت

9/2271۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم (ایک وقت بارش آنے کے لئے دعائے استسقاء فرمائے تھے) اور دعائے استسقاء کے وقت اپنی چادر مبارک اس طرح الٹے تھے (کہ اپنے دونوں ہاتھ پیٹھ کی طرف لے جاکر چادر مبارک جو پشت پر لٹکی ہوئی تھی بائیں ہاتھ سے چادر کے نیچے کے سیدھے کنارے کو پکڑے اور سیدھے ہاتھ سے چادر کے نیچے کے بائیں کنارے کو پکڑے اور چادر کے اوپر کے کناروں کو پیٹھ کی طرف سے ہی نیچے گرا کر نیچے کے کناروں کو اوپر لائے جس سے چادر کا ہر جزء الٹ گیا، اندر کا حصّہ باہر آ گیا اور باہر کا حصّہ اندر چلا گیا، سیدھے طرف کا حصّہ بائیں طرف آ گیا اور بائیں طرف کا حصّہ سیدھے طرف آ گیا، اور نچلا حصّہ اوپر آ گیا اور اوپر کا حصّہ نیچے آ گیا، یہ سارا عمل ایک ہی حرکت میں اداء کیا گیا ،اس سے عملی طور پر یہ بتانا مقصود تھا کہ الٰہی ہماری حالت میں قحط کی وجہ سے بہت بڑا انقلاب آ گیا ہے جیسے میں چادر کے ہر جزء کو الٹا ہوں ویسے ہی ہماری ہر حالت میں انقلاب پیدا کر کے قحط سالی دور فرمایئے ،خوشحالی پیدا کر دیجئے)

اس حدیث میں چادر الٹنے کی وجہ یہ بتلائی گئی ہے کہ جس طرح چادر کا ہر جزء الٹا گیا ہے اسی طرح موجودہ حالت میں انقلاب ہو کر بجائے قحط کے خوشحالی آ جائے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چادر الٹنا دعائے استسقاء کے وقت سنت اور عبادت نہیں ہے بلکہ یہ عرض کرنا ہے کہ الٰہی ہماری حالت میں انقلاب پیدا کر کے خوشحالی لایئے ،اس سے محض فال نیک لینا مقصود تھا نہ کہ حضور کا چادر الٹنے کو سنت اور عبادت بنانے کا ارادہ تھا،اس لئے ہر حدیث میں دعاءِ استسقاء کے وقت چادر الٹنے کا ذکر نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دعائے استسقاء کے وقت چادر الٹنے کو سنت ہونا نہیں فرمائے ہیں۔اس حدیث کی روایت حاکم نے مستدرک میں کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق ہے اور صحیح ہے، اگرچیکہ انہوں نے اپنی اپنی کتابوں میں اس حدیث کی روایت نہیں کی ہے۔

استسقاء کے لئے صرف دعاء ہے

10/2272۔ ہشام بن اسحاق بن عبداللہ بن کنانہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد اسحاق بن عبداللہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا (لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز استسقاء بھی پڑھائے ہیں) اب آپ بیان فرمایئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز استسقاء کیسی تھی؟ تو حضرت ابن عباس فرمائے (سنو ایک مرتبہ بارش رک گئی تھی قحط سالی کے آثار ظاہر ہورہے تھے تو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (دعاء کے لئے) نکلے اور عیدگاہ کی طرف چلے (اس وقت آپ کی جو حالت تھی کیا کہوں بجائے زینت کے کپڑوں کے عجز وانکساری ظاہر کرنے کے لئے) بہت معمولی پرانے کپڑے پہنے ہوئے تواضع کے ساتھ گڑگڑاتے ہوئے (عیدگاہ میں تشریف لائے آتے ہی) منبر پر بیٹھ گئے، تمہارے خطبہ کی طرح وہ خطبہ نہیں تھا بلکہ دعاء تھی جو آپ نے اس وقت فرمائی (اگر خطبہ ہوتا تو کھڑے ہوکر خطبہ دیتے اس لئے کہ بیٹھ کر خطبہ دینے کی عادت شریفہ نہیں تھی بلکہ یہ دعاء تھی جو آپ اس وقت بہت گڑگڑاتے ہوئے آہ وزاری کے ساتھ کررہے تھے اور ''اللہ اکبر'' فرماتے جارہے تھے اس کے بعد آپ دو رکعت نماز عیدین کی نماز کی طرح اداء فرمائے (یہاں نماز عید سے تشبیہ صرف دو رکعت نماز پڑھنے میں ہے، تکبیرات عیدین کہنے میں نہیں ہے، اس لئے طبرانی کی روایت میں آیا ہے صلاۃ استسقاء میں صلاۃ عید کی طرح زائد تکبیرات نہیں کہے گئے، اب رہی یہ نماز تو یہ استسقاء نہیں تھی، اگر نماز استسقاء ہوتی تو پہلے نماز استسقاء پڑھی جاتی اور بعد خطبہ یا دعاء کی جاتی، جیسا کہ صاحبین اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم سے ایسا ہی مروی ہے، اس حدیث میں پہلے دعاء کی گئی ہے اور بعد نماز پڑھی گئی، اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی دعاء مقبول ہوگئی۔ دوسرے حدیثوں سے معلوم ہوا کہ دعاء کے ساتھ ہی ابر اٹھا اور آثار بارش کے شروع ہوگئے تھے، اس کا شکریہ آپ دو رکعت پڑھ کر اداء فرمائے، اسی

لئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ استسقاء کے لئے صرف دعاء ہے نماز اور خطبہ نہیں ہے۔
اس حدیث کی روایت نسائی، ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

دعائے استسقاء کے وقت ہاتھ اٹھانے کی کیفیت

پہلی حدیث

11/2273 ۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (یوں تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارک یہ تھی کہ دعاء کے وقت سینہ کے مقابل اپنے دونوں ہاتھوں کو رکھتے تھے کبھی یہ نہیں دیکھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں ہاتھوں کو لانبے کر کے سینے سے اوپر اور چہرے کے سامنے اس طرح اٹھائے ہوں کہ جس سے بغلوں کی سفیدی نظر آئے مگر، استسقاء کی دعاء کے وقت (نہایت الحاح و زاری کرتے ہوئے) ہاتھوں کو سینوں سے اونچا کر کے چہرہ کے مقابل ایسا پھیلائے تھے کہ مبارک بغلوں کی سفیدی نظر آتی تھی) (اور اس وقت چادر مبارک کاندھوں سے ہٹی ہوئی تھی اسی واسطے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ اپنی حدیث میں بیان کرتے ہیں کہ حضور کے ہاتھوں کو کسی دعاء کے وقت سر سے اونچا کرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا، صدر کی یہ حدیث جو حضرت انس سے مروی ہے اس میں بھی یہی بتلایا گیا ہے کہ ہاتھ دعاء کے وقت سر سے اونچے نہیں ہوتے تھے بلکہ ہاتھوں کو دراز کر کے چہرے کے مقابل لاکر پھیلا لیتے تھے جس سے بغلوں کی سفیدی نظر آتی تھی۔) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

12/2274 ۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ (جیسا کہ طحطاوی میں اور عالمگیری کے کتاب الکراھۃ میں مذکور

ہے۔12) (جب کسی نعمت کے حاصل ہونے کے لئے دعاء فرماتے تو ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف کرتے اور ہاتھوں کی پیٹھ زمین کی طرف ہوتی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ قاعدہ ہے کہ مانگنے والا اپنے ہاتھ کو پھیلاتا ہے اور دینے والا اس کے ہاتھ میں جو دینا ہے ڈال دیتا ہے، اس طرح کی دعاء میں ہاتھ پھیلا کر ہتھیلیاں آسمان کی طرف کرکے یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ الٰہی ہم فقیر محتاج ہیں اور آپ غنی ہیں آپ کے سامنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں، ہماری نعمتِ مطلوبہ کو عطا فرمایئے، عموماً دعاء میں ایسا ہی کیا کرتے تھے اور جب کسی بلاء کے دفع ہونے مثلاً قحط دور ہونے کے لئے دعاء فرماتے تو ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف ہوتی تھی اور ہتھیلیاں زمین کی طرف (اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ جس طرح کسی موذی چیز سے بچاؤ کرنے کے لئے ہاتھوں کی پشت اپنی طرف کر لیتے ہیں، ایسے ہی دعائے استسقاء میں ہاتھوں کی پشت کو اپنی طرف کرکے یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ الٰہی ہم پر بھی یہ بلاء اور قحط موذی ہو کر نازل ہوئے ہیں ہم کو اس سے بچایئے۔)

اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

فصل

پچھلی فصل میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بیان کیا گیا اور آپ کے مذہب کی تائید میں جو احادیث آئی تھیں ان کا بھی ذکر کیا گیا اور اس فصل ثانی میں صاحبین کا مذہب بیان کیا جاتا ہے، صاحبین کے نزدیک استسقاء کے لئے نماز اداء کرنا مسنون ہے عید کی نماز کی طرح بلا اذاں و اقامت شروع دن میں نماز استسقاء بھی دو رکعت بغیر تکبیرات زوائد کے جہری قرأت سے عید گاہ یا صحراء میں آبادی سے باہر جماعت کے ساتھ اداء کی جائے اور مثل نمازِ عید کے نماز کے بعد دو خطبہ پڑھے جائیں، پھر امام قبلہ رو ہوکر کھڑا ہوجائے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے پانی برسنے کی دعاء کرے اور حاضرین آمین کہتے جائیں اور صرف امام اثناء دعا میں اپنی چادر کو مذکور الصدر طریقہ کے مطابق الٹ لے مقتدیوں کو چادر الٹنا نہیں چاہئے، یہ عمل متواتر تین روز تک کرتے رہیں یہ صاحبین کا مذہب ہے اور فتویٰ حنفی مذہب میں صاحبین کے قول پر ہی ہے، استسقاء کے لئے جب صحراء کی طرف جائیں تو تمام مسلمان مل کر مع اپنے لڑکوں، بوڑھوں اور جانوروں کے پیدل خشوع اور عاجزی کے ساتھ معمولی لباس میں نکلیں، توبہ کی تجدید کریں، اہل حقوق کے حقوق اداء کریں، گناہوں کو یاد کر کے نادم اور شرمندہ رہیں، جانے سے پہلے خیرات کریں اور نکلنے سے پہلے تین دن روزہ رکھیں اور چوتھے روز نماز استسقاء کے لئے جنگل کی طرف نکلیں (صدریہ، ردالمحتار، اشعۃ اللمعات، کوکب دری۔) اور اس فصل ثانی میں جو احادیث آئیں گی وہ صاحبین کے مذہب کے تائید میں ہی ہیں۔

نماز استسقاء کی کیفیت

پہلی حدیث

13/2275 ۔عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ (بارش رک جانے کی وجہ سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارش آنے کی دعاء کرنے کے لئے صحابہ کرام کو لے کر عید گاہ تشریف لے گئے (وہاں پہونچ کر) حضور دو رکعت نماز پڑھائے اور دونوں رکعتوں میں

جہری قرأت فرمائے (نماز کے بعد) قبلہ کی طرف رخ کرکے اپنی چادر مبارک کو (ایک ہی حرکت میں اس طرح) الٹے (جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے) پھر دعاء کے لئے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعاء فرمائے۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

14/3176۔عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ عباد بن تمیم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عباد بن تمیم کے چچا (عبداللہ بن زیدؓ) فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ بارش رک جانے کی وجہ سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارش آنے کی دعا کرنے کے لئے عیدگاہ تشریف لے گئے (وہاں پہونچکر حضور قبلہ رو ہوکر دو رکعت نماز پڑھائے اور (نماز کے بعد) مذکورالصدر طریقہ پر) چادر مبارک الٹ کر اوڑھ لئے (اور دعاء فرمائے۔) اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

تیسری حدیث

15/2277۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ (ایک مرتبہ) لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر بارش رک جانے کی شکایت کی (اور اپنی پریشانی کا اظہار کئے) تو آپ نے عیدگاہ میں منبر رکھنے کا حکم فرمایا اور حسب الحکم منبر رکھ دیا گیا (یہ ایک وقت کا واقعہ ہے جو مثل منسوخ کے ہوگیا، پھر کبھی عیدگاہ میں عید کے خطبہ کے لئے یا استسقاء کے خطبہ کے لئے منبر نہیں رکھا گیا اسی وجہ سے جب مروان عید کے خطبہ کے لئے عیدگاہ میں منبر بنایا تو حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ مروان کی سخت مخالفت کئے (راوی کہتے ہیں کہ) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن مقرر فرمائے اور سب کو اس دن عیدگاہ میں حاضر ہونے کا حکم ہوا، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (جب وہ مقررہ دن آیا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آفتاب نکل رہا تھا کہ عیدگاہ تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ گئے اور اللہ اکبر فرما کر

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان فرمائے اس کے بعد ارشاد ہوا، لوگو! تم نے قحط سالی اور بارش بروقت نہ ہونے کی شکایت کی تھی (تم کو یاد نہیں کہ) اللہ تعالیٰ جب ضرورت ہو تو دعاء کرنے کا حکم دئے ہیں اور تمہاری دعاء قبول کرنے کا وعدہ فرمائے ہیں (تو تم سب خدا کی طرف متوجہ ہوکر بہت عاجزی اور زاری سے بارش آنے کی گڑگڑا کر دعاء کرو، وہ کریم ہیں تمہاری دعاء قبول فرمائیں گے) پھر حضور اللہ تعالیٰ سے عرض کرنے لگے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o اے اللہ ہر حال میں سب تعریف آپ ہی کے لئے ہے آپ سارے عالم کے پرورش فرمانے والے ہیں (آپ ہمارے لئے بارش کو پرورش کا ذریعہ بنائیے اور بارش برسائیے۔)

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o (آپ کی شان کیا کہوں) آپ کی رحمت عام ہے اور آپ اپنی مخلوق پر ہمیشہ مہربان ہیں (آپ اپنی رحمت کے صدقے میں ہم پر مہربانی فرمائیے اور بارش برسائے۔)

مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ o آپ یوم حساب کے مالک ہیں (سب کے گناہ معاف کرنے والے ہیں ہمارے گناہوں کی شامت سے بارش رک گئی ہے ہمارے گناہ معاف کیجئے ہم پر بارش برسائیے۔)

لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ o آپ کے سوا ہمارا کوئی معبود نہیں، آپ ہی ہمارے معبود ہیں (آپ ہی ہمارے پالنے والے ہیں، آپ سے نہ مانگیں تو پھر کس سے مانگیں، اس لئے آپ کے سامنے گڑگڑا کر ہم بارش آنے کی دعاء کررہے ہیں۔) آپ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں (آپ کو کوئی روکنے والا نہیں، آپ بارش برسانا چاہیں تو کوئی آپ کو روک نہیں سکتا۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اللّٰهُ لَااِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْغَنِیُّ وَ نَحْنُ الْفُقَرَاءُ . اس لئے ہم پر بارش برسائیے اور ہم کو قحط سے نجات دلائیے۔

اے اللہ آپ ہی اللہ ہیں آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ غنی ہیں ہم محتاج ہیں (اس لئے آپ کے سامنے ہاتھ پھیلائے ہوئے بارش کی دعاء کر رہے ہیں۔)

اَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَا اَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَ بَلاغًا اِلٰى حِيْنٍ. اے اللہ (اب دیر نہ کیجئے) بارش برسائیے (مگر ایسی بارش نہ ہو کہ وہ ہمارے لئے باعثِ ضرر ہو، بلکہ وہ بارش ایسی برسائیے جو ہمارے لئے رزق کا ذریعہ بنے۔) اور ہم کو ہماری مقررہ مدت حیات تک نفع پہونچاتی رہے۔

پھر (اس کے بعد حضور بیحد الحاح وزاری کرتے ہوئے) اپنے ہاتھوں کو اپنے چہرہ کے مقابل اتنے لانبے کئے کہ جس سے آپ کے مبارک بغلوں کی سفیدی نظر آ رہی تھی، پھر لوگوں کی طرف پیٹھ پلٹائے اور قبلہ رو ہو کر اپنی چادر مبارک (مذکور الصدر طریقہ پر) الٹ کر اوڑھ لئے اور اس وقت بھی اپنے ہاتھوں کو ایسے ہی اٹھائے ہوئے تھے، آپ قبلہ رو تھے، پھر لوگوں کی طرف رخ کر کے منبر سے نیچے اتر آئے اور دو رکعت نماز پڑھائے (اس حدیث میں نماز کے پہلے جو دعاء کی گئی ہے وہ بیٹھے ہوئے دعاء کی گئی ہے تو وہ خطبہ نہیں تھا، بلکہ صرف دعاء تھی اور یہاں نماز سے پہلے دعاء ہوئی ہے، حضور کے استسقاء میں مختلف طریقے رہے ہیں، کبھی دعاء اور خطبہ پہلے اور نماز استسقاء بعد ہوئی ہے اور کبھی نماز استسقاء پہلے اور خطبہ و دعاء بعد ہوئے ہیں مگر دعاء اور خطبہ نماز کے بعد ہونا اور نماز سے پہلے ہونا یہ حضور کا آخری عمل ہے، اس لئے صاحبین فرماتے ہیں کہ استسقاء میں پہلے نماز ہونا چاہئے اور خطبہ و دعاء بعد میں) راوی کہتے ہیں کہ اتنے میں اللہ تعالیٰ نے ایک ابر بھیجا جو گرجتا اور چمکتا ہوا آیا اور اللہ کے حکم سے برسنے لگا، حضور عیدگاہ سے مسجد نبوی تشریف لانے نہ پائے تھے کہ نالے بہہ نکلے حضور لوگوں کو دیکھے کہ لوگ بارش سے بچنے کے لئے سایہ کی طرف بھاگے آ رہے ہیں یہ دیکھ کر آپ اتنا ہنس پڑے کہ آپ کے دندان مبارک نظر آنے لگے (دعاء جلدی قبول ہونے اور بارش کے

آنے کو دیکھ کر) حضور فرمانے لگے الٰہی! بیشک آپ ایسی ہی قدرت والے ہیں (بہت جلدی سے ہماری دعا قبول فرما کر بارش بھیج کر ہم کو قحط سالی سے بچائے ہیں) اور یہ بھی میں کہتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اوراس کا رسول ہوں (اسی لئے اللہ تعالیٰ میری دعاء جلد قبول فرمائے۔) اس حدیث کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

تحویل رِداء کا طریقہ

16/2278۔عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ (بارش رک جانے سے بارش آنے کی دعاء کرنے کے لئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایک دفعہ) عیدگاہ تشریف لے گئے وہاں جا کر جب بارش آنے کے لئے دعاء کرنے کا ارادہ فرمائے تو اس وقت اپنی چادر مبارک کو (اس طرح الٹے) کہ اپنے دونوں ہاتھ پیٹھ کی طرف لے جا کر چادر مبارک جو پشت پر لٹکی ہوئی تھی بائیں ہاتھ سے چادر کے نیچے سے سیدھے کنارے کو پکڑے، سیدھے ہاتھ سے چادر کے نیچے کے بائیں کنارے کو پکڑے اور چادر کے اوپر کے کناروں کو پیٹھ کے طرف سے ہی نیچے گرا کر نیچے کے کناروں کو اوپر لائے، جس سے چادر کا ہر جز الٹ گیا اندر کا حصہ باہر آ گیا اور باہر کا حصہ اندر چلا گیا، سیدھے طرف کا حصہ بائیں طرف آ گیا اور بائیں طرف کا حصہ سیدھے طرف آ گیا، نچلا حصہ اوپر آ گیا اور اوپر کا حصہ نیچے آ گیا، یہ سارا عمل ایک ہی حرکت میں اداء کیا گیا اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے بارش آنے کی دعا فرمائے۔اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

تحویل رِداء کا دوسرا طریقہ

17/2279۔عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مربّع یعنی چوکونی سیاہ حاشیہ دار چادر اوڑھے ہوئے بارش آنے کے لئے دعاء فرمارہے تھے (اثناء دعاء میں) آپ نے قصد فرمایا کہ (مذکور الصدر طریقے کے موافق)

چادرکوالٹ کر نیچے کے کنارہ کواوپر لائیں مگر جب آپ کواس میں کچھ دشواری معلوم ہوئی (اورایسا نہ الٹ سکے تو صرف) چادر کے اس کنارے کو جوسیدھے کندھے پر تھا پشت کی طرف سے ہی پلٹا کر بائیں کندھے پر لائے اور چادر کا جو کنارہ بائیں کندھے پر تھا اس کو بھی اسی طرح پلٹا کر سیدھے کندھے پر لائے ۔(اس سے معلوم ہوا کہ دعاء استسقاء کے وقت چادر کے الٹنے کا یہ بھی ایک طریقہ ہے)۔اس حدیث کی روایت امام احمد اورابوداؤد نے کی ہے۔

فصل

(اس فصل میں استسقاء کے متفرق مسائل کا بیان ہے)

استسقاء کے لئے نکلنے کی حالت

18/2280 ۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ بارش رک گئی تھی) بارش آنے کی دعاء کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (عیدگاہ کی طرف) چلے کیا کہوں اس وقت آپ کی کیا حالت تھی (عجز وانکساری ظاہر کرنے کے لئے) معمولی پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے، ظاہری حالت آپ کی ایسی تھی کہ جس سے آپ کا احتیاج ظاہر ہو رہا تھا اور باطن میں دل کی بھی وہی خشوع وخضوع کی حالت تھی اور زبان مبارک سے گڑگڑاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے مبارک نام کو لے رہے تھے۔اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

استسقاء کا ایک واقعہ

19/2281 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ انبیاء میں سے ایک نبی نے (یعنی حضرت سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانہ میں ایک مرتبہ بارش رک گئی تھی تو حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام) لوگوں کو لے کر بارش آنے کی دعاء کرنے کے لئے جنگل کی طرف نکلے (اثنائے راہ) ایک چیونٹی پر آپ کی نظر پڑی، آپ دیکھے کہ وہ اپنے سامنے کے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے (بارش آنے کے لئے) دعاء کر رہی ہے اور کہہ رہی ہے الٰہی! آپ کے تمام مخلوقات میں سے ہم بھی ایک مخلوق ہیں (بنی آدم کے گناہوں کی وجہ سے آپ بارش کو روک دئے ہیں، اس وجہ سے ہم بھی ہلاک ہو رہے ہیں، ہمارے لئے بارش بھیج دیجئے اور بنی آدم کے گناہوں کی وجہ سے ہم کو ہلاک

مت کیجئے) تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے لوگوں سے فرمایا: واپس چلو، تمہارے لئے بھی اس چیونٹی کی وجہ سے بارش آنے کی دعاء قبول ہوگئی ہے۔اس کی روایت دار قطنی نے کی ہے۔

استسقاء میں بارش آنے کے بعد کی دعاء

20/2282۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارش رکنے کی وجہ سے صحرا میں جا کر بارش آنے کی دعاء فرماتے تھے اور جب دیکھتے تھے کہ دعاء قبول ہوگئی ہے اور بارش آ رہی ہے تو فرماتے تھے: '' **اَللّٰھُمَّ صَیِّبًا نَافِعًا** '' الٰہی (آپ کا کیا شکر اداء کریں آپ ہماری دعاء قبول کئے اور بارش برسا رہے ہیں) تو یہ بارش ہمارے لئے ضرر کا ذریعہ نہ بنے بلکہ اس بارش سے ہم کو نفع ہی نفع پہنچے۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

بارش کے پانی کی فضیلت اور اس کے برکات

21/2283۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے بارش ہونے لگی، میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک اور پشت مبارک پر سے کپڑا ہٹا دئے ہیں اور بارش کو اپنے جسم مبارک پر لینے لگے ہیں، ہم عرض کئے: حضور آپ اس طرح جسم مبارک سے کپڑا ہٹا کر بارش کیوں اپنے اوپر لئے؟ حضور ارشاد فرمائے (کہ بارش عالمِ قدس سے عالمِ کثیف پر ہو رہی تھی، عالم قدس پر اللہ تعالیٰ کی خاص تجلیات ہوتی رہتی ہیں، یہ بارش عالم قدس سے جب نکلی تو اللہ تعالیٰ کے خیر و برکات بھی لیتے ہوئے نکلی جب یہ زمین پر گرتی ہے تو گنہگاروں کی وجہ سے وہ خیر و برکات ختم ہو جاتے ہیں، زمین پر گرنے سے پہلے عالم قدس سے آنے والی بارش کو) اپنے جسم پر اس لئے لے رہا ہوں کہ اس سے عالم قدس کے خیر و برکات مجھ کو حاصل ہو جائیں۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

فصلِ رابع

(اس زائد فصل میں استسقاء کے وقت توسل کرنے کا بیان ہے)

استسقاء کے وقت وسیلہ لینے کا بیان

پہلی حدیث

22/2284۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب قحط پڑتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ،حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے توسل سے بارش آنے کی (اس طرح دعاء کرتے کہ الٰہی پہلے تو ہم آپ سے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے بارش آنے کی دعاء کرتے تو آپ ہم پر بارش برساتے تھے اب بھی آپ کے نبی کے توسل سے دعاء کرتے مگر چونکہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ آپ کے نبی کے چچا ہم میں موجود ہیں، ہمارے دلوں میں ان کی عظمت ہے اس وجہ سے) اب ہم حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے توسل سے بارش آنے کی آپ سے دعاء کرتے ہیں،آپ ہم پر بارش برسایئے۔راوی کہتے ہیں کہ (حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے توسل سے دعاء کرتے ہی ابر اٹھتا تھا اور بارش برسائی جاتی تھی)اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف:اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل لینا مذکور ہے،اس سے معلوم ہوا کہ توسل لینا جائز ہے اور ثابت ہے،اب رہی یہ بات جیسا کہ بعض لوگوں کو شبہ ہوا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسل نہ کر کے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل کئے اس سے معلوم ہوا کہ زندوں سے توسل کرنا جائز ہے اور جو حضرات دنیا سے چلے گئے ہیں ان سے توسل کرنا جائز نہیں،اگر جائز ہوتا تو حضرت عمر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا توسل لیتے۔جن لوگوں کو یہ شبہ ہوا ہے وہ صحیح نہیں ہے،معلوم ہوتا ہے کہ وہ تحقیق نہیں کئے ہیں تحقیق

کرتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ اور حدیثوں میں دنیا سے گئے ہوئے حضرات سے توسل لینا مذکور ہے، اس لئے ذیل میں وہ احادیث بیان کئے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا سے گئے ہوئے حضرات سے ہر معاملہ میں عام طور پر توسل لینا اور بارش کے لئے بھی توسل لینا ثابت ہے اور جائز ہے:۔

(1)عَنْ مَالِکٍ الدَّارِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ – وَکَانَ خَازِنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ – قَالَ: اَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِیْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَجَاءَ رَجُلٌ–اَعْنِیْ بِلَالُ بْنُ الْحَارِثِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ –کَمَا فِیْ رِوَایَةٍ اُخْرٰی لِلْبَیْھَقِی وَ ابْنِ اَبِیْ شَیْبَةَ – اِلٰی قَبْرِ النَّبِیّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِسْتَسْقِ لِاُمَّتِکَ فَاِنَّھُمْ قَدْ ھَلَکُوْا! فَاَتَاہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ فِیْ الْمَنَامِ فَقَالَ: اِئْتِ عُمَرَ فَاَقْرِئْہُ السَّلَامَ وَ اَخْبِرْہُ اَنَّھُمْ یُسْقَوْنَ، وَقُلْ لَہٗ: عَلَیْکَ الْکَیْسَ الْکَیْسَ. فَاَتَی الرَّجُلُ عُمَرَ فَاَخْبَرَہٗ فَبَکٰی عُمَرُ قَالَ: یَا رَبِّ مَا آلُوْ اِلَّا مَا عَجَزْتُ عُنْہُ .

رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ وَابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ. وَذَکَرَہُ ابْنُ تَیْمِیَةَ فِیْ فَتَاوَاہُ وَفِیْ اِقْتِضَاءِ الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ وَصَحَّحَہٗ وَلَمْ یُنْکِرْ عَلَیْہِ.

23/2285۔مالک دار رضی اللہ عنہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خازن تھے، کہتے ہیں کہ مدینہ شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں قحط پڑا تو ایک صاحب (جو صحابی تھے) جن کا نام بلال بن حارث رضی اللہ عنہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف کے پاس آئے اور عرض کئے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے لئے بارش آنے کی دعاء کیجئے وہ ہلاک ہوئے جاتے ہیں تب ان صاحب کے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمائے کہ :عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس جاؤ اور سلام کہو اور یہ خوشخبری پہونچاؤ کہ پانی برسے گا، لوگ سیراب ہوں گے اور عمر (رضی اللہ عنہ) سے یہ کہو جیسے تم اب تک ہوشیاری اور دانائی سے سلطنت کررہے ہو، ایسا ہی ہمیشہ ہوشیاری اور دانائی سے سلطنت کرتے رہو، وہ صاحب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور خواب کا واقعہ بیان کئے (یہ سن کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ زار زار

رونے لگے اور دعاء کرنے لگے الٰہی جب تک میں عاجز و مجبور نہ ہو جاؤں حضور کے (دانائی سے سلطنت کرنے کے) حکم کی تعمیل میں کبھی کوتاہی نہ کروں گا۔اس کی روایت بیہقی اور ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ کی ہے اور ابن تیمیہ نے بھی اپنے فتاوی اور اقتضاء الصراط المستقیم میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور اس کے صحیح ہونے کا اقرار کیا ہے اور اس پر انکار نہیں کیا۔

ف: اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ توسل، استغاثہ اور عرض مدعا کے لئے صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مزارِ اقدس پر حاضر ہوا کرتے تھے، اس لئے دنیا سے گئے ہوئے حضرات سے توسل جائز ہے۔

اس حدیث شریف میں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جن کی شان تھی ''اَشَدُّهُمْ فِيْ اَمْرِ اللّٰهِ عُمَرُ'' ''احکام خداوندی کی تعمیل کرنے اور کرانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت سخت ہیں'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مزار شریف پر جانا اور توسل لینا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعاء کرنا ممنوع اور شرک اور ناجائز ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جو احکام کی پابندی کرنے اور کرانے میں سخت تھے اس کو وہ کب جائز رکھتے توسل لینے کے لئے مزار اقدس پر جانے والے صاحب کو باز پرس کرتے اور سخت سزا دیتے، بجائے اس کے ان کے حکم لانے کو مان لئے، اپنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے قابل نہ سمجھ کر رونے لگے، اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کا مزار شریف پر جانا اور جانے والوں پر انکار نہ کرنا ثابت ہے۔

دوسری حدیث

(2) عَنْ أَبِي الْجَوْزَاءِ أَوْسِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ: قُحِطَ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ قَحْطًا شَدِيْدًا، فَشَكَوْا إِلٰى أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَقَالَتْ: اُنْظُرُوْا قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَاجْعَلُوْا مِنْهُ كِوًى إِلَى السَّمَاءِ حَتّٰى لَا يَكُوْنَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ، فَفَعَلُوْا فَمُطِرُوْا مَطَرًا حَتّٰى نَبَتَ الْعُشْبُ وَسَمِنَتِ الْإِبِلُ حَتّٰى تَفَتَّقَتْ مِنَ الشَّحْمِ، فَسُمِّيَ: عَامَ الْفَتْقِ.

رَوَاهُ الـدَّارِمِيُّ فِيْ سُنَنِهٖ وَابْنُ الْجَوْزِي بِسَنَدِهٖ فِي الْبَابِ التَّاسِعِ وَالثَّلَاثِيْنَ فِيْ الْاِسْتِسْـقَاءِ بِقَبْرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مِنْ كِتَابِهٖ "صِفَةُ الصَّفْوَةِ"، وَرَوَاهُ اَيْضًا اَلْاِمَام تَاجُ الدِّيْن السُّبْكِي فِي "شِفَاءُ السَّقَامُ".

24/2286۔ ابوالجوزاء اوس بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) مدینہ شریف میں بہت بڑا قحط پڑا، جس کی شکایت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیش ہوئی، حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حکم فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار اقدس اور آسمان کے درمیان ایک روزن کردو کہ چھت حائل نہ ہو، چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حکم کی تعمیل کئے اور قبر شریف کے عین اوپر چھت میں ایک روزن کردئے (جہاں سے آسمان نظر آتا تھا، ایسا کرتے ہی) خوب بارش ہوئی۔ کثرت سے گھاس اُگی اور اونٹ ایسے موٹے تازے ہوئے کہ چربی سے لد گئے اور چربی کی وجہ سے پھٹے پڑتے تھے، اسی واسطے اس سال کا نام عام الفتق رکھا گیا، اس کی روایت علامہ ابن جوزی اپنی کتاب صفۃ الصفوۃ کے باب (39) فی الاستسقاء بقبرہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنی سند سے کی ہے اور امام تاج الدین سبکی نے بھی اس کی روایت شفاء السقام میں کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بارش آنے کے لئے قبر شریف کے محاذی چھت میں روزن کھول کر یہ ظاہر فرمائے کہ الٰہی یہ آپ کے نبی کی قبر شریف ہے ہم آپ کے نبی کے قبر شریف کا اور آپ کے نبی کا توسل لے کر آپ سے بارش آنے کی دعاء کرتے ہیں ہم پر بارش برسایئے، یہ توسل لیتے ہی کثرت سے بارش ہوئی۔ اگر توسل جائز نہ ہوتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کبھی اس طرح کا توسل کر کے توسل نہ لیتیں اور صحابہ کرام بھی آپ کے حکم کی تعمیل نہ کرتے، صحابہ کرام کا زمانہ ایسا زمانہ تھا کہ یہ حضرات کسی خلافِ سنت کام کو دیکھ کر برداشت نہیں کرتے تھے، اگر امّ المومنین کا بتلایا ہوا یہ عمل ناجائز ہوتا تو صحابۂ کرام اس سے ضرور اختلاف کرتے، صحابہ کرام کے

خاموش رہنے اور انکار نہ کرنے سے معلوم ہوا کہ توسل جائز ہے اور اگر اس طرح کا توسل جائز نہ ہوتا تو غضب نازل ہوتا نہ کہ رحمتِ الٰہی، رحمتِ الٰہی اس توسل سے جوش میں آئی اور بارش ہونے لگی، اس سے معلوم ہوا کہ توسل جائز ہے اور صحابہ کرام بھی دنیا سے گئے ہوئے حضرات سے توسل لئے ہیں۔

یہ ان مذکورہ احادیث کے سوا اور بھی احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ استسقاء کی دعاء کے وقت دنیا سے گئے ہوئے حضرات کا توسل لینا جائز ہے اب وہ احادیث بیان کئے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر استسقاء کے بھی توسل لینا جائز ہے۔ وہ احادیث یہ ہیں:

حاجت میں وسیلہ لینے کا بیان

پہلی حدیث

عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک صاحب کو کچھ ضرورت تھی وہ پوری نہیں ہو رہی تھی وہ صاحب عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگے کہ مجھے ایک ضرورت ہے جس کو حضرت عثمان بن عفان سے کہنا چاہتا ہوں مجھے بتائیے کہ میں کیا کروں، جس سے امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان میری ضرورت پوری کر دیں تو عثمان بن حنیف فرمائے کہ میں تم کو ایک ایسی دعاء بتاتا ہوں جس دعاء کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک نابینا کو بتائے تھے اس دعاء کو پڑھنے سے ان کی بینائی واپس آ گئی تھی تم بھی وہ دعاء پڑھکر دعاء کرو کہ حضرت امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تمہاری ضرورت پوری کر دیں وہ دعاء یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡأَلُکَ وَ اَتَوَجَّہُ اِلَیۡکَ بِنَبِیِّکَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نَبِیِّ الرَّحۡمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّی اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّکَ لِتَقۡضِیَ حَاجَتِیۡ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعۡہُ فِیَّ .

الٰہی! میں آپ سے مانگتا ہوں اور آپ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا توسل لے

کر آپ سے دعاء کرتا ہوں، وہ نبی اُمّی نبیٔ رحمت ہیں، ان کے توسل سے آپ مجھ پر رحمت نازل کیجئے اور میرے مقصد کو پورا کیجئے یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کو اپنی حاجت پوری ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرتا ہوں اے میرے نبی آپ میری شفاعت کر کے اللہ تعالیٰ سے میرا مقصد دلایئے، اے اللہ میں آپ کے جلیل القدر پیغمبر کی شفاعت لا رہا ہوں ان کے توسل سے میرا مقصد پورا کیجئے اور میری دعاء قبول فرمایئے۔

عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ ان صاحب سے فرمائے کہ اس دعاء کو پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ تم پہلے اچھی طرح (سنت اور مستحب کی پابندی کے ساتھ) وضوء کرو، اور مسجد میں دو رکعت نماز اداء کرو، اس کے بعد مذکور الصدر دعاء اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ سے آخر تک پڑھو اور یہ دعاء پڑھنے کے بعد اپنا مقصد حاصل ہونے کی دعاء کرو، وہ صاحب کہتے ہیں کہ میں اسی طرح عمل کیا اور میں اس کا عجیب اثر پایا کہ میں جب امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو حضرت امیر المومنین میری طرف خاص توجہ فرمائے اور میری ضرورت پوری کردئے اور یہ بھی فرمائے کہ جب تم کو ضرورت ہو، میرے پاس آجایا کرو۔ طبرانی نے اس کی روایت معجم کبیر میں کی ہے اور بیہقی نے بھی اس کی روایت ابن ابی شیبہ سے اسی طرح کی ہے اور بیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ اور معتبر ہیں۔

ف: اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسل کیا گیا ہے اور یہ واقعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد وخلافت کا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو حضرات دنیا سے تشریف لے گئے ہیں ان سے توسل لینا جائز ہے اگر دنیا سے گئے ہوئے حضرات سے توسل لینا جائز نہ ہوتا تو یہ صحابہ کرام کا مبارک زمانہ ہے وہ دنیا سے گئے ہوئے حضرات سے توسل لینا ہرگز نہ سکھاتے، اس سے ثابت ہوا کہ دنیا سے گئے ہوئے حضرات سے توسل لینا جائز ہے اور محدثین بھی دنیا سے گئے ہوئے حضرات سے توسل لینے کو جائز سمجھ کر اپنی اپنی کتابوں میں اس حدیث کی روایت کئے ہیں، اس لئے اب بھی جو

صاحب چاہیں اپنے مقصد براری کے لئے اس مذکورہ طریقہ سے مذکورالصدر دعاء اپنا مقصد حاصل ہونے کے لئے کرسکتے ہیں، چنانچہ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس کو علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ نے حصن حصین میں ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور مستدرک سے اس طرح کی ہے:

"وَمَنْ كَانَتْ لَهُ ضَرُوْرَةٌ فَلْيَتَوَضَّأْ فَيُحْسِنَ وُضُوْءَهُ وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَدْعُوْ "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مَحَمَّدُ اِنِّي اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰى رَبِّي فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهِ لِتُقْضَى لِيْ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ".

حصن حصین کی اس روایت کے ابتدائی حصہ کا ترجمہ بقدر ضرورت حسب ذیل ہے:

جس کسی کو کوئی ضرورت پیش آئے اللہ تعالیٰ سے ہو یا کسی مخلوق سے، اس کو چاہئے کہ اچھی طرح وضوء کرکے دو رکعت نماز پڑھ کر مذکورہ دعاء پڑھے اور اپنے مقصد کی دعاء کرے۔

چوتھی حدیث

عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی سابقہ حدیث سے معلوم ہوا کہ دنیا سے گئے ہوئے حضرات کا توسل عام طور پر جائز ہے جس دعاء میں چاہیں توسل لے سکتے ہیں اس کی تائید ذیل کے واقعہ سے بھی ہوتی ہے یہ واقعہ کسی معمولی شخص کا نہیں ہے بلکہ یہ امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو ایک جلیل القدر امام حدیث ہیں، اور صاحب سنن ہیں وہ اپنے خواب کا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ امام موصوف ایک رات اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھے، اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کئے الٰہی مجھے کوئی ایسی دعاء تعلیم فرمائے جس سے مرتے دم تک ایمان کی حفاظت ہو اور ایمان پر ہی خاتمہ بالخیر ہو، حق اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ فجر کی سنت اور فرض کے درمیان یہ دعاء پڑھا کرو:

اِلٰهِیْ بِحُرْمَةِ الْحَسَنِ وَاَخِيْهِ وَجَدِّهِ وَبَنِيْهِ وَاُمِّهِ وَاَبِيْهِ نَجِّنِی مِنَ الْغَمِّ الَّذِیْ اَنَا فِيْهِ يَاحَیُّ يَا قَيُّوْمُ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ اَسْأَلُكَ اَنْ تُحْيِيَ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ يَا

اَللّٰهُ يَا اَللّٰهُ يَا اَللّٰهُ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ .

الٰہی (میں عاجز و مجبور ہو گیا ہوں) حضرت امام حسن اور ان کے بھائی حضرت امام حسین کا ان کے نانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اور ان کے کل معظم اولاد کا ان کی والدہ محترمہ حضرت فاطمہ اور ان کے والد ماجد حضرت علی رضی اللہ عنہم کا توسل لے کر آپ سے دعاء کرتا ہوں کہ جن مصیبتوں اور مشکلات میں گرفتار ہوں، ان سب حضرات کے توسل اور طفیل سے ان مشکلات سے نجات دیجئے، اے زندہ سارے عالم کا انتظام کرنے والے میرے بھی مشکلات دور کر کے میری بھی راحت کا انتظام کیجئے) اے اللہ آپ بڑی عظمت والے ہیں اور سب پر احسان کرنے والے ہیں (میری بھی مشکلات دور کر کے) مجھ پر بھی احسان کیجئے، مجھ پر بھی آپ کے ان گنت احسان ہیں (مشکلات) دور کر کے مجھ پر اور احسان کیجئے سب سے بڑا احسان یہ کیجئے کہ اپ کی معرفت عطاء کر کے میرے مردہ دل کو زندہ کیجئے، آپ ہی سے مدد لیتا ہوں، اے اللہ میری اس مصیبت اور پریشانی کے وقت میری مدد کیجئے، اے اللہ آپ کی رحمت عام ہے آپ سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں مجھ پر بھی آپ رحم کیجئے اور میری دعاء قبول فرمایئے۔ (میرے ایمان کو مرتے دم تک سلامت رکھئے اور خاتمہ بالخیر فرمایئے)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نماز فجر کے فرض وسنت کے درمیان ہمیشہ اس دعاء کا وِرد رکھتے تھے اور اپنے دوستوں کو اس کے عمل کا شوق دلاتے اور شاگردوں کو اس دعاء کو پڑھتے رہنے کی تعلیم اور حکم دیا کرتے تھے اگر دنیا سے گئے ہوئے حضرات کا توسل ممنوع ہوتا تو اتنے بڑے امام اس کا ورد ہمیشہ کیوں کر رکھتے اور اس عمل کی تعلیم و امر وشوق کس طرح دلواتے حالانکہ یہ امام حدیث ہیں خلق کے مقتداء، خلاصۃ الکلام میں خواب کا یہ واقعہ اسی طرح مذکور ہے اور علامہ سید طاہر بن محمد ہاشم علوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مجمع الاحباب میں سوانح امام ترمذی میں اس خواب کو اسی طرح بیان کیا ہے۔ یہ

سب مضمون ''عمران القلوب'' سے ماخوذ ہے۔

ف: صاحبو! آپ نے یہ خواب سنا، یہ خواب حدیث کے امام، محدثین کے مقتداء حضرت ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا خواب ہے جیسے پیغمبروں کے خواب وحی ہوتے ہیں ایسے ہی ان مقدس حضرات کے خواب الہام ہوتے ہیں، الہام سے بھی ثابت ہوا کہ دنیا سے گئے ہوئے حضرات کا توسل لینا جائز ہے، قطع نظر اس کے قابل غور یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ گئے ہوئے کا توسل لینا سکھائے ہیں، اس لئے دنیا سے گئے ہوؤں سے توسل لینے میں کوئی شک باقی نہ رہا، جو صاحب چاہیں فجر کے سنت اور فرض کے درمیان اس دعاء کو پڑھا کریں، اس لئے کہ امام ترمذی اس کو پڑھا کرتے، اور پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔12

(53/72)بَابٌ فِی الرِّیَاحِ

اس باب میں ہواؤں کا بیان ہے (بعض ہوائیں جو عذاب کا ذریعہ ہوئیں ہیں، اب بھی خوف ہے کہ کہیں یہ عذاب کا ذریعہ نہ بنیں اور بعض ہوائیں رحمت کا ذریعہ ہوئیں ہیں اور اب بھی عموماً رحمت کا ذریعہ ہوتی رہتی ہیں)۔ وَقَوْلُ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ: ''اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَیْھِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا'' اوراللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (سورۂ قمر، پ:27، ع:1، آیت نمبر:19، میں) ہم نے قوم عاد پرایک زناٹے کی آندھی چلائی (جوان پرعذاب کا ذریعہ ہوئی)۔ وَقَوْلُہٗ: ''وَفِیْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَیْھِمُ الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ ''اوراللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (سورۂ ذاریات، پ:27، ع:2، آیت نمبر:41، میں) اور ہم قوم عاد پر ایسی آندھی بھیجے جس سے بربادی ہی بربادی تھی، اس میں کوئی نفع نہ تھا (جوان پرعذاب کا ذریعہ بنی) وَقَوْلُہٗ: ''وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ '' اوراللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (سورۂ حجر، پ:14، ع:2، آیت نمبر:22، میں) اور ہم ہی ہواؤں کو چلاتے ہیں جو پانی سے بھرے ہوئے بادلوں کولاتی ہیں (یعنی رحمت کا ذریعہ بنتی ہیں۔)

وَقَوْلُہٗ: ''وَمِنْ اٰیٰتِہٖ اَنْ یُّرْسِلَ الرِّیَاحَ مُبَشِّرَاتٍ ''اوراللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (سورۂ روم ،پ:21، ع:5، آیت نمبر:46، میں) اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ پہلے ہواؤں کو بھیجتے ہیں جو مینھ آنے کی خوشخبری سناتی ہیں (پھر بارش برساتے ہیں یہ ہوائیں بھی رحمت کا ذریعہ بنتی ہیں۔)

تمہید

مدینہ شریف میں یہودیوں کی دوقومیں بستی تھیں جن میں سے ایک بنونظیر تھے، بنونظیر چوطرف سے کفار کوابھار کر بارہ ہزار فوج لے کر مدینہ شریف پرحملہ کئے اور مسلمان صرف تین ہزار تھے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس موقع پر مدینہ شریف کے اطراف خندق کھود دیئے تھے تاکہ کفار کی آئی ہوئی فوج کے واسطے روک ہوجائے، کفار کا محاصرہ سخت تھا وہ سمجھ رہے تھے کہ ہماری فتح ہے ایک مہینہ تک کفار محاصرہ کئے ہوئے تھے، ایک رات اللہ تعالیٰ کی جانب سے صبا جو مشرق کی طرف سے چلتی رہتی ہے، مسلمانوں کی مدد کے لئے بھیجی گئی، اس وقت کفار کے لشکر کی کیا حالت تھی کہ کہیں خیمے اکھڑ گئے، گھوڑے چھوٹ گئے، کنکر اور مٹی کفار کے چہروں کو مار رہی تھی، ہانڈیاں الٹ گئیں سارا لشکر برباد ہوگیا، کفار کے دلوں پر ایسا رعب طاری ہوا وہ سمجھ رہے تھے کہ اب ہم ہلاک ہوئے جاتے ہیں، ابوسفیان جو، اس وقت کفار کی فوج کے سپہ سالار تھے وہ پہلے بھاگ گئے اور ان کے پیچھے سارا لشکر عجیب پریشانی کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا، میدان خالی ہوگیا۔

بادِ صبا سے حضور کی مدد کی گئی

1/2287۔ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ (غزوۂ خندق میں اس موقع پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ اللہ تعالیٰ نے باد صبا کے ذریعہ سے میری مدد فرمائی (جو مسلمانوں کے لئے ذریعۂ رحمت بنی جیسے) قوم عاد کے لئے (دبور جو مغرب کی طرف سے چل رہی تھی) تباہی اور بربادی کا ذریعہ بنی۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ابر اور تیز ہوا کو دیکھ کر حضور پر خوف طاری ہوجاتا تھا

پہلی حدیث

2/2288۔ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ میں کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قہقہہ مار کر آواز سے کِھل کِھلا کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھی کہ جس سے آپ کی پڑجیب دکھائی دیتی ہو (البتہ کبھی کبھی بعض موقعوں پر زیادہ سے زیادہ حضور اتنا ہنستے ہیں کہ آپ کی کونچلیاں نظر آجاتی تھیں) عموماً آپ مسکرایا کرتے تھے اور جب ابر اٹھتا تھا یا تیز

ہوائیں چلتی تھیں تو آپ کے چہرۂ مبارک پر خوف کے آثار ظاہر ہوجاتے تھے(آپ کے سامنے پہلی قوموں کے حالات پیش نظر ہوجاتے تھے بعض قوموں پر ابر اٹھا ہے وہ خوش ہورہے تھے کہ اس سے بارش برسے گی بجائے بارش کے عذاب نازل ہوا، جب کبھی تیز ہوائیں چلتی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان قوموں کی حالت پیش نظر ہوجاتی تھی، جن پر ہواؤں سے عذاب آیا تھا، اللہ کا جلال اور عظمت پیش نظر ہوتی تھی، کیا معلوم کہ یہ ابر اور ہواء کہیں عذاب کا ذریعہ نہ ہوجائیں، اس لئے آپ پر خوف طاری ہوتا تھا، مسلمانو! مقدس اور معصوم نبی کی یہ حالت ہوتی تھی تو ہم گنہگاروں کو کس قدر خوف ہونا چاہیے، ہماری یہ بے فکری اور اطمینان غفلت کا نتیجہ ہے جو اچھا نہیں ہے۔) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

3-4/2289-2290 ۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ،آپ فرماتی ہیں کہ جب تیز آندھی چلتی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر خوف طاری ہوجاتا تھا رہ رہ کر امت کا خیال آتا تھا کہ کہیں قوم عاد کی طرح ان پر یہ آندھی عذاب کا ذریعہ نہ بنے، اس وقت (بہت پریشانی کے ساتھ نہایت عاجزی سے امت کا خیال کرکے) یہ دعاء کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَخَيْرَ مَااَرْسَلْتَ بِهٖ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَافِيْهَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ .

الٰہی! (ہم کومت دیکھئے آپ اپنی رحمت پر نظر کرکے اس آندھی کو ذریعہ خیر بنائیے (اور ہر چیز میں خیر وشر اداء کرتے ہیں) ہم کو اس آندھی میں جو خیر ہے وہ پہنچایئے اگر آپ اس آندھی کو خیر کا ذریعہ بنا کر بھیجے ہیں تو وہ خیر ہم کو پہنچایئے، الٰہی میں آپ سے اس آندھی کے شر سے پناہ مانگتا ہوں، اس آندھی کے شر سے ہم کو بچایئے اور اس آندھی میں جو شر ہے اس سے بھی ہم کو بچایئے (اگر یہ

آندھی شر کا ذریعہ بنا کر بھیجی گئی ہے تو وہ شر ہم کو نہ پہونچے اور اس شر سے ہم کو بچائیے۔

یہ بھی ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ جب ابر چھا جاتا تھا اور بارش شروع نہ ہوتی تھی تو خوف سے حضور کا چہرہ اتر جاتا تھا (خوف کی وجہ سے آپ کو قرار نہ ہوتا تھا، کبھی گھر میں آپ تشریف لیجاتے اور کبھی باہر آتے اور کبھی ادھر آتے اور کبھی اُدھر جاتے اور جب بارش ہونے لگتی تو وہ خوف آپ سے دور ہوجاتا تھا اور آپ سمجھتے تھے کہ یہ ابر اب ذریعہ عذاب نہیں ہے، حضور کا ابر کو دیکھ کر پریشان ہونا اور بارش ہونے سے پریشانی کا دور ہونا، ام المومنین اس کا سبب حضور سے دریافت کئے، ام المومنین سے یہ سن کر حضرت فرمائے سنو عائشہ! ابر جب امنڈا ہوا چلا آتا ہے تو خوف ہوتا ہے کہ کہیں یہ ابر ویسا تو نہیں ہے جیسا قوم عاد پر آیا تھا، قوم عاد اس ابر کو دیکھ کر خوش ہورہی تھی کہ یہ ابر بارش برسائے گا خوشحالی ہوگی، افسوس ایسا نہ ہوا قوم عاد پر یہ ابر برسا نہیں، ان پر عذاب کا ذریعہ بنا، اس ابر میں سے تیز ہوائیں نکلیں جو ان کو کئی گز اٹھا کر پٹک رہی تھیں، اس طرح وہ ابر ان پر عذاب کا ذریعہ ہوا سب ہلاک ہوگئے، اور ان کے مکان اجڑے پڑے تھے، عائشہ! یہ سارا منظر ابر کو دیکھتے ہی میرے سامنے پیش ہوجاتا ہے، جب بارش ہوجاتی ہے تو عذاب آنے کا خوف نہیں رہتا ہے اور عذاب کا اندیشہ مجھ سے زائل ہوجاتا ہے۔ اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ہواء کو برا نہ کہو!

5/2291۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے (کہ ہواء بالذات نہ راحت کا سبب ہے نہ عذاب کا بلکہ) ہوا اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہے (اللہ تعالیٰ جو حکم دیتے ہیں اس کی تکمیل کرتی ہے اگر راحت کا حکم دیتے ہیں تو) راحت پہنچاتی ہے اور (اگر عذاب کا حکم دیتے ہیں تو) عذاب کا ذریعہ بنتی ہے (اس لئے اگر ہواء سے تم کو نقصان پہنچے تو اس کو برا بھلا نہ کہو (ہواء کو برا بولنے کی بجائے) اللہ تعالیٰ سے

ہواء کے ذریعہ راحت پہنچنے کا سوال کرو، اور ہواء تکلیف اور عذاب کا ذریعہ نہ بننے کے لئے اللہ سے دعاء مانگو۔ اس کی روایت امام شافعی، ابوداؤد، اور ابن ماجہ نے کی ہے اور بیہقی نے بھی اس کی روایت دعوات کبیر میں کی ہے۔

بلاسبب کسی پر لعنت بھیجنے سے وہ لعنت بھیجنے والے پر لوٹتی ہے

6/2292۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے (بیٹھا ہوا تھا اس کو ہواء سے کچھ تکلیف ہوئی تو اس نے) ہواء پر لعنت بھیجی، تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے فرمائے دیکھو! ہواء پر لعنت نہیں کیا کرنا (ہواء کا کیا قصور ہے) ہواء تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہے، جو حکم اس کو ہوتا اس کی تعمیل کرتی ہے (یوں بھی سونچو تو کوئی چیز لعنت کی مستحق تین وجہ سے ہوتی ہے: کفر کی وجہ سے، یا بدعت کی وجہ سے یا فسق وفجور کی وجہ سے۔ یہ تینوں چیزیں ہواء میں نہیں ہیں، پھر ہوا پر لعنت کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟) یادرکھو کہ اگر کوئی شخص ایسی چیز پر لعنت کرتا ہے جو لعنت کی مستحق نہیں تو وہ لعنت خود اس لعنت کرنے والے پر لوٹ جاتی ہے۔ (اس لئے کسی پر لعنت کریں تو سونچ سمجھ کر لعنت کیا کریں، بہتر تو یہ ہے کہ لعنت کرنے کی عادت ہی نہ رکھے ورنہ خود پر لعنت لوٹ آئے گی۔) اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

آندھی سے تکلیف ہو تو یہ دعاء کرنی چاہئے

پہلی حدیث

7/2293۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ (لوگوں کی عادت ہے جب ہواء سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہواء کو سخت سست کہا کرتے ہیں مسلمانو سنو! کبھی) ہواء کو برا نہ کہنا (اس میں ہواء کا کیا قصور ہے، ہواء تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہے، جو حکم ہوتا ہے اس کی تعمیل کرتی ہے) اگر تم ہواء سے کوئی ناگوار بات دیکھو

تو (اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو، اور بہت عاجزی سے) اللہ ہی سے دعاء مانگو۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُکَ مِنْ خَیْرِ هٰذِهِ الرِّیْحِ وَخَیْرِ مَافِیْهَا وَخَیْرِ مَا اُمِرَتْ بِهٖ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ الرِّیْحِ وَشَرِّ مَا فِیْهَا وَشَرِّ مَااُمِرَتْ بِهٖ.

الٰہی! ہم آپ ہی کے عاجز بندے ہیں! ہم کو اس ہوا سے خیر پہنچایئے (ہر چیز میں خیر وشر ہوا کرتے ہیں) اس میں جو خیر ہے ہم کو وہ پہنچایئے، اور اگر اس ہوا کو کسی شر کا حکم دیا گیا ہے تو اس کو خیر کا حکم بنایئے اور خیر ہی پہونچایئے، (الٰہی! ہم آپ کی پناہ میں آتے ہیں، اس چلتی ہوا کے شر سے ہمیں بچایئے، اگر اس ہوا کو کسی شر کا حکم دیا گیا ہے تو آپ قادر ہیں، اس شر کو خیر سے بدلنے کی قدرت رکھتے ہیں ہم کو خیر ہی پہونچایئے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

دوسری حدیث

8/2294۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ کبھی آندھی چلتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (پر بے حد خوف کی حالت طاری ہوجاتی تھی، اور خوف کی حالت امت کی تعلیم کے لئے بھی ہوتی تھی کہ تم بھی تیز ہوا چلتے وقت ایسی ہی خوف زدہ حالت بناؤ جیسے کہ میں واقعی خوفزدہ ہوجایا کرتا ہوں۔ آندھی اور تیز ہوا چلتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت دیکھنے کے قابل ہوتی تھی، عجز وانکساری ظاہر کرنے کے لئے) دوزانو ہوکر بیٹھ جاتے تھے اور گڑگڑا کر یہ دعاء فرماتے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رَحْمَةً وَّلَا تَجْعَلْهَا عَذَابًا. اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رِیَاحًا وَلَا تَجْعَلْهَا رِیْحًا.

الٰہی (آپ بڑی قدرت والے ہیں، اگر آپ اس آندھی کو عذاب کا ذریعہ نہ بنا کر رحمت کا ذریعہ بنائیں تو کوئی آپ کو روکنے والا نہیں ہے اس لئے ہم عرض کرتے ہیں کہ) اس آندھی سے راحت اور آرام بھجوایئے اور اس آندھی سے تکلیف اور مصیبت نہ لایئے۔

اس کی روایت امام شافعی نے کی ہے اور بیہقی نے بھی اس کی روایت دعوات کبیر میں کی ہے۔

بادل دیکھ کر پڑھنے کی دعاء

9/2295۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے،آپ فرماتی ہیں کہ جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمان کے کنارے سے ابراٹھتا دیکھتے تو (آپ پر ایسا خوف طاری ہوتا تھا کہ) جو کام آپ اس وقت کر رہے ہوتے اس کو چھوڑ کر ابر کی طرف متوجہ ہوجاتے تھےاوراللہ تعالیٰ سے یہ دعاء کرتے تھے۔ **اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِکَ مِنۡ شَرِّ مَافِیۡهِ.**

اے اللہ! (اورقوموں پرآپ ابر کے ذریعہ عذاب بھیجے ہیں،اگراس ابر میں بھی کوئی شر ہے تو)اس ابر کےشر سےہم کو بچائیے۔

اگرابرکھل جاتاتوآپ اللہ تعالیٰ کاشکراداءکرتے تھے(کہ معلوم نہیں اس میں کیاشر تھاکہ جس سےاللہ تعالیٰ نے ہم کو بچالیا)اور بارش ہوتی تو یہ دعا کرتے: **اَللّٰھُمَّ سُقۡیًا نَافِعًا.**

اے اللہ! (آپ بڑی قدرت والے ہیں جس چیز سےضرر پہونچانا چاہتے ہیں اس سے ضرر پہونچاتے ہیں،بعض قوموں کو بارش کی کثرت سے ضرر پہونچائے ہیں،اے اللہ! ہم پر جو یہ بارش ہورہی ہے)اس کوسیراب اورسرسبز کرنے والی نفع رساں بنائیے۔اس کی روایت امام شافعی نے کی ہےاورابوداؤد،نسائی اورابن ماجہ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

گرج اورکڑک کے وقت کی دعاء

پہلی حدیث

10/2296۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بجلی کی گرج اور گرنے والی بجلی کی طرح کڑک سنتے تو یہ دعاءفرماتے:

اَللّٰھُمَّ لَا تَقۡتُلۡنَا بِغَضَبِکَ وَلَا تُھۡلِکۡنَا بِعَذَابِکَ وَعَافِنَا قَبۡلَ ذَالِکَ.

الٰہی! ہم آپ کےغضب سے پناہ مانگتے ہیں،بعضوں کوبجلی سے ہلاک کئے ہیں ہم کواپنے

غضب سے (بجلی گرا کر قتل نہ کیجئے اور اس بجلی کو عذاب کا ذریعہ بنا کر ہم کو ہلاک نہ کیجئے اور (اگر آپ کسی کو بجلی سے ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو) عذاب آنے سے پہلے ہم کو عافیت کی موت دیجئے۔

اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔

دوسری حدیث

11/2297 ۔عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی ہے کہ آپ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب آپ بجلی کی کڑک سنتے (خوف زدہ ہوجاتے تھے اور) بات چیت چھوڑ دیتے تھے اور یہ دعاء پڑھتے تھے: سُبْحَانَ الَّذِیْ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِہٖ وَ الْمَلَائِکَۃُ مِنْ خِیْفَتِہٖ۔

اللہ تعالیٰ تمام عیبوں سے پاک ہیں، رعد (نامی فرشتہ جو بادلوں پر مقرر کیا گیا ہے) وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے اور تسبیح اور تقدیس بیان کرتا ہے (بادلوں سے جو ہیبت ناک آواز آتی ہے وہ اسی فرشتہ کی تسبیح اور تحمید کی آواز ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور اس کا جلال تمام فرشتوں پر طاری ہوجاتا ہے کہ) سب فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کی (ہیبت اور جلال کی وجہ سے سب کے سب) حمد وثنا اور تسبیح کرنے لگتے ہیں۔اس کی روایت امام مالک نے کی ہے۔

ف: مرقات میں لکھا ہے کہ بادلوں کی گرج اور بجلی کی کڑک کے وقت جو اس دعاء کو پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو بجلی گرنے کے ضرر سے محفوظ رکھیں گے۔12

غیب کے خزانے پانچ ہیں جن میں بارش کا علم بھی ہے

12/2298 ۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ (یوں تو غیب کی اور بھی چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں مگر) غیب کی اہم چیزیں پانچ ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا (ہاں اللہ تعالیٰ ہی کسی کو واقف کرائیں تو وہ اور بات ہے) پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ان پانچ چیزوں کی تفسیر فرمانے کے

لئے) یہ آیت تلاوت فرمائے: اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ، وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ، وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ، وَمَا تَدْرِیْ نَفْس '' مَّا ذَا تَكْسِبُ غَدًا ، وَمَا تَدْرِیْ نَفْس '' بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ، اِنَّ اللّٰہَ عَلِيْم '' خَبِيْر ''. (پ:21،سورۂ لقمان،ع:4،آیت نمبر:34)

بے شک اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے کہ قیامت کب آئے گی اور اللہ تعالیٰ ہی (ایک وقت مقرر پر جس کو ان کے سوا کوئی نہیں جانتا) بارش برساتے ہیں اور (نر و مادہ) جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہیں اللہ تعالیٰ ہی اس کو جانتے ہیں (اور کوئی اس کو نہیں جانتا) اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ خود کل کیا عمل کرے گا (اللہ تعالیٰ ہی اس کو جانتے ہیں) اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس سرزمین میں مرے گا (اس کا بھی علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے) اور (انہی چیزوں کی کیا تخصیص ہے جتنی غیب کی باتیں ہیں) بیشک اللہ تعالیٰ ہی ان کے جاننے والے اور ان سے باخبر ہیں۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

قحط سالی کیا ہے

13/2299 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں (تم سمجھتے ہو کہ بارش نہ ہونے سے قحط ہوجاتا ہے ایسا بھی ہے مگر) بڑا قحط یہ ہے کہ بارش تو خوب ہو (اور تم کو خوشحالی کی امید بھی ہوگئی ہو پھر بھی کثرت بارش کی وجہ سے) زمین کچھ نہ اگائے۔ یہ بہت بڑا قحط ہے (اس لئے کہ ساری امیدوں پر پانی پھر جاتا ہے اور قحط کا سامنا ہوجاتا ہے۔) اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

قطعۂ تاریخ

طباعت کتاب نورالمصابیح جزء سوم ترجمۂ زجاجۃ المصابیح تالیف لطیف حضرت مولانا و مرشدنا ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ صاحب نقشبندی قادری رحمۃ اللہ علیہ

(یہ قطعۂ تاریخ تکمیل ترجمہ کے بعد عرض کیا گیا تھا حضرت قبلہ نے سماعت فرمالیا تھا)

شاہ عبداللہ صاحب ہیں قطبِ زماں، ان کے حسنات کا ہوسکے کیا بیاں
لاؤں مدحت کے قابل کہاں سے زباں، گرچہ ارمانِ توصیف و تمدیح ہے
عالمِ باعمل عابد بے ریا، آپ ہیں مرد تسلیم و صبر و رضا
خُلق احسن سے ظاہر ہے صدق و صفا، روئے انور سے باطن کی توضیح ہے
اس دکن میں ملے ان کا ثانی کہاں، آپ ہیں باعثِ فخر ہندوستاں
عارفین سالکین زاہدین عاکفین، کوئی ہوں سب پہ حضرت کو ترجیح ہے
ہے عمل وَاذْكُرُو اللّٰهَ ذِكْرًا پہ بھی، سُجَّدًا بُكْرَةً وَّاَصِيْلا پہ بھی
لَااِلٰهَ بھی اَللّٰهُ اَللّٰهُ بھی، شغل ہی ان کا تہلیل وتسبیح ہے
جلد اول زجاجہ کا ہی ترجمہ، جزو اول و ثانی میں شائع ہوا
تیسرا جز و نورالمصابیح بھی، چند ابواب کی اس کے تشریح ہے
صاف شُستہ ہے آسان اردو زباں، عام فہم اور دلچسپ طرز بیاں
فقہ کا اک مکمل رسالہ بنا، ترجمہ ایسا ہے ایسی تصریح ہے
فکر تاریخ گوئی میں تھا خسروا، ہاتفِ غیب نے دی یہ مجھ کو ندا
شاہ عبداللہ نے کردیا ہے طبع، کہہ تیسرا جزو نورالمصابیح ہے

1946ء

گزرانیدہ: خادم طریقت محمد عبدالقادر خاں علوی المتخلص خسؔرو ابن حضرت محمد عبدالغفور خاں صاحب نامؔی مرحوم (وظیفہ یاب ناظم پائیگاہ)

حضرت مؤلّف علام رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر قابل دید تالیفات

(1) گلزاراولیاء...

(2) علاج السالکین...

(3) کتاب المحبت...

(4) زجاجۃ المصابیح (عربی) مجموعۂ احادیث حنفیہ مکمل پانچ جلد
جلد اول، دوم، سوم، چہارم، پنجم

(5) یوسف نامہ (تفسیر سورۂ یوسف علیہ السلام)

(6) مواعظ حسنہ (حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات وملفوظات کا مجموعہ)

(7) قیامت نامہ...

(8) نورالمصابیح (ترجمہ زجاجۃ المصابیح).................................

(9) سلوک مجدّدیہ...

(10) معراج نامہ...

(11) میلادنامہ...

(12) جام جم یعنی شجرۂ انساب عالم ونسب نامہ فخر عالم وخلاصۂ بنی آدم وباعث ایجاد آدم
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم...

(13) شہادت نامہ...

(14) فضائل نماز...

(15) فضائل رمضان...

اوراوراد ووظائف کی حسب ذیل کتابوں کی سند اوراجازت حاصل کی جاسکتی ہے:

(16) حصن حصین از علامہ محمد بن الجزری رحمۃ اللہ علیہ ادعیہ اوراوراد واذکار کا عدیم النظیر مجموعہ

(17) دلائل الخیرات (درود ودعاؤں کا نادر مجموعہ) از عبداللہ محمد بن سلیمان الجزولی رحمۃ اللہ علیہ

(18) الحزب الاعظم (مسنون اورقرآنی دعاؤں کا بےنظیر مجموعہ) از علاّمہ ملاّ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ